بسم اللہ الرحمن الرحیم
علمی و تحقیقی رسائل
جلد گیارہ
1 شفاعة فی الاٰخرة (اقسام واحکام)
2 اہلِ فترة وجاهلية کا حکم
مصنف
مُفتی محمّد رضوان
ادارۂ غفران
راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد 11

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...شفاعة فی الآخرة (اقسام واحکام)

(2)...اهلِ فترة و جاهلیة کا حکم

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

نام کتاب: علمی و تحقیقی رسائل (جلد11)

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: جمادی الاخریٰ 1441ھ، فروری 2020ء

صفحات: 736

ملنے کے پتے

رسائل کی اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست رسالہ اول

(شفاعة فی الاٰخرة ’’اقسام واحکام‘‘)

مضامین — صفحہ نمبر

تفصیلی فہرست رسالہ دوم

(اہلِ فترۃ وجاہلیۃ کا حکم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

’’مجلسِ فقہی‘‘ ادارہ غفران، راولپنڈی

مولانا مفتی محمد رضوان خان صاحب حفظہ اللہ (مدیر: ادارہ غفران، راولپنڈی) کے علمی وتحقیقی رسائل کی گیارہویں جلد بحمد اللہ تعالیٰ، تیار ہوکر، تدوین، تحقیق، مراجعت اور کتابت وغیرہ کے جملہ متعلقہ مراحل سے گزر کر اشاعت کے مرحلہ میں داخل ہو رہی ہے۔

علمی وتحقیقی رسائل کی اشاعت کا یہ سلسلہ پہلی جلد سے شروع ہوکر الحمد للہ تعالیٰ، بتوفیقِ الٰہی گیارہویں جلد کی اشاعت تک پہنچ چکا ہے۔

گیارہویں جلد میں مندرجہ ذیل دو تحقیقی رسائل شامل ہیں:

(1)... **شفاعة فی الاُخرة** (اقسام واحکام)

(2)... **اهلِ فترة وجاهلية کا حکم**

مزید کئی جلدوں کے رسائل پر بھی بحمد اللہ تعالیٰ مختلف جہات سے کام جاری ہے، اور بحمد اللہ تعالیٰ کئی رسائل پر بڑی حد تک کام ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بعافیت واستقامت اس سلسلہ کو حسبِ مراد انجام دینے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

ادارہ غفران کے اراکینِ مجلسِ فقہی نے حسبِ سابق اس جلد کے رسائل ومقالات کا بھی بالاستیعاب مطالعہ کیا، اور مفید مشورے اور قابلِ اصلاح امور کی نشاندہی کی، اس طرح اراکینِ مجلس کی نظرِ ثانی اور جزوی اصلاح وترمیم کے بعد اس جلد کے رسائل ومقالات بھی الحمد للہ تعالیٰ حتمی شکل میں منقّح ہوئے۔

دعاء ہے کہ یہ مجموعہ، اللہ کی بارگاہ میں قبول ومنظور ہو، اور بطورِ خاص علمی وفقہی دنیا میں امتِ

مسلمہ کی دنیا وآخرت کی صلاح وفلاح اور افراط وتفریط سے حفاظت اور اعتدال کے قائم ہونے کا باعث ہو، اور جملہ اراکینِ مجلسِ فقہی کے لیے مغفرت اور ترقی درجات کا ذریعہ بنے۔ آمین۔

اسمائے گرامی: اراکینِ مجلسِ فقہی، ادارہ غفران

(1)......مفتی محمد رضوان صاحب (صدر مجلس)

(2)......مفتی محمد یونس صاحب (نائب صدر)

(3)......مولانا محمد ناصر صاحب (رکن)

(4)......مولانا طارق محمود صاحب (رکن)

(5)......مولانا عبدالسلام صاحب (رکن)

(6)......مولانا غلام بلال صاحب (رکن)

(7)......مولانا طلحہ مدثر صاحب (رکن)

(8)......مولانا محمد ریحان صاحب (رکن)

(9)......مولانا شعیب احمد صاحب (رکن)

06/ربیع الاول/1441ھ 04/نومبر/2019ء بروز پیر

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

شفاعة فی الآخرة

(اقسام واحکام)

آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ اولیٰ وکبریٰ وغیرہ کا ثبوت

شفاعۃُ النبی کے حصول اور اس سے محروم کرنے والے اعمال واسباب

انبیاء، ملائکہ، صلحاء اور مومنین کی شفاعت

شہداء اور نابالغ فوت شدہ اولاد کی شفاعت

نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی شفاعت

قرآن مجید، اس کی سورتوں اور روزہ کی شفاعت

لعّان کی شفیع وشہید ہونے سے محرومی

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

نام کتاب: شفاعة فی الأخرة(اقسام واحکام)

مصنف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: جمادی الاخریٰ 1441ھ، فروری 2020ء

صفحات: 362

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی، پاکستان

فون 051-5507270 فیکس 051-5702840

www.idaraghufran.org

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

کافی عرصہ سے آخرت میں خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اوراس کے بعد دیگر انبیائے کرام، ملائکۂ عظام اور مخصوص مومنوں کی شفاعت کے مسئلہ پر نصوص کی روشنی میں تفصیل وتحقیق کی جستجو تھی، اسی دوران اللہ تعالیٰ نے اس موضوع کی تحقیق کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جوآئندہ صفحات میں''شفاعة فی الآخرة'' کے عنوان سے پیش کی جارہی ہے۔

بندہ نے مختلف ابواب اورفصلوں کے تحت اس موضوع کو منضبط کرنے کی کوشش کی ہے، جس کی وجہ سے یہ موضوع بندہ کی سوچ سے کچھ طویل ہوگیا، لیکن بہرحال اللہ کے فضل وکرم سے موضوع کے ضروری پہلواس میں جمع ہوگئے ہیں، جن سے نبی آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ اولیٰ اوراس کے بعد کی شفاعت کی اقسام وانواع پر اوراسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور ملائکہ، نیز مخصوص مومنین اور شہداء وغیرہ کو شفاعت حاصل ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

اسی کے ساتھ مذکورہ مضمون میں ان اسباب وعوامل کی بھی تحقیق کی گئی، جوشفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول یااس سے محرومی کا سبب ہیں، تاہم کئی احادیث وروایات اس سلسلہ میں ضعیف یا غیر معمولی ضعیف یا موضوع ومنگھڑت وغیرہ بھی معلوم ہوئیں، جن میں سے بعض احادیث وروایات ہمارے زمانے کی کچھ کتابوں اورقصہ گوواعظین کے بیانوں میں ملتی ہیں، ان کی بھی اس مضمون میں نشان دہی کی گئی ہے۔

ہمارے زمانے کی بعض تفاسیراورفقہ وسیرت وغیرہ کی کتابوں میں بھی بہت سی ایسی احادیث و روایات پائی جاتی ہیں، جو یا تو سرے سے باسند طریقہ پر دستیاب نہیں اوران تفاسیر وفقہ اور سیرت کی کتابوں میں ان کی سند بھی مذکور نہیں، یا پھران کی سند ضعیف، بلکہ غیر معمولی ضعیف یا

موضوع وغیرہ ہے، لیکن بعض اہلِ علم مصنفین ومبلغین اور مقررین کی طرف سے ان کی عوامی دنیا میں غیر معمولی تبلیغ وتشہیر کردی گئی ہے، اور جب تحقیق کے نتیجہ میں اس طرح کی احادیث و روایات کا غیر مستند وغیر معتبر ہونا سامنے آتا ہے، تو بجائے اس کے کہ مذکورہ حضرات اپنے سابق طرزِ عمل کی اصلاح کریں، اور اپنے سابق موقف سے رجوع کریں، جو ہمیشہ سے اہلِ حق کا شعار رہا ہے، بلکہ جن مصنفین کے حوالوں سے یہ احادیث وروایات بیان کی جاتی ہیں، اگر ان کے سامنے بھی ان احادیث وروایات کی اسناد کا غیر معتبر وغیر مستند ہونا آجاتا، وہ بھی فوراً رجوع فرمالیتے، لیکن ان کے بعض متبعین ومتشددین کا طرزِ عمل اس کے برعکس یہ سامنے آتا ہے کہ وہ الٹا اس تحقیق کو بلادلیل رَد کرنے، بلکہ اس تحقیق کرنے والے کی ذات کو ہی نشانہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حالانکہ حق بات کے قبول کرنے کو اپنی یا اپنے کسی بزرگ کی شکست اور کسی تحقیق کرنے والے کی فتح کا مسئلہ نہیں سمجھنا چاہئے، خواہ وہ تحقیق کسی اپنے سے چھوٹے کی طرف سے عمل میں آئی ہو یا کسی غیر کی طرف سے، کسی بات کو رَد یا قبول کرنے کی بنیاد اس کے حق وسچ، راجح وصواب ہونے نہ ہونے پر ہونی چاہیے، نہ کہ بڑے یا چھوٹے اور اپنے یا پرائے کی تحقیق پر، کیونکہ اس کی بنیاد اتباعِ حق کے بجائے تعصب وتحزب یا تکبر وتعلّی اور ضد وعناد وغیرہ پر ہوتی ہے، جس کو شریعت پسند نہیں کرتی۔

اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ حق، حق ہی ہوتا ہے، خواہ وہ کہیں بھی اور کسی کے بھی پاس ہو۔

اس لیے تعصب وتحزب میں مبتلا حضرات کو اپنے اس طرزِ عمل کی اصلاح کرنی چاہئے، اور انہیں کسی بھی حدیث کو بیان کرنے سے پہلے اس کی سند کی تحقیق کر لینی چاہئے، اور محض فقہ یا تفسیر وغیرہ کی کتابوں میں کسی حدیث کو ملاحظہ کرنے کے بعد، ممکنہ حد تک اس کی اسنادی تحقیق کے بغیر آگے نقل وبیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

ایسا کرنے کے نتیجے میں امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاتحقیق

کسی بات کو منسوب کرنے کے خطرات سے حفاظت رہے گی، اور بہت سی خرابیوں کی اصلاح ہوگی۔

اور ہم نے جہاں تک غور کیا، تو ہمیں شریعت کے تقریباً تمام ابواب میں قرآن وسنت کا معتد بہ مستند اور معتبر مواد دستیاب اور معلوم ہوا کہ جس سے امت کی ترغیب وترہیب اور احکام ومسائل کی بنیادی اور اہم ضرورت پوری ہوجاتی ہے، اور اس کے لیے ضعیف احادیث کی بھی خاطر خواہ ضرورت نہیں رہ جاتی ''الا ماشاء اللّٰہ'' چہ جائیکہ شدید ضعیف اور موضوع ومنگھڑت احادیث وروایات کی ضرورت پیش آئے۔

پھر شدید ضعیف وموضوع احادیث وروایات کو معتبر ومستند احادیث سمجھنے کا شدید وعید کے علاوہ ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دین کا سچا جذبہ کمزور پڑتا جاتا ہے، اور ان غیر مستند وغیر معتبر مگر عجیب وغریب اور چٹپٹی احادیث وروایات کے سامنے صحیح اور معتبر ومستند احادیث کا ذائقہ پھیکا پھیکا سا محسوس ہونے لگتا ہے، جو ذوق کے بگاڑ وفساد کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ دین کے متعلقہ شعبوں میں قرآن وسنت کے معتبر ومستند مواد کو زیادہ سے زیادہ بروئے کار اور منظرِ عام پر لایا جائے۔

اور جو احادیث وروایات سند کے اعتبار سے قابلِ اعتبار ثابت نہ ہوں، ان سے اجتناب کیا جائے، بلکہ ممکنہ حد تک ان کی اسنادی حیثیت کو واضح کیا جائے، تاکہ اس سلسلہ میں پیدا شدہ افراط وتفریط کی اصلاح ہو، اور دین کے علمی وتحقیقی کام کو کسی تعصب وتحزّب کی نذر نہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شفاعت سے مستفید فرمائے، اور ہمیں بھی اپنے مخصوص احباب کے شفاعت کاروں میں شامل ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

فقط محمد رضوان خان

06/رجب المرجب/1440ھ 14/مارچ/2019ء بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

(مقدمہ)

شفاعت کی حقیقت اور اس کا حکمِ قرآنی

سب سے پہلے شفاعت کی حقیقت اور اس کا قرآنی آیات کی روشنی میں حکم جان لینا ضروری ہے، جس کی ذیل میں تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا (سورة النساء، رقم الآية ۸۵)

ترجمہ: جو شفاعت کرے گا، اچھی شفاعت، تو ہوگا، اس کے لیے حصہ اس میں سے، اور جو شفاعت کرے گا، بری شفاعت، تو ہوگا، اس کے لیے حصہ اس میں سے، اور ہے اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا (سورہ نساء)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ جس درجہ کی شفاعت ہوتی ہے، اسی درجہ کے اعتبار سے اس پر ثواب یا گناہ بھی مرتب ہوتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِشْفَعُوْا وَلْتُؤْجَرُوْا، وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا شَاءَ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۶۷۲، ابواب العلم، باب ما جاء الدال على الخير كفاعله) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (مستحق کی) شفاعت کرو، تمہیں اجر

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح، وبريد يكنى أبا بردة أيضا، وهو كوفي ثقة في الحديث روى عنه شعبة، والثوری، وابن عيينة.

وثواب عطا کیا جائے گا، اور (پھر اس کے بعد) اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے فیصلہ فرمائے گا (ترمذی)

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

قرآن مجید کی مذکورہ آیت اور مذکورہ احادیث میں جو شفاعت کا حکم بیان کیا گیا ہے، وہ دنیا کی شفاعت ہے۔

کسی ضرورت وحاجت مند کی ضرورت وحاجت کو اس سے اوپر والے کے سامنے ایسے شخص کی طرف سے پیش کرنا کہ جو اس اوپر والے کا مقرب ومعتمد ہو، یہ ''شفاعت'' کہلاتا ہے۔

اور عربی زبان میں ''شفاعة'' کا لفظ ''شفع'' سے ماخوذ ہے، جو ''وتر'' یعنی ''طاق'' کے مقابلے میں ''جفت'' کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (سورة الفجر، رقم الآية: ۳)

''یعنی قسم ہے جفت کی اور طاق کی'' (فجر)

شفاعت کے عمل میں شفاعت کرنے والا، چونکہ ضرورت وحاجت مند کی ایک طرح سے اعانت کرتا ہے، اس لیے وہ گویا کہ اس کے ساتھ جڑ جاتا ہے، اور جس کے لیے شفاعت کی جاتی ہے، وہ ''شفع'' یعنی ''جفت'' کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اس لیے اس کو ''شفاعت'' کا عمل کہا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] عن معاوية :اشفعوا تؤجروا فإني لأريد الأمر، فأؤخره كيما تشفعوا فتؤجروا، فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :اشفعوا تؤجروا(سنن أبي داود، رقم الحديث ۵۱۳۲)

قال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح(حاشية سنن ابى داوٗد)

[2] (والشفع) الزوج (والوتر) بفتح الواو وكسرها لغتان الفرد(تفسير الجلالين،ص ۸۰۶،سورة الفجر)

والشفاعة إن كانت إلى الله فهي الدعاء للمشفوع له، ففي الأثر :من دعا لأخيه بظهر الغيب قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس دنیا کے اندر کسی صاحبِ حق کو حق دلانے کے لیے شفاعت کرنا اجر وثواب کا باعث ہے، اور ناجائز و گناہ کے کام کے لیے شفاعت کرنا گناہ و ناجائز ہے، اسی وجہ سے اللہ کی حدود (یعنی منصوص شرعی سزاؤں) میں جب حاکم کے سامنے جرم ثابت ہوجائے، شفاعت کرنے سے احادیث میں منع کیا گیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الملک الموکل به :ولک بمثل . وإن کانت إلی الناس فهی کلام الشفیع فی حاجة یطلبها لغیره إلی من یستطیع قضاء ها کالملک مثلا . ولا یخرج اصطلاح الفقهاء عن المعنی اللغوی(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۶ ص ۱۳۱، مادة "شفاعة")

معنی الشفاعة کلام الشفیع إلی من هو فوقه فی حاجة یسألها لغیره ,وهی من الشفع الذی هو خلاف الوتر، کأنه بانضمامه إلی المشفوع له صارا شفعا(التحبیر لایضاح معانی التیسیر للصنعانی، ج۳ص۲۱۸، حرف الحاء، کتاب الحج والعمرة، الباب السابع: فی الشفاعة، والتسامح فی الحدود)

الشفاعة مأخوذة من الشفع وهما الاثنان تقول کان وترا فشفعته شفعا والشفعة منه لأنک تضم ملک شریکک إلی ملکک .والشفیع صاحب الشفعة وصاحب الشفاعة وناقة شافع إذا اجتمع لها حمل وولد یتبعها تقول منه: شفعت الناقة شفعا وناقة شفوع وهی التی تجمع بین محلبین فی حلبة واحدة .واستشفعته إلی فلان: سألته أن یشفع لی إلیه .وتشفعت إلیه فی فلان فشفعنی فیه فالشفاعة إذا ضم غیرک إلی جاهک ووسیلتک فهی علی التحقیق إظهار لمنزلة الشفیع عند المشفع وإیصال منفعته للمشفوع(تفسیر القرطبی، ج ۱ ص۳۷۸، سورة البقرة)

[1] والشفاعة فی الاصطلاح:هی التوسط للغیر فی جلب مصلحة أو دفع مضرة، وأصلها من الشفع الذی هو ضد الوتر؛ لأن صاحب الحاجة کان فردا فی حاجته فلما جاء ه الشفیع صار شفعا، أی :اثنین، صاحب الحاجة ومن یتوسط له فیها، هذا (أصل)معنی الشفاعة، والشفاعة فی الدنیا إذا کانت فی حق واجب فللشافع أجر، وإذا کانت فی حرام فعلیه وزر، کما صرح تعالی بذلک فی قوله :(من یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منها ومن یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها)

وقال -صلی الله علیه وسلم :-اشفعوا تؤجروا ویقضی الله علی لسان نبیه ما شاء(العذب النمیر من مجالس الشنقیطی فی التفسیر للشنقیطی، ج ۱ ص۶۴،۶۵، تفسیر سورة البقرة)

قوله: ((من حالت شفاعته دون حد)) أی قدامه فیحجز عن الحد بعد وجوبه علیه بأن بلغ الإمام، وإنما قال: ((فقد ضاد الله)) لأن حدود الله حماه ومن استباح حمی الله وتعدی طوره، ونازع الله تعالی فیما حماه فقد ضاد الله(شرح المشکاة للطیبی، ج۸ص۲۵۳۷، کتاب الحدود، باب الشفاعة فی الحدود)

پھر دنیا میں جب کوئی شخص دوسرے کے سامنے شفاعت کرتا ہے، تو اس میں اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ شفاعت کرنے والے کا عہدہ ومنصب ایسا ہو کہ وہ دوسرا شخص، جس کے سامنے شفاعت کی جارہی ہے، اس شفاعت کرنے والے کے دباؤ میں آ کر بادلِ نخواستہ شفاعت ماننے پر مجبور ہو جائے، لیکن مخلوق کی طرف سے جو شفاعت، اللہ کے سامنے کی جاتی ہے، اس میں ایسا ہونا ممکن نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ تو کسی کا زور چلتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی کے دباؤ میں آ سکتا ہے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم کرتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ اور فیصلہ میں، جس طرح کسی کی شفاعت سے پہلے خود مختار اور قادرِ مطلق ہوتا ہے، اسی طرح کسی کی شفاعت کرنے کے بعد بھی خود مختار اور قادرِ مطلق ہوتا ہے، اور وہ کسی کی شفاعت قبول نہ کرے، تب بھی عدل بلکہ فضل فرماتا ہے، اور کسی کی شفاعت اپنے فضلِ خاص سے قبول فرمائے، تو مزید فضل فرماتا ہے، جو اللہ کی صفتِ خاص ہے، جس میں اس کے ساتھ کوئی مخلوق بھی شریک نہیں ہوسکتی۔

بندوں کی طرف سے آخرت میں جو شفاعت، اللہ سے ہوگی، اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کی اجازت سے کسی دوسرے کے لیے اللہ سے دعاء کرے، مثلاً اے اللہ فلاں کی مغفرت فرما دیجیے، جس کے بعد اللہ کو اختیار ہے کہ اللہ اس دعاء کو قبول کرے، یا نہ کرے۔

بعض احادیث میں استغفار کو بھی شفاعت سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں بھی اللہ سے نجات ومغفرت کی دعا کی جاتی ہے، چنانچہ نمازِ جنازہ میں میت کے لیے مغفرت کی دعاء کرنے والوں کو شفاعت کرنے والوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [1]

لہٰذا شفاعت کے بارے میں یہ سمجھنا غلط ہے کہ نعوذ باللہ تعالیٰ کسی کو اپنے عہدے یا ذات کی وجہ سے خود سے اللہ کے مقابلہ میں دوسرے کو نجات دلانے کا اختیار حاصل ہوگا، یا وہ اللہ تعالیٰ پر اثر انداز ہو کر نعوذ باللہ اپنی بات منوالے گا، کسی مومن وموحد کا یہ عقیدہ نہیں ہوسکتا، اور اس

[1] جیسا کہ آگے دوسرے باب کی فصل نمبر 6 میں ذکر آتا ہے۔ محمد رضوان۔

طرح کا عقیدہ تو مشرکین وغیرہ کا اپنے بتوں وغیرہ کے متعلق ہوتا ہے۔ [1]

شفاعت کے بارے میں یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ آخرت میں اللہ کی طرف سے شفاعت کا حق صرف اس مومن وموحد اور مقرب بندہ کو حاصل ہوگا، جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت حاصل ہوگی، کسی کو اللہ کی اجازت کے بغیر خود سے اس کا استحقاق نہ ہوگا۔

رہا یہ شبہ کہ جب کسی کی بخشش ومغفرت فرمانے کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور اللہ ہی کی اجازت سے کسی کو اس کے سامنے شفاعت کی ہمت ہوسکتی ہے، تو پھر دوسرے کی شفاعت کرنے اور کرانے کا کیا فائدہ رہ جاتا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ جس طرح اپنے خاص بندوں اور مخصوص مخلوق کی برکت اور طفیل سے دنیا میں مجرموں کو بھی بیش بہا نعمتیں عطا فرماتا ہے، اسی طرح اللہ اپنے خاص بندوں کی ان کے مخصوص تعلق داروں کے لیے شفاعت کی صورت میں دعاء و درخواست کو اپنے فضلِ خاص سے قبول ومنظور فرما کر ان کے ساتھ رحمتِ خاص کا معاملہ فرماتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص کسی مجرم کو سزا دینا چاہے، لیکن اس کے خاص خادم کی درخواست پر وہ یہ کہے کہ اگرچہ یہ مجرم اپنے جرم کی وجہ سے سزا کا مستحق ہے، لیکن تمہاری شفاعت پر میں اس کو درگزر کرتا ہوں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے مقرب ومخصوص بندوں کی شفاعت ودرخواست پر ان کے تعلق داروں کے ساتھ فضلِ خاص کا معاملہ فرماتا ہے، پھر ایک تعلق تو ہر نبی کو اپنی امت کے کلمہ گو مؤمن سے امتی ہونے کی حیثیت سے ہوتا ہے، اور ایک تعلق فرشتوں کا کسی نیک عمل کرنے والے بندے سے ہوتا ہے، اور ایک تعلق مثلاً شہید کا اپنے اہل وعیال اور خاندان والوں سے

---

[1] والشفاعة إن كانت إلى الله فهى الدعاء للمشفوع له، ففى الأثر :من دعا لأخيه بظهر الغيب قال الملک الموكل به :ولک بمثل . وإن كانت إلى الناس فهى كلام الشفيع فى حاجة يطلبها لغيره إلى من يستطيع قضاء ها كالملک مثلا . ولا يخرج اصطلاح الفقهاء عن المعنى اللغوى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦ ص ١٣١، مادة ”شفاعة“)

ہوتا ہے، اور ایک تعلق نابالغ معصوم فوت شدہ اولاد کا اپنے والدین سے ہوتا ہے اور ایک تعلق مثلاً نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کا میت سے دعا کی شکل میں ہوتا ہے اور ایک تعلق کسی اور نیک عمل کے واسطے سے ہوتا ہے، اس طرح کے تعلقات کی بنیاد پر اللہ کی طرف سے آخرت میں شفاعت کی اجازت دی جائے گی، جس کی تفصیل احادیث وروایات میں آئی ہے۔

اہلُ السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ ''شفاعت'' اپنی متعلقہ صورتوں کے ساتھ حق ہے، معتزلہ شفاعت، یا اس کی بعض ثابت شدہ اقسام وانواع کا انکار کرتے ہیں۔

جبکہ آخرت میں انبیائے کرام، ملائکہ اور شہداء وصالحین کو، اللہ کی طرف سے مخصوص مومن بندوں کو شفاعت کی اجازت حاصل ہونے کے بے شمار دلائل ہیں۔ [1]

---

[1] مذهب أهل الحق أن الشفاعة حق وأنكرها المعتزلة وخلدوا المؤمنين من المذنبين الذين دخلوا النار فى العذاب .والأخبار متظاهرة بأن من كان من العصاة المذنبين الموحدين من أمم النبيين هم الذين تنالهم شفاعة الشافعين من الملائكة والنبيين والشهداء والصالحين .وقد تمسك القاضى عليهم فى الرد بشيئين أحدهما الأخبار الكثيرة التى تواترت فى المعنى .والثانى الإجماع من السلف على تلقى هذه الأخبار بالقبول ولم يبد من أحد منهم فى عصر من الأعصار نكير فظهور روايتها وإطباقهم على صحتها وقبولهم لها دليل قاطع على صحة عقيدة أهل الحق وفساد دين المعتزلة فإن قالوا قد وردت نصوص من الكتاب بما يوجب رد هذه الأخبار مثل قوله "ما للظالمين من حميم ولا شفيع يطاع ") قالوا: وأصحاب الكبائر ظالمون .وقال: "من يعمل سوئا يجز به" " ولا يقبل منها شفاعة "قلنا ليست هذه الآيات عامة فى كل ظالم والعموم لا صيغة له فلا تعم هذه الآيات كل من يعمل سوئا وكل نفس وإنما المراد بها الكافرون دون المؤمنين بدليل الأخبار الواردة فى ذلک وأيضا فإن الله تعالى أثبت شفاعة لأقوام ونفاها عن أقوام فقال فى صفة الكافرين" فما تنفعهم شفاعة الشافعين "وقال "ولا يشفعون إلا لمن ارتضى "وقال "ولا تنفع الشفاعة عنده إلا لمن أذن له"فعلمنا بهذه الجملة أن الشفاعة إنما تنفع المؤمنين دون الكافرين وقد أجمع المفسرون على أن المراد بقوله تعالى "واتقوا يوما لا تجزى نفس عن نفس شيئا ولا يقبل منها شفاعة "النفس الكافرة لا كل نفس .ونحن وإن قلنا بعموم العذاب لكل ظالم عاص فلا نقول إنهم مخلدون فيها بدليل الأخبار التى رويناها وبدليل قوله "ويغفر ما دون ذلک لمن يشاء "وقوله "إنه لا ييأس من روح الله إلا القوم الكافرون"فإن قالوا: فقد قال تعالى "ولا يشفعون إلا لمن ارتضى " والفاسق غير مرتضى قلنا لم يقل لمن لا يرضى وإنما قال "لمن ارتضى "ومن ارتضاه الله للشفاعة هم الموحدون بدليل قوله "لا يملكون الشفاعة إلا من اتخذ عند الرحمن عهدا "وقيل للنبى صلى الله عليه وسلم: ما عهد الله مع خلقه قال (أن يؤمنوا ولا يشركوا به شيئا) .وقال المفسرون: إلا من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورقرآن مجید کی جن آیات میں شفاعت کی نفی کی گئی ہے، اس سے کافروں ونااہلوں کی شفاعت مراد ہے، نیز وہ شفاعت مراد ہے، جس کی اللہ کی طرف سے اجازت حاصل نہ ہو، جیسا کہ کافر کے لیے شفاعت، یا جو شفاعت، اللہ کی طرف سے قبول نہ کی جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال لا إله إلا الله .فإن قالوا المرتضى هو التائب الذى اتخذ عند الله عهدا بالإنابة إليه بدليل أن الملائكة استغفروا لهم وقال "فاغفر للذين تابوا واتبعوا سبيلك"وكذلك شفاعة الأنبياء عليهم السلام إنما هى لأهل التوبة دون أهل الكبائر قلنا: عندكم يجب على الله تعالى قبول التوبة فإذا قبل الله توبة المذنب فلا يحتاج إلى الشفاعة ولا إلى الاستغفار .وأجمع أهل التفسير على أن المراد بقوله "فاغفر للذين تابوا "أى من الشرك "واتبعوا سبيلك "أى سبيل المؤمنين .سألوا الله تعالى أن يغفر لهم ما دون الشرك من ذنوبهم كما قال تعالى "ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء "فإن قالوا جميع الأمة يرغبون فى شفاعة النبى صلى الله عليه وسلم فلو كانت لأهل الكبائر خاصة بطل سؤالهم .قلنا: إنما يطلب كل مسلم شفاعة الرسول ويرغب إلى الله فى أن تناله لاعتقاده أنه غير سالم من الذنوب ولا قاسم لله سبحانه بكل ما افترض عليه بل كل واحد معترف على نفسه بالنقص فهو لذلك يخاف العقاب ويرجو النجاة وقال صلى الله عليه وسلم (لا ينجو أحد إلا برحمة الله تعالى فقيل ولا أنت يا رسول الله؟ فقال: ولا أنا إلا أن يتغمدنى الله برحمته)(تفسير القرطبى، ج ۱ ص۳۷۸ الیٰ ۳۸۰، سورة البقرة)

[1] وقد دل الكتاب والسنة أن نفى الشفاعة المذكور هنا ليس على عمومه ، وأن للشفاعة تفصيلا، منها ما هو ثابت شرعا، ومنها ما هو منفى شرعا.أما المنفى شرعا الذى أجمع عليه المسلمون فهو الشفاعة للكفار؛ لأن الكفار لا تنفعهم شفاعة ألبتة، كما قال تعالى :(فما تنفعهم شفاعة الشافعين) وقال عنهم :(فما لنا من شافعين)وقال (جل وعلا :(ولا يشفعون إلا لمن ارتضى)مع أنه قال فى الكافر :(ولا يرضى لعباده الكفر)فالشفاعة للكفار ممنوعة شرعا بإجماع المسلمين، ولم يقع فى هذا استثناء ألبتة، إلا شفاعة النبى صلى الله عليه وسلم لعمه أبى طالب ،فإنها نفعته بأن نقل بسببها من محل من النار إلى محل أسهل منه، كما صح عنه -صلى الله عليه وسلم - أنه قال :لعله تنفعه شفاعتى فيجعل فى ضحضاح من النار يبلغ كعبيه، له نعلان يغلى منهما دماغه أما غير هذا من الشفاعة للكفار فهو ممنوع إجماعا، وإنما نفعت شفاعة النبى -صلى الله عليه وسلم - عمه أبا طالب فى نقل من محل من النار إلى محل آخر.

الشفاعة المنفية الأخرى هى الشفاعة بدون إذن رب السماوات والأرض ، فهذه ممنوعة بتاتا بإجماع المسلمين، وبدلالة القرآن العظيم، كقوله :(من ذا الذى يشفع عنده إلا بإذنه)وادعاء هذه الشفاعة شرك بالله وكفر به، كما قال جل وعلا:(ويقولون هؤلاء شفعاؤنا عند الله قل أتنبئون الله بما لا يعلم فى السماوات ولا فى الأرض سبحانه وتعالى عما يشركون)ووجه كون هذه الشفاعة من أنواع الشرك -ولله المثل الأعلى :-أن ملوك الدنيا قد يتمكنون من مجرم يتقطعون عليه غيظا،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سب سے پہلے شفاعت کے سلسلہ میں چند متفرق قرآنی آیات ضروری تشریح کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔

سورہ بقرہ، سورہ اعراف، سورہ یونس اور سورہ روم کا حوالہ

قرآن مجید کی بعض آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آخرت میں کفار ومشرکین کے لیے کوئی شفاعت کار نہیں ہوگا، خاص طور پر کفار ومشرکین، اپنے لیے جن لوگوں اور بتوں یا دوسری چیزوں کو اللہ کا شفاعت کار سمجھ کر عبادت کرتے تھے، ان میں سے کوئی بھی ان کی شفاعت نہیں کر سکے گا، اور بالفرض کوئی شفاعت کرے گا، تو کافر ومشرک کے حق میں کسی کی شفاعت کو قبول ومنظور نہیں کیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں قرآن مجید کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ويريدون أن يقطعوه عضوا عضوا، فيأتى بعض أهل الجاه والشرف ويشفع عندهم له، فيضطرون إلى قبول شفاعته؛ لأنهم لو ردوا شفاعته لصار عدوا لهم، وترقبوا منه بعض الغوائل، فيضطرون إلى أن يشفعوه وهم كارهون، خوفا من سوئه، ورب السماوات والأرض لا يخاف أحدا، ولا يمكن أن يضره أحد، فلا يمكن أن يتجاسر أحد عليه بمثل هذا، وله المثل الأعلى؛ ولذا قال جل وعلا:(من ذا الذى يشفع عنده إلا بإذنه).

أما الشفاعة للمؤمنين بإذن رب السماوات والأرض فهى جائزة شرعا وواقعة، كما دلت عليه نصوص الكتاب والسنة ، كما فى قوله :(ولا يشفعون إلا لمن ارتضى)، وقوله جل وعلا:(ولا تنفع الشفاعة عنده إلا لمن أذن له)ونحو ذلک من الآيات والأحاديث .والشفاعة الكبرى للنبى -صلى الله عليه وسلم -كما يأتى إيضاحه فى سورة بنى إسرائيل فى قوله :(عسى أن يبعثک ربک مقاما محمودا)وقد يشفع الله من شاء من خلقه من الأنبياء والمرسلين والصالحين .

وقد تكون الشفاعة بإخراج من دخل النار، وقد تكون الشفاعة بأن يشفع لمن عليه ذنوب فينقذ من النار، وقد تكون برفع الدرجات، والشفاعة الكبرى فى فصل القضاء بين الخلق، فمعنى قوله إذا : (ولا يقبل منها شفاعة) هذا إذا كانت كافرة على الإطلاق، ولو كانت مؤمنة لا تقبل شفاعة إلا بإذن رب السماوات والأرض(العذب النمير من مجالس الشنقيطى فى التفسير للشنقيطى، ج ا ص ٦٤ الیٰ ٦٧، تفسير سورة البقرة)

يُؤْخَذُ مِنهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنصَرُوْنَ(سورة البقرة، رقم الآية ۴۸)

ترجمہ: اور ڈرو تم اس دن سے کہ نہیں بدلہ دے گا کوئی نفس، کسی نفس کی طرف سے کسی چیز کا، اور نہیں قبول کیا جائے گا، اس کی طرف سے، شفاعت کو، اور نہیں لیا جائے گا، اس سے کسی عوض کو، اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی (سورہ بقرہ)

سورہ بقرہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنصَرُوْنَ(سورة البقرة، رقم الآية ۱۲۳)

ترجمہ: اور ڈرو تم اس دن سے کہ نہیں بدلہ دے گا کوئی نفس، کسی نفس کی طرف سے کسی چیز کا، اور نہیں قبول کیا جائے گا، اس سے کسی عوض کو، اور نہیں نفع دے گی، اس کو شفاعت، اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کسی نفس کی طرف سے آخرت میں شفاعت کو قبول نہیں کیا جائے گا اور دوسری آیت میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کسی نفس کو شفاعت نفع نہ دے گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کی نہ تو شفاعت کو قبول کیا جائے گا، اور نہ ہی کافروں کے لیے انبیاء، ملائکہ اور صلحاء ومومنین یا ان کے معبودانِ باطلہ کو شفاعت کی اجازت ہوگی، بلکہ آخرت میں کسی مومن اور نبی کو بھی خود سے کسی مومن کی شفاعت کا استحقاق نہ ہوگا، اور ہر ایک کو اللہ سے اجازت کا ملنا ضروری ہوگا، اور اگر بالفرض کوئی کسی کافر و مشرک کے لیے شفاعت کرے گا بھی، تو اس کو شفاعت اس لیے فائدہ نہ دے گی کہ اللہ کسی کافر و مشرک کی مغفرت نہیں فرماتا اور اس نے کافر و مشرک کے لیے جہنم کا دائمی عذاب طے فرما رکھا ہے۔ [1]

---

[1] وقوله تعالى: ولا يقبل منها شفاعة يعني من الكافرين كما قال: فما تنفعهم شفاعة الشافعين، وكما قال عن أهل النار فما لنا من شافعين، ولا صديق حميم (تفسير ابنِ كثير، ج ۱ ص ۱۵۹، سورة البقرة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَل لَّنَا مِن شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۵۳)

ترجمہ: نہیں انتظار کررہے وہ (یعنی کفار) مگر اس نتیجہ کا، جس دن آئے گا، اس کا نتیجہ، کہیں گے، وہ لوگ جنہوں نے بھلادیا تھا، اس (دن) کو، اس سے پہلے، کہ یقیناً لائے تھے ہمارے رب کے رسول، حق کو، تو کیا ہیں ہمارے لیے شفاعت کرنے والوں میں سے، جو شفاعت کریں، ہمارے لیے، یا لوٹا دیا جائے ہمیں، پھر عمل کریں ہم، اس کے علاوہ جو عمل (پہلے) کیا کرتے تھے ہم۔ یقیناً نقصان کیا انہوں نے، اپنی ذات کا، اور بھٹک گیا ان سے وہ کہ جو یہ جھوٹ باندھتے تھے (سورہ اعراف)

مذکورہ آیت میں کفار و مشرکین کا بیان ہوا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کفار، اپنے لیے شفاعتی طلب کریں گے، بصورتِ دیگر دنیا میں واپس لوٹ کر ایمان اور اعمالِ صالحہ کرنے کی تمنا کریں گے، تاکہ ان کو بھی مومنین و موحدین کی طرح انبیاء، ملائکہ اور مومنین صالحین وغیرہ کی شفاعت حاصل ہو، لیکن ان کی اس طلب اور تمنا کو پورا نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اللہ کے اٹل فیصلے کے مطابق کفار و مشرکین کے لیے شفاعت کا حصہ نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فقد تبين بذلك أن الله جل ثناؤه قد يصفح لعباده المؤمنين -بشفاعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم لهم- عن كثير من عقوبة إجرامهم بينهم وبينه وأن قوله:(ولا يقبل منها شفاعة) إنما هي لمن مات على كفره غير تائب إلى الله عز وجل(تفسير الطبرى، ج ا ص ۳۳، تحت آية ۴۸ من سورة البقرة)

[1] ولما رأوا أنفسهم في العذاب قالوا فهل لنا من شفعاء فيشفعوا لنا أو نرد فنعمل غير الذى كنا نعمل يعنى أنه ليس لنا طريق إلى الخلاص مما نحن فيه من العذاب إلا أن يشفع لنا شفيع عند ربنا فيقبل شفاعته فينا فيخلصنا من هذا العذاب أو نرد إلى الدنيا فنعمل غير الذى كنا نعمل فيها فنبدل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ (سورة یونس، رقم الآیة ۱۸)

ترجمہ: اور عبادت کرتے ہیں وہ، اللہ کے علاوہ ان چیزوں کی، جو ضرر نہیں پہنچاتے ان کو اور نہ نفع پہنچاتے ان کو، اور کہتے ہیں وہ کہ یہ (یعنی ہمارے معبودانِ باطلہ) ہمارے شفاعت کار ہیں، اللہ کے نزدیک، آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم خبردار کرتے ہو اللہ کو، ان چیزوں سے کہ نہیں جانتا وہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، پاک ہے وہ اور بلند ہے، ان چیزوں سے جو شرک کرتے ہیں وہ (سورہ یونس)

کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے یہ بت، اللہ کے پاس ہمارے شفاعت کار ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین وآسمان میں کہیں بھی ان بتوں کو شفاعت کرنے کا حق نہیں، جبکہ تمہیں تو آسمان وزمین کی مخلوقات کا بھی علم نہیں، اور اللہ کو اپنی تمام مخلوقات کا علم ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الکفر بالتوحید والإیمان والمعاصی بالطاعة والإنابة قد خسروا أنفسهم یعنی أن الذی طلبوه لا یحصل لهم فتبین خسرانهم وإهلاکهم أنفسهم لأنهم کانوا فی الدنیا أول مرة فلم یعملوا بطاعة الله ولو ردوا إلی الدنیا لعادوا إلی ما کانوا علیه من الکفر والعصیان لسابق علم الله تعالی فیهم وضل عنهم ما کانوا یفترون یعنی وبطل وذهب عنهم ما کانوا یزعمون ویکذبون فی الدنیا من أن الأصنام تشفع لهم فلما أفضوا إلی الآخرة ذهب ذلک عنهم وعملوا أنهم کانوا فی دعواهم کاذبین (تفسیر الخازن، ج۲، ص ۲۰۶، سورة الاعراف، تحت رقم الآیة ۵۳)

[1] قال أبو جعفر :یقول تعالی ذکره :ویعبد هؤلاء المشرکون الذین وصفت لک، یا محمد صفتهم، من دون الله الذی لا یضرهم شیئا ولا ینفعهم، فی الدنیا ولا فی الآخرة، وذلک هو الآلهة والأصنام التی کانوا یعبدونها(ویقولون هؤلاء شفعاؤنا عند الله)، یعنی :أنهم کانوا یعبدونها رجاء شفاعتها عند الله قال الله لنبیه محمد صلی الله علیه وآله:(قل) لهم(أتنبئون الله بما لا یعلم فی السموات ولا فی الأرض)، یقول: أتخبرون الله بما لا یکون فی السموات ولا فی الأرض؟ وذلک أن الآلهة لا تشفع لهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ روم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاءُ وَكَانُوْا بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِيْنَ (سورة الروم، رقم الآية ١٣)

ترجمہ: اور نہیں ہوں گے ان کے لیے، ان کے شرکاء میں سے شفاعت کرنے والے، اور ہوں گے وہ اپنے شرکاء کے ساتھ انکار کرنے والے (سورہ روم)

مطلب یہ ہے کہ مشرکین نے جن کو اللہ کے ساتھ شریک کیا تھا، خواہ وہ بت ہوں، یا وہ انبیاء واولیاء ہوں، وہ ان کے لیے شفاعت نہیں کریں گے، جس کی ان کفار ومشرکین کو وہاں خود بھی سمجھ آ جائے گی اور یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ جن کو انہوں نے شفاعت کار سمجھ کر اللہ کا شریک بنا رکھا تھا، وہ شریک بنانے کے قابل نہیں تھے اور ہم سراسر گمراہی میں مبتلا تھے۔

آخرت میں بتوں کو تو شفاعت کا اختیار ہی نہیں ہوگا، اور مشرکوں کے لیے انبیاء واولیاء اور مومنین بھی شفاعت نہ کریں گے، کیونکہ کافروں کے لیے شفاعت نہ ہوگی، جیسا کہ اگلی آیات سے واضح طور پر معلوم ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عند الله فى السموات ولا فى الأرض. وكان المشركون يزعمون أنها تشفع لهم عند الله. فقال الله لنبيه صلى الله عليه وآله: قل لهم: أتخبرون الله أن ما لا يشفع فى السموات ولا فى الأرض يشفع لكم فيهما؟ وذلک باطل لا تعلم حقيقته وصحته، بل يعلم الله أن ذلک خلاف ما تقولون، وأنها لا تشفع لأحد، ولا تنفع ولا تضر(سبحان الله عما يشركون)، يقول: تنزيها لله وعلوا عما يفعله هؤلاء المشركون، من إشراكهم فى عبادته ما لا يضر ولا ينفع، وافترائهم عليه الكذب(جامع البيان فى تأويل القرآن،للطبرى، ج١٥، ص٤٧،سورة يونس)

[1] ولم يكن(أى لا يكون)لهم من شركائهم(ممن أشركوهم بالله وهم الأصنام ليشفعوا لهم) شفعاء وكانوا(أى يكونون)بشركائهم كافرين(أى متبرئين منهم) (تفسير الجلالين، ص ٥٣٢، سورة الروم، رقم الآية ١٣)

ولم يكن لهم من شركائهم يعنى أصنامهم التى عبدوها شفعاء أى يشفعون لهم وكانوا بشركائهم كافرين أى جاحدين متبرئين يتبرؤون منها وتتبرأ منهم (تفسير الخازن، ج٣، ص ٣٨٨، سورة الروم، رقم الآية ١٣)

سورہ شعراء، سورہ غافر اور سورہ مدثر کا حوالہ

قرآن مجید کی بعض آیات سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کفار و مشرکین کا آخرت میں کوئی شفاعت کار نہ ہوگا، اور اگر بالفرض کوئی ان کے لیے شفاعت کرنا بھی چاہے گا، تو ان کے لیے کسی کی شفاعت دائمی عذاب جہنم سے نجات کے لیے فائدہ مند نہ ہوگی۔

آگے اس طرح کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَـمَـا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ . وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ . فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورة الشعراء، رقم الآيات ١٠٠ الى ١٠٢)

ترجمہ: پس نہیں ہیں، ہمارے لیے کوئی شفاعت کرنے والے، اور نہ ہی کوئی مخلص دوست ہے، پس کاش ہمارے لیے (دنیا میں) لوٹنے کی گنجائش ہوتی، تو ہم مومنین میں سے ہو جاتے (سورہ شعراء)

مذکورہ آیات میں کافروں کا حال بیان ہوا ہے کہ وہ آخرت میں خود اس بات کا اعتراف و اقرار کریں گے کہ ہمارے لیے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے، جس طرح مومنین وموحدین کے لیے انبیاء، ملائکہ اور مومنین وصالحین، شفاعت کار ہیں، اسی لیے وہ دنیا میں لوٹ کر مومن ہونے کی تمنا ظاہر کریں گے، تاکہ ان کو بھی آج شفاعت کار نصیب ہوں، مگر ان کی یہ تمنا پوری نہ کی جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آخرت میں کافروں کا کوئی شفاعتی نہ ہوگا۔

اسی لیے صحیح احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عظیم شفاعت کو مومنوں کے ساتھ خاص فرمایا ہے، جیسا کہ آگے تفصیلاً آتا ہے۔ [1]

---

[1] فما لنا من شافعين يعنى من يشفع لنا يعنى كما أن للمؤمنين شافعين من الملائكة والأنبياء ولا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ (سورة غافر، رقم الآية ١٨)

ترجمہ: نہیں ہوگا ظالموں کے لیے کوئی حمایتی اور نہ ہی کوئی شفاعت کرنے والا، جس کی مانی جائے (سورہ غافر)

مذکورہ آیت میں ''ظالموں'' سے کفار مراد ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ کافروں کے لیے کوئی شفاعت کار نہ ہوگا، جس کی شفاعت کو مانا جائے، کیونکہ شفاعت، مومنوں وموحدوں کے ساتھ خاص ہے، کفار ومشرکین کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ [1]

سورہ مدثر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ . حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِيْنُ . فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ (سورة المدثر، رقم الآيات ٤٦ الىٰ ٤٨)

ترجمہ: اور تھے ہم جھٹلاتے بدلے (یعنی قیامت) کے دن کو۔ یہاں تک کہ آ گیا ہمارے پاس یقین۔ پس نہیں نفع پہنچائے گی ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت (سورہ مدثر)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

صديق حميم أى قريب يشفع لنا، يقول ذلك الكفار حين يشفع الملائكة والنبيون والمؤمنون، والصديق هو الصادق فى المودة مع موافقة الدين(لباب التأويل فى معانى التنزيل، المعروف بالخازن، ج٣، ص٢٨، سورة الشعراء)

[1] قلنا ليست هذه الآيات عامة فى كل ظالم والعموم لا صيغة له فلا تعم هذه الآيات كل من يعمل سوئا وكل نفس وإنما المراد بها الكافرون دون المؤمنين بدليل الأخبار الواردة فى ذلك وأيضا فإن الله تعالى أثبت شفاعة لأقوام ونفاها عن أقوام فقال فى صفة الكافرين "فما تنفعهم شفاعة الشافعين" وقال "ولا يشفعون إلا لمن ارتضى" وقال "ولا تنفع الشفاعة عنده إلا لمن أذن له" فعلمنا بهذه الجملة أن الشفاعة إنما تنفع المؤمنين دون الكافرين وقد أجمع المفسرون على أن المراد بقوله تعالى "واتقوا يوما لا تجزى نفس عن نفس شيئا ولا يقبل منها شفاعة "النفس الكافرة لا كل نفس .ونحن وإن قلنا بعموم العذاب لكل ظالم عاص فلا نقول إنهم مخلدون فيها بدليل الأخبار التى رويناها وبدليل قوله "ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء "(تفسير القرطبى، ج ١ ص ٣٧٩، سورة البقرة)

مذکورہ آیات بھی کفار ومشرکین کے بارے میں ہیں۔

جن سے معلوم ہوا کہ آخرت میں کفار کو کسی شفاعت کار کی شفاعت فائدہ نہیں پہنچا سکے گی، اولاً تو کفار ومشرکین کے لیے کوئی شفاعت کار نہ ہوگا اور اگر کوئی شفاعت کرنا بھی چاہے، تو کفار کو یہ شفاعت فائدہ نہ پہنچا سکے گی، کیونکہ اس کے لیے ایمان شرط ہے۔ [1]

سورہ مریم، سورہ طٰہٰ، سورہ انبیاء اور سورہ زخرف کا حوالہ

قرآن مجید کی بعض دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں شفاعت کرنے اور شفاعت کیے جانے کی اجازت مومنوں وموحدوں کے ساتھ خاص ہوگی، کافروں ومشرکوں اور معبودانِ باطلہ کا اس میں کوئی حصہ اور عمل ودخل نہ ہوگا۔

آگے اس طرح کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِيْنَ إِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا . لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (سورة مريم، رقم الآيات ٨٦، ٨٧)

ترجمہ: اور ہنکائیں گے ہم مجرموں کو جہنم کی طرف، پیاسی حالت میں، نہیں مالک ہوں گے وہ شفاعت کے، سوائے اس شخص کے جس نے لیا ہو، رحمٰن کے سامنے عہد کو (سورہ مریم)

---

[1] قال ابن بطال أنكرت المعتزلة والخوارج الشفاعة فى إخراج من أدخل النار من المذنبين وتمسكوا بقوله تعالى فما تنفعهم شفاعة الشافعين وغير ذلك من الآيات وأجاب أهل السنة بأنها فى الكفار وجائت الأحاديث فى إثبات الشفاعة المحمدية متواترة ودل عليها قوله تعالى عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا والجمهور على أن المراد به الشفاعة وبالغ الواحدى فنقل فيه الإجماع ولكنه أشار إلى ما جاء عن مجاهد وزيفه وقال الطبرى قال أكثر أهل التأويل المقام المحمود هو الذى يقومه النبى صلى الله عليه وسلم ليريحهم من كرب الموقف ثم أخرج عدة أحاديث فى بعضها التصريح بذلك وفى بعضها مطلق الشفاعة (فتح البارى لابنِ حجر، ج ١١ ص ٤٢٦، قوله باب صفة الجنة والنار)

''عہد'' سے مراد ''کلمۂ توحید'' ہے، اور جس نے رحمٰن کے سامنے عہد لیا، اس سے مراد مومن و موحّد ہے۔

مذکورہ آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے کسی کو شفاعت کا استحقاق واختیار نہیں ہوگا، البتہ جن مومنین وموحدین کو اللہ تعالیٰ خود اجازت مرحمت فرمادے گا، وہ شفاعت کر پائیں گے۔

''لایملکون'' کے الفاظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے مقابلے میں کوئی انسان بھی شفاعت کا مالک نہیں، ملکیت وحاکمیت اس پر اللہ ہی کی ہے، البتہ خود مالک وحاکم، جس کو اس کی اجازت دے دے، تو وہ اصول وقواعد کے مطابق ہے، کیونکہ مالک کو اپنی ملکیت میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے، اور اللہ، صرف مومن وموّحد کو ہی شفاعت کی اجازت دے گا، کفار ومشرکین کو شفاعت کی اجازت ہرگز نہ دے گا۔ [1]

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا (سورة طٰهٰ، رقم الآية ۱۰۹)

ترجمہ: اس دن نہیں نفع پہنچائے گی، شفاعت، مگر اسی کو جس کے لیے اجازت دے رحمٰن، اور راضی ہو وہ، اس کے قول سے (سورہ طٰہٰ)

مذکورہ آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ شفاعت، کسی کو بھی نفع نہ دے گی، سوائے دو قسم کے لوگوں کے، ایک تو وہ، جس کو رحمان نے خود اجازت دی ہو، دوسرے وہ جس کے قول سے اللہ راضی ہو۔

---

[1] وقوله :ونسوق المجرمين إلى جهنم وردا أى عطاشا لا يملكون الشفاعة أى ليس لهم من يشفع لهم كما يشفع المؤمنون بعضهم لبعض، كما قال تعالى مخبرا عنهم :فما لنا من شافعين ولا صديق حميم . وقوله :إلا من اتخذ عند الرحمن عهدا هذا استثناء منقطع بمعنى لكن من اتخذ عند الرحمن عهدا، وهو شهادة أن لا إله إلا الله والقيام بحقها .قال على بن أبى طلحة عن ابن عباس إلا من اتخذ عند الرحمن عهدا قال :العهد شهادة أن لا إله إلا الله، ويبرأ إلى الله من الحول والقوة، ولا يرجو إلا الله عز وجل (تفسير ابن كثير، ج۵، ص ۲۳۴، سورة مريم)

اللہ کے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کلمۂ توحید پڑھا ہو، اپنے قول سے سچ اور حق باتیں کی ہوں، کیونکہ اللہ، کلمۂ توحید اور اعمالِ صالحہ ہی سے راضی ہوتا ہے اور یہی سچ اور حق ہے، کفر وشرک سے ہرگز ہرگز راضی نہیں ہوتا کیونکہ یہ سچ وحق نہیں، اسی لیے انبیاء، صلحاء وشہداء وغیرہ کی شفاعت کا احادیث میں ذکر آیا ہے، جو سچ وحق کے قائل ہیں۔ [1]

سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ (سورة الأنبياء، رقم الآية ۲۸)

ترجمہ: جانتا ہے وہ (یعنی اللہ) ان چیزوں کو جو ان کے آگے ہیں، اور ان چیزوں کو جو ان کے پیچھے ہیں، اور نہیں شفاعت کریں گے وہ (یعنی فرشتے) مگر اسی کے لیے، جس سے راضی ہوگا وہ (یعنی اللہ) اور وہ (یعنی فرشتے) اس (یعنی اللہ) کی خشیت سے ڈرتے ہیں (سورہ انبیاء)

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اللہ کی رضامندی کے بغیر کوئی فرشتہ بھی اللہ کے سامنے شفاعت نہ کر سکے گا، جیسا کہ بعض کفار کا عقیدہ تھا کہ وہ فرشتوں کو اللہ کے سامنے اپنا شفاعت کار خیال کرتے تھے۔

اور دوسری آیات اور احادیث سے معلوم ہو چکا کہ ''لمن ارتضیٰ'' میں مومن وموحد ہی داخل ہیں، یعنی فرشتے بھی مومن وموحد کے لیے ہی شفاعت کر پائیں گے۔ [2]

---

[1] وحاصل المعنى عليه لا تنفع الشفاعة أحدا إلا من أذن الرحمن فى أن يشفع له و كان مؤمنا، والمراد على كل تقدير أنه لا تنفع الشفاعة أحدا إلا من أذن الرحمن فى أن يشفع له و كان مؤمنا، والمراد على كل تقدير أنه لا تنفع الشفاعة أحدا إلا من ذكر وأما من عداه فلا تكاد تنفعه وإن فرض صدورها عن الشفعاء المتصدين للشفاعة للناس كقوله تعالى: فما تنفعهم شفاعة الشافعين(روح المعانى للآلوسى، ج۸ص ۵۷۳، سورة طٰه)

[2] ولا يشفعون يعنى :الملائكة عليهم السلام .إلا لمن ارتضى أى :لمن رضى عنه بشهادة أن لا إله إلا الله .وهم من خشيته مشفقون، يعنى :من هيبته خائفون، لأنهم عاينوا أمر الآخرة فيخافون عاقبة الأمر(بحر العلوم، للسمرقندى، ج۲، ص ۴۲۴، سورة الأنبياء)

سورہ زخرف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ

(سورة الزخرف، رقم الآية ٨٦)

ترجمہ: اور نہیں مالک ہیں وہ کہ جن کو پکارتے ہیں یہ لوگ، اس (یعنی اللہ) کے مقابلہ میں، شفاعت کے، مگر وہی جس نے گواہی دی حق کی (سورہ زخرف)

حق کی گواہی دینے والے سے مراد، توحیدِ الٰہی کی گواہی دینے والا ہے، کیونکہ اللہ کی وحدانیت حق ہے، اور اس سے مراد، اللہ کا مومن وموحد اور صالح بندہ ہے، جس کو اللہ خود شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائے گا، اللہ کے مقابلہ میں کسی دوسرے بنائے ہوئے معبود کو شفاعت کا اختیار نہیں ہوگا، خواہ کسی انسان کو معبود بنایا ہو، یا پتھر کو یا سورج، یا چاند وغیرہ کو۔ [1]

سورہ انعام، سورہ سجدہ اور سورہ زمر کا حوالہ

قرآن مجید کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقابلہ میں کسی کو شفاعت کا استحقاق نہیں ہوگا، کیونکہ شفاعت پوری کی پوری، اللہ ہی کی ملکیت ہے، اس لیے اللہ رب العزت جس کو جس وقت شفاعت کی اجازت دے گا، صرف وہی شفاعت کی جرأت کر سکے گا۔

ذیل میں اس طرح کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ أَنْ يُّحْشَرُوْا إِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (سورة الأنعام، رقم الآية ٥١)

ترجمہ: اور ڈرایئے آپ، اس (یعنی قرآن) کے ذریعہ سے، ان لوگوں کو جو

---

[1] (ولا يملك الذين يدعون) يعبدون أى الكفار (من دونه) أى من دون الله (الشفاعة) لأحد (إلا من شهد بالحق) أى قال لا إله إلا الله (وهم يعلمون) بقلوبهم ما شهدوا به بألسنتهم وهم عيسى وعزير والملائكة فإنهم يشفعون للمؤمنين (تفسير الجلالين، ص٥٥٦، سورة الزخرف)

ڈرتے ہیں، اس بات سے کہ جمع کیا جائے ان کو، ان کے رب کی طرف کہ نہیں ہوگا، ان کے لیے اس (رب) کے مقابلہ میں کوئی ولی، اور نہ کوئی شفیع، تاکہ وہ لوگ تقویٰ اختیار کریں (سورہ انعام)

اس سے معلوم ہوا کہ آخرت میں اللہ کے سوا کوئی مددگار اور شفاعت کار نہ ہوگا، البتہ جس کو اللہ خود ہی شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائے، تو وہ، خود اللہ ہی کا حکم ہوگا، اس لیے اس کے شفاعت کرنے میں شبہ نہیں ہوگا، اور دیگر قرآنی آیات اور صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ انبیاء، ملائکہ اور مومنین وموحدین کو صرف مومنین وموحدین کے لیے ہی شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائے گا اور اس طرح اللہ کے اجازت یافتہ افراد ''من دونه'' میں داخل نہ ہوں گے۔ [1]

سورہ انعام ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ (سورة الأنعام، رقم الآية ٧٠)

ترجمہ: اور چھوڑ دیجئے آپ ان لوگوں کو جنہوں نے بنا لیا ہے، اپنے دین کو کھیل اور تماشہ، اور دھوکہ میں ڈال دیا ان کو دنیا کی زندگی نے، اور نصیحت کیجئے آپ اس قرآن کے ذریعہ سے، تاکہ گرفتار نہ ہو جائے کوئی نفس اپنے کرتوتوں کی وجہ سے، نہیں ہوگا، اس کے لئے اللہ کے مقابلہ میں کوئی دوست، اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا (سورہ انعام)

---

[1] الشفاعة لا تكون إلا بإذن الله لقوله عز وجل :من ذا الذى يشفع عنده إلا بإذنه وإذا كانت الشفاعة بإذن الله صح قوله :ليس لهم من دونه ولى ولا شفيع يعنى حتى يأذن الله لهم فى الشفاعة فإذا أذن فيها كان للمؤمنين ولى وشفيع لعلهم يتقون يعنى ما نهيتم عنهَ(لباب التأويل فى معانى التنزيل، المعروف بالخازن،ج٢،ص١١٤،سورة الأنعام،تحت رقم الآية ٥١)

وإنما نفى الشفاعة لغيره مع أن الأنبياء و الأولياء يشفعون، لأنهم لا يشفعون إلا بإذنه(تفسير البغوى،ج٢،ص١٢٥،سورة الأنعام،تحت رقم الآية ٥١)

اس آیت میں بھی کفار ومشرکین کا بیان ہوا ہے اور اس آیت کا مطلب بھی گزشتہ آیت کے مطابق ہے، یعنی آخرت میں کفار ومشرکین کے لیے اللہ کے مقابلہ میں کوئی ولی اور شفاعت کار نہ ہوگا، اور جس مومن وموحد کو اللہ خود ہی ''شفاعت'' کی اجازت مرحمت فرمادے، تو وہ ''من دون اللّٰہ''یعنی اللہ کے مقابلے میں شمار نہ ہوگا، بلکہ اس کی شفاعت، اللہ ہی کی طرف سے شمار ہوگی اور کفار ومشرکین کو کسی کی شفاعت حاصل نہ ہوگی، کیونکہ وہ اللہ کے دشمن ہیں، لہٰذا ان کی شفاعت ''من دون اللّٰہ'' میں داخل ہوگی، جو ممکن نہیں۔ [1]

سورہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ أَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (سورة السجدة، رقم الآية ۴)

ترجمہ: نہیں ہے تمہارے لیے اس (اللہ) کے مقابلہ میں کوئی ولی اور نہ کوئی شفیع، کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم (سورہ سجدہ)

اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کے لیے اللہ کے مقابلہ میں کوئی دوست اور شفیع نہ ہوگا، اور جس مومن وموحد کے لیے اللہ خود ہی کسی نبی، فرشتے یا نیک صالح مومن کو شفاعت کی اجازت دے دے، اور اس کی شفاعت کو اپنے فضل وکرم سے خود ہی قبول فرمالے، تو وہ اس کے خلاف نہیں، کیونکہ وہ ''من دونہ''یعنی اللہ کے مقابلے میں نہیں، جس میں انبیاء وشہداء وغیرہ داخل ہیں، جن کے متعلق، اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت کا ہونا صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] وذر(اترک)الذين اتخذوا دينهم(الذى كلفوه)لعبا ولهوا(باستهزائهم به)وغرتهم الحياة الدنيا(فلا تتعرض لهم وهذا قبل الأمر بالقتال)وذكر(عظ)به(بالقرآن للناس)أن(لا)تبسل نفس(تسلم إلى الهلاك)بما كسبت(عملت)ليس لهما من دون الله(أى غيره)ولى(ناصر)ولا شفيع(يمنع عنها العذاب)وإن تعدل كل عدل(تفد كل فداء)لا يؤخذ منها(ما تفدى به)أولئك الذين أبسلوا بما كسبوا لهم شراب من حميم(ماء بالغ نهاية الحرارة)وعذاب أليم(مؤلم)بما كانوا يكفرون(بكفرهم) (تفسير الجلالين، ص ۱۷۳، سورة الأنعام، تحت رقم الآية ۷۰)

[2] (ما لكم من دونه) من دون الله (من ولى ولا شفيع) أى إذا جاوزتم رضاه لم تجدوا لأنفسكم وليا أى ناصرا ينصركم ولا شفيعا يشفع لكم (أفلا تتذكرون) تتعظون بمواعظ الله(تفسير النسفی، ج۳، ص۶، تحتسورة السجدة)

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ .قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ .قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا(سورة الزمر، رقم الآيات ۴۳،۴۴)

ترجمہ: کیا بنالیا انہوں نے اللہ کے علاوہ شفاعت کاروں کو؟ کہہ دیجیے کہ کیا اگر نہ تو مالک ہوں، وہ کسی چیز کے، اور نہ ہی سمجھتے ہوں وہ (پھر بھی ان کو شفاعت کار بنانا عقل کے موافق ہے؟) آپ فرما دیجیے کہ اللہ ہی کے لیے ہے شفاعت پوری کی پوری (سورہ زمر)

مطلب یہ ہے کہ آخرت میں شفاعت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے تصرف واختیار اور ملکیت میں ہے، اس مالکِ مختار اور قادرِ مطلق کی اجازت کے بغیر کسی کو شفاعت کرنے کا استحقاق نہیں، اور اس کی شفاعت قبول کیے بغیر کسی کے لیے شفاعت نافع نہیں، اور اللہ کے علاوہ جن بتوں یا انسانوں کو مشرکین نے شفاعت کار بنایا، تو بتوں کو تو اللہ، شفاعت کی اجازت ہی نہ دے گا، اور انبیاء وصلحاء کو اجازت دے گا، لیکن وہ اجازت مومنوں وموحدوں کے ساتھ خاص ہوگی، کیونکہ ہر نبی وصالح کا مومن ہونا ضروری ہے، پس کفار ومشرکین کو جس طرح کسی دوسرے کی شفاعت کا حق نہ ہوگا، اسی طرح ان کے لیے بھی کوئی شفاعت کار نہ ہوگا۔ [1]

سورہ بقرہ، سورہ یونس، سورہ سبا، سورہ نجم اور سورہ نبأ کا حوالہ

قرآن مجید کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں کوئی بھی اللہ کی اجازت کے بغیر شفاعت کی جرائت نہیں کر سکے گا، اور جو کوئی بھی شفاعت کرے گا، وہ ''مأذون من اللّٰہ'' یعنی اللہ کی طرف سے اجازت یافتہ ہو کر ہی شفاعت کرے گا۔

اس طرح کی چند آیات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] (قل للہ الشفاعة جميعا)أی هو مختص بها فلا يشفع أحد الا بإذنه (تفسير الجلالين، تحت رقم الآية ۴۴ من سورة الزمر)

سورہ بقرہ میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ .

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ .مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (سورة البقرة، رقم الآيات ۲۵۴،۲۵۵)

ترجمہ: اے وہ لوگوں جو ایمان لائے، خرچ کرو تم، اس میں سے جو رزق دیا ہم نے تم کو، اس سے پہلے کہ آئے وہ دن کہ نہ بیع ہوگی، اس میں اور نہ دوستی اور نہ شفاعت، اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے، بہت زیادہ قائم رکھنے والا ہے، نہیں پکڑتی اس کو اونگھ اور نہ نیند، اسی کے لیے ہیں، وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں، اور جو زمین میں ہیں، کون ہے وہ جو شفاعت کرے، اس کے سامنے، سوائے اس کی اجازت کے (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ آخرت میں کسی کو شفاعت کا استحقاق نہ ہوگا، سوائے اس کے، جس کو اللہ اس کی اجازت دے، یعنی وہ ''مأذون من اللّٰہ'' (اللہ کی طرف سے اجازت یافتہ) ہو۔

اور صحیح وکثیر احادیث کے مطابق، جو کہ قرآن مجید ہی کی تفسیر وتشریح ہیں، اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت دیئے جانے والوں یعنی ''مأذون من اللّٰہ'' میں انبیاء وشہداء وغیرہ داخل ہیں اور بالخصوص نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرفہرست ہیں۔ [1]

---

[1] وقوله من ذا الذی یشفع عنده إلا بإذنه کقوله وکم من ملک فی السماوات لا تغنی شفاعتهم شیئا إلا من بعد أن یأذن الله لمن یشاء ویرضی وکقوله ولا یشفعون إلا لمن ارتضی . وهذا من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ (سورة يونس، رقم الآية ٣)

ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے، جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں، پھر مستوی ہوا وہ، عرش پر، تدبیر کرتا ہے، وہ حکم کی، نہیں ہے کوئی شفیع، مگر اس کی اجازت کے بعد ہی (سورہ یونس)

مذکورہ آیت میں تصریح ہے کہ آخرت میں صرف اور صرف اللہ کی اجازت کے بعد ہی کوئی ''شفیع'' ہوسکتا ہے، اور جن مومن وموحد اشخاص وافراد کو آخرت میں اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت کا حاصل ہونا معتبر احادیث سے ثابت ہے، وہ ''من بعد اذنہ'' میں داخل ہیں۔[1]

سورہ سبأ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ (سورة سبأ، رقم الآية ٢٣)

ترجمہ: اور نہیں نفع پہنچائے گی شفاعت اس (اللہ) کے نزدیک، مگر اسی کے لیے، جس کو وہ اجازت دے (سورہ سبأ)

اس آیت سے بھی صاف طور پر معلوم ہوا کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کو شفاعت کام نہ آئے گی، اور جو ''مأذون من اللہ'' ہوگا، یعنی جس کو اللہ شفاعت کی اجازت دے گا، صرف اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عظمته وجلاله وكبريائه عز وجل، أنه لا يتجاسر أحد على أن يشفع لأحد عنده إلا بإذنه له فى الشفاعة، كما فى حديث الشفاعة :آتى تحت العرش فأخر ساجدا، فيدعنى ما شاء الله أن يدعنى . ثم يقال :ارفع رأسك وقل تسمع واشفع تشفع -قال -فيحد لى حدا فأدخلهم الجنة(تفسير ابن كثير، ج ١، ص ٦٧٩، سورة البقرة)

[1] ما من شفيع إلا من بعد إذنه، معناه أن الشفعاء لا يشفعون إلا بإذنه(تفسير البغوى، ج ٢، ص ٤١٠، سورة يونس)

ہی کی شفاعت کام آئے گی، اور معتبر احادیث میں جن افراد و اشخاص کو اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت کا ہونا معلوم ہوتا ہے، مثلاً انبیاء، ملائکہ وشہداء وغیرہ، وہ ''لمن اذن لہٗ'' کا مصداق اور اس آیت کی تفسیر میں داخل ہیں۔ [1]

سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَرْضٰى (سورة النجم، رقم الآية ٢٦)

ترجمہ: اور کتنے فرشتے آسمانوں میں ہیں کہ نہیں فائدہ پہنچاتی ان کی شفاعت کچھ بھی، مگر اس کے بعد ہی کہ اجازت دے اللہ، جس کے لیے چاہے اور (جس سے وہ) راضی ہو (سورہ نجم)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بھی فرشتوں وغیرہ کی شفاعت کوئی فائدہ نہ دے گی، جب تک کہ ''ان یأذن اللّٰہ''، یعنی اللہ، اجازت نہ دے دے، اور جس کے لیے اللہ چاہے اور پسند کرے، اس کی طرف سے اسی کے لیے شفاعت کی اجازت ہوگی، یعنی جس طرح شفاعت کرنے والا اللہ کی رضا و مشیت کا محتاج ہے، اسی طرح جس کے لیے شفاعت کی جائے، اس سے بھی اللہ کا راضی ہونا اور چاہنا ضروری ہے، اور کافروں ومشرکوں کے لیے فرشتوں وغیرہ کی اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت نہ ہوگی، کیونکہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور رضا وابستہ نہ ہوگی، جیسا کہ پیچھے سورہ انبیاء وغیرہ میں گزرا۔ [2]

---

[1] ولا تنفع الشفاعة عنده إلا لمن أذن له أی لعظمته وجلاله وكبريائه لا يجترء أحد أن يشفع عنده تعالى فی شیء إلا بعد إذنه له فی الشفاعة، كما قال عز وجل: من ذا الذی يشفع عنده إلا بإذنه، وقال جل وعلا: وكم من ملك فی السماوات لا تغنی شفاعتهم شيئا إلا من بعد أن يأذن الله لمن يشاء ويرضى وقال تعالى: ولا يشفعون إلا لمن ارتضى وهم من خشيته مشفقون (تفسير ابن كثير، ج٦، ص ٤٥٤، سورة سبأ)

[2] (وكم من ملك) أی وكثير من الملائكة (فی السماوات) وما أكرمهم عند الله (لا تغنی شفاعتهم شيئا إلا من بعد أن يأذن الله) لهم فيها (لمن يشاء) من عباده (ويرضى) عنه لقوله ولا يشفعون إلا لمن ارتضى ومعلوم أنها لا توجد منهم إلا بعد الإذن فيها من ذا الذی يشفع عنده إلا بإذنه (تفسير الجلالين، ص ٧٠٢، سورة النجم، تحت رقم الآية ٢٦)

سورہ نبأ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا. يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (سورۃ النبأ، رقم الآیات ۳۷، ۳۸)

ترجمہ: جو آسمانوں اور زمین کا، اور اُن چیزوں کا رب ہے، جو اُن دونوں (یعنی آسمانوں اور زمین) کے درمیان ہیں، رحمٰن ہے، نہیں مالک ہوں گے وہ، اس کے سامنے خطاب کرنے کے۔ جس دن کھڑا ہوگا روح (یعنی جبریل) اور فرشتے صف باندھ کر، نہیں کلام کریں گے وہ، مگر وہی شخص کہ اجازت دے گا، اس کو رحمٰن، اور کہے گا وہ درست بات (سورہ نبأ)

شفاعت کرنے کے لیے بھی کلام کی ضرورت ہوگی، اور جس کو اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہوگی، وہی شفاعت کرسکے گا، اور یہ بات معلوم ہوچکی کہ شفاعت کی اجازت صرف مومن کو حاصل ہوگی، لہٰذا کلام کی اجازت بھی اسی کو ہوگی، اور درست بات کہنے میں یہ بھی داخل ہے کہ جس کے لیے شفاعت کی جائے، وہ مومن ہو۔ [1]

بہرحال آخرت میں اللہ کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت، بلکہ کلام بھی نہ کرسکے گا، اور اگر بالفرض کوئی خود سے شفاعت کی جرأت وہمت کرے گا، تو اللہ کافر ومشرک کے حق میں کسی بت یا نبی اور ولی وغیرہ کی شفاعت کو قبول نہ کرے گا، البتہ جن مومنین و موحدین کو اللہ اپنے مومن وموحد بندوں کے لیے شفاعت کی اجازت دے گا، ان کی شفاعت کو قبول فرمائے گا، ان میں وہ حضرات بھی داخل ہیں، جن کی شفاعت کرنے اور ان

---

[1] (رب السماوات والأرض) بالجر والرفع (وما بينهما الرحمن) كذلك وبرفعه مع جر رب (لا يملكون) أى الخلق (منه) تعالى (خطابا) أى لا يقدر أحد أن يخاطبه خوفا منه.
(يوم) ظرف ل لا يملكون (يقوم الروح) جبريل أو جند الله (والملائكة صفا) حال أى مصطفين (لا يتكلمون) أى الخلق (إلا من أذن له الرحمن) فى الكلام (وقال) قولا (صوابا) من المؤمنين والملائكة كأن يشفعوا لمن ارتضى (تفسير الجلالين، تحت سورة النبأ، رقم الآيات ۳۷، ۳۸)

کی شفاعت قبول کیے جانے کا قرآن وسنت میں ذکر آ گیا، جیسا کہ انبیاء، شہداء، صلحاء ملائکہ وغیرہ۔

یہ افراد واشخاص شفاعت کے لیے''مأذون من اللہ '' کی فہرست میں داخل ہیں، جن کے متعلق اللہ نے اپنے بندوں کو پہلے سے ہی آ گاہ فرمادیا ہے کہ وہ'' مأذون من اللّٰہ '' ہیں، کہ ان بندوں کو آخرت میں اللہ، خود شفاعت کی اجازت دے گا، اور یہ شفاعت مختلف درجات کی ہوگی، جس میں قیامت کے دن جلد حساب ہونا، بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہونا، جہنم کے عذاب سے نجات پا کر جنت کا مستحق ہونا، جنت کے درجات کا بلند ہونا، اور عذاب میں تخفیف کا ہونا سب داخل ہے، جن کا ذکر آگے اپنے اپنے مقام پر آتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ آخرت میں خود سے کسی کو اللہ کے مقابلے میں شفاعت، بلکہ کلام کی قدرت و ہمت اور جرأت نہ ہوگی، اور شفاعت کے لیے اللہ کی طرف سے اجازت ضروری ہوگی، اور اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت صرف مومنوں کے لیے ہوگی، اور مومنوں کو ہی دوسروں کی شفاعت کا حق دیا جائے گا، کافروں کو نہ تو شفاعت کرنے کا استحقاق حاصل ہوگا، اور نہ ہی ان کے حق میں دوسرے کی شفاعت قابلِ قبول ہوگی۔ [1]

الاَّ یہ کہ کسی کا استثناء معتبر احادیث میں آیا ہو، جیسا کہ ابوطالب کے لیے عذاب کی تخفیف کا استثناء معتبر احادیث میں آیا ہے، تو یہ ایک استثنائی صورت ہے، جس کو مذکورہ آیاتِ قرآنی کے مقابلہ میں ضابطہ اور اصول بنا کر دوسرے کفار ومشرکین کے لیے شفاعت کو جائز نہیں رکھا جا سکتا، کیونکہ جو ضابطہ وقاعدہ عام نصوص سے ثابت ومعلوم ہو، اس سے کسی خاص جزئیہ کا نص

---

[1] فیکون المراد بالآیة نفی الشفاعة للکفار، وأن أحدا من الملائکة المقربین، ولا من الأنبیاء المرسلین لا یجترء علی أن یشفع لأحد من الکافرین، فإن الله –تعالی– لم یأذن به، ولم یرتض اعتقاده(البعث والنشور،للبیهقی،ص۳۹۸،تحت رقم الحدیث ۵۶۱،باب قوله -عز وجل.ولا یشفعون إلا لمن ارتضی وهم من خشیته مشفقون .مع سائر ما یحتج به من أنکر الشفاعة)

سے استثناء اپنے نص مورد کے ساتھ ہی خاص رکھا جاسکتا ہے، جیسا کہ اپنے مقام پر یہ قاعدہ طے ہو چکا ہے۔ [1]

ہم نے ماقبل میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شفاعت سے متعلق قرآن مجید کی مختلف آیتوں کو ضروری تشریح اور فوائد کے ساتھ ذکر کر دیا ہے، تاکہ قرآن مجید کی شفاعت سے متعلق ان تمام آیات کو سامنے رکھ کر آخرت میں شفاعت کی حقیقت اور اس کی شرائط کو سمجھا جاسکے اور کسی ایک آیت، یا ایک طرح کی آیات سے غلط فہمی پیدا نہ ہو، جس طرح بعض معتزلہ وغیرہ کو مغالطہ لگا۔

مزید وضاحت ان شاء اللہ تعالیٰ آنے والی احادیث وروایات سے ہو جائے گی، کیونکہ معتبر و مستند احادیث وروایات بھی دراصل قرآن مجید کی تشریح وتوضیح ہی ہوتی ہیں، البتہ غیر معتبر احادیث وروایات کا معاملہ الگ ہے، کیونکہ ان کا خود ثبوت ہی محلِ نظر ہے، چہ جائیکہ ان کی روشنی میں اللہ کے مبارک کلام کی تشریح وتوضیح کی جرأت کی جائے، الا یہ کہ کسی نے غلطی سے یعنی کسی حدیث وروایت کو معتبر سمجھنے کی خطاء کی ہو، تو وہ عنداللہ معذور شمار ہوسکتا ہے، لیکن جس پر اس کا خطا ہونا ظاہر ہو جائے، اس کے لیے اس کی اتباع وپیروی جائز نہیں رہتی۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

---

[1] من القواعد المقررة عندهم أن النص الوارد على خلاف القياس يختص بمورده، والنصوص فيما نحن فيه واردة على خلاف القياس كما صرحوا به فلا بد وأن تكون مخصوصة بموردها (فتح القدير لابن الهمام، ج١٠، ص ٣٧٩، كتاب الديات، باب القسامة)

(باب نمبر1)

شفاعۃُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مخصوص بندوں کو جو شفاعت کی اجازت دی جائے گی، ان میں اللہ کے لیے سب سے بڑا تعلق ایک نبی کا اپنی امتِ اجابت سے ہوتا ہے، اور جس طرح تمام نبیوں میں خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو امتیازی شرف حاصل ہے اور آپ کی نبوت و رسالت دوسرے نبیوں اور رسولوں کے مقابلے میں عام ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی دوسری امتوں کے مقابلہ میں تعداد و مقدار اور قبولیت و اجابت کے اعتبار سے زیادہ ہے۔

اس لیے آخرت میں سب سے عظیم اور بڑی شفاعت بھی خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگی۔

آخرت میں خاتم النبیین، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت برحق ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے لوگوں کے مقابلے میں سب سے پہلی اور بڑی شفاعت کے اعزاز واکرام سے نوازا جائے گا، پھر اس کے بعد بھی مومنین و موحدین کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مختلف درجات و مراحل کی ہوگی۔

مومن اپنے ایمان وعقیدے اور اعمال کی کمزوری و مضبوطی اور کمی و زیادتی کے اعتبار سے مختلف درجات کے ہوں گے، اور ہر مومن کو شفاعتِ نبی کا حصول، اس کے درجہ و شان کے اعتبار سے ہی حاصل ہوگا۔

اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مختلف درجات ہوں گے، پہلا درجہ و مرحلہ شفاعتِ اولیٰ کا قیامت کی ہولنا کی سے نجات اور جلدی حساب

وکتاب شروع ہونے کے لیے ہوگا، جس کو ''مقامِ محمود'' کہا جاتا ہے، اور بعض حضرات نے شفاعت کے اس درجہ کو ''شفاعتِ کبریٰ'' اور ''شفاعتِ عظمیٰ'' سے تعبیر کیا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا دوسرا درجہ یا دوسرا مرحلہ کچھ لوگوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جانے کے لیے ہوگا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا تیسرا درجہ یا تیسرا مرحلہ جہنم کے مستحق لوگوں کو جہنم سے نجات دلانے کے لیے ہوگا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا چوتھا درجہ یا چوتھا مرحلہ، مومنوں وموحدوں کو درجہ بدرجہ جہنم سے نکالے جانے کے لیے ہوگا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا پانچواں درجہ یا پانچواں مرحلہ اہلِ جنت کے درجات کی بلندی اور زیادتی کے لیے ہوگا۔ [1]

---

[1] أجمع أهل السنة، والجماعة على وقوع الشفاعة فى الآخرة ووجوب الإيمان بها .لصريح قوله تعالى: (يومئذ لا تنفع الشفاعة إلا من أذن له الرحمن ورضى له قولا)وقال عز من قائل: (ولا يشفعون إلا لمن ارتضى)وقد جائت الأحاديث التى بلغت بمجموعها حد التواتر بصحة الشفاعة فى الآخرة لمذنبى المسلمين، فيشفع له من يأذن له الرحمن من الأنبياء والملائكة وصالحى المؤمنين. جاء فى حديث الشفاعة فيقول الله عز وجل: شفعت الملائكة، وشفع النبيون، وشفع المؤمنون، ولم يبق إلا أرحم الراحمين فيقبض قبضة من النار فيخرج منها قوما لم يعملوا خيرا قط . .إلخ .

قال العلماء: الشفاعة فى الآخرة خمسة أقسام:

أولها: مختصة بنبينا صلى الله عليه وسلم وهى: الإراحة من هول الموقف، وتعجيل الحساب، وهى: الشفاعة العظمى.

ثانيها: فى إدخال قوم الجنة بغير حساب، وهذه أيضا خاصة بنبينا صلى الله عليه وسلم.

ثالثها: الشفاعة لقوم استوجبوا النار فيشفع فيهم نبينا، ومن شاء الله تعالى.

رابعها: فيمن دخل النار من المذنبين: فقد جائت الأحاديث بإخراجهم من النار بشفاعة نبينا صلى الله عليه وسلم والملائكة وإخوانهم من المؤمنين.

خامسها .فى زيادة الدرجات فى الجنة لأهلها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦ص ١٣٢، ١٣٣، مادة "شفاعة")

أقسام الشفاعةوالشفاعة خمسة أقسام، أولها :مختصة بنبينا صلى الله عليه وسلم وهى الإراحة من هول الموقف وتعجيل الحساب.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی ایک قسم یا درجہ استثنائی طور پر مخصوص، کافر کے حق میں عذاب کی تخفیف کی صورت کو قرار دیا ہے، جیسا کہ ابوطالب کے حق میں شفاعت، لیکن اس کی وجہ سے ان کو دائمی عذابِ جہنم سے نجات حاصل نہ ہوگی، کیونکہ جنت کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثانية :فی إدخال قوم الجنة بغير حساب، وهذه أيضا وردت فی نبينا صلى الله عليه وسلم.
الثالثة :الشفاعة لقوم استوجبوا النار فيشفع فيهم نبينا صلى الله عليه وسلم ممن يشاء الله تعالى.
الرابعة :الشفاعة فيمن يدخل النار من المذنبين، فقد جاء ت الأحاديث بإخراجهم من النار بشفاعة نبينا والملائكة وإخوانهم من المؤمنين، ثم يخرج الله تعالى كل من قال :(لا إله إلا الله)
الخامسة :الشفاعة فی زيادة الدرجات فی الجنة لأهلها، وهذه لا ننكرها أيضا(شرح الطيبی على مشكاة المصابيح، ج ١١، ص ٣٥٤٦، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق ،باب الحوض والشفاعة)
مذهب أهل السنة جواز الشفاعة عقلا ووجوبها بصريح قوله تعالى :(لا تنفع الشفاعة إلا من أذن له الرحمن) (ولا يشفعون إلا لمن ارتضى) وأمثالها، وبخبر الصادق سمعا، وقد جاء ت الآثار التی بلغت بمجموعها التواتر بصحتها فی الآخرة لمذنبی المؤمنين، وأجمع السلف الصالح ومن بعدهم من أهل السنة عليها، ومنعت الخوارج وبعض المعتزلة منها، وتأولت الأحاديث الواردة فيها واعتصموا بمذاهبهم فی تخليد المذنبين فی النار واحتجوا بقوله :(فما تنفعهم شفاعة الشافعين) وبقوله :(ما للظالمين من حميم ولا شفيع يطاع)، وهذه الآيات فی الكفار، وتأولوا أحاديث الشفاعة فی زيادة الدرجات وإجزال الثواب، وألفاظ الأحاديث التی فی الكتاب وغيره تدل على خلاف ما ذهبوا إليه، وأنها فی المذنبين وفی إخراج من استوجب.
لكن الشفاعة بمجموعها على خمسة أقسام:
أولها :مختصة بنبينا صلى الله عليه وسلم وهی الإراحة من هول الموقف وتعجيل الحساب، كما سيأتی بيانها عند ذكرها من الكتاب بعد هذا.
الثانية :فی إدخال قوم الجنة دون حساب، وهذه أيضا وردت لنبينا صلى الله عليه وسلم، وقد ذكرها مسلم وسننبه عليها فی موضعها.
الثالثة :قوم استوجبوا النار فيشفع فيهم نبينا ومن شاء الله له أن يشفع، و (سننبه) على موضعها من الكتاب أيضا.
الرابعة :فيمن دخل النار من المذنبين، فقد جاء فی مجموع هذه الأحاديث إخراجهم من النار بشفاعة نبينا صلى الله عليه وسلم وغيره من الأنبياء والملائكة وإخوانهم من المؤمنين، ثم يخرج الله كل من قال :لا إله إلا الله، كما جاء فی الحديث، حتى لا يبقى فيها إلا الكافرون ومن حبسه القرآن ووجب عليه الخلود، كما جاء فی الحديث.
والشفاعة الخامسة :هی فی زيادة الدرجات فی الجنة لأهلها، وهذه لا ينكرها المعتزلة، ولا تنكر شفاعة الحشر الأولى، وعرف بالنقل المستفيض سؤال السلف الصالح لشفاعة النبی صلى الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مستحق ہونے اور جہنم سے نجات پانے کے لیے مومن وموحد ہونا ضروری ہے، مشرک وکافر پر جنت حرام ہے، اور اہل السنۃ والجماعۃ کے اصل موقف کے مطابق ابو طالب کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوا تھا، بلکہ کفر وشرک پر ہوا تھا، جیسا کہ آگے اپنے مقام پر تفصیل آتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عليه وسلم ورغبتهم فيها، وعلى هذا لا يلتفت لقول من قال :إنه يكره أن تسأل الله أن يرزقك شفاعة النبى صلى الله عليه وسلم؛ لأنها لا تكون إلا للمذنبين، فإنها قد تكون -كما قدمنا- لتخفيف الحساب وزيادة الدرجات، ثم كل عاقل معترف بالتقصير محتاج إلى العفو غير معتد بعمله مشفق أن يكون من الهالكين، ويلزم هذا القائل ألا يدعو بالمغفرة والرحمة؛ لأنها لأصحاب الذنوب، وهذا كله خلاف ما عرف من دعاء السلف والخلف(شرح صحيح مسلم للقاضى عياض، المسمى"اكمال المعلم بفوائد مسلم"،ج ا ،ص ٥٦٦، كتاب الإيمان،باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها)

[1] ومن الإيمان باليوم الآخر الإيمان بالشفاعات التى وردت فى الكتاب والسنة، منها الشفاعة العظمى الخاصة بنبينا صلى الله عليه وسلم فى تخليص أهل الموقف مما هم فيه، وهى المقام المحمود الذى يحمده عليه الأولون والآخرون، من لدن آدم عليه السلام إلى الذين قامت عليهم الساعة، وقد مرت الإشارة إليها قريبا فى كلام الإمام ابن كثير رحمه الله.

ومنها الشفاعة فيمن استحق النار ألا يدخلها، ويدل لذلك قول النبى صلى الله عليه وسلم وغيره من الأنبياء على الصراط: " اللهم سلم سلم "، وقد مر الحديثان فى ذلك قريبا عند المرور على الصراط.

ومنها الشفاعة فى رفع درجات من يدخل الجنة فيها فوق ما كان يقتضيه ثواب أعمالهم، ويدل لذلك قوله تعالى (والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم بإيمان ألحقنا بهم ذريتهم وما ألتناهم من عملهم من شيء)ومنه رفع درجات زوجاته صلى الله عليه وسلم إلى درجته.

ومنها الشفاعة لدخول الجنة بغير حساب، ويدل له دعاؤه صلى الله عليه وسلم لعكاشة بن محصن ليكون من السبعين ألفا الذين يدخلون الجنة بغير حساب، رواه البخارى (5811)ومسلم . (216)

ومنها شفاعته صلى الله عليه وسلم فى تخفيف العذاب عن عمه أبى طالب حتى جعل فى ضحضاح من نار يغلى منه دماغه، أخرجه البخارى (3883)ومسلم (209)، وهذا التخفيف مخصص لقول الله عز وجل:(والذين كفروا لهم نار جهنم لا يقضى عليهم فيموتوا ولا يخفف عنهم من عذابها).

ومنها شفاعته صلى الله عليه وسلم فى دخول الجنة، ويدل له قوله صلى الله عليه وسلم: " أنا أول الناس يشفع فى الجنة، وأنا أكثر الأنبياء تبعا "رواه مسلم (196)، وفى لفظ له: " أنا أكثر الأنبياء تبعا يوم القيامة، وأنا أول من يقرع باب الجنة "، وقوله صلى الله عليه وسلم: " آتى باب الجنة يوم القيامة فأستفتح، فيقول الخازن: من أنت؟ فأقول: محمد، فيقول: بك أمرت لا أفتح لأحد قبلك "رواه مسلم . (197)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آ گے خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مختلف درجات ومراحل کو اور اس کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومنها الشفاعة فی إخراج أهل الكبائر من النار، وقد تواترت بذلك الأحاديث عن رسول الله صلی الله عليه وسلم، كما ذكره شارح الطحاوية (ص 290:) ، ومنها حديث أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لكل نبی دعوة مستجابة، فتعجل كل نبی دعوته، وإنی اختبأت دعوتی شفاعة لأمتی يوم القيامة، فهی نائلة إن شاء الله من مات من أمتی لا يشرك بالله شيئا "رواه البخاری (6304)ومسلم (199)، واللفظ لمسلم .

وهذه الشفاعة تحصل من الملائكة والنبيين والمؤمنين؛ لقوله صلى الله عليه وسلم فی حديث أبی سعيد فی صحيح مسلم " : (183)فيقول الله عز وجل: شفعت الملائكة، وشفع النبيون، وشفع المؤمنون، ولم يبق إلا أرحم الراحمين " ...الحديث.(شرح حديث جبريل فی تعليم الدين،لعبد المحسن العباد البدر،ص۵۳ الیٰ ۵۵)

وقوله :(مالم ييبسا) يعنی :ما دامت الرطوبة موجودة، وهذا يعنی أنه يخفف العذاب بسبب الرطوبة التی فی الجريدتين، ومعنى هذا :أن التخفيف مؤقت وليس بدائم، وهذا يبين أن التخفيف إنما هو فی حق المسلمين وليس فی حق الكفار؛ لأن الكفار لا يخفف عنهم العذاب، كما قال الله عز وجل: (والذين كفروا لهم نار جهنم لا يقضى عليهم فيموتوا ولا يخفف عنهم من عذابها كذلك نجزی كل كفور) والذی خفف عنه عذاب النار هو أبو طالب عم رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ بسبب شفاعته له، وهی شفاعة فی التخفيف، والذی حصل له مستثنى مما جاء فی هذه الآية، وهذا التخفيف الذی حصل له قد جاء بيانه فی الصحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال :(إنه فی ضحضاح من نار، عليه نعلان من نار يغلی منهما دماغه) وهو أخف الناس(شرح سنن ابی داوُد للعباد، جز۷ص۱۸ ، باب الاستبراء من البول،شرح حديث: كان لا يستتر من بوله)

وأيضاً من شفاعاته صلى الله عليه وسلم التی اختص بها :شفاعته فی عمه أبی طالب فی أن يخفف عنه العذاب، فصار أخف أهل النار عذاباً، وهو يرى أنه ليس هناك أحد أشد منه، وذلك أنه خفف عنه العذاب فكان فی ضحضاح من نار، أو له نعلان من نار يغلی منهما دماغه.

فالنبی صلى الله عليه وسلم شفع له فخفف عنه العذاب فصار فی ضحضاح من نار، ولولا شفاعة النبی صلى الله عليه وسلم لكان فی الدرك الأسفل من النار مع الكفار الذين هم أمثاله.

وقد قال الله عز وجل :(فما تنفعهم شفاعة الشافعين)أی :الكفار، وهذا الحديث يدل على حصول النفع لـ أبی طالب، ولكن هذه شفاعة خاصة تستثنى من هذا النفی فی قوله :(فما تنفعهم شفاعة الشافعين)

ثم إن النفع الذی استثنی من هذه الآية إنما هو فی التخفيف، وأما الإخراج فإنها باقية على عمومها فلا يخرج كافر من النار ويدخل الجنة، بل الكفار باقون فی النار أبد الآباد، ولكنها نفعت فی التخفيف.

فإذاً يكون الجمع بين ما ورد فی القرآن من قوله :(فما تنفعهم شفاعة الشافعين)وبين ما جاء من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعد دیگر انبیاء، ملائکہ، شہداء، صالحین وغیرہ کی آخرت میں شفاعت کو قرآن وسنت کی روشنی میں کچھ تفصیل کے ساتھ مرحلہ وار ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حق کو بیان کرنے، سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

شفاعته لـ أبی طالب أن هذه شفاعة خاصة أخرجت من ذلک العام، ولکن بالنسبة للتخفيف وليس للإخراج.

والأوضح أن شفاعة النبی صلى الله عليه وسلم لـ أبی طالب تكون مخصصة لقول الله عز وجل: (والذين كفروا لهم نار جهنم لا يقضى عليهم فيموتوا ولا يخفف عنهم من عذابها) فإن هذه دالة على أن الكفار لا يخفف عنهم من عذابها، وقد جاء ت شفاعة النبی صلى الله عليه وسلم فی أبی طالب ودلت على حصول التخفيف، وتكون تلک الآية عامة وهذا الحديث مخصصاً (شرح سنن ابی داؤد للعباد، جز۷۵۳ص۳، شرح حديث شفاعتی لأهل الكبائر من أمتی)

(فصل نمبر1)

مقامِ محمود، شفاعتِ اولیٰ وشفاعتِ کبریٰ

آخرت میں مومن وموحد کے لیے خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہونا برحق ہے، جس پر اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت آپ کے ہر موحد ومومن امتی کو حاصل ہوگی، خواہ وہ کتنے بڑے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو، اور اس طرح کی شفاعت کا حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہ ہوگا۔

البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخرت میں جو ''مقامِ محمود'' عطا کیا جائے گا، جس کو احادیث میں شفاعتِ اولیٰ فرمایا گیا ہے اور اس کو بعض اہلِ علم حضرات نے ''شفاعتِ کبریٰ'' اور ''شفاعتِ عظمیٰ'' سے تعبیر کیا ہے، اور اس کی وجہ سے قیامت کے دن حساب وکتاب شروع ہوگا، اس میں تمام اہلِ حشر شریک ہوں گے، اور تمام انبیاء آپ کے '' **لواء الحمد** '' کے نیچے جمع ہوں گے، اور تمام اولین وآخرین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمائیں گے، اور آپ کی شانِ خاص کو ملاحظہ کرکے رشک محسوس کریں گے۔ [1]

---

[1] قوله: ((شفاعتی لأهل الكبائر)) مح: قال القاضی: مذهب أهل السنة جواز الشفاعة عقلا ووجوبها سمعا بصريح قوله تعالى: (يومئذ لا تنفع الشفاعة إلا من أذن له الرحمن ورضى له قولا) وقد جائت الآثار التی بلغت بمجموعها التواتر بصحة الشفاعة فی الآخرة، وأجمع السلف الصالح ومن بعدهم من أهل السنة عليها، ومنعت الخوارج وبعض المعتزلة منها، وتعلقوا بمذهبهم فی تخليد المذنبين فی النار بقوله تعالى: (فما تنفعهم شفاعة الشافعين)وبقوله: (ما للظالمين من حميم ولا شفيع يطاع)وأجيب أن الآيتين فی الكافرين، والمراد بالظلم الشرک، وأما تأويلهم أحاديث الشفاعة بكونها مختصة بزيادة الدرجات فباطل، وألفاظ الأحاديث فی الكتاب وغيره صريحة فی بطلان مذهبهم وإخراج من استوجب النار .(شرح المشكاة للطيبی، ج ١١ ص ٣٥٤٥، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق،باب الحوض والشفاعة)

لیکن آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، بلکہ کسی دوسرے کی شفاعت کی وجہ سے دائمی عذاب سے نجات پانے یا جنت کے مستحق ہونے کا شرف صرف مومن وموحد لوگوں کو ہی حاصل ہوگا۔

آخرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ''مقامِ محمود'' عطا کیے جانے اور ''شفاعتِ اولیٰ'' یعنی سب سے پہلے شفاعت کبریٰ حاصل ہونے کے سلسلہ میں چند نصوص ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ اسراء کا حوالہ

سورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (سورة الاسراء، رقم الآية ۷۹)

ترجمہ: قریب ہے کہ (اے محمد!) بھیجے آپ کو آپ کا رب ''مقامِ محمود'' میں (سورہ اسراء)

سورہ اسراء کی مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ''مقامِ محمود'' پر سرفراز کیا جائے گا۔

کئی احادیث وروایات میں ''مقامِ محمود'' کی تشریح آئی ہے، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ اَلشَّفَاعَةُ

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۰۲۰۰) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مقامِ محمود'' سے ''شفاعت'' مراد

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف داود: وهو ابن يزيد بن عبد الرحمن الأودي (حاشية مسند احمد)

ہے (اور یہ شرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے) (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ: عَسٰی أَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا، قَالَ: هُوَ الْمَقَامُ الَّذِیْ أَشْفَعُ لِأُمَّتِیْ فِیْهِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحدیث ۹۶۸۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول:

"عَسٰی أَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا"

کے متعلق فرمایا کہ اس سے وہ مقام مراد ہے، جس میں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو "مقامِ محمود" کے عطا کیے جانے کا ذکر آیا ہے، اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ خاص مراد ہے، جس کی مزید تفصیل آگے مختلف احادیث کے ذیل میں آتی ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یُبْعَثُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، فَأَکُوْنُ أَنَا وَأُمَّتِیْ عَلٰی تَلٍّ، وَیَکْسُوْنِیْ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی حُلَّةً خَضْرَاءَ، ثُمَّ یُؤْذَنُ لِیْ، فَأَقُوْلُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ أَقُوْلَ فَذَاکَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۷۸۳) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو اٹھایا

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیرہ (حاشیة مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح علی شرط مسلم (حاشیة مسند احمد)

جائے گا، پس میں اور میری امت ایک ٹیلے پر جمع ہوں گے، اور میرا رب تبارک و تعالیٰ (میرے اعزاز و اکرام اور دوسروں سے ممتاز کرنے کے طور پر) مجھے سبز رنگ کا عالی شان جوڑا پہنائے گا، پھر مجھے (اللہ رب العزت کی طرف سے) اجازت دی جائے گی، تو میں اللہ کی مشیت کے مطابق اس کی تعریف کروں گا (جس کے بعد شفاعت کی اجازت دی جائے گی) پس یہی مقامِ محمود ہے (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی اعزاز واکرام کا ہونا اور بطورِ خاص شفاعت کی شکل میں ''مقامِ محمود'' کا عطاء کیا جانا معلوم ہوا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

قَالَ: فَيَأْتُونَنِي فَأَنْطَلِقُ مَعَهُمْ، قَالَ ابْنُ جُدْعَانَ: قَالَ أَنَسٌ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَآخُذُ بِحَلْقَةِ بَابِ الْجَنَّةِ فَأُقَعْقِعُهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هٰذَا؟ فَيُقَالُ: مُحَمَّدٌ! فَيَفْتَحُوْنَ لِيْ، وَيُرَحِّبُوْنَ بِيْ، فَيَقُوْلُوْنَ: مَرْحَبًا، فَأَخِرُّ سَاجِدًا، فَيُلْهِمُنِي اللّٰهُ مِنَ الثَّنَاءِ وَالْحَمْدِ، فَيُقَالُ لِيْ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَقُلْ يُسْمَعْ لِقَوْلِكَ، وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ: عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۱۴۸، ابواب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة بنی إسرائيل)[1]

ترجمہ: پھر (دوسرے نبیوں سے ہوکر) لوگ میرے پاس آئیں گے، تو میں ان

---

[1] قال الترمذی: قال سفیان: لیس عن أنس، إلا هذه الكلمة. فآخذ بحلقة باب الجنة فأقعقعها: هذا حديث حسن وقد روى بعضهم هذا الحديث عن أبی نضرة، عن ابن عباس، الحديث بطوله.

کے ساتھ جاؤں گا۔ابنِ جدعان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں جنت کا دروازہ پکڑ کر کھڑا ہوں گا اور اسے کھٹکھٹاؤں گا، پوچھا جائے گا کون ہے؟ کہا جائے گا کہ ''محمدؐ'' ہیں، پھر وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے اور مجھ کو خوش آمدید اور مرحبا کہیں گے، پھر میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پھر اللہ میرے اوپر اپنی حمد وثنا کا الہام فرمائے گا، پھر مجھے کہا جائے گا کہ سر اٹھاؤ اور سوال کرو، آپ کو عطا کیا جائے گا، اور شفاعت کرو، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور آپ کہو، آپ کی بات سنی جائے گی، اور یہی وہ ''مقامِ محمود'' ہے، جس کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے کہ ''عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا''

(ترمذی)

اس حدیث سے قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود کا عطا کیا جانا معلوم ہوا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعتِ اولیٰ کی نعمت عطا کی جائے گی۔
یہ مکمل ومفصل حدیث آگے ''شفاعۃ النبی کی تفصیل'' کے ضمن میں آتی ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۶۱۵، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم) [1]

---

[1] قال الترمذی: وفی الحدیث قصة وهذا حدیث حسن.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سردار ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، میرے ہی ہاتھ میں (قیامت کے دن سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا ہوگا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اس دن آدم علیہ الصلاۃ والسلام سمیت ہر نبی میرے جھنڈے تلے ہوگا، میں ہی وہ شخص ہوں، جس سے زمین (قیامت کے دن) سب سے پہلے شق ہوگی (یعنی کھولی جائے گی) اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں (ترمذی)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہونے اور آپ کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہونے اور تمام نبیوں کے اس جھنڈے تلے ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک سے سب سے پہلے اٹھائے جانے کا شرف حاصل ہوگا۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اعزاز واکرام والی نعمتوں پر سرفراز ہونے میں فخر ہونے کی نفی فرمائی، کیونکہ یہ سب اللہ کا فضل وکرم اور عطیۂ الٰہی ہے، جس پر بندہ کو فخر کے بجائے، شکر کرنا ہی کمالِ عبدیت ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ، وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۴۳۰۸، ابواب الزهد، باب ذكر الشفاعة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی سب اولاد کا سردار

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں ہے، اور قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے لئے شق ہوگی (اور میں قبر سے باہر نکلوں گا) اور اس پر مجھے فخر (وغرور) نہیں، اور میں سب سے پہلے (اللہ کے حضور بندوں کی) شفاعت کروں گا اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی، اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور قیامت کے دن (سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں (ابنِ ماجہ)

''لواءُ الحمد'' سے ''مقامِ محمود'' کا شرف حاصل ہونے کا جھنڈا مراد ہے، جس کے نیچے سب انبیاء جمع ہوں گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب اولین وآخرین تعریف کریں گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بدولت، قیامت کی حد درجے کی سختی سے نجات کے امیدوار ہوں گے، اور اسی موقع پر شفاعتِ اولیٰ کا شرف آپ کو حاصل ہوگا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ''مقامِ محمود'' کے بارے میں یہی بات مروی ہے، ان کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ: عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا، قَالَ: يُجْمَعُ النَّاسُ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ حُفَاةً عُرَاةً كَمَا خُلِقُوْا سُكُوْتًا لَا تَتَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهٖ، قَالَ: فَيُنَادٰى مُحَمَّدٌ! فَيَقُوْلُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ، الْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ، وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ، وَلَكَ وَإِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، سُبْحَانَ رَبِّ الْبَيْتِ، فَذٰلِكَ

اَلْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ " عَسٰی أَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۳۸۴، کتاب التفسیر، ومن تفسیر سورۃ بنی إسرائیل) [1]

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ نے اللہ عزوجل کے اس قول:

" عَسٰی أَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا "

کے متعلق فرمایا کہ تمام لوگ (قیامت کے دن) ایک چٹیل، وسیع میدان میں جمع کیے جائیں گے، وہاں اعلان کرنے اور پکارنے والے کی آواز کو ہر ایک سن سکے گا اور سب ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے، اور سب لوگ ننگے پاؤں اور ننگے جسم ہوں گے، جس طرح دنیا میں پیدا ہوئے تھے، سب خاموش ہوں گے، کوئی اللہ کی اجازت کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا۔

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا جائے گا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں عرض کریں گے کہ "اے میرے رب میں سعادت مندی کے ساتھ حاضر ہوں اور خیر پوری کی پوری، آپ کے ہاتھ میں ہے، اور شر بھی آپ کے اختیار میں ہے، ہدایت پانے والا تو صرف وہی ہے، جسے تو ہدایت دے اور آپ کا بندہ آپ کے سامنے حاضر ہے اور آپ ہی کی مخلوق و مملوک ہے اور آپ کی طرف ہی رجوع کرتا ہے، نہ تو کوئی آپ کے بغیر ٹھکانا ہے اور نہ ہی نجات پانے کی جگہ ہے، اے میرے رب تو بہت بابرکت ہے اور نہایت بلند و بالا ہے، بیت کا رب پاک ہے"۔

پس یہی مقامِ محمود ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

" عَسٰی أَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا " (حاکم)

---

[1] قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ. بھذہ السیاقۃ إنما أخرج مسلم، حدیث أبی مالک الأشجعی، عن ربعی بن حراش، عن حذیفۃ لیخرجن من النار، فقط.
و قال الذھبی فی التلخیص: علی شرط البخاری ومسلم.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے، لیکن حکم کے اعتبار سے مرفوع ہے، کیونکہ اس طرح کی غیبی بات اپنی عقل سے نہیں کی جا سکتی۔ واللہ اعلم

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْسِنُوْا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَقَالُوْا لَهُ: فَعَلِّمْنَا، قَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ إِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٩٠٦، ابواب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم) [1]

ترجمہ: جب تم لوگ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو، تو اچھے طریقہ سے درود بھیجو، شاید تمہیں معلوم نہیں کہ درود، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر (اللہ کی طرف سے) پیش کیا جاتا ہے، لوگوں نے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں درود سکھا دیجیے، تو ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس طرح درود پڑھو:

(جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) اے اللہ! اپنی عنایتیں اور رحمت اور برکت نازل فرما،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

رسولوں کے سردار، اور متقیوں کے امام، اور خاتم النبیین محمد پر جو کہ آپ کے بندے اور آپ کے رسول ہیں، اور خیر کے رہبر، اور خیر کے پیشوا اور رسولِ رحمت ہیں، اے اللہ! ان کو قیامت کے دن ''مقامِ محمود'' تک پہنچا دیجئے، جس پر اول اور آخر سب لوگ رشک کریں گے، اور اے اللہ! محمد پر رحمت نازل فرما، اور محمد کی آل پر، جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر، اور ابراہیم کی آل پر، بے شک آپ ہی درحقیقت تعریف کے لائق اور بزرگ وبَرتَر ہیں، اور برکت نازل فرما محمد پر اور محمد کی آل پر جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر، بے شک آپ ہی درحقیقت تعریف کے لائق اور بزرگ وبَرتَر ہیں

(ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذکورہ ارشاد سے معلوم ہوا کہ نبی آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آخرت میں مقامِ محمود حاصل ہوگا، اس پر سب اولین وآخرین رشک کریں گے، اور یہ شرف اللہ کے فضل وکرم اور اس کی عنایتِ خاص سے صرف اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہوگا، فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ .

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابوزعراء سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ، قَالَ :ثُمَّ يَأْذَنُ اللّٰهُ فِي الشَّفَاعَةِ فَيَكُوْنُ أَوَّلُ شَفِيْعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رُوْحَ الْقُدُسِ جِبْرِيْلَ ، ثُمَّ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيلَ الرَّحْمٰنِ ، ثُمَّ مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ، ثُمَّ يَقُوْمُ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَابِعًا لَا يَشْفَعُ أَحَدٌ بَعْدَهٗ فِيْمَا يَشْفَعُ فِيْهِ وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ (مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ٣٧١٥٣، كتاب الأوائل،باب أول ما فعل ومن فعله)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ کی اجازت سے ''روحُ القدس'' (یعنی جبریل امین) شفاعت فرمائیں گے، پھر ابراہیم خلیل الرحمٰن، پھر موسیٰ علیہما السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر چوتھے شخص تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے، جن کے بعد کوئی ایسی شفاعت نہیں کر سکے گا، جیسی شفاعت تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے، اور اسی کا نام ''مقامِ محمود'' ہے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے، جس میں مذکورہ مضمون کے ساتھ ساتھ اور بھی کئی باتوں کا ذکر ہے۔ [1]

---

[1] عن أبی الزعراء، قال: كنا عند عبد الله بن مسعود رضی الله عنه فذكر عنده الدجال، فقال عبد الله بن مسعود: " تفترقون أيها الناس لخروجه على ثلاث فرق: فرقة تتبعه، وفرقة تلحق بأرض آبائها بمنابت الشيح، وفرقة تأخذ شط الفرات يقاتلهم ويقاتلونه حتى يجتمع المؤمنون بقرى الشام، فيبعثون إليهم طليعة فيهم فارس على فرس أشقر وأبلق "، قال: فيقتتلون فلا يرجع منهم بشر – قال سلمة: فحدثنی أبو صادق، عن ربيعة بن ناجذ أن عبد الله بن مسعود – قال: فرس أشقر، قال عبد الله: ويزعم أهل الكتاب أن المسيح ينزل إليه – قال: سمعته يذكر عن أهل الكتاب حديثا غير هذا – ثم يخرج يأجوج ومأجوج فيمرحون فی الأرض فيفسدون فيها ، ثم قرأ عبد الله:(وهم من كل حدب ينسلون)قال: ثم يبعث الله عليهم دابة مثل هذا النغف فتلج فی أسماعهم ومناخرهم فيموتون منها فتنتن الأرض منهم، فيجأر إلى الله، فيرسل ماء يطهر الأرض منهم ، قال: ثم يبعث الله ريحا فيها زمهرير باردة فلم تدع على وجه الأرض مؤمنا إلا كفته تلك الريح ، قال: ثم تقوم الساعة على شرار الناس، ثم يقوم الملك بالصور بين السماء والأرض فينفخ فيه – والصور قرن – فلا يبقى خلق فی السماوات والأرض إلا مات، إلا من شاء ربك، ثم يكون بين النفختين ما شاء الله أن يكون، فليس من بنی آدم خلق إلا منه شیء ، قال: فيرسل الله ماء من تحت العرش كمنی الرجال، فتنبت لحمانهم وجثمانهم من ذلك الماء، كما ينبت الأرض من الثرى ، ثم قرأ عبد الله:(والله الذی أرسل الرياح فتثير سحابا فسقناه إلى بلد ميت فأحيينا به الأرض بعد موتها كذلك النشور)قال: ثم يقوم ملك بالصور بين السماء والأرض، فينفخ فيه فينطلق كل نفس إلى جسدها حتى يدخل فيه، ثم يقومون فيحيون حياة رجل واحد قياما لرب العالمين قال: ثم يتمثل الله تعالى إلى الخلق، فيلقاهم فليس أحد يعبد من دون الله شيئا إلا وهو مرفوع له يتبعه ، قال: " فيلقى اليهود فيقول: من تعبدون؟ "قال: " فيقولون: نعبد عزيرا، قال: هل يسركم الماء؟ فيقولون: نعم إذ يريهم جهنم كهيئة السراب "، قال: ثم قرأ عبد الله: (وعرضنا جهنم يومئذ للكافرين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام حاکم اور علامہ ذہبی نے اس روایت کو بخاری اور مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔ ۱؎
اور علامہ ہیثمی نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے نقل کر کے فرمایا کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عرضا)قال: " ثم يلقى النصارى فيقول: من تعبدون؟ فيقولون: المسيح، قال: فيقول: هل يسركم الماء؟ قال: فيقولون: نعم، قال: فيريهم جهنم كهيئة السراب، ثم كذلک لمن كان يعبد من دون الله شيئا "، قال: ثم قرأ عبد الله: (وقفوهم إنهم مسئولون)قال: ثم يتمثل الله تعالى للخلق حتى يمر على المسلمين ، قال: " فيقول من تعبدون؟ فيقولون: نعبد الله ولا نشرک به شيئا، فينتهرهم مرتين أو ثلاثا، فيقول: من تعبدون؟ فيقولون: نعبد الله ولا نشرک به شيئا "، قال: " فيقول: هل تعرفون ربكم؟ "قال: " فيقولون: سبحانه إذا اعترف لنا عرفناه "قال: فعند ذلک يكشف عن ساق فلا يبقى مؤمن إلا خر لله ساجدا، ويبقى المنافقون ظهورهم طبقا واحدا كأنما فيها السفافيد ، قال: " فيقولون: ربنا، فيقول: قد كنتم تدعون إلى السجود وأنتم سالمون ."قال: ثم يأمر بالصراط فيضرب على جهنم فيمر الناس كقدر أعمالهم زمرا كلمح البرق، ثم كمر الريح ثم كمر الطير، ثم كأسرع البهائم، ثم كذلک حتى يمر الرجل سعيا ثم مشيا، ثم يكون آخرهم رجلا يتلبط على بطنه ، قال: فيقول: " أى رب لماذا أبطأت بى؟ فيقول: لم أبطء بک إنما أبطأ بک عملک ."قال: ثم يأذن الله تعالى فى الشفاعة، فيكون أول شافع روح القدس جبريل عليه الصلاة والسلام، ثم إبراهيم خليل الله ثم موسى، ثم عيسى عليهما الصلاة والسلام ، قال: " ثم يقوم نبيكم رابعا لا يشفع أحد بعده فيما يشفع فيه، وهو المقام المحمود الذى ذكره الله تبارک وتعالى:(عسى أن يبعثک ربک مقاما محمودا) "قال: فليس من نفس إلا وهى تنظر إلى بيت فى الجنة أو بيت فى النار ، قال: وهو يوم الحسرة .قال: " فيرى أهل النار البيت الذى فى الجنة ثم يقال: لو عملتم "، قال: فتأخذهم الحسرة ، قال: " ويرى أهل الجنة البيت فى النار، فيقال: لولا أن من الله عليكم "، قال: " ثم يشفع الملائكة والنبيون والشهداء والصالحون والمؤمنون فيشفعهم الله قال ثم يقول الله: أنا أرحم الراحمين فيخرج من النار أكثر مما أخرج من جميع الخلق برحمته "، قال: " ثم يقول: أنا أرحم الراحمين "قال: ثم قرأ عبد الله:} ما سلككم فى سقر) قالوا لم نک من المصلين ولم نک نطعم المسكين وكنا نخوض مع الخائضين وكنا نكذب بيوم الدين، قال: فعقد عبد الله بيده أربعا ثم قال: هل ترون فى هؤلاء من خير، ما ينزل فيها أحد فيه خير، فإذا أراد الله عز وجل أن لا يخرج منها أحد غير وجوههم وألوانهم ، قال: " فيجىء الرجل فينظر ولا يعرف أحدا فيناديه الرجل فيقول: يا فلان أنا فلان، فيقول: ما أعرفک فعند ذلک يقول: } ربنا أخرجنا منها فإن عدنا فإنا ظالمون)فيقول عند ذلک: اخسأوا فيها ولا تكلمون، فإذا قال ذلک أطبقت عليهم، فلا يخرج منهم بشر (مستدرک حاكم، رقم الحديث ۸۵۱۹)

۱؎ قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه .
وقال الذهبى فى التلخيص:على شرط البخارى ومسلم.

رواه الطبرانی، وهو موقوف، مخالف للحديث الصحيح، وقول النبی -صلى الله عليه وسلم :-أنا أول شافع(مجمع الزوائد ،كتاب البعث، ج١٠ ص ٣٣٠، تحت رقم الحديث ١٨٣٠٥ ، كتاب البعث،باب أمارات الساعة وقيامها)

ترجمہ: اس کو طبرانی نے روایت کیا، یہ روایت ''موقوف'' ہے (یعنی اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد مذکور ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور نہیں) اور یہ صحیح حدیث کے مخالف ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مخالف ہے کہ میں سب سے پہلی شفاعت کرنے والا ہوں گا (مجمع الزوائد)

اور بھی کئی حضرات نے اس روایت کے متن پر جرح کی ہے، اور امام بخاری نے فرمایا کہ ابوالزعراء کی اس حدیث کی متابعت نہیں ملتی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف اور مشہور یہی قول ہے کہ:

''اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ'' [1]

---

[1] أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأبو سعيد ابن أبی عمرو قالا :حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، حدثنا يحيى بن أبی طالب، أخبرنا على بن عاصم، أخبرنا خالد الحذاء ، عن سلمة بن كهيل، عن أبی الزعراء قال :قال عبد الله بن مسعود :يشفع نبيكم -صلى الله عليه وسلم -رابع أربعة، جبريل، ثم إبراهيم، ثم موسى أو عيسى، ثم نبيكم صلى الله عليهم أجمعين، لا يشفع أحد فی أكثر مما يشفع فيه نبيكم، ثم الملائكة، ثم النبيون، ثم الصديقون، ثم الشهداء ، ويبقى قوم فی جهنم، فيقال لهم (ما سلككم فی سقر إلى قوله :(فما تنفعهم شفاعة الشافعين قال ابن مسعود :فهؤلاء الذين يبقون فی جهنم)

كذا قال أبو الزعراء عبد الله بن هانء الكوفی، عن ابن مسعود.

قال البخاری : ولا يتابع فی حديثه، والمشهور عن النبی -صلى الله عليه وسلم -المعروف أنه قال :أنا أول شافع(البعث والنشور،البيهقی،ص٣٥٧، تحت رقم الحديث ٤٨٨،باب إثبات النوع الثانی من الشفاعة لغير النبی -صلى الله عليه وسلم، المحقق:أبو عاصم الشوامی الأثری)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ، فَبَيْنَا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ابن حجر العسقلانی:

حديث بن مسعود الذى أخرجه أحمد والنسائى والحاكم قال يشفع نبيكم رابع أربعة جبريل ثم إبراهيم ثم موسى أو عيسى ثم نبيكم لا يشفع أحد فى أكثر مما يشفع فيه الحديث وهذا الحديث لم يصرح برفعه وقد ضعفه البخارى وقال المشهور قوله صلى الله عليه وسلم أنا أول شافع قلت وعلى تقدير ثبوته فليس فى شىء من طرقه التصريح بأنه المقام المحمود مع أنه لا يغاير حديث الشفاعة فى المذنبين(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ۱۱، ص۴۲۷،قوله باب صفة الجنة والنار)

وقال بسام بن عبد الله بن صالح الغانم العطاوى:

وحديث أبى الزعراء أخرجه النسائى فى سننه الكبرى من طريق شعبة عن سلمة بن كهيل قال :سمعت أبا الزعراء قال عن عبد الله فى قصة ذكرها قال :أول شافع يوم القيامة جبرائيل عليه السّلام روح القدس، ثم إبراهيم خليل الرحمن عليه السّلام، ثم موسى أو عيسى -قال أبو الزعراء :لا أدرى أيهما -قال :قال :ثم يقوم نبيكم صلى الله عليه وسلم رابعًا فلا يشفع أحد بمثل شفاعته، وهو وعده المحمود الذى وعده.

وهذا سند ضعيف لأجل أبى الزعراء عبد الله بن هانىء ؛ فإنه لم يرو عنه سوى سلمة بن كهيل، ولم يوثقه معتبر، وفى رواياته ما يستنكر ،ومنها هذا الحديث، فقد أعلّه البخارى بأن متنه يناقض الأحاديث الصحيحة التى تصرح بأن النبى صلى الله عليه وسلم أول شافع يوم القيامة.

ومنها حديث أبى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، وأول من ينشق عنه القبر، وأول شافع، وأول مشفّع رواه مسلم .

وقد ذكر العقيلى فى ترجمة أبى الزعراء أن فى حديثه ما ليس فى حديث الناس، يعنى حديثه فى الشفاعة .

وممن نبّه على هذا أيضا الهيثمى فقد قال :وهو موقوف مخالف للحديث الصحيح، وقول النبى صلى الله عليه وسلم :أنا أول شافع.

وقال ابن كثير :حديث غريب جدا(الأحاديث التى أعل الإمام البخارى متونها بالتناقض، ص ۱۸۵ ،القسم الأول :الأحاديث التى أعلّها البخارى بمناقضة متونها السنة الصحيحة)

هُمْ كَذٰلِكَ اِسْتَغَاثُوْا بِآدَمَ، ثُمَّ بِمُوْسٰى، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ: فَيَشْفَعُ لِيُقْضٰى بَيْنَ الْخَلْقِ، فَيَمْشِي حَتّٰى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ، فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا، يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۱۴۷۵، كتاب الزكاة، باب من سأل الناس تكثرا)

ترجمہ: قیامت کے دن سورج (انتہائی) قریب ہوگا، یہاں تک کہ (سورج کی شدت کی وجہ سے، لوگوں کا) پسینہ آدھے کانوں تک پہنچ جائے گا (اور سانس لینا بھی دشوار ہو جائے گا) پس لوگ اسی حال میں حضرت آدم سے درخواست کریں گے، پھر حضرت موسیٰ سے درخواست کریں گے، پھر (سب سے عاجز آ کر) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کریں گے، عبداللہ بن صالح راوی نے مزید یہ بات بھی بیان کی ہے کہ مجھے لیث نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابنِ ابی جعفر نے حدیث بیان کی کہ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے، تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ شروع کیا جائے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اس شفاعت کے لیے) تشریف لے کر جائیں گے، یہاں تک کہ (جنت کے) دروازے کے حلقے کو تھام لیں گے، پس اس دن اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود سے سرفراز فرمائے گا، جس کی تمام اہلِ محشر تعریف کریں گے (بخاری)

مذکورہ حدیث سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخرت میں "مقامِ محمود" کے درجہ سے سرفراز فرمایا جائے گا، اسی کے ساتھ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام ومنصب کی تمام اہلِ محشر، حمد وتعریف کریں گے، اور اسی وجہ سے اس مقام کا نام "محمود" ہے، جس کے معنیٰ ہیں "حمد کیا ہوا" پس دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی "محمد" ہے، اور آخرت میں آپ کا لقب "محمود" ہے، اور اس طرح آپ کی ذاتِ گرامی،

دنیا وآخرت میں قابلِ تعریف وقابلِ حمد ہے، اور اللہ کے بعد مخلوق میں اس طرح کی ''حمد'' کسی اور کو حاصل نہیں، جو نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ ''فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ''

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی موقوفاً روایت ہے کہ:

إِنَّ النَّاسَ يَصِيْرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُثًا، كُلُّ أُمَّةٍ تَتْبَعُ نَبِيَّهَا يَقُوْلُوْنَ: يَا فُلَانُ اِشْفَعْ، يَا فُلَانُ اِشْفَعْ، حَتّٰى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذٰلِكَ يَوْمَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۴۷۱۸، كتاب تفسير القرآن، باب قوله: عسى أن يبعثك ربک مقاما محمودا)

ترجمہ: قیامت کے دن لوگ گروہ گروہ ہو جائیں گے، ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی، لوگ کہیں گے کہ اے فلاں! آپ شفاعت کر دیجیے، اے فلاں! آپ شفاعت کر دیجیے، یہاں تک کہ شفاعت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچ جائے گی، پس اس دن اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''مقامِ محمود'' سے سرفراز فرمائے گا (بخاری)

دوسری روایت میں اس کی تفصیل آئی ہے کہ لوگ پہلے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام اور دوسرے نبیوں کے پاس شفاعت کے لیے جائیں گے، جب سب کی طرف سے عذر و معذرت کر دی جائے گی، پھر آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی درخواست کریں گے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے۔

مذکورہ روایت سے بھی معلوم ہوا کہ آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخصوص شفاعتِ اولیٰ، شفاعتِ عظمیٰ وکبریٰ کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا، اور اس اعزاز ومقام اور منصب ومرتبہ کا نام ''مقامِ محمود'' ہے، جس کا قرآن مجید کی آیت میں ذکر ہے اور وہ

آیت پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ، مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَھُوَ تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَنْتَظِرُ الْفَرَجَ، وَإِنَّ مَعِیْ لِوَاءَ الْحَمْدِ، أَنَا أَمْشِیْ وَیَمْشِی النَّاسُ مَعِیْ حَتّٰی آتِیَ بَابَ الْجَنَّۃِ فَأَسْتَفْتِحُ، فَیُقَالُ: مَنْ ھٰذَا؟ فَأَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ! فَیُقَالُ: مَرْحَبًا بِمُحَمَّدٍ، فَإِذَا رَأَیْتُ رَبِّیْ خَرَرْتُ لَہٗ سَاجِدًا أَنْظُرُ إِلَیْہِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۲، کتاب الایمان، وأما حدیث معمر) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا، جس پر مجھے فخر نہیں، کوئی شخص بھی قیامت کے دن کی سختی دور ہونے کا انتظار کرنے والا ایسا نہیں ہوگا، جو میرے جھنڈے کے نیچے نہ ہو، اور میرے ساتھ ''لِوَاءُ الْحَمْد'' ہوگا، میں چلوں گا، اور لوگ میرے ساتھ ساتھ چلیں گے، یہاں تک کہ میں جنت کے دروازے پر پہنچوں گا، پھر میں جنت کا دروازہ کھلواؤں گا، تو کہا جائے گا کہ کون ہے؟ میں کہوں گا کہ ''محمد'' ہوں، جس کے جواب میں کہا جائے گا کہ محمد کو خوش آمدید ہو، پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا، تو اس کو دیکھتے ہوئے سجدے میں گر پڑوں گا (حاکم)

''لِوَاءُ الْحَمْد'' کے معنیٰ ''تعریف والے جھنڈے'' کے ہیں، اور یہ جھنڈا دراصل ''مقامِ محمود'' کی علامت ہوگا، اور سب لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر

---

[1] قال الحاکم: ھذا حدیث کبیر فی الصفات والرؤیۃ صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ وقال الذھبی فی التلخیص: علی شرطھما ولم یخرجاہ.

قیامت کی سختی دور ہونے کے منتظر ہوں گے۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا إِذَا بُعِثُوْا، وَأَنَا خَطِیْبُھُمْ إِذَا وَفَدُوْا، وَأَنَا مُبَشِّرُھُمْ إِذَا أَیِسُوْا، لِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ، وَأَنَا أَکْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلٰی رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۶۱۰، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے (اپنی قبر سے) نکلوں گا، جب لوگ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، تو میں ان کی طرف سے کلام کرنے والا ہوں گا، اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں انہیں بشارت (یعنی حساب وکتاب شروع ہونے اور مغفرت وجنت کی خوشخبری) دینے والا ہوں گا اور اس دن حمد کا (یعنی سب سے بڑا اور قابلِ تعریف) جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، میں تمام ابنِ آدم (اور تمام انسانوں) میں اللہ کے نزدیک بہتر ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (ترمذی)

مذکورہ حدیث سے بھی قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ''لواءُ الحمد'' ہونا، اور ''خطیب'' یعنی اس دن سب سے پہلے اللہ سے ہم کلام ہونا معلوم ہوا۔

انس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الترمذی: ھذا حدیث حسن غریب.

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَوَّلُ شَفِیعٍ فِی الْجَنَّۃِ، لَمْ یُصَدَّقْ نَبِیٌّ مِّنَ الْأَنْبِیَاءِ مَا صُدِّقْتُ، وَإِنَّ مِنَ الْأَنْبِیَاءِ نَبِیًّا مَا یُصَدِّقُہٗ مِنْ أُمَّتِہٖ إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ(مسلم، رقم الحدیث ۱۹۶ "۳۳۲" کتاب الإیمان، باب فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: أنا أول الناس یشفع فی الجنة وأنا أکثر الأنبیاء تبعا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب سے پہلے جنت میں شفاعت کروں گا، اور تمام انبیاء میں سے کسی نبی کی اتنی تصدیق نہیں کی گئی، جتنی کہ میری تصدیق کی گئی، اور بے شک انبیاء میں سے بعض نبی ایسے ہوں گے کہ ان کی امت میں سے ان کی تصدیق کرنے والا صرف ایک آدمی ہوگا (مسلم)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت کے دن حساب کتاب شروع ہونے کے لیے سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے، جسے شفاعتِ اولیٰ کہا جاتا ہے۔ [1]

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِیلَ، وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ کِنَانَۃَ، وَاصْطَفٰی بَنِیْ ہَاشِمٍ مِنْ قُرَیْشٍ، وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ہَاشِمٍ، فَأَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ،

---

[1] (وعنه) أی: عن أنس رضی الله عنه (قال: قال رسول الله – صلی الله علیه وسلم: أنا أول شفیع فی الجنة) : قال المظهر أی: أنا أول شافع للعصاة من أمتی فی دخول الجنة، وقیل أی: أنا أول شافع فی الجنة لرفع درجات الناس فیها لم یصدق نبی من الأنبیاء ما صدقت) : ما: مصدریة أی: یصدق نبی تصدیقا مثل تصدیق أمتی إیای یعنی به کثرة مصدقیه .قال المظهر: وهذا کنایة عن أنه – صلی الله علیه وسلم – أکثر الأنبیاء أمة، ویؤیده قوله: (وإن من الأنبیاء نبیا ما صدقه من أمته إلا رجل واحد (مرقاة المفاتیح ،ج۹ص ۳۶۷۳، کتاب الفضائل،باب فضائل سید المرسلین صلوات الله وسلامه علیه)

وَأَوَّلُ مَنْ تُنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۲۴۲، کتاب التاریخ، باب بدء الخلق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ (نام کے سلسلہ) کو منتخب فرمایا، اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا، پس میں آدم کی اولاد کا سردار (اور نسب میں سب سے اعلیٰ) ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور سب سے پہلا میں وہ شخص ہوں گا، جس کے لئے (قیامت کے دن، قبر کی) زمین کو شق کیا جائے گا، اور میں (اللہ کی بارگاہ میں مومنوں کی) سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور سب سے پہلے شفاعت قبول کئے جانے والا ہوں گا (ابنِ حبان)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے شفاعت کا اعزاز حاصل ہوگا، جس کو ''شفاعتِ اولیٰ'' کہا جاتا ہے، اور اسی کو بعض حضرات نے ''شفاعتِ کبریٰ'' اور ''شفاعتِ عظمیٰ'' کہا ہے، اور اس شرف کو قرآن مجید میں ''مقامِ محمود'' قرار دیا گیا ہے، جس کا دوسری احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ (سنن

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الصحيح (حاشية ابنِ حبان)

الدارمی، رقم الحدیث ۵۰، المقدمة، باب ما أعطی النبی صلی الله علیه وسلم من الفضل) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رسولوں کا قائد (وپیشوا) ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور میں خاتم النبیین ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور میں (قیامت کے دن مومنوں کی) سب سے پہلے شفاعت کرنے والا، اور سب سے پہلے شفاعت قبول کئے جانے والا ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں (دارمی)

مذکورہ حدیث سے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ''شفاعتِ اولیٰ'' کے منصب سے سرفراز ہونا معلوم ہوا۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، كُنْتُ إِمَامَ النَّاسِ، وَخَطِيْبَهُمْ، وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ، وَلَا فَخْرَ (مسند أحمد، رقم الحدیث ۲۱۲۴۹) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا امام (یعنی رہبر وپیشوا) اور خطیب (یعنی متکلم) اور صاحبِ شفاعت ہوں گا اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (مسند احمد)

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ،

---

[1] قال حسين سليم اسد الدارانی: إسناده جيد (حاشية سنن الدارمی)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ، غَيْرَ فَخْرٍ (سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ۴۳۱۴، ابواب الزهد، باب ذكر الشفاعة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا، تو میں نبیوں کا امام (یعنی رہبر، پیشوا) اوران کا خطیب (ومتکلم) اوران کی طرف سے شفاعت کرنے والا ہوں گا، اوراس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (ابنِ ماجہ)

خطیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن دوسرے نبیوں کے پیشوا اوران کی طرف سے اللہ کے حضور، کلام اور شفاعت کرنے والے ہوں گے، جب ایک ایک کرکے تمام انبیاء، اللہ کے سامنے کلام وشفاعت کرنے سے عذر کردیں گے، اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف واعزاز عطا فرمایا جائے گا، جس کی مزید تفصیل پیچھے گزری اور آگے بھی آتی ہے۔ [2]

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَمُشَفَّعٍ، بِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ، تَحْتِيْ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ (صحيح ابن حبان،رقم الحديث ۶۴۷۸، كتاب التاريخ، باب الحوض والشفاعة) [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن فى المتابعات والشواهد(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] (وخطيبهم) ، أى إذا أنصتوا كما سبق (وصاحب شفاعتهم) أى :فى المقام المحمود (غير فخر) أى :غير مفتخر أو من غير فخر(مرقاة المفاتيح، ج۹ ص ۳۶۹۰، كتاب الفضائل،باب فضائل سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه)

[3] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح لغيره(حاشية ابنِ حبان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا قیامت کے دن، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں گا، جس کے لئے (قبر کی) زمین کوشق کیا جائے گا، اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی، میرے ہاتھ میں (سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا ہوگا، میرے نیچے آدم ہوں گے، پھر وہ (لوگ ہوں گے) جو اُن سے نیچے ہوں گے (ابنِ حبان)

اس حدیث کا مضمون بھی گزشتہ احادیث کے مطابق ہے۔

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تمام انبیائے کرام صلی اللہ علیہم وسلم کے مقابلہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو''شفاعتِ اولیٰ''،''شفاعتِ کبریٰ'' اور''شفاعتِ عظمیٰ'' کی نعمت حاصل ہوگی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اس شفاعتِ اولیٰ وغیرہ کا شرف عطاء کیا گیا، اس کو''مقامِ محمود'' بھی کہا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی مزید تفصیل ان شاءاللہ تعالیٰ آگے مستقل فصل میں آتی ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(فصل نمبر 2)

ہر مومن کو حسبِ عمل شفاعۃُ النبی کا حصول

پیچھے گزر چکا ہے کہ نبی آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مختلف درجات ومراحل کی ہوگی، جس کا پہلا مرحلہ تو ’’شفاعتِ اولیٰ‘‘ اور ’’شفاعتِ کبریٰ‘‘ کی شکل میں ہوگا، پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت درجہ بدرجہ آپ کی امتِ اجابت کے مختلف طبقات کے لیے ہوگی، کسی کے لیے حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخل ہونے کی شکل میں، کسی کے لیے حساب وکتاب کے بعد مکمل بخشش ومغفرت کی شکل میں، کسی کے لیے درجات کی بلندی کی شکل میں، اور کسی کے لیے جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہونے کی شکل میں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی نہ کسی درجہ کی شفاعت سے آپ کی امت کا ہر بندۂ مومن مستفید ہوگا، جو بھی مومن وموحد ہونے کی حالت میں اور شرک وکفر سے نجات پا کر فوت ہوگیا، کیونکہ اس کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے کی وجہ سے تعلق قائم ہوگیا، اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کی ہوئی دعوت کو جس قدر زیادہ قبول کیا، اس کے ساتھ اسی حیثیت سے زیادہ تعلق قائم ہوگیا، اور شفاعتِ خاص کا مستحق ہوگیا۔

اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟

فَقَالَ: لَقَدْ ظَنَنْتُ، يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أَنْ لَّا يَسْأَلَنِيْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَحَدٌ

أَوَّلُ مِنْکَ، لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِکَ عَلَى الْحَدِيْثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، خَالِصًا مِّنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ

(بخاری، رقم الحديث ۶۵۷۰، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار)

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے زیادہ سعادت مند قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا کون شخص ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! میرا گمان یہی تھا کہ اس حدیث کے بارے میں آپ سے پہلے مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا، کیونکہ میں نے آپ کو حدیث پر بہت حریص دیکھا ہے، قیامت کے دن میری شفاعت کا لوگوں میں سب سے زیادہ سعادت کا مستحق وہ ہوگا، جس نے اپنے دل کے اخلاص کے ساتھ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہا ہو (اور پھر اسی عقیدہ پر فوت ہوگیا ہو) (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی ایک قسم سے ہر مخلص کلمہ گو مومن مستفید ہوگا۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ جس شخص نے اخلاص کے ساتھ توحید کا عقیدہ رکھا ہو، اور زبان سے اس طرح کی تصدیق کی ہو کہ دل میں بھی اس کا عقیدہ ہو، منافق کی طرح ظاہر میں زبان سے اظہار نہ کیا ہو، تو وہ آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرت میں شفاعت حاصل ہونے کے درجات مختلف ہیں، کسی کو شروع ہی میں تکلیف اٹھائے بغیر شفاعت حاصل ہوگی، اور کسی کو بعد میں تکالیف اٹھانے کے بعد، اور یہ حسبِ اخلاص اور حسبِ اعمال ہوگی، جس کے ایمان میں زیادہ اخلاص ہوگا، اس کو پہلے حاصل ہوگی، اور وہی زیادہ سعادت مند ہوگا۔ [1]

---

[1] والحاصل أن فی قوله أسعد إشارة إلى اختلاف مراتبهم فی السبق إلى الدخول باختلاف مراتبهم فی الإخلاص ولذلک أكده بقوله من قلبه مع أن الإخلاص محله القلب لكن إسناد الفعل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت میں درجِ ذیل الفاظ مروی ہیں کہ:

أَنَّـهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا رَدَّ إِلَيْکَ رَبُّکَ عَزَّ وَجَلَّ فِي الشَّفَاعَةِ؟ قَالَ: لَقَدْ ظَنَنْتُ لَتَكُوْنَنَّ أَوَّلَ مَنْ سَأَلَنِيْ عَنْهَا مِمَّا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِکَ عَلَى الْعِلْمِ، شَفَاعَتِيْ لِمَنْ يَّشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا، يُصَدِّقُ قَلْبُهُ لِسَانَهُ، وَلِسَانُهُ قَلْبَهُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۰۷۱۳) [1]

ترجمہ: میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ شفاعت کے متعلق آپ کے رب نے آپ کو کیا جواب دیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا یہی گمان تھا کہ اس چیز کے متعلق سب سے پہلے تم ہی سوال کرو گے، کیونکہ میں علم کے بارے میں تمہاری حرص دیکھ رہا ہوں، یادرکھو کہ میری شفاعت ہراس شخص کے لئے ہوگی، جو خلوصِ دل کے ساتھ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی گواہی دیتا ہو، اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق کرتا ہو اور اس کی زبان اس کے دل کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى الجارحة أبلغ فى التأكيد وبهذا التقرير يظهر موقع قوله أسعد وأنها على بابها من التفضيل ولا حاجة إلى قول بعض الشراح الأسعد هنا بمعنى السعيد لكون الكل يشتركون فى شرطية الإخلاص لأنا نقول يشتركون فيه لكن مراتبهم فيه متفاوتة وقال البيضاوى يحتمل أن يكون المراد من ليس له عمل يستحق به الرحمة والخلاص لأن احتياجه إلى الشفاعة أكثر وانتفاعه بها أوفى والله أعلم (فتح البارى لابنِ حجر، ج ۱۱ ص ۴۴۳، كتاب الرقاق، قوله باب صفة الجنة والنار)

(من قبل نفسه) بكسر القاف وفتح الباء أى: من جهة نفسه طوعا ورغبة، ووقع فى رواية لأحمد وابن حبان من طريق أخرى عن أبى هريرة نحوه، وفيه: شفاعتى لمن شهد أن لا إله إلا الله مخلصا يصدق قلبه لسانه ولسانه قلبه، وهذه الشفاعة غير الشفاعة الكبرى فى الإراحة من كرب الموقف (عمدة القارى للعينى، ج۲۳ ص ۱۲۹، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار)

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد منقطع (حاشية مسند احمد)

تصدیق کرتی ہو (مسند احمد)

اور ابنِ حبان کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَشَفَاعَتِیْ لِمَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ يُصَدِّقُ لِسَانُهٗ قَلْبَهٗ وَقَلْبُهٗ لِسَانَهٗ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٤٦٦، كتاب التاريخ، باب الحوض والشفاعة،موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ٢٥٩٥) [1]

ترجمہ: اور میری شفاعت اس شخص کے لیے ہے، جس نے اس بات کی اخلاص کے ساتھ گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور ''محمد'' اللہ کے رسول ہیں، اس کی زبان، اس کے دل کی تصدیق کرتی ہو، اور اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق کرتا ہو (ابنِ حبان)

اس طرح کی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

مذکورہ حدیث میں توحید کے ساتھ ساتھ، رسالتِ محمدی کے اقرار کا بھی ذکر ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کی رسالت پر ایمان لانا، ہر انسان پر ضروری ہے، جو بھی آپ کا نام سن لے اور اس طرح کی احادیث سے منافق خارج ہو گیا، کیونکہ اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق نہیں کرتا۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث حسن (حاشية صحيح ابن حبان)
وقال حسين سليم أسد الدّاراني: إسناده صحيح، وهو من المزيد فى متصل الأسانيد (حاشية موارد الظمآن)

[2] حدثنا محمد بن الحسين بن مكرم قال :ثنا محمد بن هارون الفلاس قال :نا قرة بن حبيب قال :نا أبو كعب صاحب الحرير، عن النضر، عن أنس بن مالك، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :شفاعتى يوم القيامة لمن شهد أن لا إله إلا الله، وأنى رسول الله.
لم يرو هذين الحديثين عن أبى كعب إلا قرة بن حبيب "(المعجم الأوسط.للطبرانى، رقم الحديث ٢٠١٣)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ، وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا (مسلم، رقم الحديث ۳۳۸" ۱۹۹" كتاب الإيمان، باب اختباء النبى صلى الله عليه وسلم دعوة الشفاعة لأمته)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کی ایک دعاء ایسی ہوتی ہے جو (بہرحال) قبول کی جاتی ہے، چنانچہ ہر نبی نے اپنی دعاء کے بارے میں جلدی کی (یعنی انہوں نے اس خاص دعا کو دنیا ہی میں مانگ لیا) اور میں نے اپنی (اس خاص) دعاء کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے طور پر مؤخر کردیا، اور وہ شفاعت ان شاء اللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی کہ جو اس حال میں مرا ہو کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو (مسلم)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہر اس شخص کو حاصل ہوگی، جو شرک سے بری ہو کر یعنی توحید وایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو، اور شرک کی حالت میں فوت ہونے والا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے مستفید نہ ہو سکے گا۔

اسی بات کا ذکر دوسری احادیث میں بھی الفاظ کے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ آیا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی طبرانی کی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

’’میں جہنم سے ہر شخص کو نکال لوں گا، جس نے اخلاص کے ساتھ ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کہا ہوگا، پھر میرے سامنے قریش کے کچھ لوگ آ کر کھڑے ہو جائیں گے، جو میری طرف اپنی نسبت کریں گے، پس میں ان کے نسب کو تو پہچان لوں گا، لیکن ان کے چہروں کو نہیں پہچانوں گا، اور میں ان کو جہنم میں ہی چھوڑ دوں گا‘‘۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق ہوگا، مگر وہ ایمان کی نعمت سے محروم ہوگا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شفاعت کا حق دار نہیں ہوگا، جس کی بناء پر جہنم سے آزادی حاصل ہو۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةً قَدْ دَعَا بِهَا، فَاسْتُجِيْبَ لَهُ، وَإِنِّيْ اِسْتَخْبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِأُمَّتِيْ يَوْمَ

---

[1] حدثنا علی بن سعید الرازی قال :نا أبو کامل الجحدری قال :نا أبو معشر البراء قال :حدثنی العباس بن عوسجة قال :حدثنی مطر أبو موسی مولی آل طلحة بن عبید اللہ قال:سمعت أبا هریرة یقول :قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم :إنی آتی جهنم، فأضرب بابها، فیفتح لی، فأدخل، فأحمد اللہ محامد ما حمده أحد قبلی مثله، ولا یحمده أحد بعدی ثم أخرج منها من قال :لا إله إلا اللہ مخلصا، فیقوم إلی ناس من قریش فینسبون لی، فأعرف نسبهم، ولا أعرف وجوههم، وأترکهم فی النار(المعجم الأوسط، رقم الحدیث۳۸۴۵)

قال الهیثمی:رواه الطبرانی فی الأوسط عن شیخه :علی بن سعید الرازی، وفیه لین، وفیه من لم أعرفه(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،تحت رقم الحدیث۸۵۲۸)

قلت : فضیل ابن حسین ابن طلحة الجحدری أبو کامل ثقة حافظ من العاشرة مات سنة سبع وثلاثین وله أکثر من ثمانین سنة وهو أوثق من عمه کامل ابن طلحة خت م د س(تقریب التهذیب،ص۴۴۷،ذکر من اسمه فضیل بالتصغیر إلی آخر حرف الفاء)

وقلت: یوسف ابن یزید البصری أبو معشر البراء بالتشدید العطار صدوق ربما أخطأ من السادسة خ م(تقریب التهذیب،ص ۶۱۲ ،حرف الیاء ، تحت رقم الترجمة ۷۸۹۴)

الْقِيَامَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۳۷۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کی ایک دعاء ایسی ہوتی ہے، جو وہ کرتا ہے، تو (ضرور) قبول کی جاتی ہے، اور میں نے اپنی اس دعاء کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھا ہے (مسند احمد)

مذکورہ حدیث میں بھی اسی شفاعت کی دعاء قبول ہونے کا ذکر ہے، جو شرک سے بری ہو کر اور توحید وایمان کی حالت میں فوت ہونے والے بندہ کو حاصل ہوگی۔

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَتَدْرُوْنَ مَا خَیَّرَنِیْ رَبِّیْ اَللَّیْلَةَ؟ قُلْنَا: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّہٗ خَیَّرَنِیْ بَیْنَ أَنْ یَّدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِیْ اَلْجَنَّةَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَةِ، فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ، قُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اُدْعُ اللّٰہَ أَنْ یَّجْعَلَنَا مِنْ أَھْلِھَا، قَالَ: ھِیَ لِکُلِّ مُسْلِمٍ (سنن ابنِ ماجہِ رقم الحديث ۴۳۱۷، أبواب الزهد، باب ذكر الشفاعة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میرے رب نے آج کی رات مجھ کو کون سی دو باتوں میں اختیار دیا؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ کو اختیار دیا کہ یا تو میری آدھی امت جنت میں داخل ہو جائے، یا مجھے اپنی امت کے لیے شفاعت کا حق دیا جائے، تو میں نے (اپنی امت کے لیے) شفاعت کا حق حاصل ہونے کو اختیار کر لیا، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول!

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

آپ اللہ سے یہ دعاء فرمادیجئے کہ وہ ہمیں بھی آپ کی شفاعت کا اہل (و مستحق) بنادے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت ہر مسلم کے لیے ہے (اس میں تمہاری تخصیص نہیں) (ابن ماجہ)

اس حدیث سے بھی ہر مسلمان کے لیے شفاعتِ محمدی کا ہونا معلوم ہوا۔

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ أَتَانِيَ اللَّيْلَةَ مِنْ رَبِّيْ آتٍ، فَخَيَّرَنِيْ بَيْنَ أَنْ يَّدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِيَ الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ، وَإِنِّيْ اِخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، نَنْشُدُكَ اللّٰهَ وَالصُّحْبَةَ لَمَا جَعَلْتَنَا مِنْ أَهْلِ شَفَاعَتِكَ، قَالَ: فَلَمَّا أَضَبُّوْا عَلَيْهِ، قَالَ: فَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنَّ شَفَاعَتِيْ لِمَنْ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مِنْ أُمَّتِيْ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۲۴۰۰۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس رات کو میرے رب کی طرف سے، ایک آنے والا آیا، اور اس نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو میری آدھی امت جنت میں داخل ہوجائے، یا مجھے اپنی امت کے لیے شفاعت کا حق دیا جائے، تو میں نے (اپنی امت کے لیے) شفاعت کا حق حاصل ہونے کو اختیار کرلیا، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دیتے ہیں، اور صحبت کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہمیں بھی آپ کی شفاعت کا استحقاق حاصل ہوجائے، پھر جب لوگوں نے اس پر اصرار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

فرمایا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میری شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہے، جس نے میری امت میں سے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کیا (مسند احمد)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہر مومن وموحّد کو حاصل ہوگی، جو شرک وکفر سے بری ہو کر فوت ہوگا۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحْرُسُهُ أَصْحَابُهُ، فَقُمْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَلَمْ أَرَهُ فِيْ مَنَامِهِ، فَأَخَذَنِيْ مَا قَدُمَ وَمَا حَدَثَ، فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ، فَإِذَا أَنَا بِمُعَاذٍ قَدْ لَقِيَ الَّذِيْ لَقِيْتُ فَسَمِعْنَا صَوْتًا مِثْلَ هَزِيْزِ الرَّحَا فَوَقَفَا عَلٰى مَكَانِهِمَا، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ الصَّوْتِ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ أَيْنَ كُنْتُ؟ وَفِيْمَ كُنْتُ؟ أَتَانِيْ آتٍ مِّنْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ، فَخَيَّرَنِيْ بَيْنَ أَنْ يَّدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ، وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ، فَقَالَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اُدْعُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَّجْعَلَنَا فِيْ شَفَاعَتِكَ، فَقَالَ: أَنْتُمْ وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا فِيْ شَفَاعَتِيْ (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٦١٨، ورقم الحديث ٢٢٠٢٥) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی (یعنی چوکیداری) کرتے تھے، ایک مرتبہ میں رات کو اٹھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن من أجل عاصم، وهو ابن أبی النجود، وبقيةُ رجاله ثقات رجال الشيخين غير حماد بن سلمة، فمن رجال مسلم، واستشهد به البخاری (حاشية مسند احمد، تحت رقم الحديث ١٩٦١٨)

و قال ايضاً: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل أبی بكر بن عياش، وعاصم (حاشية مسند احمد، تحت رقم الحديث ٢٢٠٢٥)

اپنی خواب گاہ (وآرام گاہ) میں نہ پایا، مجھے طرح طرح کے خدشات اور وساوس پیش آنے لگے، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی، ان کی بھی وہی کیفیت تھی، جو میری تھی، اسی دوران ہم نے ایسی آواز سنی جو چکی کے چلنے سے پیدا ہوتی ہے اور ہم اپنی جگہ اس آواز کی طرف رک کر کھڑے ہوگئے، تو ہم نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے، قریب آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں کہاں تھا اور میں کس حال میں تھا؟ دراصل میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا (فرشتہ) آیا تھا اور اس نے مجھے ان دو میں سے کسی ایک بات کا اختیار دیا کہ یا تو میری آدھی امت جنت میں داخل ہوجائے، یا مجھے شفاعت کا اختیار مل جائے، تو میں نے شفاعت والے پہلو کو ترجیح دے لی، ان (یعنی حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ) دونوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعاء کردیجئے کہ وہ آپ کی شفاعت میں ہمیں بھی شامل کردے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی اور ہر وہ شخص بھی جو اس حال میں فوت ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، وہ میری شفاعت میں شامل ہے (مسند احمد)

اس حدیث کا مضمون بھی اس سلسلہ کی دوسری احادیث کے مطابق ہے۔

اور چکی چلنے کی آواز، بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے وقت سنائی دیتی تھی۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أُعْطِیْتُ خَمْسًا، لَمْ یُعْطَھُنَّ

أَحَدٌ قَبْلِيْ، بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَلَمْ تُحَلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، فَيُرْعَبُ الْعَدُوُّ مِنْ مَسِيْرَةِ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُوْرًا وَمَسْجِدًا، وَقِيْلَ لِيْ: سَلْ تُعْطَهْ، وَاخْتَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِأُمَّتِيْ فِي الْقِيَامَةِ، وَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لِمَنْ لَّمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٤٦٢، كتاب التاريخ، باب الحوض والشفاعة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں، ایک تو مجھے کالے، گورے سب (طرح کے) لوگوں کی طرف (نبی ہونے کی حیثیت سے) مبعوث کیا گیا، دوسرے میرے (اور میری امت کے) لئے غنیمت کے مالوں کو حلال کر دیا گیا، جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا، تیسرے میری ایک مہینہ کی مسافت سے رعب (ودبدبہ) کے ساتھ مدد کی گئی، چوتھے میرے لئے زمین کو مسجد (یعنی نماز پڑھنے کی جگہ) اور پاکی (یعنی تیمّم) کا ذریعہ بنا دیا گیا، پانچویں مجھے کہا گیا کہ سوال کرو، تمہیں عطاء کیا جائے گا، میں نے اپنی دعاء کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دیا، اور وہ ان شاء اللہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی، جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا ہوگا (ابنِ حبان)

مذکورہ حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات معلوم ہوئیں، جن میں سے ایک امتیازی خصوصیت آخرت میں ہر موحد و مومن کے لیے شفاعت کا ہونا ہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ غَزْوَةِ تَبُوكَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يُصَلِّي، فَاجْتَمَعَ وَرَائَهُ رِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ يَحْرُسُونَهُ، حَتّٰى إِذَا صَلّٰى وَانْصَرَفَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ لَهُمْ:لَقَدْ أُعْطِيتُ اللَّيْلَةَ خَمْسًا، مَا أُعْطِيَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي:أَمَّا أَنَا فَأُرْسِلْتُ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ عَامَّةً، وَكَانَ مَنْ قَبْلِي إِنَّمَا يُرْسَلُ إِلٰى قَوْمِهٖ، وَنُصِرْتُ عَلَى الْعَدُوِّ بِالرُّعْبِ، وَلَوْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ مَسِيرَةُ شَهْرٍ لَمُلِءَ مِنْهُ رُعْبًا، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ آكُلُهَا، وَكَانَ مَنْ قَبْلِي يُعَظِّمُونَ أَكْلَهَا، كَانُوا يُحْرِقُونَهَا، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسَاجِدَ وَّطَهُورًا، أَيْنَمَا أَدْرَكَتْنِي الصَّلَاةُ تَمَسَّحْتُ وَصَلَّيْتُ، وَكَانَ مَنْ قَبْلِي يُعَظِّمُونَ ذٰلِكَ، إِنَّمَا كَانُوا يُصَلُّونَ فِي كَنَائِسِهِمْ وَبِيَعِهِمْ، وَالْخَامِسَةُ هِيَ مَا هِيَ، قِيلَ لِي:سَلْ فَإِنَّ كُلَّ نَبِيٍّ قَدْ سَأَلَ، فَأَخَّرْتُ مَسْأَلَتِي إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَهِيَ لَكُمْ وَلِمَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ(مسند احمد، رقم الحديث ٧٠٦٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، غزوۂ تبوک کے سال میں رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، تو آپ کے صحابۂ کرام میں سے بعض حضرات آپ کا پہرہ دینے لگے، یہاں تک کہ جب نماز پڑھ چکے، اوران کی طرف لوٹ کرآئے، توان سے فرمایا کہ مجھے (اللہ عزوجل کی طرف سے) رات پانچ چیزیں ایسی عطاء کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو عطاء نہیں کی گئیں، ایک تو یہ کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف عمومی انداز میں رسول بنا کر بھیجا گیا، اور مجھ سے پہلے صرف اپنی قوم کی طرف ہی رسول کو بھیجا جاتا تھا، دوسرے یہ کہ مجھے دشمن پر رعب کی نعمت عطاء کی گئی، اگر میرے اور دشمنوں کے درمیان ایک مہینہ کا فاصلہ بھی ہو، تو وہ فاصلہ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

میرے رعب سے پُر ہو جائے گا، تیسرے میرے لیے مالِ غنیمت کے کھانے (اور استعمال کرنے) کو حلال کر دیا گا، اور میرے سے پہلے مالِ غنیمت کا کھانا (اور استعمال کرنا) حلال نہیں تھا، وہ اس کو جلا دیا کرتے تھے، چوتھے میرے لیے زمین کو نماز گاہ اور پاکی کا ذریعہ بنا دیا گیا، جہاں بھی مجھے نماز کا وقت آئے، تو میں (اگر پانی میسر نہ ہو، تو) تیمّم کر کے نماز پڑھ لوں، اور میرے سے پہلے لوگوں کے لیے یہ چیز جائز نہیں تھی، وہ صرف اپنے کنائس اور گرجا گھروں (یعنی عبادت خانوں) میں نماز پڑھا کرتے تھے، پانچویں وہ تو عظیم نعمت ہے، مجھے (رب تعالیٰ کی طرف سے) فرمایا گیا کہ آپ دعاء کیجیے، ہر نبی نے اللہ سے (مخصوص) دعاء کی (جو یقینی طور پر قبول کی گئی) پس میں نے اپنی (مخصوص) دعاء کو قیامت کے دن تک مؤخر کر دیا (جو کہ شفاعت کی شکل میں ہے) پس وہ تمہیں حاصل ہوگی، اور اس شخص کو بھی، جس نے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کی گواہی دی (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کی ایک دعاء یقینی طور پر قبول کی جاتی ہے، یا نبی کی ایک دعاء اس کی امت کے لیے ضرور قبول کی جاتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعاء کو اپنی امت پر کمالِ شفقت کی وجہ سے آخرت میں شفاعت کے لیے مختص کر دیا، جس کو اللہ نے قبول فرما لیا۔

مذکورہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صحابۂ کرام کے پہرہ دینے اور چوکیداری کرنے کا بھی ذکر ہے، یہ اس وقت کی بات ہے، جب تک اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا خود ذمہ لینے کا ذکر نہیں فرمایا تھا۔ [1]

---

[1] وقوله ۔صلى الله عليه وسلم۔ : (إن رجلا أتانى وأنا نائم فأخذ السيف) ؛ هذا يدل : على أن النبى ۔صلى الله عليه وسلم۔ كان فى هذا الوقت لا يحرسه أحد من الناس ، بخلاف ما كان عليه فى أول أمره ، فإنه كان يحرس حتى أنزل الله تعالى عليه : (والله يعصمك من الناس)، فقال لمن كان يحرسه : (اذهبوا فإن الله تعالى قد عصمنى من الناس) .فمن ذلك الوقت لم يحرسه أحد منهم ، ثقة منه بوعد الله ، وتوكلا عليه(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم للقرطبى، ج۹ ا ص ۱ ا ، ومن باب عصمة النبى ۔صلى الله عليه وسلم۔ ممن يريد قتله)

بہرحال مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخرت میں ہر وہ بندہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق ہوگا، جو شرک سے بری ہو کر یعنی توحید کی حالت میں فوت ہوا۔ [1]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

---

[1] هذه الاحاديث تفسر بعضها بعضا ومعناها أن كل نبى له دعوة متيقنة الإجابة وهو على يقين من إجابتها وأما باقى دعواتهم فهم على طمع من إجابتها وبعضها يجاب وبعضها لا يجاب وذكر القاضى عياض أنه يحتمل أن يكون المراد لكل نبى دعوة لأمته كما فى الروايتين الأخيرتين والله أعلم وفى هذا الحديث بيان كمال شفقة النبى صلى الله عليه وسلم على أمته ورأفته بهم واعتنائه بالنظر فى مصالحهم المهمة فأخر النبى صلى الله عليه وسلم دعوته لأمته إلى أهم أوقات حاجاتهم وأما قوله صلى الله عليه وسلم فهى نائلة إن شاء الله تعالى من مات من أمتى لا يشرك بالله شيئا ففيه دلالة لمذهب أهل الحق أن كل من مات غير مشرك بالله تعالى لم يخلد فى النار وإن كان مصرا على الكبائر وقد تقدمت دلائله وبيانه فى مواضع كثيرة (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۳ص۷۵، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار)

(فصل نمبر 3)

گناہ گار مومنوں کو شفاعۃُ النبی کا حصول

گزشتہ فصل میں مذکور احادیث وروایات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امتِ اجابت کے ہر مومن وموحد کے لیے شفاعتِ نبی کے حصول کا ذکر ہے، جس میں گناہ گار موحد اور مومن بندے بھی شامل ہیں، وہ بھی اس شفاعت کے مستحق اور حق دار ہوں گے، البتہ مختلف لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے کے اعتبار سے شفاعت، آگے پیچھے مختلف اوقات میں حاصل ہوگی، جن سے یہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی شفاعت ایک نہ ایک دن ہر مومن وموحد امتی کو حاصل ہوگی۔

بعض احادیث میں گناہ گار بندوں کو شفاعۃُ النبی کے حاصل ہونے کی صراحت اور وضاحت بھی آئی ہے۔

اس طرح کی چند احادیث ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: شَفَاعَتِيْ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِيْ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۷۳۹، کتاب السنة، باب فی الشفاعة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والے لوگوں کو بھی حاصل ہوگی (ابوداؤد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ شفاعۃُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض درجات سے آپ کی

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داود)

امت کا مومن وموحد اور عاصی وگناہ گار بھی مستفید ہوگا۔

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،یَقُوْلُ:إِنَّ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لِأَہْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِیْ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۴۳۱۰، ابواب الزهد، باب ذكر الشفاعة) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والے لوگوں کو بھی حاصل ہوگی (ابن ماجہ)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض درجات سے آپ کا گناہ گار امتی بھی مستفید ہوگا۔

جابر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

''مستدرک حاکم'' میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ:'' وَلَا یَشْفَعُوْنَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی'' فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:إِنَّ شَفَاعَتِیْ لِأَہْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِیْ ہٰذَا (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۳۴۴۲، كتاب التفسير، تفسير سورة الانبياء) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورہ انبیاء میں مذکور) اللہ عزوجل کے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخيص:علی شرط مسلم.

اس قول کی تلاوت فرمائی ''وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى ''یعنی'' وہ شفاعت نہیں کریں گے، مگر اسی کی، جس سے اللہ راضی ہوگا'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت اس امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے بھی ہے (حاکم)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ، فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۷۴۰، كتاب السنة، باب فی الشفاعة)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد کی شفاعت کی برکت سے آگ میں سے کچھ لوگوں کو نکالا جائے گا، پھر ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا، اور ان کا نام ''جهنميين'' ہوگا (ابوداؤد)

''جهنميين'' سے مراد جہنم والے ہیں، وہ چونکہ ایک مدت تک اپنے گناہوں کے عذاب کی وجہ سے جہنم میں رہیں گے، یہاں تک کہ وہ جہنم سے نجات پانے سے مایوس ہوجائیں گے، اس لیے ان کا نام ''جهـنميين'' ہوگا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیے جائیں گے۔[2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره. وهذا إسناد ضعيف لضعف الحسن بن ذكوان (حاشية سنن ابی داود)

[2] قوله: ((يسمون الجهنميين)) ليست التسمية بها تنقيصا لهم بل استذكارا، ليزيدوا فرحا على فرح، وابتهاجا على ابتهاج، ولأن يكون ذلك علما لكونهم عتقاء الله تعالى (شرح المشكاة للطيبی، ج ۱۱ ص۳۵۳۸، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، باب الحوض والشفاعة)

(ليخرجن قوم من أمتی من النار بشفاعتی يسمون) عند أهل الجنة (الجهنميين) فيه إشارة إلى طول تعذيبهم فی جهنم حتى أطلق عليهم هذا الاسم وأيس من خروجهم فيخرجون بشفاعته (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۷۵۵۲)

امِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ مَا تَلْقٰى أُمَّتِىْ بَعْدِىْ وَسَفْكَ بَعْضِهِمْ دِمَاءَ بَعْضٍ، وَسَبَقَ ذٰلِكَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، كَمَا سَبَقَ فِى الْأُمَمِ قَبْلَهُمْ، فَسَأَلْتُهٗ أَنْ يُّوَلِّيَنِىْ شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْهِمْ ،فَفَعَلَ(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۷۴۱۰) [1]

ترجمہ: میں نے اپنے بعد اپنی امت کے اعمال کو اور ایک دوسرے کے خون بہانے (یعنی ایک دوسرے کو قتل کرنے) کو دیکھا، اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا ہے، جیسا کہ پہلی امتوں کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کی کہ مجھے قیامت کے دن میری امت کی شفاعت کی اجازت مرحمت فرمادے، جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرمادی (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے بھی گناہ گار مومنوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کرنا ثابت ہوا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث

''سنن ابنِ ماجہ'' میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

''مجھے شفاعت کے درمیان اور اس بات کے درمیان اختیار دیا گیا کہ میری آدھی امت جنت میں داخل ہو جائے، تو میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا، کیونکہ یہ زیادہ لوگوں کو شامل ہے، اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے، کیا تم اس شفاعت کو متقی

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسنادٌ رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

لوگوں کے لیے خاص سمجھتے ہو؟ ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ گناہ گاروں، خطا کاروں اور برے کام کرنے والوں کے لیے ہے''۔

لیکن بعض حضرات نے اس حدیث کی سند کے ''مضطرب'' ہونے کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، البتہ آدھی امت کے جنت میں داخل ہونے اور شفاعت کو اختیار کرنے کا دیگر صحیح احادیث میں ذکر ہے، جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا۔ [1]

---

[1] حدثنا إسماعيل بن أسد قال: حدثنا أبو بدر قال: حدثنا زياد بن خيثمة، عن نعيم بن أبی هند، عن ربعی بن حراش، عن أبی موسى الأشعری، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خيرت بين الشفاعة، وبين أن يدخل نصف أمتی الجنة، فاخترت الشفاعة، لأنها أعم وأكفى، أترونها للمتقين؟ لا، ولكنها للمذنبين، الخطائين المتلوثين(سنن ابن ماجه ، رقم الحديث ۴۳۱۱)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف لاضطرابه، فقد اختلف على زياد بن خيثمة فی هذا الإسناد :فرواه عنه أبو بدر السكونی -واسمه شجاع بن الوليد -واختُلف عليه فی وصله وارساله، فرواه عنه إسماعيل بن أسد بهذا الإسناد موصولًا من حديث أبی موسى .ورواه بعضهم عنه عن زياد، عن نعيم، عن ربعی، قال :أحسبه عن أبی موسى، ورواه غير واحد عنه عن زياد، عن نعيم، عن ربعی مرسلًا :ذكر ذلک الدارقطنی فی "العلل.226 /7 "

ورواه معمر بن سليمان الرقی عند أحمد (5452)، وابن أبی عاصم فی "السنة" (791) عن زياد بن خيثمة، عن علی بن النعمان بن قُرَاد، عن رجل، عن ابن عمر .وعلی بن النعمان مجهول.

ورواه عبد السلام بن حرب عند البيهقی فی "الاعتقاد "ص 134 - 133عن زياد، عن نعمان بن قراد، (عن نافع) عن ابن عمر .وقال الدارقطنی فی "العلل /4 "الورقة :54 ولا يصح فيه نافع .وما بين الحاصرتين سقط من مطبوع "الاعتقاد "واستدركناه من "علل الدارقطنی "والنعمان مجهول أيضًا.

وقال الدارقطنی بعد إيراد هذه الاختلافات فی "العلل :226 /7 "ليس فيها شیء يصح .وقال فيه / 4الورقة :54الحديث مضطرب جدًا .ومع هذا صححه البوصيری فی "مصباح الزجاجة "ورقة .273

وقد صحت القطعة الأولى منه التی فيها التخيير بين الشفاعة وبين دخول نصف الأمة الجنة من حديث أبی موسى نفسه فی سياق آخر عند أحمد (19618)، وإسناده حسن.

ومن حديث أبی موسى ومعاذ عند أحمد (22025)، وإسناده حسن أيضًا.

ولها شاهد من حديث عوف بن مالک عند أحمد (24002)، والترمذی (2609)،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے سارے گناہ گار مومن بندوں کو ان کے گناہوں پر عذاب نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ گار لوگ اپنی سزا پا کر ہی شفاعت کی برکت سے جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے، البتہ اللہ کی مشیئت سے بعض کا عذاب پائے بغیر بھی جنت میں داخل ہونا ممکن ہے۔ [1]

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ امتِ محمدیہ کے جو لوگ مومن وموحد ہونے کی حالت میں فوت ہوگئے، اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب کیوں نہ رہے ہوں، وہ بھی نبی آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے مستفید ہوں گے، اگرچہ وہ اس طرح مستفید ہوں کہ جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوکر پھر شفاعۃ النبی کی برکت سے جنت میں داخل ہوں۔

اور جن احادیث وروایات میں مخصوص گناہ گاروں کے شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے کئی احادیث وروایات تو سند کے لحاظ سے معتبر نہیں ہیں، اور جو معتبر ہیں، تو ان سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ خصوصی شفاعت سے محروم رہیں گے، جس کی ان شاء اللہ تعالیٰ آگے مستقل فصل میں تفصیل آتی ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وابن حبان (211)، وفيه ذكر أبي موسى ومعاذ في القصة عند أحمد .وإسناده صحيح. وسيأتي برقم .(4317)

وللقطعة الثانية منه انظر حديث جابر السالف قبله(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[1] عن جابر: (من لم يكن من أهل الكبائر، فماله وللشفاعة) والأحاديث فيها كثيرة، نعم! يتعلق ذلك بالمشيئة والإذن .فإذا تعلقت بالمشيئة بأن ينال الشفاعة بعض أصحاب الكبائر قبل دخول النار، وأذن فيها فذاك، وإلا كانت بعد الدخول والله أعلم بحقيقة الحال(شرح المشكاة للطيبي، ج٤ص ١٣١٩ ، كتاب الصلاة،باب في سجود الشكر)

(فصل نمبر 4)

آخرت میں شفاعۃُ النبی کی تفصیل

نبی آخرالزمان کی رسالت ونبوت اور آپ کی امت کا دائرہ وسیع ہے اور خود نبی آخرالزمان کا دوسرے انبیائے کرام میں درجہ امتیازی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دراصل

''بعد از خدا توئی بزرگ قصہ مختصر است''

کا مصداق ہیں، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخرت میں شفاعت کا بھی امتیازی وخصوصی درجہ عنایت فرمایا گیا ہے۔

اور بعض احادیث وروایات میں قیامت کے دن اور آخرت میں خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شفاعت اور اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے، اس طرح کی چند تفصیلی احادیث وروایات ذیل میں ملاحظہ فرمایے، جبکہ بعض دوسری جزوی چیزوں کا ذکر، دیگر متفرق احادیث وروایات میں پہلے گزر چکا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُحْبَسُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُهِمُّوْا بِذٰلِكَ، فَيَقُوْلُوْنَ: لَوِ اسْتَشْفَعْنَا إِلٰى رَبِّنَا فَيُرِيْحُنَا مِنْ مَكَانِنَا، فَيَأْتُوْنَ آدَمَ، فَيَقُوْلُوْنَ: أَنْتَ آدَمُ أَبُو النَّاسِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ، وَأَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ، وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ، لِتَشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَكَانِنَا

هٰـذَا، قَـالَ: فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ، قَالَ: وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ، أَكْـلَـهُ مِـنَ الشَّجَرَةِ، وَقَدْ نُهِيَ عَنْهَا، وَلٰـكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا أَوَّلَ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰـهُ إِلٰى أَهْـلِ الْأَرْضِ، فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَيَذْكُرُ خَـطِيْـئَتَــهُ الَّتِيْ أَصَابَ: سُؤَالَـهُ رَبَّـهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ، وَلٰكِنِ ائْتُوْا إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْـلَ الـرَّحْـمٰـنِ، قَالَ: فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ، فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَيَـذْكُـرُ ثَـلَاثَ كَلِمَاتٍ كَذَبَهُنَّ، وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰى: عَبْدًا آتَاهُ اللّٰهُ التَّوْرَاةَ، وَكَلَّمَهُ، وَقَرَّبَهُ نَجِيًّا، قَالَ: فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى، فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ لَسْتُ هُـنَـاكُـمْ، وَيَـذْكُـرُ خَـطِيْـئَتَـهُ الَّتِيْ أَصَابَ قَتْلَهُ النَّفْسَ، وَلٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسٰى عَبْـدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَـهُ وَرُوْحَ اللّٰهِ وَكَلِمَتَهُ، قَالَ: فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى، فَيَـقُـوْلُ: لَسْـتُ هُنَاكُمْ، وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَـهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ، فَيَأْتُوْنِيْ، فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّـيْ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ، فَإِذَا رَأَيْتُـهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا، فَيَدَعُنِيْ مَا شَـاءَ الـلّٰـهُ أَنْ يَّـدَعَـنِـيْ، فَيَـقُـوْلُ: اِرْفَعْ مُحَمَّدُ، وَقُلْ يُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَسَلْ تُعْطَ، قَالَ: فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ، فَأُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيْدٍ يُـعَـلِّـمُـنِيْـهِ، ثُـمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا، فَأَخْرُجُ فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، قَالَ قَتَـادَةُ: وَسَـمِـعْتُهُ أَيْضًا يَقُوْلُ: فَأَخْرُجُ فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ، وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، ثُمَّ أَعُوْدُ الثَّانِيَةَ: فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ، فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ، فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا، فَيَدَعُنِيْ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّدَعَنِيْ، ثُمَّ يَقُوْلُ: اِرْفَـعْ مُـحَـمَّـدُ، وَقُلْ يُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَسَلْ تُعْطَ، قَالَ: فَأَرْفَعُ رَأْسِـيْ، فَأُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ، قَالَ: ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَـدًّا، فَـأَخْـرُجُ، فَـأُدْخِـلُهُـمُ الْـجَنَّةَ، قَالَ قَتَادَةُ، وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ:

فَأَخْرُجُ فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، ثُمَّ أَعُوْدُ الثَّالِثَةَ: فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ، فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ، فَإِذَا رَأَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا، فَيَدَعُنِيْ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّدَعَنِيْ، ثُمَّ يَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ، وَقُلْ يُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ، قَالَ: فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ، فَأُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ، قَالَ: ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا، فَأَخْرُجُ فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، قَالَ قَتَادَةُ وَقَدْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: فَأَخْرُجُ فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ، وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ، حَتّٰى مَا يَبْقٰى فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ، أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ، قَالَ: ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: "عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" قَالَ: وَهٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِيْ وُعِدَهٗ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری، رقم الحديث ۷۴۴۰، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة)

ترجمہ: نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ قیامت کے دن مومن بندے محبوس ہوں گے (یعنی ان کا حساب وکتاب وغیرہ کچھ نہ ہورہا ہوگا) پھر ان کے دل میں یہ بات ڈالی جائے گی اور وہ کہیں گے کہ اگر ہم اپنے رب کے سامنے کسی سے شفاعت کرائیں، تو شاید وہ ہمارے لیے اس جگہ (یعنی قیامت کے دن) راحت کا ذریعہ وسبب بن جائے، چنانچہ وہ حضرت آدم (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے اوران سے کہیں گے کہ اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا، اور آپ کو جنت میں سکونت عطا فرمائی، اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا، اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے، لہٰذا آپ ہمارے لیے رب تعالیٰ سے شفاعت کردیں کہ وہ ہمیں اس جگہ کی تکلیف سے نجات دے دے، حضرت آدم (علیہ السلام) جواب دیں گے کہ میں تو اس کا اہل

نہیں ہوں اور انہیں درخت کو کھانے والی اپنی لغزش یاد آجائے گی، اور وہ (اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے) عذر کردیں گے، اور فرمائیں گے کہ تم حضرت نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ (میرے بعد) پہلے نبی ہیں، جنہیں اللہ نے اہل زمین کی طرف بھیجا تھا، چنانچہ وہ لوگ حضرت نوح (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے، حضرت نوح جواب دیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور وہ اپنی اس لغزش کو یاد کریں گے، جو اُن سے اپنے رب سے بغیر علم کے (اپنے کافر بیٹے کی نجات کی درخواست کرنے کے متعلق) سرزَد ہوگئی تھی، اور وہ کہیں گے کہ تم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، کیونکہ اللہ نے انہیں اپنا خلیل قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لوگ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے، وہ بھی یہی کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور وہ اپنے ان تین کلمات کی لغزش کو یاد کریں گے، جو اُن سے خلافِ واقعہ سرزد ہوگئے تھے (اگرچہ وہ دین کی خاطر تھے اور گناہ بھی نہ تھے) اور وہ فرمائیں گے کہ تم حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، کیونکہ اللہ نے انہیں تورات دی تھی، اور ان سے کلام فرمایا تھا، اور ان کو قربِ خاص عطا فرمایا تھا، پھر وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، لیکن حضرت موسیٰ (علیہ السلام) فرمائیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور وہ اپنی اس لغزش کو یاد کریں گے، جو اُن سے ایک شخص کو (گھونسہ مار کر غیر ارادی طور پر) قتل کرنے کی شکل میں سرزد ہوگئی تھی، اور وہ فرمائیں گے کہ تم حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ اور روح ہیں، لیکن حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بھی کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور وہ فرمائیں گے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلے جاؤ، وہ تمہاری شفاعت کریں گے، وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں، جن کی

اگلی پچھلی سب لغزشیں اللہ نے معاف فرمادی ہیں (پھر وہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں گے) نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ پھر میں اپنے رب کے پاس حاضری کی اجازت چاہوں گا، جو مجھے مل جائے گی، میں اپنے رب کو دیکھ کر سجدہ ریز ہوجاؤں گا، اللہ جب تک چاہے گا مجھے سجدے ہی کی حالت میں رہنے دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ اے محمد! سر اٹھایئے، آپ جو کہیں گے، اس کی شنوائی ہوگی، آپ جو مانگیں گے، وہ عطا کیا جائے گا اور جس کی شفاعت کریں گے، قبول کی جائے گی، چنانچہ میں اپنا سر اٹھا کر اللہ رب العزت کی ایسی حمد وثناء کروں گا، جس کی رب تعالیٰ خود مجھے اس وقت ہی تعلیم دے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس کے بعد میں شفاعت کروں گا، تو اللہ میرے لئے ایک حد مقرر فرما دے گا (کہ فلاں فلاں یا ایسے ایسے بندوں کو چُن لو) اور میں انہیں جنت میں داخل کروا کر دوبارہ آؤں گا، پھر اپنے رب سے اس کے سامنے (دوبارہ شفاعت کی) اجازت طلب کروں گا، جس کی مجھے اجازت دے دی جائے گی، پھر جب میں رب تعالیٰ کو دیکھوں گا، تو سجدہ میں گر پڑوں گا، اللہ جب تک چاہے گا مجھے سجدے ہی کی حالت میں رہنے دے گا، پھر رب تعالیٰ فرمائے گا کہ اے محمد! سر اٹھایئے، آپ جو کہیں گے، اس کی شنوائی ہوگی، اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور جو مانگیں گے وہ عطا کیا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں اپنا سر اٹھا کر اللہ رب العزت کی ایسی حمد وثناء کروں گا، جس کی رب تعالیٰ خود مجھے اس وقت ہی تعلیم دے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد پھر میں شفاعت کروں گا، تو اللہ، میرے لئے ایک حد مقرر فرما دے گا (کہ فلاں فلاں یا ایسے ایسے بندوں کو چُن لو) اور میں انہیں جنت میں داخل کراؤں گا۔

قتادہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں وہاں سے چل کر ان (اہلِ جہنم) کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا، پھر میں تیسری مرتبہ (اپنے رب کے سامنے) لوٹ کر آؤں گا، پھر اپنے رب سے اس کے سامنے (شفاعت کی) اجازت طلب کروں گا، جس کی مجھے اجازت دے دی جائے گی، پھر جب میں رب تعالیٰ کو دیکھوں گا، تو سجدہ میں گر پڑوں گا، اللہ جب تک چاہے گا مجھے سجدے ہی کی حالت میں رہنے دے گا، پھر رب تعالیٰ فرمائے گا کہ اے محمد! سر اٹھایئے، آپ جو کہیں گے، اس کی شنوائی ہوگی، اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور جو مانگیں گے وہ عطا کیا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں اپنا سر اٹھا کر اللہ ربُّ العزت کی ایسی حمد وثناء کروں گا، جس کی رب تعالیٰ خود مجھے اس وقت ہی تعلیم دے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد پھر میں شفاعت کروں گا، تو اللہ میرے لئے ایک حد مقرر فرما دے گا (کہ فلاں فلاں یا ایسے ایسے بندوں کو چُن لو) پھر میں ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کراؤں گا۔

حضرت قتادہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ) میں وہاں سے چل کر ان کو جہنم سے نکالوں گا، اور جنت میں داخل کروں گا۔

یہاں تک کہ جہنم میں صرف وہی لوگ باقی رہ جائیں گے، جنہیں قرآن نے روک رکھا ہوگا (یعنی جو شرک وکفر کی حالت میں فوت ہوئے ہوں گے، جن کے متعلق قرآن کا یہ فیصلہ ہے کہ ان کی مغفرت نہیں کی جائے گی)

پھر (سورہ بنی اسرائیل کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

”عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا“

یعنی ”قریب ہے کہ (اے محمد!) بھیجے آپ کو آپ کا رب ”مقامِ محمود“ میں“

اور فرمایا کہ یہ مقامِ محمود وہی ہے، جس کا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (قیامت کے دن مخصوص شفاعت کا) وعدہ کیا گیا ہے (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، سب سے پہلے شفاعت کریں گے، اور پھر اس کے بعد بھی آگے پیچھے مختلف مراحل میں شفاعت کریں گے، اور اس کی برکت سے جہنمیوں کو جہنم سے نجات حاصل ہوگی۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی جن خطاؤں کا مذکورہ حدیث میں ذکر کیا گیا ہے، وہ فقط ظاہری صورت میں خطاء ہیں، حقیقت میں گناہ نہیں ہیں، لیکن انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اپنے مخصوص درجہ اور خاص قربِ الٰہی کی بدولت ان کی وجہ سے اللہ سے حیاء محسوس کریں گے، اس لیے وہ اللہ کے حضور شفاعت کرنے سے عذر کردیں گے۔

مگر خاتم النبیین محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مومنوں کی شفاعت کی دعاء کی تھی، جس کو اللہ نے قبول فرمالیا تھا، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب اگلی پچھلی لغزشوں کو معاف کرنے کا اعلان فرمادیا ہے (جیسا کہ سورۃ الفتح کے شروع میں ہے) اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس اہم ذمہ داری کو انجام دیں گے۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی، تبھی شفاعت کر پائیں گے، جس کی وجہ پہلے قرآنی آیات کے ضمن میں گزر چکی ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کو شفاعت کی ہمت وجرأت نہ ہوگی۔ [1]

---

[1] (ویذکر) أی: نوح علیہ السلام (خطیئتہ التی أصاب – یعنی سؤالہ ربہ بغیر علم –) أی: قولہ:(إن ابنی من أہلی)إلی آخرہ، وکان سؤالہ إنجاء ابنہ، وکان غیر عالم بأنہ لا یجوز ہذا السؤال ;ولذا قال تعالی: (إنہ لیس من أہلک إنہ عمل غیر صالح فلا تسألن ما لیس لک بہ علم)إلی آخرہ .قال الطیبی – رحمہ اللہ: قولہ: سؤالہ ربہ بغیر علم موقع سؤالہ ہنا موقع أکلہ فی القرینۃ السابقۃ، وقولہ: بغیر علم حال من الضمیر المضاف إلیہ فی سؤالہ، أی: صادرا عنہ بغیر علم وربہ مفعول سؤالہ، والمراد بالسؤال قولہ: إن ابنی من أہلی وإن وعدک الحق ;طلب أن ینجیہ من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

انس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی صحیح مسلم میں درجِ ذیل الفاظ میں روایت ہے کہ:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ، فَيَأْتُوْنَ آدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ: اِشْفَعْ لِذُرِّيَّتِكَ، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَإِنَّهُ خَلِيْلُ اللّٰهِ، فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَإِنَّهُ كَلِيْمُ اللّٰهِ، فَيُؤْتٰى مُوْسٰى، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَإِنَّهُ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ، فَيُؤْتٰى عِيْسٰى، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُوْتٰى، فَأَقُوْلُ: أَنَا لَهَا، فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ، فَيُؤْذَنُ لِيْ، فَأَقُوْمُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدَ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ الْآنَ، يُلْهِمُنِيْهِ اللّٰهُ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ لِيْ: يَا مُحَمَّدُ، اِرْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الغرق، والمراد من قوله: بغير علم أنه سأل ما لا يجوز سؤاله، وكان يجب عليه أن لا يسأل، كما قال تعالى: (فلا تسألن ما ليس لک به علم)وذلک أنه قال: (إن ابنی من أهلی وإن وعدک الحق)أی: وعدتنی أن تنجی أهلی من الغرق، وأن ابنی من أهلی فنجه، قيل له: ما شعرت من المراد بالأهل، وهو من آمن وعمل صالحا وإن ابنک عمل غير صالح(ولكن ائتوا إبراهيم خليل الرحمن. قال: فيأتون إبراهيم، فيقول: إنی لست هناكم –ويذكر ثلاث كذبات كذبهن–) : بالتخفيف أی: قالهن كذبا .قال البيضاوی – رحمه الله: إحدى الكذبات المنسوبة إلى إبراهيم – عليه الصلاة والسلام – قوله:(إنی سقيم)وثانيتها قوله: (بل فعله كبيرهم هذا)وثالثتها قوله لسارة: هی أختی والحق أنها معاريض، ولكن لما كانت صورتها صورة الكذب سماها أكاذيب، واستنقص من نفسه لها، فإن من كان أعرف بالله وأقرب منه منزلة كان أعظم خطرا وأشد خشية، وعلى هذا القياس سائر ما أضيف إلى الأنبياء من الخطايا(مرقاة المفاتيح، ج٨ص ٣٥٤٠، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب الحوض والشفاعة)

يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: رَبِّ، أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيُقَالُ: انْطَلِقْ، فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ، أَوْ شَعِيرَةٍ مِّنْ إِيمَانٍ، فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ، ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَبِّي فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ لِي: يَا مُحَمَّدُ، ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيُقَالُ لِي: انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ، ثُمَّ أَعُودُ إِلَى رَبِّي فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ لِي: يَا مُحَمَّدُ، ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ، أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيُقَالُ لِي: انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى أَدْنَى مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ (مسلم، رقم الحديث ١٩٣ "٣٢٦" كتاب الإيمان، باب آخر أهل النار خروجا)

ترجمہ: ہم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا، تو لوگ گھبرا کر ایک دوسرے کے پاس جائیں گے، پھر وہ لوگ سب سے پہلے حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ آپ اپنی اولاد (یعنی بنی آدم) کے لئے شفاعت فرمائیں، وہ کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، پس تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے خلیل ہیں، تو وہ لوگ حضرت ابراہیم کے پاس آئیں گے، وہ بھی کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں، تو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ بھی کہیں گے کہ میں اس کا اہل

نہیں ہوں، پس تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، چنانچہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ بھی کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، پس تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر) وہ میرے پاس آئیں گے، میں ان سے کہوں گا کہ ہاں میں (اللہ کے حکم سے) اس کا اہل ہوں (کیونکہ میں نے اللہ سے اپنی امت کی شفاعت کی دعاء اور اس کا وعدہ کیا ہوا تھا) اور میں ان لوگوں کے ساتھ چل پڑوں گا، اور اپنے رب تعالیٰ سے (شفاعت کرنے کی) اجازت مانگوں گا، مجھے اجازت ملے گی اور میں رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو کر اس کی ایسی حمد وثنا بیان کروں گا کہ آج میں اس (کو بیان کرنے) پر قادر نہیں ہوں، وہ حمد وثناء اللہ اسی وقت میرے دل میں ڈالے گا، اس کے بعد میں سجدہ میں گر جاؤں گا، مجھ سے کہا جائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے، سنا جائے گا اور مانگئے، دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے، شفاعت قبول کی جائے گی، میں عرض کروں گا کہ اے میرے رب! میری امت، میری امت، تو مجھے (اللہ کی طرف سے) فرمایا جائے گا کہ تم جاؤ، جس کے دل میں گندم یا جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو، اسے جہنم سے نکال لو، میں ایسے سب لوگوں کو جہنم سے نکال لوں گا، پھر دوبارہ اپنے رب کے سامنے آ کر اسی طرح حمد بیان کروں گا اور سجدہ میں پڑ جاؤں گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، کہیے، سنا جائے گا، مانگئے، دیا جائے گا، شفاعت کیجئے، شفاعت قبول کی جائے گی، میں عرض کروں گا کہ اے میرے رب! میری امت، میری امت، پھر مجھے (رب تعالیٰ کی طرف سے) فرمایا جائے گا کہ جاؤ، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو، اسے جہنم سے نکال لو، میں ایسا ہی کروں گا، اور پھر لوٹ کر اپنے رب کے پاس آؤں گا، اور اسی

طرح رب تعالیٰ کی حمد بیان کروں گا، پھر سجدہ میں گر پڑوں گا، تو مجھے (اللہ کی طرف سے) فرمایا جائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، اور کہیے، سنا جائے گا، مانگئے، دیا جائے گا، شفاعت کیجیے، شفاعت قبول کی جائے گی، میں عرض کروں گا کہ اے میرے رب! میری امت، میری امت، پھر مجھے رب تعالیٰ فرمائے گا کہ جاؤ اور جس کے دل میں رائی کے دانہ سے بھی کم بہت کم اور بہت ہی کم ایمان ہو، اسے بھی جہنم سے نکال لو، پھر میں جا کر ایسا ہی کروں گا (مسلم)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے سب سے پہلے شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی، اور آپ کی شفاعت کی برکت سے مرحلہ وار آپ کی امت کے مومن وموحد لوگ ایک نہ ایک دن جہنم سے نجات پا کر جنت کے مستحق بنیں گے۔

اور بظاہر تو شفاعت کے یہ تمام مراحل ایک وقت میں ہی محسوس ہوتے ہیں، لیکن ایسا نہ ہوگا، بلکہ جہنمیوں کو جہنم کے عذاب میں رہنا سہنا اور اپنے لیے شفاعت کا نمبر آنے میں کٹھن انتظار کرنا پڑے گا۔

اللہ حفاظت فرمائے، اور اول درجہ میں ہی بغیر سزا بلکہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونا آسان فرمائے۔ آمین۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَصَلَّى الْغَدَاةَ، ثُمَّ جَلَسَ، حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنَ الضُّحٰى ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَلَسَ مَكَانَهُ حَتّٰى صَلَّى الْأُوْلٰى وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ، كُلُّ ذٰلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ، حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ قَامَ

إِلٰی أَهْلِهٖ، فَقَالَ النَّاسُ لِأَبِیْ بَکْرٍ: أَلَّا تَسْأَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا شَأْنُهٗ؟ صَنَعَ الْیَوْمَ شَیْئًا لَمْ یَصْنَعْهُ قَطُّ، قَالَ: فَسَأَلَهٗ، فَقَالَ: نَعَمْ عُرِضَ عَلَیَّ مَا هُوَ کَائِنٌ مِّنْ أَمْرِ الدُّنْیَا، وَأَمْرِ الْآخِرَةِ، فَجُمِعَ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ بِصَعِیْدٍ وَّاحِدٍ، فَفَظِعَ النَّاسُ بِذٰلِکَ، حَتّٰی انْطَلَقُوْا إِلٰی آدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ، وَالْعَرَقُ یَکَادُ یُلْجِمُهُمْ، فَقَالُوْا: یَا آدَمُ، أَنْتَ أَبُوْ الْبَشَرِ، وَأَنْتَ اصْطَفَاکَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّکَ، قَالَ: قَدْ لَقِیْتُ مِثْلَ الَّذِیْ لَقِیْتُمْ، انْطَلِقُوْا إِلٰی أَبِیْکُمْ بَعْدَ أَبِیْکُمْ، إِلٰی نُوْحٍ "إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی آدَمَ وَنُوْحًا وَآلَ إِبْرَاهِیْمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ"

قَالَ: فَیَنْطَلِقُوْنَ إِلٰی نُوْحٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ، فَیَقُوْلُوْنَ: اِشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّکَ، فَأَنْتَ اصْطَفَاکَ اللّٰهُ، وَاسْتَجَابَ لَکَ فِیْ دُعَائِکَ، وَلَمْ یَدَعْ عَلَی الْأَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا، فَیَقُوْلُ: لَیْسَ ذَاکُمْ عِنْدِیْ، انْطَلِقُوْا إِلٰی إِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَهٗ خَلِیْلًا، فَیَنْطَلِقُوْنَ إِلٰی إِبْرَاهِیْمَ، فَیَقُوْلُ: لَیْسَ ذَاکُمْ عِنْدِیْ، وَلٰکِنِ انْطَلِقُوْا إِلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ کَلَّمَهٗ تَکْلِیْمًا، فَیَقُوْلُ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ: لَیْسَ ذَاکُمْ عِنْدِیْ، وَلٰکِنِ انْطَلِقُوْا إِلٰی عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ، فَإِنَّهٗ یُبْرِءُ الْأَکْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَیُحْیِی الْمَوْتٰی، فَیَقُوْلُ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ: لَیْسَ ذَاکُمْ عِنْدِیْ، وَلٰکِنِ انْطَلِقُوْا إِلٰی سَیِّدِ وَلَدِ آدَمَ، فَإِنَّهٗ أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، انْطَلِقُوْا إِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَیَشْفَعَ لَکُمْ إِلٰی رَبِّکُمْ عَزَّ وَجَلَّ.

قَالَ: فَیَنْطَلِقُ، فَیَأْتِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ رَبَّهٗ، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ:

اِئْـذَنْ لَّـهُ، وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، قَالَ: فَيَنْطَلِقُ بِهٖ جِبْرِيْلُ فَيَخِرُّ سَاجِدًا قَدْرَ جُـمُعَةٍ، وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ، وَقُلْ يُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، قَالَ: فَيَرْفَعُ رَأْسَهٗ، فَإِذَا نَظَرَ إِلٰى رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ، خَرَّ سَاجِدًا قَدْرَ جُمُعَةٍ أُخْرٰى، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، قَالَ: فَيَذْهَبُ لِيَقَعَ سَاجِدًا، فَيَأْخُذُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِضَبْعَيْهِ فَيَفْتَحُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ مِنَ الدُّعَاءِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى بَشَرٍ قَطُّ، فَيَقُوْلُ: أَيْ رَبِّ، خَلَقْتَنِيْ سَيِّدَ وَلَدِ آدَمَ، وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا فَخْرَ، حَتّٰى إِنَّهٗ لَيَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ أَكْثَرُ مِمَّا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَأَيْلَةَ.

ثُمَّ يُقَالُ: اُدْعُوا الصِّدِّيْقِيْنَ فَيَشْفَعُوْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: اُدْعُوا الْأَنْبِيَاءَ، قَالَ: فَيَجِيْءُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الْعِصَابَةُ، وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الْخَمْسَةُ وَالسِّتَّةُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهٗ أَحَدٌ، ثُمَّ يُقَالُ: اُدْعُوا الشُّهَدَاءَ فَيَشْفَعُوْنَ لِمَنْ أَرَادُوْا، قَالَ: فَإِذَا فَعَلَتِ الشُّهَدَاءُ ذٰلِكَ، قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ، أَدْخِلُوْا جَنَّتِيْ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا، قَالَ: فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ (مسند احمد، رقم الحديث ١٥)[1]

ترجمہ: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح فجر کی نماز پڑھائی، اور نماز پڑھا کر چاشت کے وقت تک اپنے مصلّے پر ہی بیٹھے رہے، چاشت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ہنسی کے آثار دکھائی دیئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ ہی تشریف فرما رہے، تا آنکہ ظہر، عصر اور مغرب بھی پڑھ لی، اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کوئی بات

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

نہیں کی، حتیٰ کہ عشاء کی نماز بھی پڑھ لی (اور اس طرح صبح فجر کی نماز سے عشاء کی نماز تک مصلّے پر ایک جگہ ہی تشریف فرما رہے) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج کی حالت کے متعلق کیوں نہیں معلوم کرتے؟ آج تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کام کیا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا؟ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! میں بتاتا ہوں۔ دراصل آج میرے سامنے دنیا و آخرت کے بہت سے اُمور پیش کیے گئے، جو آئندہ رونما ہونے والے ہیں، چنانچہ مجھے دکھایا گیا کہ (آخرت میں) تمام اولین وآخرین (یعنی حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسان) ایک ٹیلے پر جمع ہوں گے، لوگ پسینے سے تنگ آ کر بہت گھبرائے ہوں گے، اسی حال میں وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، اور پسینہ گویا ان کے منہ میں تک پہنچ رہا ہوگا، وہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے کہیں گے کہ اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ عزوجل نے آپ کو اپنا برگزیدہ بندہ بنایا ہے، پس آپ ہمارے لیے اپنے رب سے شفاعت کر دیجئے۔ حضرت آدم علیہ السلام انہیں جواب دیں گے کہ میرا بھی وہی حال ہے، جو تمہارا ہے (یعنی میں خود کسی دوسرے کی شفاعت کا منتظر ہوں) پس تم اپنے باپ آدم کے بعد ابوالبشر ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ اللہ نے انہیں اپنا برگزیدہ بندہ قرار دیا ہے (سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) ''اللہ نے آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو عالم والوں پر مخصوص فضیلت عطا فرمائی'' چنانچہ وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس

جائیں گے، اور ان سے کہیں گے کہ آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کر دیجئے، اللہ نے آپ کو اپنا برگزیدہ بندہ قرار دیا ہے، آپ کی دعاؤں کو قبول کیا ہے، اور زمین پر کسی کافر کا گھر باقی نہیں چھوڑا، وہ جواب دیں گے کہ تمہارا مقصود میرے پاس نہیں ہے، تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کو اپنا خلیل بنایا، چنانچہ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، لیکن وہ بھی یہی کہیں گے کہ تمہارا مقصود میرے پاس نہیں ہے، البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ اللہ عزوجل نے ان سے کلام فرمایا ہے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کہہ دیں گے کہ تمہارا مقصود میرے پاس نہیں ہے، اور کہیں گے کہ تم حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ (اللہ کے حکم سے بطور معجزہ کے) پیدائشی اندھے اور برص کے مریض کو ٹھیک کر دیتے تھے اور (اللہ کے حکم سے) مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کہہ دیں گے کہ تمہارا مقصود میرے پاس نہیں ہے، اور کہیں گے کہ تم اس ہستی کے پاس جاؤ جو تمام اولادِ آدم کی سردار ہے، وہی وہ پہلے شخص ہیں جن کی زمین (یعنی قبر مبارک) قیامت کے دن سب سے پہلے کھولی گئی، پس تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ اللہ عزوجل کے سامنے تمہاری شفاعت کریں گے۔

چنانچہ (وہ سب لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر شفاعت کی درخواست کریں گے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں جائیں گے، ادھر سے حضرت جبریل، بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے، اللہ عزوجل کی طرف سے حکم ہوگا کہ اِن (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو آنے کی اجازت دو اور انہیں جنت کی خوشخبری بھی دو، چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام یہ پیغام نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائیں گے، جس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سجدہ میں گر پڑیں گے، اور تقریباً ایک ہفتہ کے برابر تک سر بسجود رہیں گے، پھر اللہ عزوجل فرمائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھائیے، آپ جو کہیں گے سنا جائے گا، آپ جو شفاعت کریں گے، وہ قبول کی جائے گی، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھائیں گے، اور جوں ہی اپنے رب عزوجل کی طرف نظر پڑے گی، اسی وقت دوبارہ سجدہ ریز ہوجائیں گے، اور مزید ایک ہفتہ کے برابر سر بسجود رہیں گے، پھر اللہ عزوجل فرمائے گا کہ اپنا سر اٹھائیے، آپ جو کہیں گے اس کو سنا جائے گا، اور جو شفاعت کریں گے، وہ قبول کی جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز ہی رہنا چاہیں گے، لیکن حضرت جبریل علیہ السلام آ کر آپ کے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھائیں گے، پھر اللہ عزوجل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی دعاؤں کا دروازہ کھول دے گا، جو اِس سے پہلے کسی فردِ بشر پر کبھی نہیں کھولا تھا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی حمد وثناء اور دعاء کریں گے)

پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے کہ اے میرے رب! تو نے مجھے اولادِ آدم کا سردار بنا کر پیدا کیا اور میں اس پر کوئی فخر نہیں کرتا، اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین (یعنی قبر) میرے لیے کھولی گئی، میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا، یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس آنے والے اتنے زیادہ لوگ ہیں، جو صنعاء اور ایلہ کے (طویل وعریض) درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ جگہ کو پر کیے ہوئے ہیں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعاء کی برکت سے آپ کو شفاعت کی نعمت سے سرفراز کیا جائے گا)

پھر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ شفاعت اور قبولیت کے بعد) اللہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ صدیقین کو بلاؤ، وہ آ کر شفاعت کریں گے، پھر اللہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو بلاؤ، چنانچہ بعض انبیاء علیہم السلام تو ایسے

آئیں گے، جن کے ساتھ اہلِ ایمان کی ایک بڑی جماعت ہوگی، بعض نبیوں کے ساتھ پانچ چھ آدمی ہوں گے، اور بعض نبیوں کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوگا (یہ اپنے اپنے امتیوں کی حسبِ اعمال شفاعت کریں گے) پھر اللہ کی طرف سے شہیدوں کو بلانے کا حکم ہوگا، چنانچہ وہ جس کی چاہیں گے، شفاعت کریں گے۔ جب شہداء بھی شفاعت کر چکیں گے، تو (آخر میں) اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں ارحم الراحمین ہوں، اب (میرے حکمِ خاص اور فضلِ خاص سے) جنت میں ان سب لوگوں کو داخل کردو، جو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے، چنانچہ (اس کے بعد) ایسے تمام لوگ جنت میں داخل ہوجائیں گے (مسند احمد)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مذکورہ تفصیلی حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی، اور اس کے بعد کئی مرتبہ مرحلہ وار آپ کو شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی، پھر دوسرے نبیوں اور شہداء وغیرہ کو بھی شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی، جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ آگے اپنے مقام پر آئے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِىَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَشَ مِنْهَا نَهْشَةً، ثُمَّ قَالَ: أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ ذٰلِكَ؟ يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ فِىْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ، يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِىْ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ، وَتَدْنُوْ الشَّمْسُ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ، فَيَقُوْلُ النَّاسُ: أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ، أَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ

يَّشْفَعُ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: عَلَيْكُمْ بِآدَمَ، فَيَأْتُوْنَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ: أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ، وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ، أَ لَا تَرٰى إِلٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟ فَيَقُوْلُ آدَمُ: إِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَإِنَّهٗ قَدْ نَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهٗ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا إِلٰى نُوْحٍ.

فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ: يَا نُوْحُ، إِنَّكَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَ لَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: إِنَّ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَإِنَّهٗ قَدْ كَانَتْ لِيْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلٰى قَوْمِيْ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ.

فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا إِبْرَاهِيْمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهٗ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَ لَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ، فَيَقُوْلُ لَهُمْ: إِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَإِنِّيْ قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ، فَذَكَرَهُنَّ أَبُوْ حَيَّانَ فِي الْحَدِيْثِ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا إِلٰى مُوْسٰى.

فَيَأْتُوْنَ، مُوْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُوْسٰى أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ عَلَى النَّاسِ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَ لَا تَرٰى إِلٰى مَا

نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا إِلٰى عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ.

فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا عِيْسٰى أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى: إِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ قَطُّ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ اِذْهَبُوْا إِلٰى مُحَمَّدٍ.

فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ.

فَأَنْطَلِقُ فَآتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا، لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى أَحَدٍ قَبْلِيْ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي، فَأَقُوْلُ: أُمَّتِيْ يَا رَبِّ، أُمَّتِيْ يَا رَبِّ، أُمَّتِيْ يَا رَبِّ، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ.

ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ

الْجَنَّةِ، كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ، أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى (صحيح البخاری، رقم الحدیث ۴۷۱۲، کتاب تفسیر القرآن، باب: ذریة من حملنا مع نوح إنه کان عبدا شکورا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ گوشت لایا گیا، جس میں سے آپ کو ایک دستی اٹھا کر پیش کی گئی، کیونکہ دستی کا گوشت آپ کو مرغوب تھا، جس سے آپ نے گوشت نوچ کر کھالیا، پھر آپ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا، اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کس طرح ہوگا؟ قیامت کے دن، اللہ، تمام اولین وآخرین کو ایک ہموار اور وسیع میدان میں جمع فرمائے گا، جس میں ایک پکارنے والے کی آواز سب سن سکیں گے (جس طرح دنیا کے بڑے بڑے مجمعوں میں سپیکر وغیرہ کے ذریعے سے آواز سنی جاتی ہے) اور دیکھنے والا سب کو دیکھ سکے گا، اور (اس دن) سورج بہت قریب آ جائے گا، پس لوگ تکلیف اور غم میں اس حد تک پہنچ جائیں گے کہ وہ اس کی طاقت اور تحمل نہیں رکھیں گے، پھر لوگ کہیں گے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہاری کیا حالت ہو چکی ہے، کیا تم ایسے آدمی پر نظر نہیں کرتے، جو تمہاری، تمہارے رب کی طرف شفاعت کرے، تو لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ آدم علیہ السلام کے پاس چلتے ہیں، وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور ان سے کہیں گے کہ آپ ابوالبشر ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور آپ میں اپنی قدرتِ خاص سے روح ڈالی، اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کو سجدہ کریں، آپ ہمارے لیے اپنے رب کے سامنے شفاعت کیجیے، کیا آپ ہماری حالت کو نہیں دیکھ رہے، اور ہماری اس کیفیت کو نہیں دیکھ رہے، جہاں تک ہم پہنچ چکے ہیں؟ تو حضرت آدم کہیں گے کہ بے شک میرا رب آج کے دن اتنا سخت غضب ناک ہے کہ اس

سے پہلے اس جیسا غضب ناک نہیں ہوا، اور نہ ہی اس کے بعد اس جیسا غضب ناک ہوگا، اور میرے رب نے مجھے (جنت میں) درخت کھانے سے منع کردیا تھا، لیکن میں نے اس درخت کو کھالیا تھا، مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کی طرف جاؤ، تم حضرت نوح کی طرف جاؤ۔

تو وہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے کہ اے نوح! آپ زمین والوں کی طرف بھیجے گئے رسولوں میں (حضرت آدم کے بعد) سے سب سے پہلے رسول ہیں، اور اللہ نے آپ کا نام ''شکر گزار بندہ'' رکھا ہے، آپ ہماری اپنے رب کے سامنے شفاعت کردیجیے، کیا آپ ہماری اس حالت کو نہیں دیکھ رہے؟ تو حضرت نوح کہیں گے کہ بے شک میرا رب عزوجل آج کے دن اتنا سخت غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے اس جیسا غضب ناک نہیں ہوا، اور نہ ہی اس کے بعد اس جیسا غضب ناک ہوگا، اور میری ایک دعاء تھی، جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کی تھی (یعنی میں نے اپنی دعا دنیا میں ہی کرلی تھی) مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کی طرف جاؤ، تم حضرت ابراہیم کی طرف جاؤ۔

تو وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر یہ کہیں گے کہ اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور زمین میں اللہ کے خلیل ہیں، آپ ہماری اپنے رب کے سامنے شفاعت کردیجیے، کیا آپ ہماری اس حالت کو نہیں دیکھ رہے؟ تو حضرت ابراہیم کہیں گے کہ بے شک میرا رب آج کے دن اتنا سخت غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے اس جیسا غضب ناک نہیں ہوا، اور نہ ہی اس کے بعد اس جیسا غضب ناک ہوگا، اور میں نے تین باتیں خلافِ واقعہ کہی تھیں، جس کو ''ابو حیان'' راوی

نے حدیث میں ذکر کیا ہے (اوران کا ذکر پہلے حدیثوں میں گزر چکا ہے، ناقل) اور مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کی طرف جاؤ، تم حضرت موسیٰ کی طرف جاؤ۔

تو وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر یہ کہیں گے کہ اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے فضل سے رسالت عطاء فرمائی، اور لوگوں کو چھوڑ کر آپ سے کلام فرمایا، آپ ہماری اپنے رب کے سامنے شفاعت کر دیجیے، کیا آپ ہماری اس حالت کو نہیں دیکھ رہے؟ تو حضرت ابراہیم کہیں گے کہ بے شک میرا رب آج کے دن اتنا سخت غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے اس جیسا غضب ناک نہیں ہوا، اور نہ ہی اس کے بعد اس جیسا غضب ناک ہوگا، اور میں نے ایک جان (یعنی انسان) کو قتل کر دیا تھا، جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں تھا (اگرچہ میرا قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا) اور مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کی طرف جاؤ، تم حضرت عیسیٰ بن مریم کی طرف جاؤ۔

تو وہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے کہ اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں، جس کو اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا تھا، اور اللہ کی طرف سے روح ہیں، اور آپ نے لوگوں سے بچپن کی حالت میں گود میں کلام کیا ہے، آپ ہماری اپنے رب کے سامنے شفاعت کر دیجیے، کیا آپ ہماری اس حالت کو نہیں دیکھ رہے؟ تو حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ بے شک میرا رب آج کے دن اتنا سخت غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے اس جیسا غضب ناک نہیں ہوا، اور نہ ہی اس کے بعد اس جیسا غضب ناک ہوگا، اور وہ اپنی کسی خطا کا ذکر نہیں کریں گے، بلکہ یہ کہیں گے کہ مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر

ہے، مجھے تو خود اپنے نفس کی فکر ہے،تم میرے علاوہ کسی اور کی طرف جاؤ،تم حضرت محمد کی طرف جاؤ۔

تو وہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہیں گے کہ اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں،اور اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی سب خطاؤں کو معاف کر دیا ہے،آپ ہماری اپنے رب کے سامنے شفاعت کر دیجیے،کیا آپ ہماری اس حالت کو نہیں دیکھ رہے؟

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) پس میں چلوں گا،اورعرش کے نیچے آ کر اپنے رب عزوجل کے لیے سجدے میں گر پڑوں گا، پھر اللہ میرے اوپر اپنے محامد ومحاسن اور حسنِ صفات میں سے کچھ چیزیں کھولے گا، جو اُس نے میرے سے پہلے کسی اور کے اوپر نہیں کھولیں (اور میں ان محامد وصفات کا تذکرہ کروں گا) پھر کہا جائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھایے،آپ سوال کیجیے،آپ کو عطا کیا جائے گا،اور آپ شفاعت کیجیے،آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی،تو میں اپنا سر اٹھا کر کہوں گا کہ اے میرے رب! میری امت، اے میرے رب! میری امت، اے میرے رب! میری امت،جس پر کہا جائے گا کہ اے محمد! آپ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو، جن پر کوئی حساب نہیں ہے، جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازے میں داخل کر دیں،اوران کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ اس دروازے کے علاوہ،جن دوسرے دروازوں سے چاہیں،داخل ہو جائیں۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی! جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جنت کے دروازوں کی چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے، جتنا ’’مکہ‘‘ اور’’حمیر‘‘ کے درمیان، یا ’’مکہ‘‘ اور بصریٰ‘‘ کے درمیان فاصلہ ہے (سبحان اللہ) (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

’’صحیح ابنِ حبان‘‘ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی درجِ ذیل الفاظ میں روایت ہے:

وَضَعْتُ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةً مِّنْ ثَرِيْدٍ وَلَحْمٍ، فَتَنَاوَلَ الذِّرَاعَ، وَكَانَ أَحَبَّ الشَّاةِ إِلَيْهِ، فَنَهَسَ نَهْسَةً، فَقَالَ: أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، ثُمَّ نَهَسَ أُخْرٰى، فَقَالَ:أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، ثُمَّ نَهَسَ أُخْرٰى، فَقَالَ:أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَلَمَّا رَأٰى أَصْحَابَهُ لَا يَسْأَلُوْنَهُ، قَالَ:أَلَا تَقُوْلُوْنَ: كَيْفَ؟، قَالُوْا: كَيْفَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟قَالَ:يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ، فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِىْ، وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ، وَتَدْنُوْ الشَّمْسُ مِنْ رُءُوْسِهِمْ، فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِمْ حَرُّهَا، وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ دُنُوُّهَا مِنْهُمْ، فَيَنْطَلِقُوْنَ مِنَ الْجَزَعِ وَالضَّجَرِ مِمَّا هُمْ فِيْهِ، فَيَأْتُوْنَ آدَمَ، فَيَقُوْلُوْنَ:يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنَ الشَّرِّ؟فَيَقُوْلُ: آدَمُ إِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ كَانَ أَمَرَنِىْ بِأَمْرٍ فَعَصَيْتُهُ، فَأَخَافُ أَنْ يَّطْرَحَنِىْ فِى النَّارِ، اِنْطَلِقُوْا إِلٰى غَيْرِىْ، نَفْسِىْ نَفْسِىْ.

فَيَنْطَلِقُوْنَ إِلٰى نُوْحٍ، فَيَقُوْلُوْنَ:يَا نُوْحُ أَنْتَ نَبِىُّ اللّٰهِ، وَأَوَّلُ مَنْ أَرْسَلَ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنَ الشَّرِّ؟ فَيَقُوْلُ نُوْحٌ:إِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِىْ دَعْوَةٌ فَدَعَوْتُ بِهَا عَلٰى

قَومِی، فَأُهلِكُوا، وَإِنِّی أَخَافُ أَنْ يَّطْرَحَنِی فِی النَّارِ، اِنْطَلِقُوا إِلٰى غَيْرِی، نَفْسِی نَفْسِی.

فَيَنْطَلِقُوْنَ إِلٰى إِبْرَاهِيمَ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ خَلِيْلُ اللّٰهِ، قَدْ سَمِعَ بِخُلَّتِكُمَا أَهْلُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنَ الشَّرِّ؟، فَيَقُوْلُ: إِنَّ رَبِّی قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَذَكَرَ قَوْلَهُ فِی الْكَوَاكِبِ "هٰذَا رَبِّی" وَقَوْلَهُ لِآلِهَتِهِمْ "بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا" وَقَوْلَهُ "إِنِّی سَقِيْمٌ" وَإِنِّی أَخَافُ أَنْ يَّطْرَحَنِی فِی النَّارِ، اِنْطَلِقُوا إِلٰى غَيْرِی، نَفْسِی نَفْسِی.

فَيَنْطَلِقُوْنَ إِلٰى مُوْسٰى، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُوْسٰى أَنْتَ نَبِیٌّ اِصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ، وَكَلَّمَكَ تَكْلِيْمًا، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنَ الشَّرِّ؟، فَيَقُوْلُ مُوْسٰى: إِنَّ رَبِّی قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّی قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا، وَلَمْ أُؤْمَرْ بِهَا، فَأَخَافُ أَنْ يَّطْرَحَنِی فِی النَّارِ، اِنْطَلِقُوا إِلٰى غَيْرِی، نَفْسِی نَفْسِی.

فَيَنْطَلِقُوْنَ إِلٰى عِيْسٰى، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا عِيْسٰى أَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ، وَكَلِمَةُ اللّٰهِ وَرُوْحُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ، وَرَوْحٌ مِنْهُ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنَ الشَّرِّ؟ فَيَقُوْلُ: إِنَّ رَبِّی قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَأَخَافُ أَنْ يَّطْرَحَنِی فِی النَّارِ، اِنْطَلِقُوا إِلٰى غَيْرِی، نَفْسِی نَفْسِی.

قَالَ عُمَارَةُ: وَلَا أَعْلَمُهُ ذَكَرَ ذَنْبًا، فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فَيَقُولُونَ: أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ.

فَأَنْطَلِقُ فَآتِي الْعَرْشَ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ، فَيُقِيمُنِي رَبُّ الْعَالَمِينَ مِنْهُ مَقَامًا لَمْ يُقِمْهُ أَحَدًا قَبْلِيْ، وَلَمْ يُقِمْهُ أَحَدًا بَعْدِيْ، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِي الْأَبْوَابِ الْأُخَرِ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ إِلٰى مَا بَيْنَ عِضَادَتَيِ الْبَابِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ، وَهَجَرَ، أَوْ هَجَرَ وَمَكَّةَ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٤٦٥، كتاب التاريخ، باب الحوض والشفاعة) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ثرید اور گوشت کا ایک پیالہ رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے دستی کو اٹھالیا، اور آپ کو بکری کی دستی زیادہ پسند تھی، پھر اس میں سے ایک مرتبہ گوشت کو نوچ کر کھایا، اور فرمایا کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا، پھر دوسری مرتبہ اس میں سے گوشت نوچ کر کھایا، اور فرمایا کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا،، پھر تیسری مرتبہ اس میں سے گوشت نوچ کر کھایا، اور فرمایا کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام کو دیکھا کہ وہ سوال نہیں کرر ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں معلوم کرتے کہ کس طریقے سے میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا؟ جس پر صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کس طرح سے قیامت کے دن لوگوں کے سردار ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب لوگ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية صحيح ابنِ حبان)

ربُّ العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے، جن کو اللہ کی طرف سے اعلان کرنے والے کی بات سنائی دے گی، اور ان سب (محشر میں موجود تمام لوگوں) کو آنکھیں دیکھیں گی، اور سورج لوگوں کے سروں کے قریب ہوجائے گا، جس کی وجہ سے سورج کی گرمی کی شدت تیز ہوجائے گی، اور سورج کے قریب ہونے کی وجہ سے لوگوں کو بہت تکلیف ومشقت پیش آئے گی، تو وہ اپنی تکلیف ومصیبت کی وجہ سے چلیں گے، پھر وہ آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے کہ اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور فرشتوں کو آپ کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا، تو آپ اپنے رب کی طرف ہماری شفاعت کردیجیے، کیا آپ ہماری اس بری حالت کو نہیں دیکھتے، جس میں ہم مبتلا ہیں؟ تو آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرا رب آج کے دن اتنا سخت غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے اس طرح کا غضب ناک نہیں ہوا، اور نہ ہی ہرگز اس کے بعد اس طرح کا غضب ناک ہوگا، اور اس نے مجھے ایک چیز (یعنی جنت میں مخصوص درخت نہ کھانے) کا حکم دیا تھا، میں نے اس کی خلاف ورزی کی، اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اللہ مجھے آگ میں نہ ڈال دے، تم میرے علاوہ کسی اور کی طرف جاؤ، مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے۔

پھر وہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے کہ اے نوح! آپ اللہ کے نبی ہیں، اور (آدم علیہ السلام کے بعد) اللہ کے سب سے پہلے رسول ہیں، تو آپ اپنے رب کی طرف ہماری شفاعت کردیجیے، کیا آپ ہماری اس بری حالت کو نہیں دیکھتے، جس میں ہم مبتلا ہیں؟ تو نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرا رب آج کے دن اتنا سخت غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے اس طرح کا غضب ناک نہیں ہوا، اور نہ ہی ہرگز اس کے بعد اس طرح کا غضب ناک ہوگا، اور میری ایک

دعاء تھی، جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کی تھی، جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئی تھی، اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اللہ مجھے آگ میں نہ ڈال دے، تم میرے علاوہ کسی اور کی طرف جاؤ، مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے۔

پھر وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے کہ اے ابراہیم! آپ اللہ کے خلیل ہیں، اور آپ کے خلیل ہونے کو آسمانوں اور زمین والوں نے سنا ہے، تو آپ اپنے رب کی طرف ہماری شفاعت کر دیجیے، کیا آپ ہماری اس بری حالت کو نہیں دیکھتے، جس میں ہم مبتلا ہیں؟ تو ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرا رب آج کے دن اتنا سخت غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے اس طرح کا غضب ناک نہیں ہوا، اور نہ ہی ہرگز اس کے بعد اس طرح کا غضب ناک ہوگا، اور وہ ستاروں کے بارے میں اپنے اس قول کا ذکر کریں گے کہ ''هٰـذَا رَبِّـىْ'' (جیسا کہ سورہ انعام کی آیت نمبر 76 میں ہے) اور اپنے اس قول کو یاد کریں گے، جو انہوں نے مشرکوں کے بتوں کے لیے کہا تھا کہ ''بَـلْ فَـعَـلَـهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا'' (جیسا کہ سورہ انبیاء کی آیت نمبر 63 میں ہے) اور اپنے اس قول کو یاد کریں گے کہ ''اِنِّىْ سَقِيْمٌ'' (جیسا کہ سورہ صافات کی آیت نمبر 89 میں ہے)

اور کہیں گے کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اللہ مجھے آگ میں نہ ڈال دے، تم میرے علاوہ کسی اور کی طرف جاؤ، مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے۔

پھر وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے کہ اے موسیٰ! آپ ایسے نبی ہیں، جن کو اللہ نے اپنی رسالت کے ساتھ منتخب فرمایا، اور آپ کے ساتھ کلام فرمایا، تو آپ اپنے رب کی طرف ہماری شفاعت کر دیجیے، کیا آپ ہماری اس بری حالت کو نہیں دیکھتے، جس میں ہم مبتلا ہیں؟ تو موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے

کہ میرا رب آج کے دن اتنا سخت غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے اس طرح کا غضب ناک نہیں ہوا، اور نہ ہی ہرگز اس کے بعد اس طرح کا غضب ناک ہوگا، اور میں نے ایک انسان کو (غلطی سے) قتل کردیا تھا، اور مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا، اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اللہ مجھے آگ میں نہ ڈال دے، تم میرے علاوہ کسی اور کی طرف جاؤ، مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے۔

پھر وہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے کہ اے عیسیٰ! آپ اللہ کے نبی ہیں، اور اللہ کا کلمہ ہیں، اور اللہ کی طرف سے روح ہیں، جس کو اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا تھا، اور اللہ کی طرف سے راحت کا ذریعہ ہیں، تو آپ اپنے رب کی طرف ہماری شفاعت کردیجیے، کیا آپ ہماری اس بری حالت کو نہیں دیکھتے، جس میں ہم مبتلا ہیں؟ تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرا رب آج کے دن اتنا سخت غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے اس طرح کا غضب ناک نہیں ہوا، اور نہ ہی ہرگز اس کے بعد اس طرح کا غضب ناک ہوگا، اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اللہ مجھے آگ میں نہ ڈال دے، تم میرے علاوہ کسی اور کی طرف جاؤ، مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے، مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے۔

عمارہ راوی کہتے ہیں کہ میرے علم میں نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی کسی غلطی کا ذکر کریں گے، پھر وہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہیں گے کہ آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اللہ نے آپ کی اگلی اور پچھلی سب خطاؤں کو معاف کردیا ہے، آپ اپنے رب کی طرف ہماری شفاعت کردیجیے۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) میں چل کر عرش کے قریب آؤں گا، اور اپنے رب کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا، پھر مجھے ربُّ العالمین اپنے پاس ایک ایسے خاص مقام پر فائز فرمائے گا کہ اس پر مجھ سے پہلے کسی کو فائز نہیں کیا

ہوگا، اور نہ میرے بعد کسی کو فائز کرے گا (یعنی مقامِ محمود پر) پھر رب تعالیٰ فرمائے گا کہ اے محمد! آپ کی امت میں سے جن لوگوں پر کوئی حساب نہیں ہے، انہیں جنت کے دائیں دروازے سے داخل فرمادیجیے، اور وہ لوگوں کے دوسرے دروازوں میں بھی شریک ہیں (کہ ان سے بھی داخل ہوسکتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! کہ جنت کے دروازوں کی چوکھٹوں میں سے ہر دو چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے، جتنا کہ ''مکہ'' اور ''ہجر'' کے درمیان ہے، یا ''ہجر'' اور ''مکہ'' کے درمیان ہے (صحیح ابنِ حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایات میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ اولیٰ و کبریٰ کا ذکر ہے، اسی کے ساتھ مذکورہ روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شفاعت کچھ لوگوں کو حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل کرنے کی بھی ہوگی۔

جن لوگوں کو حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل کیا جائے گا، بعض احادیث میں ہے کہ وہ ستر ہزار (70000) افراد ہوں گے۔

ممکن ہے کہ اس سے مذکورہ تعداد ہی مراد ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کثرت مراد ہو، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ''لاکھوں کا مجمع تھا''، لیکن خاص لاکھ کی تعداد مراد نہیں ہوتی، بلکہ کثرت کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

تاہم جب تک کوئی خاص ضرورت نہ ہو، مذکورہ خاص تعداد کو مراد لینا ہی بظاہر راجح معلوم ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] عن رفاعة الجهنى، قال: صدرنا مع رسول الله – صلى الله عليه وسلم –، فقال: "والذى نفس محمد بيده، ما من عبد يؤمن ثم يسدد إلا سلك به فى الجنة، وأرجو ألا يدخلوها حتى تبوئوا أنتم ومن صلح من ذراريكم مساكن فى الجنة، ولقد وعدنى ربى عز وجل أن يدخل الجنة من أمتى سبعين ألفا بغير حساب "(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۲۲۸۵)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور آگے آتا ہے کہ پھران ستر ہزار میں سے ہر فرد کو ستر ستر افراد کی شفاعت کا حق دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے مومن والدین واساتذہ وغیرہ کو بھی بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہونے والے ان سعادت مندوں کی فہرست اور زمرہ میں شامل فرمائے۔آمین۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ إِلَّا لَهُ دَعْوَةٌ قَدْ تَنَجَّزَهَا فِي الدُّنْيَا، وَإِنِّي قَدْ اِخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي، وَأَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تُنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ، وَلَا فَخْرَ، آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ تَحْتَ لِوَائِي، وَلَا فَخْرَ، وَيَطُوْلُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ عَلَى النَّاسِ، فَيَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ:اِنْطَلِقُوْا بِنَا إِلٰى آدَمَ أَبِي الْبَشَرِ، فَيَشْفَعُ إِلٰى رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ، فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا، فَيَأْتُوْنَ آدَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُوْلُوْنَ:يَا آدَمُ، أَنْتَ الَّذِي خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ، وَأَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّنَا فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا، فَيَقُوْلُ:إِنِّي لَسْتُ هُنَاكُمْ، إِنِّي قَدْ أُخْرِجْتُ مِنَ الْجَنَّةِ بِخَطِيْئَتِي، وَإِنَّهُ لَا يُهِمُّنِي الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسِي، وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا رَأْسَ النَّبِيِّيْنَ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

حدثنا محمد بن زياد الألهاني، قال:سمعت أبا أمامة الباهلي يقول: سمعت رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يقول: " وعدني ربي سبحانه أن يدخل الجنة من أمتي سبعين ألفا، لا حساب عليهم ولا عذاب، مع كل ألف سبعون ألفا، وثلاث حثيات من حثيات ربي عز وجل "(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٤٢٨٦)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية سنن ابنِ ماجه)

فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا نُوْحُ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّنَا فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا، فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ، إِنِّيْ دَعَوْتُ بِدَعْوَةٍ أَغْرَقَتْ أَهْلَ الْأَرْضِ، وَإِنَّهُ لَا يُهِمُّنِيْ الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسِيْ، وَلٰكِنِ ائْتُوْا إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَ اللّٰهِ.

فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا إِبْرَاهِيْمُ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّنَا، فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا، فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ، إِنِّيْ كَذَبْتُ فِي الْإِسْلَامِ ثَلَاثَ كِذْبَاتٍ ،وَاللّٰهِ إِنْ حَاوَلَ بِهِنَّ إِلَّا عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ ،قَوْلُهُ " إِنِّيْ سَقِيْمٌ " وَقَوْلُهُ " بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْأَلُوْهُمْ إِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ " وَقَوْلُهُ لِامْرَأَتِهِ حِيْنَ أَتٰى عَلَى الْمَلِكِ: أُخْتِيْ ،وَإِنَّهُ لَا يُهِمُّنِي الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسِيْ، وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰى الَّذِيْ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَكَلَامِهٖ.

فَيَأْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُوْسٰى، أَنْتَ الَّذِيْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَكَلَّمَكَ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ إِنِّيْ قَتَلْتُ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ، وَإِنَّهُ لَا يُهِمُّنِي الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسِيْ، وَلٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسٰى رُوْحَ اللّٰهِ وَكَلِمَتَهُ.

فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا ،فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ، إِنِّيْ اتُّخِذْتُ إِلٰهًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، وَإِنَّهُ لَا يُهِمُّنِيْ الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسِيْ، وَلٰكِنْ أَرَأَيْتُمْ لَوْ كَانَ مَتَاعٌ فِيْ وِعَاءٍ مَخْتُوْمٍ عَلَيْهِ، أَكَانَ يُقْدَرُ عَلٰى مَا فِيْ جَوْفِهٖ حَتّٰى يُفَضَّ الْخَاتَمُ؟ قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: لَا، قَالَ: فَيَقُوْلُ إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ، وَقَدْ حَضَرَ الْيَوْمَ وَقَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ.

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَيَأْتُوْنِيْ ،فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا، فَأَقُوْلُ: أَنَا لَهَا، حَتّٰى يَأْذَنَ اللّٰهُ

عَزَّوَجَلَّ، لِمَنْ شَاءَ وَيَرْضٰى، فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنْ يَّصْدَعَ بَيْنَ خَلْقِهِ نَادٰى مُنَادٍ: أَيْنَ أَحْمَدُ وَأُمَّتُهُ؟ فَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ، نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ، وَأَوَّلُ مَنْ يُّحَاسَبُ، فَتُفْرَجُ لَنَا الْأُمَمُ عَنْ طَرِيْقِنَا، فَنَمْضِىْ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ أَثَرِ الطُّهُوْرِ.

فَتَقُوْلُ الْأُمَمُ: كَادَتْ هٰذِهِ الْأُمَّةُ أَنْ تَكُوْنَ أَنْبِيَاءَ كُلُّهَا، فَآتِىْ بَابَ الْجَنَّةِ، فَآخُذُ بِحَلْقَةِ الْبَابِ، فَأَقْرَعُ الْبَابَ، فَيُقَالُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُوْلُ: أَنَا مُحَمَّدٌ، فَيُفْتَحُ لِىْ، فَآتِىْ رَبِّىْ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى كُرْسِيِّهٖ ،أَوْ سَرِيْرِهٖ، شَكَّ حَمَّادٌ،فَأَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا، فَأَحْمَدُهٗ بِمَحَامِدَ لَمْ يَحْمَدْهُ بِهَا أَحَدٌ كَانَ قَبْلِىْ، وَلَيْسَ يَحْمَدُهٗ بِهَا أَحَدٌ بَعْدِىْ، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ، وَسَلْ تُعْطَهْ، وَقُلْ تُسْمَعْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ.

فَأَرْفَعُ رَأْسِىْ فَأَقُوْلُ: أَىْ رَبِّ، أُمَّتِىْ أُمَّتِىْ، فَيَقُوْلُ: أَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ كَذَا وَكَذَا،لَمْ يَحْفَظْ حَمَّادٌ، ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَسْجُدُ فَأَقُوْلُ: مَا قُلْتُ، فَيُقَالُ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ تُسْمَعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: أَىْ رَبِّ أُمَّتِىْ، أُمَّتِىْ، فَيَقُوْلُ: أَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ كَذَا وَكَذَا، دُوْنَ الْأَوَّلِ، ثُمَّ أَعُوْدُ، فَأَسْجُدُ، فَأَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَيُقَالُ لِىَ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ تُسْمَعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: أَىْ رَبِّ أُمَّتِىْ، أُمَّتِىْ؟ فَقَالَ: أَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ كَذَا وَكَذَا، دُوْنَ ذٰلِكَ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٢٥٤٦) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، دون قول عيسى عليه السلام " :إنى اتخذت إلهاً من دون الله"، فإنه مخالف لما فى الصحيح من أن عيسى لم يذكر ذنباً، ثم إن هذا لا يُعد ذنباً له، وإسنادُ هذا الحديث ضعيف لضعف على بن زيد -وهو ابن جدعان -.أبو نضرة :هو المنذر بن مالك بن قُطعة (حاشية مسند احمد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کی ایک دعاء ایسی تھی، جو انہوں نے دنیا میں کر کے قبول کروالی، اور میں نے اپنی (اس) دعاء کو اپنی امت کی شفاعت کے طور پر انتظار میں چھوڑ دیا، اور میں قیامت کے دن آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا، جس پر مجھے فخر نہیں، اور میں وہ فرد ہوں، جس کے لیے زمین (یعنی قبر) کو سب سے پہلے کھولا جائے گا، جس پر مجھے فخر نہیں، اور میرے ہاتھ میں تعریف کا جھنڈا ہوگا، جس پر مجھے فخر نہیں، آدم اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، جس پر مجھے فخر نہیں، اور قیامت کا دن لوگوں کے لیے بہت لمبا (مشکل اور بھاری وگراں) ہوگا، پس وہ ایک دوسرے سے کہیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مذکورہ حاشیہ پر بندہ محمد رضوان عرض کرتا ہے کہ بے شک بعض روایات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی خطا کے ذکر نہ کرنے کی صراحت ہے، لیکن اس روایت میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی گناہ کا ذکر نہیں، بلکہ خود سے عیسائیوں کے ان کو معبود بنا لینے کا ذکر ہے، اور اسی بات کا ذکر آگے آنے والی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے۔

نیز قرآن مجید میں بھی اللہ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق، نصاریٰ پر حجت پوری کرنے کے لیے اس طرح کے سوال کا ذکر ہے۔

فی قولہٖ تعالیٰ:

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ" (سورة المائدة، رقم الآية: ١١٦)

اور اس طرح کی احادیث میں دوسرے نبیوں کے متعلق بھی مختلف خطاؤں اور لغزشوں کا ذکر ہے، مگر ان میں حقیقی گناہ مراد نہیں، بلکہ اس طرح کے امور کسی بڑے کے سامنے چھوٹے کی طرف سے حاضری کے لیے باعثِ حیا بن جاتے ہیں، اور مقربین کے لیے سخت خوف کا باعث بنتے ہیں، اگرچہ وہ گناہ نہ ہوں۔

احادیث میں اسی نوعیت کی چیزوں کا ذکر ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اس بات کا زبان سے ذکر نہ کریں، خود ہی اپنے دل میں اس بات کو یاد کر کے اللہ سے حیا محسوس کریں، تو ایک روایت میں زبان سے ذکر نہ کرنے کا تذکرہ ہو، اور دوسری روایت میں زبان سے ذکر کرنے کی نفی ہو، دونوں میں تعارض نہ ہوگا۔

اس لیے مندرجہ بالا حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی تضعیف کی ضرورت ہمارے نزدیک نہیں، بلکہ تضعیف کے بجائے توجیہ یا دوسرے انبیاء کے اقوال کی طرح تاویل کی ضرورت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ محمد رضوان۔

گے کہ چلو، ہم ابوالبشر آدم کی طرف جاتے ہیں، تا کہ وہ ہمارے رب عزوجل کی طرف ہماری شفاعت کریں، اور (اور اس شفاعت کو قبول کر کے) رب عزوجل ہمارے درمیان فیصلہ کرے، تو وہ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے، اور آ کر کہیں گے کہ اے آدم! آپ وہ شخص ہیں، جن کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا، اور آپ کو جنت میں سکونت عطاء فرمائی، اور آپ کے لیے اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا، آپ ہمارے لیے ہمارے رب کی طرف شفاعت کیجیے، تا کہ وہ ہمارے درمیان (حساب وکتاب شروع فرما کر) فیصلہ کرے، تو حضرت آدم کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، مجھے جنت سے اپنی خطا کی وجہ سے نکالا گیا تھا، اور مجھے آج کے دن خود اپنے آپ کی فکر ہے، لیکن تم نوح کے پاس جاؤ، جو کہ نبیوں کی جڑ ہیں (یعنی میرے بعد سب نبیوں کا نسب ان ہی سے جا کر ملتا ہے)۔

چنانچہ وہ لوگ حضرت نوح کے پاس جائیں گے، اور کہیں گے کہ اے نوح! آپ ہمارے لیے ہمارے رب کی طرف شفاعت کیجیے، تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے، تو حضرت نوح کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، میں نے ایک دعاء کی تھی، جس کی وجہ سے پورے روئے زمین والے غرق ہو گئے تھے، اور مجھے آج کے دن خود اپنے آپ کی فکر ہے، لیکن تم ابراہیم کے پاس جاؤ، جو کہ اللہ کے خلیل ہیں۔

چنانچہ وہ لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے، اور کہیں گے کہ اے ابراہیم! آپ ہمارے لیے ہمارے رب کی طرف شفاعت کیجیے، تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے، تو حضرت ابراہیم کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، میں نے اسلام میں تین باتیں خلافِ واقعہ کہی تھیں، اور اللہ کی قسم! ان سے اللہ کا دین ہی مراد تھا (اور یہ چیزیں گناہ نہیں تھیں) ایک تو ''اِنِّیْ سَقِیْمٌ'' کہا تھا (جیسا کہ سورہ

صافات میں ہے)اور دوسرے یہ کہا تھا کہ ’’بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْأَلُوْهُمْ إِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ‘‘(جیسا کہ سورہ انبیاء میں ہے)اور تیسرے اپنی بیوی کے لیے جب وہ بادشاہ کے پاس آئی تھیں، یہ کہا تھا کہ یہ میری بہن ہیں، اور مجھے آج کے دن خود اپنے آپ کی فکر ہے، لیکن تم موسیٰ کے پاس جاؤ، جن کو اللہ نے اپنی رسالت اور کلام کے لیے منتخب فرمایا تھا۔

چنانچہ وہ لوگ حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے، اور کہیں گے کہ اے موسیٰ! آپ کو اللہ نے اپنی رسالت کے ساتھ منتخب فرمایا تھا، اور آپ سے کلام کیا تھا، پس آپ ہمارے لیے ہمارے رب کی طرف شفاعت کیجیے، تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے، تو حضرت موسیٰ کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، میں نے تو ایک جان کو بغیر جان کے بدلے میں (غلطی سے) قتل کر دیا تھا، اور مجھے آج کے دن خود اپنے آپ کی فکر ہے، لیکن تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، جو اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔

چنانچہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے، اور کہیں گے کہ اے عیسیٰ! آپ ہمارے لیے ہمارے رب کی طرف شفاعت کیجیے، تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے، تو حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، مجھے تو (میرے بعد نصاریٰ کی طرف سے) اللہ کے علاوہ معبود بنا لیا گیا، اور مجھے آج کے دن خود اپنے آپ کی فکر ہے، البتہ یہ بتاؤ کہ اگر کوئی سامان کسی ایسے برتن میں ہو، جس پر مہر لگی ہوئی ہو، تو کیا مہر توڑے بغیر اس برتن کے سامان کو حاصل کرنے پر قادر ہوا جا سکتا ہے؟ لوگ کہیں گے کہ نہیں، اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سے خاتم النبیین ہیں، آج وہ یہاں موجود بھی ہیں، اور ان کی تمام اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی گئی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ میرے پاس آئیں گے، اور کہیں گے کہ اے محمد! آپ ہمارے لیے ہمارے رب کی طرف شفاعت کیجیے، تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے، میں کہوں گا کہ ہاں! میں (اللہ کے حکم اور اس کے فضل وکرم سے) اس کا اہل ہوں، یہاں تک کہ اللہ عزوجل اس شخص کو (شفاعت کی) اجازت دے، جس کے لیے وہ چاہے اور جس سے راضی ہو (یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے، کسی کا اس کے سامنے زور نہیں) جب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا، تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ احمد اور ان کی امت کہاں ہے؟ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) ہم سب (امتوں) سے آخر میں آئے، لیکن (اللہ کے فضل وکرم سے بروزِ قیامت) سب (امتوں) سے آگے ہوں گے، ہم سب (امتوں) سے آخری امت ہیں، لیکن سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا، اور ساری امتیں ہمارے لیے راستہ چھوڑ دیں گی، اور ہم اپنے وضو کے اثرات سے روشن چہروں کے ساتھ گزرتے ہوئے (اعزاز واکرام کے ساتھ) چلے جائیں گے۔

یہ منظر دیکھ کر دوسری امتیں کہیں گی کہ اس امت کے تو سارے لوگ ہی نبی محسوس ہوتے ہیں، پھر میں جنت کے دروازے پر آؤں گا، اور جنت کے دروازے کے حلقے کو پکڑلوں گا، اور جنت کے دروازے کو کھٹکھٹاؤں گا، کہا جائے گا کہ کون ہیں؟ میں کہوں گا کہ میں محمد ہوں، چنانچہ میرے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا، پھر میں اپنے رب عزوجل کے پاس اس کی کرسی یا تخت پر حاضر ہوں گا (حماد راوی کو ان الفاظ میں شک ہوا، لیکن اس کی کیفیت اللہ ہی کو معلوم ہے) پھر میں اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا، اور اللہ کی ایسی حمد وثنا بیان کروں گا کہ جو میرے سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی ہوگی، اور نہ کوئی میرے بعد بیان کر سکے گا،

پھر کہا جائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھائیے، اور سوال کیجیے، آپ کو عطا کیا جائے گا، اور بات کیجیے، اس کو سنا جائے گا، اور شفاعت کیجیے، جس کو قبول کیا جائے گا۔

پھر میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا کہ اے میرے رب! میری امت، میری امت، تو رب تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں اس طرح کا اور اس طرح کا ایمان ہو، اس کو آپ جہنم سے نکال لیجیے (اس ایمان کی مقدار کو حماد راوی یاد نہیں رکھ سکے) میں پھر دوبارہ لوٹ کر آؤں گا، اور پھر سجدہ کروں گا، پھر میں اس موقع پر اللہ کی حمد وثنا بیان کروں گا، پھر کہا جائے گا کہ اپنا سر اٹھائیے، اور کہیے، اس کو سنا جائے گا، اور سوال کیجیے، آپ کو عطا کیا جائے گا، اور شفاعت کیجیے، جس کو قبول کیا جائے گا، پھر میں عرض کروں گا کہ اے میرے رب! میری امت، میری امت، تو رب تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں اتنا اور اتنا ذرہ برابر بھی پہلے لوگوں سے کم ایمان ہو، ان کو آپ جہنم سے نکال لیجیے (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے بھی آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی تفصیل معلوم ہوئی، البتہ کچھ چیزوں کی وضاحت دوسری احادیث میں آئی ہے، لیکن اس کی پوری کیفیت کا تعلق مشاہدہ سے ہے، الفاظ میں سب کچھ کیفیت کا بیان ہونا مشکل ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ، قَالَ: فَيَفْزَعُ النَّاسُ ثَلَاثَ فَزَعَاتٍ، فَيَأْتُوْنَ آدَمَ، فَيَقُوْلُوْنَ: أَنْتَ أَبُوْنَا

آدَمُ فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّکَ، فَيَقُوْلُ: إِنِّیْ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا أُهْبِطْتُ مِنْهُ إِلَی الْأَرْضِ وَلٰكِنْ ائْتُوْا نُوْحًا، فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا، فَيَقُوْلُ: إِنِّیْ دَعَوْتُ عَلٰی أَهْلِ الْأَرْضِ دَعْوَةً فَأُهْلِكُوْا، وَلٰكِنْ اذْهَبُوْا إِلٰی إِبْرَاهِيْمَ.

فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ: إِنِّیْ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْهَا كَذِبَةٌ إِلَّا مَا حَلَّ بِهَا عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ: وَلٰكِنْ ائْتُوْا مُوْسٰی.

فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰی، فَيَقُوْلُ: إِنِّیْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا، وَلٰكِنْ ائْتُوْا عِيْسٰی.

فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰی، فَيَقُوْلُ: إِنِّیْ عُبِدْتُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، وَلٰكِنْ ائْتُوْا مُحَمَّدًا.

قَالَ: فَيَأْتُوْنَنِیْ فَأَنْطَلِقُ مَعَهُمْ، قَالَ ابْنُ جُدْعَانَ: قَالَ أَنَسٌ: فَكَأَنِّیْ أَنْظُرُ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَآخُذُ بِحَلْقَةِ بَابِ الْجَنَّةِ فَأُقَعْقِعُهَا فَيُقَالُ: مَنْ هٰذَا؟ فَيُقَالُ: مُحَمَّدٌ! فَيَفْتَحُوْنَ لِیْ، وَيُرَحِّبُوْنَ بِیْ، فَيَقُوْلُوْنَ: مَرْحَبًا، فَأَخِرُّ سَاجِدًا، فَيُلْهِمُنِیَ اللّٰهُ مِنَ الثَّنَاءِ وَالْحَمْدِ، فَيُقَالُ لِیْ: ارْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَقُلْ يُسْمَعْ لِقَوْلِكَ، وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ "عَسٰی أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۱۴۸، ابواب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ بنی إسرائیل) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میرے پاس حمد کا جھنڈا ہوگا۔ میں ان (انعامات) پر فخر و اتراہٹ نہیں کرتا۔ اوراس دن آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے

[1] قال الترمذی: قال سفیان: لیس عن أنس، إلا هذه الکلمة. فآخذ بحلقة باب الجنة فأقعقعها: هذا حدیث حسن وقد روی بعضهم هذا الحدیث عن أبی نضرة، عن ابن عباس، الحدیث بطوله.

تلے ہوں گے۔ میرے ہی لئے (بعثت کے وقت) سب سے پہلے (قبر کی) زمین شق ہوگی۔ پھر فرمایا کہ لوگ تین مرتبہ سخت گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے، چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ ہمارے جدِّ امجد ہیں۔ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے۔ حضرت آدم کہیں گے کہ میں نے ایک غلطی کی تھی، جس کی وجہ سے مجھے جنت سے نکال کر زمین پر اتار دیا گیا تھا (میں شفاعت کی جرائت نہیں کرسکتا) تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے، تو نوح علیہ السلام کہیں گے کہ میں نے زمین والوں پر بددعا کی تھی، جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئے تھے (پس میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا) لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، پس وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ میں نے تین مرتبہ (بظاہر) خلافِ واقعہ بات کہی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا، بلکہ ان کا مقصد صرف دین کی تائید تھا (البتہ بظاہر ان باتوں کو سننے والوں نے کچھ اور سمجھا تھا) حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، تو وہ حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے، حضرت موسیٰ کہیں گے کہ میں نے ایک شخص کو (غلطی سے) قتل کر دیا تھا (لہٰذا میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا) لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، تو وہ کہیں گے کہ اللہ کے سوا میری عبادت کی گئی (جس کی وجہ سے مجھے اللہ کے سامنے شفاعت کے لیے جانے سے حیا آتی ہے) لہٰذا تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) پھر وہ لوگ میرے پاس آئیں گے، تو میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔ ابنِ جدعان حضرت انس رضی اللہ

عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں جنت کا دروازہ پکڑ کر کھڑا ہوں گا اور اسے کھٹکھٹاؤں گا، پوچھا جائے گا کہ کون ہے؟ کہا جائے گا کہ ''محمد'' ہیں، پھر وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے اور مجھ کو خوش آمدید اور مرحبا کہیں گے، پھر میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پھر اللہ میرے اوپر اپنی حمد وثنا کا الہام فرمائے گا، پھر مجھے کہا جائے گا کہ سر اٹھاؤ اور سوال کرو، آپ کو عطا کیا جائے گا، اور شفاعت کرو، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور آپ کہو، آپ کی بات سنی جائے گی، اور یہی وہ ''مقامِ محمود'' ہے، جس کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے کہ ''عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا'' (ترمذی)

مذکورہ حدیث سے بھی قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عظیم شفاعتِ اولیٰ کا ہونا اور اس منصب کا ''مقامِ محمود'' ہونا معلوم ہوا۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

تُعْطَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَرَّ عَشْرِ سِنِيْنَ ثُمَّ تُدْنٰى مِنْ جَمَاجِمِ النَّاسِ حَتّٰى يَكُوْنَ قَابَ قَوْسَيْنِ فَيَعْرَقُوْنَ حَتّٰى يَرْسَخَ الْعَرَقُ فِي الْأَرْضِ قَامَةً ثُمَّ يَرْتَفِعُ الرَّجُلُ حَتّٰى يَعْرَقَ الرَّجُلُ .

قَالَ سَلْمَانُ: حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّجُلُ غِقْ غِقْ ،فَإِذَا رَأَوْا مَا هُمْ فِيْهِ ،قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: أَلَا تَرَوْنَ مَا أَنْتُمْ فِيْهِ ، اِئْتُوْا أَبَاكُمْ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلْيَشْفَعْ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ جَلَّ وَعَزَّ .

فَيَأْتُوْنَ آدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا أَبَانَا أَنْتَ الَّذِيْ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ

فِیْکَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَأَسْکَنَکَ جَنَّتَهٗ قُمْ فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّنَا ،فَقَدْ تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ ،فَیَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاکَ وَلَسْتُ بِذَاکَ فَأَیْنَ الْفَعْلَةُ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: إِلٰی مَنْ تَأْمُرُنَا؟ فَیَقُوْلُ اِئْتُوْا عَبْدًا شَاکِرًا .

فَیَأْتُوْنَ نُوْحًا عَلَیْهِ السَّلَامُ فَیَقُوْلُوْنَ:یَا نَبِیَّ اللّٰهِ أَنْتَ الَّذِیْ جَعَلَکَ اللّٰهُ شَاکِرًا ،وَقَدْ تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ ،فَقُمْ ،فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّکَ فَیَقُوْلُ:لَسْتُ هُنَاکُمْ وَلَسْتُ بِذَاکَ فَأَیْنَ الْفَعْلَةُ؟ فَیَقُوْلُوْنَ:إِلٰی مَنْ تَأْمُرُنَا؟ فَیَقُوْلُ:اِئْتُوْا إِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلَ الرَّحْمٰنِ.

فَیَأْتُوْنَ إِبْرَاهِیْمُ فَیَقُوْلُوْنَ:یَاخَلِیْلَ الرَّحْمٰنِ قَدْ تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّنَا ،فَیَقُوْلُ:لَسْتُ هُنَاکَ وَلَسْتُ بِذَاکَ ،فَأَیْنَ الْفَعْلَةُ؟ فَیَقُوْلُوْنَ:إِلٰی مَنْ تَأْمُرُنَا؟ فَیَقُوْلُ:اِئْتُوْا مُوْسٰی عَبْدًا اِصْطَفَاهُ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ وَبِکَلَامِهٖ .

فَیَأْتُوْنَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ ،فَیَقُوْلُوْنَ قَدْ تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ اِشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّکَ ،فَیَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاکَ ،وَلَسْتُ بِذَاکَ ،فَأَیْنَ الْفَعْلَةُ؟ فَیَقُوْلُوْنَ:فَإِلٰی مَنْ تَأْمُرُنَا؟ فَیَقُوْلُ:اِئْتُوْا کَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهٗ عِیْسٰی.

فَیَقُوْلُوْنَ:یَا کَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهٗ قَدْ تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّکَ ،فَیَقُوْلُ:لَسْتُ هُنَاکَ وَلَسْتُ بِذَاکَ فَأَیْنَ الْفَعْلَةُ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: فَإِلٰی مَنْ تَأْمُرُنَا؟ فَیَقُوْلُ:اِئْتُوْا عَبْدًا فَتَحَ اللّٰهُ بِهٖ وَخَتَمَ وَغَفَرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ،وَیَجِیْءُ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ آمِنًا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

فَیَأْتُوْنَ النَّبِیَّ فَیَقُوْلُوْنَ: یَا نَبِیَّ اللّٰهِ أَنْتَ الَّذِیْ فَتَحَ اللّٰهُ بِکَ وَغَفَرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ وَجِئْتَ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ آمِنًا وَقَدْ

تَرٰی إِلٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّنَا.

فَیَقُوْلُ أَنَا صَاحِبُكُمْ فَیَخْرُجُ یَحُوْشُ النَّاسَ حَتّٰی یَنْتَهِیَ إِلٰی بَابِ الْجَنَّةِ فَیَأْخُذُ بِحَلْقَةِ الْبَابِ مِنْ ذَهَبٍ فَیَقْرَعُ الْبَابَ، فَیُقَالُ مَنْ هٰذَا؟ فَیُقَالُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ! قَالَ :فَیَفْتَحُ اللّٰهُ لَهُ ،قَالَ: فَیَجِیْءُ حَتّٰی یَقُوْمَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ ،فَیَسْتَأْذِنُ فِی السُّجُوْدِ، فَیُؤْذَنُ، فَیَسْجُدُ فَیُنَادٰی یَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ ،اِشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَادْعُ تُجَبْ ،قَالَ:فَیَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَیْهِ مِنَ الثَّنَاءِ عَلَیْهِ، وَالتَّحْمِیْدِ، وَالتَّمْجِیْدِ مَا لَمْ یُفْتَحْ لِأَحَدٍ مِّنَ الْخَلَائِقِ ،قَالَ: فَیَقُوْلُ: أَیْ رَبِّ أُمَّتِیْ أُمَّتِیْ أُمَّتِیْ.

ثُمَّ یَسْتَأْذِنُ فِی السُّجُوْدِ، فَیُؤْذَنُ لَهُ ،فَسَجَدَ فَیَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَیْهِ مِنَ الثَّنَاءِ عَلَیْهِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّمْجِیْدِ شَیْئًا ،لَمْ یُفْتَحْ لِأَحَدٍ مِّنَ الْخَلَائِقِ، وَیُنَادٰی یَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ ،سَلْ تُعْطَهْ ،وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَادْعُ تُجَبْ، فَیَرْفَعُ رَأْسَهُ فَیَقُوْلُ رَبِّ أُمَّتِیْ أُمَّتِیْ مَرَّتَیْنِ أَوْ ثَلَاثًا .

قَالَ سَلْمَانُ :فَیَشْفَعُ فِیْ كُلِّ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ حِنْطَةٍ مِنْ إِیْمَانٍ أَوْ مِثْقَالُ شَعِیْرَةٍ مِنْ إِیْمَانٍ أَوْ مِثْقَالُ حَبَّةٍ خَرْدَلٍ مِنْ إِیْمَانٍ فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ (کتاب السنة لابن ابی عاصم، ج ۲ ص ۳۸۳، ۳۸۴، رقم الحدیث ۸۱۳، باب أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال :یجتمع المؤمنون یوم القیامة فیهمون بذلک) [1]

---

[1] قال الالبانی:
إسناده صحیح علی شرط الشیخین ولکنه موقوف علی سلمان وهو الفارسی إلا أنه فی حکم المرفوع لأنه أمر غیبی لا یمکن أن یقال بالرأی ولا هو من الإسرائیلیات.
والحدیث أخرج منه ابن خزیمة ص 191قوله :یأتون النبی فیقولون یا نبی الله أنت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: سورج کو (اللہ کی طرف سے) قیامت کے دن دس سالوں کی گرمی عطا کی جائے گی، پھر اس کو لوگوں کے سروں کے قریب کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ ایک نیزے کے برابر ہو جائے گا، اور لوگ پسینے سے شرابور ہو جائیں گے، یہاں تک کہ پسینہ، زمین پر راسخ ہو جائے گا، پھر ایک آدمی اوپر اٹھے گا، اور دوسرا پسینہ میں ڈوبے گا (یعنی لوگ پسینہ میں اوپر نیچے ہونگے، جس طرح ڈوبنے والا اوپر نیچے ہوتا ہے)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں تک کہ آدمی کے منہ سے ''غق غق'' کی آواز آئے گی (جس طرح ڈوبنے والے کے منہ سے آواز آتی ہے) جب لوگ ایک دوسرے کو اس حالت میں دیکھیں گے، تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم اس وقت کس حالت میں ہو، اب تم اپنے باپ آدم علیہ السلام کے پاس جاؤ، تاکہ وہ تمہاری اپنے رب عزوجل کے سامنے شفاعت کریں۔

پھر وہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے والد! آپ وہ ہیں، جن کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور آپ کے اندر اپنی روح پھونکی، اور آپ کو اپنی جنت میں سکونت عطا فرمائی، آپ اٹھیے اور ہمارے رب کے سامنے ہماری شفاعت کیجیے، آپ ہماری حالت دیکھ چکے ہیں، تو حضرت آدم کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور میں یہ کام نہیں کر سکتا، لوگ کہیں گے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الذی فتح اللہ بک الخ فقال حدثنا یوسف بن موسی قال ثنا أبو معاویة قال ثنا عاصم الأحول به.

وهذا القدر منه أورده المنذری فی الترغیب 4/215 وقال:رواه الطبرانی بإسناد صحیح ،وقال الهیثمی 10/372 :رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح(ظلال الجنة فی تخریج السنة ، تحت رقم الحدیث ٨١٣)

کہ پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آدم علیہ السلام کہیں گے کہ تم شاکر بندے (یعنی حضرت نوح) کے پاس جاؤ۔

پس وہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے کہ اے اللہ کے نبی! آپ وہ ہیں، جن کو اللہ نے شاکر بنایا، اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں، آپ اٹھیے اور ہمارے رب کے سامنے ہماری شفاعت کیجیے، تو حضرت نوح کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور میں یہ کام نہیں کرسکتا، لوگ کہیں گے کہ پھر اب ہم کیا کریں؟ نوح علیہ السلام کہیں گے کہ تم ابراہیم کے پاس جاؤ، جو کہ رحمٰن کے خلیل ہیں۔

پس وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے کہ اے رحمٰن کے خلیل! آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں، آپ ہمارے رب کے سامنے ہماری شفاعت کیجیے، تو حضرت ابراہیم کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور میں یہ کام نہیں کرسکتا، لوگ کہیں گے کہ پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ تم موسیٰ کے پاس جاؤ، جو اللہ کے ایسے بندے ہیں، جن کو اللہ نے اپنی رسالت کے ساتھ اور اپنے کلام کے ساتھ منتخب کیا ہے۔

پھر وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں، آپ ہمارے رب کے سامنے ہماری شفاعت کیجیے، تو حضرت موسیٰ کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور میں یہ کام نہیں کرسکتا، لوگ کہیں گے کہ پھر اب ہم کیا کریں؟ موسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ تم اللہ کے کلمہ اور اس کی روح عیسیٰ کے پاس جاؤ۔

پس وہ لوگ (عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر) کہیں گے کہ اے اللہ کے کلمہ اور روح! آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں، آپ ہمارے رب کے

سامنے ہماری شفاعت کیجیے، تو حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور میں یہ کام نہیں کر سکتا، لوگ کہیں گے کہ اب ہم کیا کریں؟ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ تم اللہ کے ایسے بندے کے پاس جاؤ، جن کے ذریعے اللہ نے فتح عطا فرمائی، اور ان کو خاتم النبیین بھی بنایا، اور ان کی اگلی پچھلی خطائیں بھی معاف کر دی گئیں، اور وہ آج کے دن مامون ہو کر تشریف لائے ہیں، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

پھر وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کریں گے کہ اے اللہ کے نبی! آپ کے ذریعہ سے اللہ نے فتح عطا فرمائی، اور آپ کی اگلی پچھلی خطائیں بھی معاف کر دی گئیں، اور آج کے دن آپ مامون ہو کر تشریف لائے ہیں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں، آپ ہمارے رب کے سامنے ہماری شفاعت کیجیے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ میں تمہارا ساتھی ہوں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلیں گے، اور لوگ ان کے پیچھے پیچھے ہوں گے، یہاں تک جنت کے دروازے پر پہنچیں گے، اور جنت کے دروازے کے سونے کا حلقہ پکڑیں گے، اور دروازہ کھٹکھٹائیں گے، پھر پوچھا جائے گا کہ کون ہے؟ جواب دیا جائے گا کہ محمد! پھر اللہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دروازہ کھولنے کا حکم فرمائے گا۔

سلمان راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے، پھر سجدہ کی اجازت مانگیں گے، تو اجازت دے دی جائے گی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرمائیں گے، تو آواز دی جائے گی کہ ''اے محمد! اپنا سر اٹھائیے، سوال کیجیے، آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول ہو گی، دعا کیجیے، آپ کی دعا مقبول ہو گی''۔

سلمان راوی کہتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمد وثناء اور بزرگی کے وہ الفاظ سکھائے گا، جو اس سے پہلے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں سکھائے ہوں گے، راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ اے میرے رب! میری امت، میری امت، میری امت۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سجدہ کی اجازت مانگیں گے، تو اجازت دے دی جائے گی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمد وثناء اور بزرگی کے وہ الفاظ سکھائے گا، جو اس سے پہلے اپنی مخلوق میں سے کو نہیں سکھائے ہوں گے، اور آواز دی جائے گی کہ ''اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجیے، آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول ہوگی، دعا کیجیے، آپ کی دعا مقبول ہوگی''۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھائیں گے، اور عرض کریں گے کہ اے میرے رب! میری امت، میری امت، دو یا تین مرتبہ (یہی جملہ فرمائیں گے)

سلمان (راوی) کہتے ہیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس شخص کے حق میں شفاعت کریں گے، جس کے دل میں گندم کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا، یا جَو کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا، یا رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا، تو یہ رتبہ ''مقامِ محمود'' کہلاتا ہے (کتاب السنة)

مذکورہ حدیث سے بھی قیامت وآخرت میں خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعتِ اولیٰ کی نعمت سے سرفراز کیا جانا معلوم ہوا۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث

اس طرح کی حدیث کسی قدر اختصار کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی سند سے

بھی مروی ہے، لیکن اس کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

بہرحال مذکورہ تفصیلی احادیث وروایات سے، خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرت میں عظیم شفاعت کی توضیح وتفصیل معلوم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عظیم نعمت سے سرفراز فرمائے۔آمین۔

---

[1] حدثنا عبد الله بن يزيد، حدثنا عبد الرحمن بن زياد، حدثنا دخين الحجرى، عن عقبة بن عامر الجهنى، قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :إذا جمع الله الأولين والآخرين فقضى بينهم وفرغ من القضاء ، قال المؤمنون :قد قضى بيننا ربنا، فمن يشفع لنا إلى ربنا؟ فيقولون :انطلقوا إلى آدم، فإن الله خلقه بيده، وكلمه، فيأتونه، فيقولون :قم فاشفع لنا إلى ربنا .فيقول آدم :عليكم بنوح، فيأتون نوحا، فيدلهم على إبراهيم، فيأتون إبراهيم، فيدلهم على موسى، فيأتون موسى، فيدلهم على عيسى، فيأتون عيسى، فيقول :أدلكم على النبى الأمى قال :فيأتونى فيأذن الله عز وجل لى أن أقوم إليه، فيثور مجلسى أطيب ريح شمها أحد قط، حتى آتى ربى فيشفعنى ويجعل لى نورا من شعر رأسى إلى ظفر قدمى، فيقول الكافرون عند ذلك لإبليس :قد وجد المؤمنون من يشفع لهم، فقم أنت فاشفع لنا إلى ربك، فإنك أنت أضللتنا .قال: فيقوم، فيثور مجلسه أنتن ريح شمها أحد قط، ثم يعظم لجهنم، فيقول عند ذلك (وقال الشيطان لما قضى الأمر إن الله وعدكم وعد الحق ووعدتكم فأخلفتكم) " إلى آخر الآية(سنن الدارمى،رقم الحديث ۲۸۴۶)

قال حسين سليم أسد الداراني:إسناده ضعيف عبد الرحمن بن زياد بن أنعم قال الحافظ " :والحق فيه أنه ضعيف لكثرة روايته المنكرات "(حاشية سنن الدارمى)

وقال الهيثمى:رواه الطبرانى، وفيه عبد الرحمن بن زياد بن أنعم، وهو ضعيف(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ۱۸۵۱۰ ،باب منه فى الشفاعة)

(فصل نمبر 5)

شفاعۃُ النبی کے حصول والے افراد واسباب

پیچھے گزر چکا کہ قیامت کے دن اور آخرت میں درجہ بدرجہ ہر مومن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل ہوگی، کسی کو جلد اور کسی کو بدیر، کسی کو ابتداء میں، اور کسی کو بعد میں۔

دوسری طرف بعض احادیث وروایات میں کچھ ایسے نیک اعمال کا بھی ذکر آیا ہے، جن کی برکت سے مومن بندہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا عام درجہ سے زیادہ بڑا اور خاص درجہ حاصل ہوگا، اور جس درجہ کے اعمال ہوں گے، اسی درجہ کی شفاعت بھی حاصل ہوگی۔

البتہ اس سلسلہ میں مروی تمام احادیث وروایات کی سندیں یکساں نہیں، بلکہ بعض کی سند میں ضعیف یا شدید ضعیف وغیرہ بھی ہیں۔

آگے اس طرح کے افراد واسباب سے متعلق احادیث وروایات اور ان کی اسناد کی کچھ تفصیل وتوضیح ذکر کی جاتی ہے۔

اذان کے بعد درود اور دعاء پر شفاعۃُ النبی

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ (مسلم، رقم

الحدیث۳۸۴" ۱۱ "، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم یسأل الله له الوسیلة)

ترجمہ: جب تم مؤذن کی اذان کو سنو، تو جو وہ کہتا ہے، تم اس کی طرح کہو، پھر (اذان کے بعد) میرے اوپر درود پڑھو، اس لئے کہ جس نے میرے اوپر درود پڑھا، تو اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، پھر تم میرے لئے وسیلہ کی دعاء کرو، اور وسیلہ، جنت میں ایک ایسا درجہ (ومقام) ہے، جو اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی بندے کی شان کے لائق ہے، اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا، پس جو میرے لئے وسیلہ کا سوال کرے گا، تو اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی (مسلم)

ایک دوسری حدیث میں اذان کے کلمات ''حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ'' اور ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ'' کے جواب میں ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ'' پڑھنے کا ذکر ملتا ہے۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ دونوں طریقے جائز ہیں۔

مذکورہ حدیث سے اذان کے بعد درود اور دعائے وسیلہ کا پڑھنا معلوم ہوا۔

اور دعائے وسیلہ کے ذریعہ سے شفاعت حاصل ہونے کی فضیلت بھی معلوم ہوئی۔

اور دیگر احادیث میں دعائے وسیلہ کے الفاظ کا بھی ذکر ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن عمر بن الخطاب، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إذا قال المؤذن :الله أكبر الله أكبر، فقال أحدكم :الله أكبر الله أكبر، ثم قال :أشهد أن لا إله إلا الله، قال :أشهد أن لا إله إلا الله، ثم قال :أشهد أن محمدا رسول الله قال :أشهد أن محمدا رسول الله، ثم قال :حي على الصلاة، قال :لا حول ولا قوة إلا بالله، ثم قال : حي على الفلاح، قال :لا حول ولا قوة إلا بالله، ثم قال :الله أكبر الله أكبر، قال :الله أكبر الله أكبر، ثم قال :لا إله إلا الله، قال :لا إله إلا الله من قلبه دخل الجنة(مسلم، رقم الحديث۳۸۵" ۱۲ "، كتاب الصلاة، باب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه، ثم يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يسأل له الوسيلة)

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بخاری، رقم الحدیث ۶۱۴، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اذان سننے کے وقت یہ دعاء پڑھے:

''اے اللہ! مالک اس کامل دعاء (اذان) کے اور اس قائم ہونے والی نماز کے رب، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وسیلہ (جنت کا سب سے خاص اور اعلیٰ درجہ) اور فضیلت عطا فرمائیے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود (یعنی شفاعتِ کبریٰ وعظمیٰ) تک پہنچائیے، جس کا آپ نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے''

تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو جائے گی (بخاری)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف اور مذکورہ دعائے وسیلہ کا اہتمام کرنے سے قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شفاعت نصیب ہوگی۔ [1]

---

[1] ملحوظ رہے کہ مختلف روایات میں مذکور الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت کے حصول کی یہ فضیلت دعائے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے، وہ الگ بات ہے کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ مسنون ہے، اور اس موقع پر اس کو مذکورہ فضیلت کے ساتھ ایک مسنون عمل کی فضیلت کا درجہ بھی حاصل ہے، اس اعتبار سے اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ کی فضیلت زیادہ ہے۔

چنانچہ مسلم، نسائی، مسند احمد اور مستخرج ابوعوانۃ کی روایت کے آخر میں الفاظ یہ ہیں کہ:

فمن سأل لی الوسيلة حلت له الشفاعة (مسلم، رقم الحدیث ۳۸۴ ''۱۱''، سنن النسائی، رقم الحدیث ۶۷۸، مسند احمد، رقم الحدیث ۶۵۶۸)

اور ترمذی اور معجم کبیر طبرانی کی ایک روایت کے آخر میں الفاظ یہ ہیں کہ:

ومن سأل لی الوسيلة حلت عليه الشفاعة (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۶۱۴، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۴۵۷۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابنِ ابی الدنیا نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

’’محشر کے دن، آدم علیہ السلام، عرش کے قریب موجود ہوں گے، اور آپ پر دو سبز کپڑے ہوں گے، اور آپ اپنی اولاد میں سے جنت کی طرف جانے والوں اور جہنم کی طرف جانے والوں کو دیکھ رہے ہوں گے، اسی دوران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک آدمی کو دیکھیں گے، جس کو جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہوگا، پس آدم علیہ السلام پکار کر کہیں گے کہ اے احمد! اے احمد! (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ لبیک اے ابوالبشر! آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ یہ آپ کی امت کا آدمی ہے، جس کو جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے پیچھے دوڑ کر جائیں گے، اور کہیں گے کہ اے میرے رب کے قاصدو! اس کو ٹھہراؤ، فرشتے کہیں گے کہ ہم سخت غصے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، اور ہمیں جو حکم دیا جاتا ہے، اس کو پورا کرتے ہیں، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مایوس ہوجائیں گے، تو اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی ڈاڑھی کو پکڑیں گے، اور اپنا چہرہ عرش کی طرف کر کے کہیں گے کہ اے میرے رب! کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ آپ مجھے میری امت کے سلسلے میں رسوا نہیں فرمائیں گے، تو عرش کی طرف سے آواز آئے گی کہ تم محمد کی اطاعت کرو، اور اس بندے کو اپنی جگہ لوٹا دو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور ابوداؤد کی روایت کے آخر میں الفاظ یہ ہیں کہ:

فمن سأل لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة (ابو داؤد، رقم الحدیث ۵۲۳)

اور امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ نے صحیح ابنِ خزیمہ میں اس طرح باب قائم کیا ہے کہ:

بـاب صـفـة الـدعـاء عند مسألة الله عز وجل للنبی صلی الله علیه وسلم محمد الوسیلة، واسـتـحـقـاق الـداعـی بتلک الـدعـوة الشفاعة یوم القیامة (صحیح ابن خزیمة، کتاب الصلاة)

ایک سفید پرچہ انگلیوں کی طرح کا نکال کر میزانِ عمل کے دائیں پلڑے میں ڈالیں گے، اور بسم اللہ کہیں گے، جس کی وجہ سے اس شخص کی نیکیاں برائیوں پر بھاری ہوجائیں گے، جس پر ندادی جائے گی کہ اس کی کوشش کامیاب ہوگئی، اور اس کا میزانِ عمل بھاری ہوگیا، اوراس کو جنت میں لے جاؤ، اس پر وہ شخص کہے گا کہ یہ حسین وجمیل شخص کون ہیں، جنہوں نے یہ عمل کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ میں تیرا نبی محمد ہوں، اور یہ تیرے وہ درود ہیں، جوتو مجھ پر پڑھا کرتا تھا، اور میں نے آج تیری سخت ضرورت کو پورا کردیا''۔ [1]

تاہم مذکورہ حدیث کی سند میں ایک راویت ''قثم بن عبداللہ بن واقد'' پائے جاتے ہیں، جوکہ مجہول ہیں، اوردوسرے راوی ''عبداللہ بن واقد حرانی'' پائے جاتے ہیں، جن کوکئی محدثین نے ضعیف قراردیا ہے، اوربعض نے ان پر سخت جرح کی ہے۔

---

[1] حدثنا يعقوب بن إسحاق بن دينار، حدثنى قثم بن عبد الله بن واقد، حدثنى أبى، عن صفوان بن عمرو، عن شريح بن عبيد الحضرمى، عن كثير بن مرة الحضرمى، عن عبد الله بن عمرو، قال: " إن لآدم عليه السلام من الله موقف فى فسح من العرش عليه ثوبان أخضران كأنه نخلة سحوق ينظر إلى من ينطلق به من ولده إلى الجنة وينظر إلى من ينطلق به من ولده إلى النار قال: فبينا آدم عليه السلام على ذلك إذ نظر إلى رجل من أمة محمد صلى الله عليه وسلم ينطلق به إلى النار فينادى آدم: يا أحمد، يا أحمد، فيقول: لبيك يا أبا البشر، فيقول: هذا رجل من أمتك ينطلق به إلى النار فأشد المئزر وأهرع فى أثر الملائكة وأقول: يا رسل ربى، قفوا، فيقولون: نحن الغلاظ الشداد الذين لا نعصى الله ما أمرنا ونفعل ما نؤمر فإذا أيس النبى صلى الله عليه وسلم قبض على لحيته بيده اليسرى واستقبل العرش بوجهه فيقول: رب، أليس قد وعدتنى ألا تخزينى فى أمتى فيأتى النداء من عند العرش: أطيعوا محمدا، وردوا هذا العبد إلى المقام، فأخرج من حجزتى بطاقة بيضاء كالأنملة فألقيها فى كفة الميزان اليمنى وأنا أقول: بسم الله فترجح الحسنات على السيئات، فينادى: سعد وسعد جده وثقلت موازينه، انطلقوا به إلى الجنة فيقول: يا رسل ربى قفوا أسأل هذا العبد الكريم على الله فيقول: بأبى أنت وأمى ما أحسن وجهك وأحسن خلقك فمن أنت؟ فقد أقلتنى عثرتى، ورحمت عبرتى فيقول: أنا نبيك محمد، وهذه صلواتك التى كنت تصلى على وقد وفيتك أحوج ما تكون إليها "(حسن الظن بالله لابنِ ابى الدنيا، رقم الحديث ۷۹)

جس کی وجہ سے مذکورہ حدیث کی سند ضعیف ہے۔ [1]

''عبداللہ بن واقد الحرانی'' کو علامہ ابنِ حجر نے ''تقریب التھذیب'' میں ''متروک'' قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ امام احمد نے ان کی تعریف کی ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ان کو عمر رسیدہ ہونے کے بعد اختلاط ہوگیا تھا، اور یہ تدلیس بھی کرتے ہیں۔ [2]

اور ''عبداللہ بن واقد'' کے متعلق امام احمد نے فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں یا ''رجلِ صالح'' ہیں، لیکن یہ بسا اوقات خطا کرتے ہیں، اور ان کو اختلاط بھی ہوگیا تھا۔

اور یحییٰ بن معین نے ایک روایت میں ان کو ثقہ قرار دیا، اور ایک روایت میں ''لیس بشیءٍ'' فرمایا۔

اور قتادہ حرانی نے ان کی تضعیف کی ہے۔

---

[1] قال المحقق عبدالحمید شانوحہ:

اسنادہ ضعیف لجھالة قثم، وضعف عبدالله بن واقد الحرانی(حاشیة حسن الظن بالله لابنِ ابی الدنیا، رقم الحدیث ۷۹،ص۵۷،مطبوعة: مؤسسة الکتب الثقافیة، بیروت، لبنان، الطبعة الاولیٰ:1993ء .1413ھ)

عبد اللہ بن واقد أبو قتادة الحرانی ، ترکوہ، منکر الحدیث، یقال مولی بنی حمان، مات سنة سبع ومائتین(التاریخ الکبیر للبخاری، ج۵ص ۲۱۹، تحت رقم الترجمة ۷۱۳)

عبد الله بن واقد، أبو قتادة الحرانی. أحد الضعفاء.

عن: ابن جریج، وسعید بن أبی عروبة، وحنظلة بن أبی سفیان، وفائد أبی الورقاء.

وعنه: إسحاق بن راھویه، وإسحاق بن الضیف، وسعدان بن نصر، ومحمد بن یحیی بالحرانی، وغیرھم.

قال البخاری: ترکوہ، منکر الحدیث.

وقال النسائی: متروک الحدیث.

وأما ابن معین فاختلف قوله فیه .

وقال أحمد: ما به بأس .یشبه أھل النسک والخیر.

قلت: توفی سنة سبع ومائتین، وقیل: سنة عشر(تاریخ الاسلام للذھبی، ج۵ص ۱۰۴، ۱۰۵، تحت رقم الترجمة ۲۲۳)

[2] عبد اللہ ابن واقد الحرانی أبو قتادة أصله من خراسان متروک وکان أحمد یثنی علیه وقال لعله کبر واختلط وکان یدلس من التاسعة مات سنة عشر ومائتین تمییز (تقریب التھذیب، تحت رقم الترجمة: ۳٦۸۷)

اور ابنِ ابی حاتم نے ابوقتادہ حرانی سے ان کے متعلق یہ قول نقل کیا ہے کہ:

”تكلموا فيه، منكر الحديث، وذهب حديثه“

اور امام بخاری نے ان کے متعلق فرمایا کہ:

”تركوه، منكر الحديث“

اور ایک موقع پر فرمایا کہ ”سكتوا عنه“۔

اور امام نسائی نے ان کے متعلق فرمایا ”ليس بثقة“۔

اور ابراہیم بن یعقوب نے فرمایا ”متروکُ الحديث“۔ [1]

---

[1] عبد الله بن واقد، أبو قتادة الحرانی، مولی بنی حمان .ويقال :مولی بنی تميم، خراسانی الأصل ....قال أبو الحسن الميمونی، عن أحمد بن حنبل :ثقة، إلا أنه كان ربما أخطأ، وكان من أهل الخير، يشبه النساک، وكان له حركة وذكاء .
وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل :سئل أبی عن أبی قتادة الحرانی، فقال :ما به بأس، رجل صالح، يشبه أهل النسک والخير، إلا أنه كان ربما أخطأ .قيل له :إن قوما يتكلمون فيه؟ قال :لم يكن به بأس .قلت :إنهم يقولون :لم يفصل بين سفيان ويحيی بن أبی أنيسة .قال :لعله أختلط، أما هو فكان ذكيا .فقلت :ان يعقوب بن إسماعيل بن صبيح ذكر :أن أبا قتادة الحرانی كان يكذب .فعظم ذلک عنده جدا، وقال :كان أبو قتادة يتحری الصدق، وأثنی عليه، وذكره بخير، وقال :قد رأيته يشبه أصحاب الحديث، وأظنه كان يدلس، ولعله كبر فاختلط، والله أعلم.
وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن يحيی بن معين :ليس بشیء .
وقال عباس الدوری، عن يحيی بن معين :ثقة .
وقال عبد الرحمن بن أبی حاتم :سألت أبا زرعة عن أبی قتادة الحرانی، قلت :ضعيف الحديث؟ ، قال :نعم، لا يحدث عنه .ولم يقرأ علينا حديثه.
قال أبو زرعة :سمعت ابن نفيل الحرانی، يقول :دفع إلی أبو قتادة الحرانی كتاب أبی نعيم، عن مسعر، فقرأه حتی انتهی إلی شک أبی نعيم، فقال :ما هذا؟
وقال ابن أبی حاتم أيضا :سألت أبی عن أبی قتادة الحرانی، فقال :تكلموا فيه، منكر الحديث، وذهب حديثه.
وقال البخاری :تركوه، منكر الحديث.
وقال فی موضع آخر :سكتوا عنه.
وقال النسائی :ليس بثقة .
وقال إبراهيم بن يعقوب الجوزجانی :متروک الحديث .
قال البخاری :مات سنة سبع ومئتين.
وقال أبو عروبة الحرانی : ذكر أصحابنا أنه مات سنة عشر ومئتين، وأنه كان لا يخضب (تهذيب الكمال فی اسماء الرجال، ج١٦ ص ٢٥٩ الیٰ ٢٦٢، تحت رقم الترجمة: ٣٦٣٨)

اس جیسی وجوہات کی بنا پر اولاً تو مذکورہ حدیث کے مرفوع ہونے سے اتفاق مشکل ہے، دوسرے اس کی سند بھی اتنی مضبوط نہیں کہ اس حدیث کی بنیاد پر کوئی مخصوص عقیدہ اختیار کیا جاسکے۔

کثرتِ سجود و کثرتِ عبادت پر شفاعۃُ النبی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَقُوْلُ لِلْخَادِمِ:أَلَکَ حَاجَةٌ؟ قَالَ:حَتّٰی کَانَ ذَاتَ يَوْمٍ ،فَقَالَ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ،حَاجَتِيْ ،قَالَ:وَمَا حَاجَتُکَ؟قَالَ:حَاجَتِيْ أَنْ تَشْفَعَ لِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ،قَالَ:وَمَنْ دَلَّکَ عَلٰى هٰذَا؟قَالَ:رَبِّيْ ،قَالَ:إِمَّا لَا، فَأَعِنِّيْ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٠٧٦) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خادم سے پوچھتے رہتے تھے کہ تمہیں کوئی ضرورت تو نہیں ہے؟ ایک دن اس خادم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری ایک ضرورت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ضرورت ہے ؟ خادم نے عرض کیا کہ قیامت کے دن آپ میری شفاعت کر دیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سوال تمہیں کس وجہ سے پیدا ہوا ؟ خادم نے عرض کیا کہ میرے رب نے میرے دل میں ڈال دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کثرتِ سجود کے ذریعے میری مدد کرو (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ جب تم کثرت سے نماز پڑھو گے، اور سجدے کرو گے، تو مجھے تمہارے لیے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح رجاله ثقات رجال الشيخين، غير زياد بن أبی زياد – واسمه ميسرة، وهو مولی عبد الله بن عياش بن أبی ربيعة المخزومی– فمن رجال مسلم(حاشية مسند احمد)

شفاعت کرنا زیادہ آسان ہوجائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کثرتِ عبادت اور خاص کر نماز اور سجدوں کی کثرت سے بروزِ قیامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ خاص کا حصول آسان ہوگا، اس میں فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ سنت ونفل نمازیں بھی داخل ہیں، کیونکہ کثرتِ سجود کا تحقق اسی صورت میں ہوگا۔

مدینہ اور حرمین میں صبر کرنے اور فوت ہونے پر شفاعۃُ النبی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمَدِيْنَةُ مَنْ صَبَرَ عَلٰى شِدَّتِهَا وَلَأْوَائِهَا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا، أَوْ شَهِيْدًا ،يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ۹۷۷۰) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مدینہ کی شدت اور تکالیف پر صبر کیا، تو میں اس کے لیے قیامت کے دن شفاعت کرنے والا یا گواہ بنوں گا (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ صَبَرَ عَلٰى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا، كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا أَوْ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِيْ اَلْمَدِيْنَةَ (مسلم، رقم الحديث ۱۳۷۷ "۴۸۳" كتاب الحج، باب الترغيب فى سكن المدينة والصبر على لأوائها)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] عن أبى سعيد الخدرى قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " من صبر بالمدينة على لأوائها وشدتها، كنت له شفيعا يوم القيامة "(مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۶۵۹)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے مدینہ کی شدت اور تکالیف پر صبر کیا، تو میں اس کے لیے قیامت کے دن گواہ یا شفاعت کرنے والا بنوں گا (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جو مصائب اور خلافِ طبیعت باتیں پیش آئیں، ان پر صبر کرنے کی برکت سے آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل ہوگی۔

ممکن ہے کہ مدینہ منورہ کی سختیوں اور مصائب پر صبر کرنے والے کو اس شخص سے اضافی درجہ کی شفاعت حاصل ہو، جو وہاں فوت ہونے کی کوشش کرنے والے کو حاصل ہوگی۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ میں موت کی کوشش کرے گا، تو اسے عموماً وہاں جانا اور کچھ رہنا بھی پڑسکتا ہے، اور یہ فضیلت اسی صورت میں موت آنے پر حاصل ہوگی، جبکہ وہاں تکالیف پیش آنے پر صبر کا مظاہرہ کیا ہو۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَفْعَلْ، فَإِنِّيْ أَشْفَعُ لِمَنْ مَاتَ بِهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۵۴۳۷)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے مدینہ میں فوت ہو جانے کی استطاعت رکھے، تو اسے چاہئے کہ ایسا کرلے، کیونکہ میں اس شخص کی شفاعت کروں گا، جو مدینہ میں فوت ہوگا (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کی تکالیف پر صبر کرنے اور مدینہ منورہ میں بحالتِ ایمان فوت ہونے والے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بروزِ قیامت شفاعت فرمائیں گے۔

ملحوظ رہے کہ ایک روایت میں حرمین شریفین میں فوت ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاري (حاشية مسند احمد)

شفاعت واجب ہونے کی فضیلت کا ذکر آیا ہے۔ [1]

لیکن اس روایت کی سند میں ''عبدالغفور بن سعید'' کو علامہ ہیثمی نے ''متروک'' قرار دیا ہے۔ [2]

اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہر مومن کو حاصل ہوگی، لیکن ہر مومن کو شفاعت حاصل ہونے کے درجات اور اوقات یکساں نہیں ہوں گے، کسی کو اول درجے میں شفاعت حاصل ہوگی، کسی کو بعد میں، کسی کو شفاعتِ خاص حاصل ہوگی، کسی کو شفاعتِ عام۔

''مدینہ منورہ'' کیونکہ افضل مقامات میں سے ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن اور مدفن ہے، اور مسجدِ نبوی میں نماز کی فضیلت بہت زیادہ ہے۔

اس لیے جو شخص مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرے گا، اور وہاں ہی موت آنے کی جستجو کرے گا، تو اس کو مدینہ منورہ میں رہائش اور وہاں کے اعمال کی فضیلت حاصل ہوگی، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور محبت کی نشانی ہوگی، اس لیے اس پر مذکورہ فضیلت کا وعدہ کیا گیا۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح مدینہ منورہ میں فوت ہونا ایک مومن ہونے کی نشانی ہے اور مومن کو آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل ہوگی، اسی طرح مدینہ منورہ میں ایک مومن کا جانا، رہنا سہنا بھی فی الجملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نشانی ہے، جو اس کی نیت کرنے والے مومن کو اور بطورِ خاص جو وہاں کے مصائب پر صبر کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ خاص کا مستحق بنانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

---

[1] حدثنا الحسن بن علی الفسوی، ثنا خلف بن عبد الحميد السرخسی، ثنا أبو الصباح عبد الغفور بن سعيد الأنصاری، عن أبی هاشم الرمانی، عن زاذان، عن سلمان، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال :من مات فی أحد الحرمين استوجب شفاعتی، وكان يوم القيامة من الآمنين(المعجم الكبير،للطبرانی، رقم الحديث ۶۱۰۴)

[2] رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه عبد الغفور بن سعيد وهو متروك (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۸۸۹، باب فيمن مات فی أحد الحرمين)

زیارتِ قبرِ نبوی پر شفاعۃُ النبی

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث مروی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کرنے کے لئے آیا، اور اس کو میری زیارت کے علاوہ کوئی اور ضرورت کھینچ کر نہیں لائی، تو مجھ پر قیامت کے دن اس کی شفاعت کرنے کا حق ہوگا (طبرانی، تاریخ اصبہان وغیرہ) [1]

اس حدیث کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے، اور اس حدیث میں مذکور ایک راوی مسلم بن سالم جہنی کو ضعیف قرار دیا ہے، جس کی وجہ سے اس حدیث کی سند فی نفسہٖ ضعیف قرار دی جاسکتی ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا عبدان بن أحمد قال :نا عبد الله بن محمد العبادی البصری قال :نا مسلمة بن سالم الجهنی قال :حدثنی عبيد الله بن عمر، عن نافع، عن سالم، عن ابن عمر قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من جاء نی زائرا لا تعمله حاجة إلا زيارتی، كان حقا علی أن أكون له شفيعا يوم القيامة (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۴۵۴۶)

حدثنا أبو محمد بن حيان، ثنا محمد بن أحمد بن سليمان الهروی، ثنا مسلم بن حاتم الأنصاری، ثنا مسلم بن سالم الجهنی، حدثنی عبد الله يعنی :العمری ,حدثنی نافع، عن سالم، عن ابن عمر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من جاء نی زائرا لم تنزعه حاجة إلا زيارتی، كان حقا على الله أن أكون له شفيعا يوم القيامة(تاريخِ اصبهان، ج۲ص ۱۹۰)

حدثنا عبدان بن أحمد، ثنا عبد الله بن محمد العبادی البصری، ثنا مسلم بن سالم الجهنی، حدثنی عبيد الله بن عمر، عن نافع، عن سالم، عن ابن عمر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من جاء نی زائرا لا يعلمه حاجة إلا زيارتی كان حقا علی أن أكون له شفيعا يوم القيامة(المعجم الكبير للطبرانی،رقم الحديث ۱۳۱۴۹)

[2] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط، والكبير وفيه مسلمة بن سالم، وهو ضعيف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۸۴۲، باب زيارة سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم)

وقال ابن حجر:

مسلم بن سالم الجهنی. كان يكون بمكة. قال أبو داود السجستانی :ليس بثقة. قلت :ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اس حدیث کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے، اس لئے دوسری روایات سے مل کر اس حدیث کو صحیح یا کم از کم حسن لغیرہٖ قرار دیا جاسکتا ہے، اور اسی لئے بعض محدثین نے اس حدیث کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے، ہمارے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أبعد أن يكون مسلمة بن سالم الجهنى البصرى إمام مسجد بنى حرام الذى أخرج له الدارقطنى فى سننه ما أخبرنا على بن الفقيه وإسماعيل بن عبد الرحمن قالا :أخبرنا ابن الصباح أخبرنا ابن رفاعة .

أخبرنا الخلعى حَدَّثَنا أبو النعمان تراب بن عمر حَدَّثَنا أبو الحسن الدارقطنى حَدَّثَنا يحيى بن صاعد حَدَّثَنا عبد الله بن محمد العبادى سنة خمسين ومئتين بالبصرة حدثنا مسلمة بن سالم إمام مسجد بنى حرام حدثنا عبد الله بن عمر عن نافع عن سالم عن ابن عمر رضى الله عنهما رفعه قال :من جاء نى زائرا لم تنزعه حاجة إلا زيارتى كان حقا على أن أكون له شفيعا يوم القيامة.

رواه أبو الشيخ، عَن مُحَمد بن أحمد بن سليمان الهروى حَدَّثَنا مسلم بن حاتم الأنصارى حَدَّثَنا مسلمة بهذا(لسان الميزان، ج٨ص ٥٠، ٥١، تحت رقم الترجمة ٧٧٠٥)

وقال ابن الملقن:

ورواه الطبرانى فى أكبر معاجمه من حديث عبيد الله بن عمر، عن نافع، (عن سالم) عن ابن عمر مرفوعا:

من جاء نى زائرا لا (تعمله) حاجة إلا زيارتى كان حقا على أن أكون (له) شفيعا يوم القيامة .أخرجه عن عبدان بن (أحمد) ، نا عبد الله بن محمد العبادى البصرى، ثنا (مسلمة) بن سالم الجهنى، ثنا عبيد الله بن عمر به، وعزاه الضياء فى أحكامه إلى رواية الطبرانى بلفظ :من جاء نى زائرا لا ينزعه غير زيارتى، كان حقا على الله أن أكون له شفيعا يوم القيامة ثم قال :رواه من رواية عبد الله بن عمر العمرى .قال الإمام أحمد :لا بأس به.وقال النسائى :ليس بالقوى .

والذى رأيته فى الطبرانى الكبير :عبيد الله بالتصغير كما أسلفته، فلعله فى غير المعجم الكبير وذكره ابن السكن فى سننه الصحاح المأثورة بلفظ :من جاء نى زائرا لا تنزعه حاجة إلا زيارتى كان حقا على أن أكون له شفيعا يوم القيامة وصدر البيهقى فى سننه لاستحباب زيارة قبره -عليه أفضل الصلاة والسلام -بحديث أبى هريرة المرفوع: ما من أحد يسلم على :إلا رد الله على روحى حتى أرد عليه السلام .(و) رواه أبو داود فى سننه بإسناد جيد، ثم أردفه بحديث ابن عمر السالف(البدرالمنير، ج٦ص٢٩٨،٢٩٩، كتاب الحج، باب دخول مكة ومايتعلق به،الحديث السادس بعد التسعين)

[1] (وقال -صلّى الله عليه وسلم -من جاء نى زائراً لا يهمه إلا زيارتى كان حقاً على أن أكون له شفيعاً)

قال العراقى :رواه الطبرانى من حديث ابن عمر وصححه ابن السكن اهـ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کے پیشِ نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنا آخرت میں شفاعتِ نبوی کے حصول کا ذریعہ ہے، بشرطیکہ شرعی حدود کا لحاظ کیا جائے۔

(اس مسئلہ کی تفصیل ہماری دوسری تالیف ''متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

اللہ کے لیے محبت کرنے والوں کے لیے شفاعۃُ النبی

بعض روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (قیامت کے دن) ہر ان دو شخصوں کے لیے شفاعت کروں گا، جو آپس میں اللہ کے لیے محبت کرتے ہوں''۔ [1]

لیکن ان روایات کی سند میں ''ابو خالد واسطی'' پائے جاتے ہیں، جن کا نام ''عمرو بن خالد کوفی'' ہے، ان کی طرف محدثین نے ''کذب'' اور جھوٹ بولنے کی نسبت کی ہے، جس کی وجہ سے اس حدیث کے متعلق بعض حضرات نے موضوع ہونے کی طرف

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قلت (أی الزبیدی) ورواه الدارقطنی والخلعی فی فوائده بلفظ لم تنزعه حاجة إلا زیارتی وتصحیح ابن السکن إیاه وإیراده له فی أثناء الصحاح له وکذا صححه عبد الحق فی سکوته عنه والسبکی فی رد مسألة الزیارة لابن تیمیة باعتبار مجموع الطرق (إتحاف السادة المتقین للزبیدی، ج۴ص۴۱۶، کتاب اسرار الحج، الجملة العاشرة فی زیارة مسجد المدینة وآداب الزیارة، مطبوعة: مؤسسة التاریخ العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۴ھ، 1994ء)

[1] حدثنا أبو محمد بن حیان، ثنا محمد بن عبد الرحیم بن شبیب، ثنا إسحاق الطائی الکوفی، ثنا عمرو بن خالد الکوفی، ثنا أبو هاشم الرمانی، عن زاذان أبی عمر الکندی، عن سلمان، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أنا شفیع لکل رجلین تحابا فی الله، من مبعثی إلی یوم القیامة (حلیة الاولیاء لابی نعیم الاصفهانی، ج۱ص۳۶۷، تحت ترجمة سلمان الفارسی)

أخبرنا أبو علی أحمد بن محمد بن فضالة الحمصی، ثنا أبو غسان مالک بن یحیی الدمیری، ثنا یحیی بن هاشم، ثنا أبو خالد الواسطی، عن زید بن علی، عن أبیه علی، عن جده الحسین، عن علی بن أبی طالب رضوان الله علیه، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أنا شفیع لکل أخوین تحابا فی الله عز وجل منذ بعثنی إلی یوم القیامة (فوائد تمام الرازی، رقم الحدیث ۱۴۵۰)

رجحان ظاہر کیا ہے۔ ۱؎

۱؎ قال أبو سليمان جاسم بن سليمان حمد الفهيد الدوسری:
أخبرنا أبو علی أحمد بن محمد بن فضالة الحمصی: نا أبو غسان مالک بن يحيی الدميری: نا يحيی بن هاشم: نا أبو خالد الواسطی عن زيد بن علی عن أبيه عن جده: الحسين.
عن علی بن أبی طالب –رضوان الله عليه– قال: قال رسول الله – صلی الله عليه وسلم –:" أنا شفيع لكل أخوين تحابا فی الله –عز وجل– منذ بيعثتی إلی يوم القيامة."
أخرجه ابن قدامة فی "المتحابين فی الله "(رقم: 11) من طريق شيخ تمام به.
وهو حديث موضوع، فی سنده كذابان: أحدهما: أبو خالد الواسطی، واسمه: عمرو بن خالد الكوفی، نزل واسط .كذبه ابن معين، واتهمه بالوضع غير واحد .والآخر الراوی عنه: يحيی بن هاشم السمسار كذبه ابن معين وأبو حاتم، واتهمه غيرهما . (اللسان: 279 /6).
وأخرجه أبو نعيم فی "الحلية (368 - 367 /1) "من طريق عمرو بن خالد الكوفی: ثنا أبو هاشم الرمانی عن زاذان أبی عمر الكندی عن سلمان مرفوعا.
وفيه عمرو بن خالد أيضا، وقد رواه علی الوجهين، ولا عجب فی ذلک فهو مما عملت يداه، عامله الله بما يستحق! (الروض البسام بترتيب وتخريج فوائد تمام، ج۳ص۴۲۷، تحت رقم الحديث ۱۲۰۳ ،كتاب الأدب، باب ثواب المتحابين فی الله)
وقال الالبانی:
"أنا شفيع لكل رجلين تحابا فی الله، من مبعثی إلی يوم القيامة ."
موضوع.
أخرجه أبو نعيم فی "الحلية (368 / 1) "من طريق عمرو بن خالد الكوفی: حدثنا أبو هاشم الرمانی عن زاذان أبی عمر الكندی عن سلمان قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: فذكره .قلت: وهذا إسناد موضوع، آفته عمرو بن خالد هذا، فقد كذبه أحمد ويحيی والدارقطنی وغيرهم، وقال وكيع: " كان فی جوارنا يضع الحديث، فلما فطن له تحول إلی واسط ."
قلت: ثم رواه عنه كذاب آخر، ووضع له إسنادا آخر، وهو يحيی بن هاشم، فقال: حدثنا أبو خالد الواسطی عن زيد بن علی عن أبيه علی عن جده الحسين عن علی بن أبی طالب رضی الله عنه، قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: فذكره .أخرجه تمام فی "الفوائد . (2 / 219 / 12) "قلت: وأبو خالد الواسطی، هو عمرو بن خالد الكذاب، الذی فی الطريق الأولی، ويحيی بن هاشم هو أبو زكريا السمسار الغسانی الكوفی، كذبه ابن معين وصالح جزرة، وقال ابن عدی: " كان ببغداد يضع الحديث، ويسرقه ."والحديث أورده السيوطی فی "زوائد الجامع الصغير "من رواية أبی نعيم فقط عن سلمان!(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۱۷۲۳)

اس لیے مذکورہ حدیث کی تصدیق کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

البتہ بعض معتبر احادیث میں ایک دوسرے سے اللہ کے لیے محبت کرنے والوں کے شفاعت کرنے کا ذکر آیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اپنے بھائی کی حاجت برآری پر شفاعۃُ النبی

ابونعیم اصفہانی نے ''حلیۃُ الاولیاء'' میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ:

''جس نے اپنے بھائی کی ضرورت پوری کی، تو (قیامت کے دن) میں اس کے میزانِ عمل کے قریب کھڑا ہوؤں گا، اگر اس کا میزانِ عمل بھاری (ہونے کی وجہ سے وہ نجات کا مستحق) ہوگیا، تو خیر، ورنہ میں اس کے لیے شفاعت کروں گا''۔

لیکن اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ابونعیم اصفہانی نے خود فرمایا کہ:

'' غَرِیبٌ مِنْ حَدِیْثِ مَالِکٍ تَفَرَّدَ بِهِ الْغِفَارِیُّ''

ترجمہ: مالک بن انس کی حدیث کی سند سے یہ (روایت سند کے اعتبار سے) غریب ہے، جس کے ساتھ غفاری نے تفرد اختیار کیا ہے۔ [1]

اور عرب کے شیخ ناصر الدین البانی صاحب نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، کیونکہ ''غفاری'' کی طرف ابن حبان نے واضعِ حدیث ہونے کی نسبت کی ہے، اور حاکم نے فرمایا کہ یہ شخص ضعفاء کی جماعت سے موضوع ومن گھڑت احادیث روایت

---

[1] حدثنا عبد الله بن محمد بن عثمان الواسطی، ثنا علی بن إبراهیم بن الهیثم، ثنا علی بن الحسین بن الخواص، ثنا عبد الله بن إبراهیم بن الهیثم الغفاری، ثنا مالک بن أنس، والعمری، عن نافع، عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قضی لأخیه حاجة کنت واقفا عند میزانه فإن رجح وإلا شفعت له .

غریب من حدیث مالک تفرد به الغفاری (حلیة الاولیاء لابی نعیم الاصفهانی، ج٦ ص ٣٥٣، تحت ترجمة مالک بن انس)

کرتا ہے۔ واللّٰہ اعلم۔ [1]

ایک مومن کے دوسرے مومن کی حاجت پوری کرنے پر اس کی طرف سے شفاعت کیے جانے کا ذکر بھی بعض روایات میں ملتا ہے، مگران کی اسناد پر بھی کلام ہے۔

یہ روایات دوسرے باب کی فصل نمبر 3 میں آتی ہیں۔

چالیس حدیثیں یاد کرنے پر شفاعۃُ النبی

بعض روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے جس نے دین سے متعلق چالیس حدیثوں کو یاد کرلیا، تو میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا''۔

لیکن امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''شعبُ الایمان ''میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی سند سے اس حدیث کو روایت ونقل کرنے کے بعد فرمایا کہ:

''هٰذَا مَتْنٌ مَشْهُوْرٌ فِيْمَا بَيْنَ النَّاسِ، وَلَيْسَ لَهٗ إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ''

ترجمہ: اس حدیث کا مضمون لوگوں میں مشہور ہے، لیکن اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ [2]

---

[1] قال الالبانی:
من قضى لأخيه حاجة كنت واقفا عند ميزانه فإن رجح وإلا شفعت له ."
موضوع.
رواه أبو نعيم فی "الحلية (353 / 6) "عن عبد الله بن إبراهيم بن الهيثم الغفاری: حدثنا مالک بن أنس والعمری عن نافع عن ابن عمر مرفوعا، وقال: " غريب من حديث مالک، تفرد به الغفاری ."قلت: قال الذهبی:"
نسبه ابن حبان إلى أنه يضع الحديث .وقال الحاكم: " يروی عن جماعة من الضعفاء أحاديث موضوعة "(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۱۵۷)

[2] أخبرنا أبو الحسن محمد بن يعقوب الفقيه، قال: حدثنی أبو الحسين محمد بن علی بن حبيش، حدثنی عمی أحمد بن حبيش، حدثنی عبد الله بن النعمان البصری، حدثنا عمرو بن الحارث، حدثنا عبد الملک بن هارون بن عنترة ح، وأخبرنا أبو عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلامہ ابنِ عدی نے ''الکامل'' میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے، جس میں ''اسحاق بن نجیح'' راوی موجود ہیں، اس طرح کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ:

''وهذه الأحاديث التی ذكرتها مع سائر الروايات عند إسحاق بن نجيح عمن روى عنه، فكلها موضوعات، وضعها هو، وعامة ما أتى عن ابن جريج، فكل منكر هو وضعه عليه''.

ترجمہ: اور یہ احادیث جن کو میں نے ذکر کیا، اسحاق بن نجیح کی تمام روایات سمیت، جن سے وہ روایت کرتا ہے، وہ تمام روایات موضوع ہیں، جن کو اسحاق بن نجیح نے گھڑا ہے، اورابنِ جریج سے اسحاق بن نجیح جو عام روایات کرتا ہے، وہ تمام کی تمام منکر ہیں، جن کو اسحاق بن نجیح نے ابنِ جریج کے نام سے گھڑا ہے''۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الرحمن السلمی، أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الصفار، حدثنا إبراهيم بن إسماعيل السيوطی، حدثنا عمرو بن محمد صاحب يعلى بن الأشدق، حدثنا عبد الملک بن هارون بن عنترة، عن أبيه، عن جده، عن أبی الدرداء، قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما حد العلم إذا بلغه الرجل كان فقيها؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من حفظ على أمتی أربعين حديثا من أمر دينه بعثه الله فقيها، وكنت له يوم القيامة شافعا وشهيدا.

أخبرنا علی بن أحمد بن عبدان، أخبرنا أحمد بن عبيد، حدثنا محمد بن بشر أخو خطاب، حدثنا هاشم بن الوليد أبو طالب الهروی، حدثنا عبد الملک بن هارون بن عنترة، فذكره بنحوه، غير أنه قال: سألت، وقال: " وكنت له شفيعا وشهيدا "قال البيهقی رحمه الله:"هذا متن مشهور فيما بين الناس، وليس له إسناد صحيح" (شعب الايمان للبيهقی، رقم الحديث ١٥٩٧، ١٥٩٨)

[1] حدثنا عبد الكريم بن إبراهيم بن حيان بمصر، حدثنی عبد الصمد بن الفضل الربعی، حدثنا إسحاق بن نجيح، عن ابن جريج، عن عطاء، عن ابن عباس،قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حفظ على أمتی أربعين حديثا من السنة، كنت له شفيعا يوم القيامة............

قال الشيخ: وهذه الأحاديث التی ذكرتها مع سائر الروايات عند إسحاق بن نجيح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور علامہ ابنِ عبدالبر نے ''جامع بیان العلم'' میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے اس طرح کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ:

''هذا أحسن إسناد جاء به هذا الحديث، ولكنه غير محفوظ ولا معروف من حديث مالك ومن رواه عن مالك فقد أخطأ عليه وأضاف ما ليس من روايته إليه''.

ترجمہ: یہ حدیث جن اسناد سے مروی ہے، ان میں یہ (حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی) سند، سب سے اچھی ہے، لیکن یہ سند محفوظ نہیں ہے، اور نہ ہی مالک بن انس کی حدیث سے مشہور ہے، اور جس کو اس نے مالک بن انس سے روایت کیا، تو اس نے امام مالک پر خطا کا ارتکاب کیا، اور ان کی طرف ایسی چیز منسوب کی، جو دراصل ان کی روایت نہیں ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عمن روى عنه، فكلها موضوعات، وضعها هو، وعامة ما أتى عن ابن جريج، فكل منكر هو وضعه عليه، وروى ابن جريج، عن عطاء، عن أبي سعيد الخدري وصية أوصى بها النبي صلى الله عليه وسلم لعلي بن أبي طالب كلها في الجماع، وكيف يجامع إذا جامع، وذلك من وضعه، وكأن النبي صلى الله عليه وسلم لم يوص لعلي إلا في الجماع وحده.

وإسحاق بن نجيح بين الأمر في الضعفاء، وهو ممن يضع الحديث (الكامل في ضعفاء الرجال لابنِ عدى، ج ا ص ٥٣٦ الىٰ ٥٤٠ ملخصاً، تحت رقم الترجمة ١٥٥، اسحاق بن نجيح ابوصالح الملطى)

[1] وأخبرنا أحمد بن عبد الله، نا مسلمة بن القاسم، حدثنا يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم بن يزيد بن حجر العسقلاني بعسقلان قال: حدثنا أبو أحمد حميد بن مخلد بن زنجويه، ثنا يحيى بن عبد الله بن بكير قال: حدثنا مالك بن أنس، عن نافع مولى ابن عمر، عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حفظ على أمتي أربعين حديثا من السنة حتى يؤديها إليهم كنت له شفيعا أو شهيدا يوم القيامة قال أبو عمر: هذا أحسن إسناد جاء به هذا الحديث، ولكنه غير محفوظ ولا معروف من حديث مالك ومن رواه عن مالك فقد أخطأ عليه وأضاف ما ليس من روايته إليه (جامع بيان العلم وفضله لابن عبدالبر، رقم الحديث ٢٠٥)

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی اس سلسلہ میں وارد مختلف روایات اور ان کی اسنادی حیثیت پر روشنی ڈالنے کے بعد فرماتے ہیں:

قال الدارقطني: كل طرق هذا الحديث ضعاف ولا يثبت منها شيء.

وقال المصنف: وقد بنى على هذا الحديث الذى بينا علله جماعةٌ من العلماء فصنف كل منهم أربعين حديثا منهم من ذكر فيها الأصول ومنهم من قصر على الفروع ومنهم من أورد فيها الرقائق ومنهم من جمع بين الكل فأولهم أبو عبد الرحمن عبد الله بن المبارك المروزى وبعده أبو عبد الله محمد بن أسلم الطوسى وأحمد بن حرب لصاحب وأبو محمد الحسن بن سفيان النسوى وأبو بكر محمد بن أبى على ومحمد بن عبد الله الجوزقى والحاكم أبو عبد الله النيسابورى ومحمد بن الحسين السلمى وأبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصفهانى وإسماعيل بن عبد الرحمن الصابونى وأبو إسماعيل عبد الله بن محمد الأنصارى وأبو القاسم القشيرى وخلق كثير وأكثرهم لا يعرف علل الحديث فإنا قد ذكرنا عن الدارقطنى أنه قال لا يثبت منها شيء ومنهم من تسامح بعد العلم لحث على خير (العلل المتناهية فى الاحاديث الواهية لابن الجوزى، ج ا ص ١٢١، ١٢٢ ،أبواب ما يتعلق بالحديث ،باب ثواب من حفظ أربعين حديثا)

ترجمہ: دارقطنی نے فرمایا کہ اس حدیث کی تمام سندیں ضعیف ہیں، اور ان میں سے کوئی سند ثابت نہیں ہے۔

اور مصنف نے فرمایا کہ اس حدیث پر جس کی علتوں کا ہم نے ذکر کیا، علماء کی ایک جماعت نے بنیاد رکھی ہے، اور ان میں سے ہر ایک نے چالیس حدیثوں کو جمع کر کے تصنیف کی ہے، جن میں بعض نے اصول ذکر کیے، اور بعض نے فروع پر اکتفاء کیا، اور بعض نے رقائق کا ذکر کیا، اور بعض نے تمام کو جمع کیا، جن میں سب سے پہلے ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک مروزی ہیں، اور ان کے بعد ابو عبداللہ محمد بن اسلم طوسی ہیں، اور احمد بن حرب ہیں، اور ابو محمد حسن بن سفیان نسوی ہیں، اور ابو بکر محمد بن ابی علی ہیں، اور محمد بن عبداللہ جوزقی ہیں، اور حاکم ابو عبداللہ نیساپوری ہیں، اور محمد بن حسین سلمی ہیں، اور ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی ہیں، اور اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونی ہیں، اور ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہیں، اور ابو قاسم قشیری ہیں، اور بھی بہت سے افراد ہیں، جن میں سے اکثر اس حدیث کی علتوں کو نہیں پہچان سکے، اور ہم دارقطنی سے یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ ان میں سے کوئی سند ثابت نہیں ہے، البتہ بعض حضرات کو ان اسناد کا علم ہوا، لیکن انہوں نے خیر کے کام پر ابھارنے کے لیے چشم پوشی سے کام لیا (العلل المتناہیہ)

اور اسماعیل بن محمد العجلونی نے اس سلسلہ میں چند روایات اور ان کے متعلق مختلف حضرات کا کلام نقل کرنے کے بعد حافظ ابنِ حجر مکی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"فالصواب أنه ضعيف لا موضوع"

ترجمہ: صواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، موضوع نہیں ہے۔ [1]

---

[1] من حفظ على أمتى أربعين حديثًا بعث يوم القيامة فقيهًا.
رواه أبو نعيم بنحوه عن ابن عباس وابن مسعود.
وأخرجه ابن الجوزى فى "العلل المتناهية "عن أنس وعلى ومعاذ وأبى هريرة وغيرهم.
ورواه ابن عدى عن ابن عباس بلفظ:" من حفظ على أمتى أربعين حديثًا من السنة؛ كنت له شفيعًا وشهيدًا يوم القيامة."
وأخرجه ابن النجار فى تاريخه عن أبى سعيد الخدرى بلفظ: " من حفظ على أمتى أربعين حديثًا من سنتى؛ أدخلته يوم القيامة فى شفاعتى."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعرب کے شیخ ناصر الدین البانی صاحب نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، انہوں نے اس سلسلہ میں تفصیلی بحث کے بعد لکھا کہ:

”والحق: أن الحديث عندي موضوع، وإن اشتهر عند العلماء، وعملوا من أجله كتب "الأربعين"، ولو كان صحيحا؛ لما قيض الله لروايته والتفرد به تلك الكثرة من الكذابين والوضاعين“.

ترجمہ: حق بات یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے، اگرچہ علماء کے نزدیک مشہور ہے، اور انہوں نے اس حدیث کی وجہ سے ”کتبِ اربعین“ پر عمل کیا ہے، اور اگر یہ حدیث صحیح ہوتی، تو اللہ، اس روایت کے لیے اور اس کے ساتھ تفرد کے لیے اتنی کثرت سے کذّاب اور وضّاع لوگوں کا فیصلہ نہ فرماتا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال الدارقطني: طرقه كلها ضعيفة وليس بثابت.

ولذا قال الحافظ ابن حجر – رحمه الله تعالى: جمعت طرقه في جزء ليس فيها طريق تسلم من علة قادحة .

وقال البيهقي في شعبه عقب حديث أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه: هذا متن مشهور فيما بين الناس، وليس له إسناد صحيح.

وقال ابن عساكر: فيها مقال كلها.

وقال النووي في خطبة أربعينه: واتفق الحفاظ على أنه حديث ضعيف، وإن كثرت طرقه .انتهى.

وقال العلامة ابن حجر المكي –رحمه الله تعالى– في شرحه: ولا يرد على قول المصنف قول الحافظ أبي طاهر السلفي في أربعينه: أنه روى من طرق وثقوا بها، وركنوا إليها، وعرفوا صحتها، وعولوا عليها .انتهى؛ لأنه معترض، وإن أجاب عنه الحافظ المنذري بأنه يمكن أن يكون سلك في ذلك مسلك من رأى أن الأحاديث الضعيفة إذا انضم بعضها لبعض، أحدثت قوة .ولا يرد على المصنف ذكر ابن الجوزي له في "الموضوعات"؛ لأنه تساهل منه؛ فالصواب أنه ضعيف لا موضوع .انتهى.

ثم قال: وأما خبر من حفظ على أمتي حديثًا واحدًا؛ كان له كأجر أحد وسبعين نبيًا صديقًا؛ فهو موضوع .انتهى كلام ابن حجر (كشف الخفاء للعجلوني، ج٢ص ٢٩٢، ٢٩٣، تحت رقم الحديث ٢٤٦٥، حرف الميم)

[1] (من حفظ على أمتي أربعين حديثا من السنة، كنت له شفيعا يوم القيامة) .
موضوع.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ مذکورہ حدیث کا متن اگرچہ بہت مشہور ہے، لیکن اس کی اسناد ضعیف، شدید ضعیف

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواه الحسن بن سفيان فى "الأربعين"، وعنه المقدسى فى آخر "أربعينه (2 /61) "، وتمام فى "الفوائد (2 /209) "، وابن عدى (2 /15)، وأبو عبد الله الصاعدى فى "الأربعين (2 /1) "، والخطيب فى "شرف أصحاب الحديث (1 /32 /1) "، وأبو القاسم القشيرى فى "أربعينه" (1 /151)، وابن عبد البر فى "الجامع (44 /1) "، والقاسم بن عساكر فى "الأربعين البلدانية" (1 /4)، ومحمد ابن طولون فى "الأربعين (1 /6) "عن إسحاق بن نجيح عن ابن جريج عن عطاء ابن أبى رباح عن ابن عباس مرفوعا .

وقال ابن عدى:"إسحاق بن نجيح بين الأمر فى الضعفاء، وهو ممن يضع الحديث ."

وقال ابن نصر المقدسى:"تفرد به إسحاق بن نجيح الملطى."

وتعقبه ابن طولون بقوله:"رواه ابن عدى من حديث خالد بن يزيد العمرى عن ابن جريج به، ثم قال: "روى هذا الحديث – مع خالد بن يزيد – إسحاق بن نجيح الملطى، وهو شر منه ."وإسحاق هذا؛ قال أحمد: هو أكذب الناس .وقال يحيى: هو معروف بالكذب ووضع الحديث .وقال الحافظ أبو نعيم: رواية ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس متصلة صحيحة على شرط الأئمة، لكن الراوى عن ابن جريج إسحاق ابن نجيح متروك الحديث!"

قلت: وهذا تعقب شكلى لا طائل تحته؛ فإن خالدا هذا كذاب أيضا، كذبه أبو حاتم ويحيى .وقال ابن حبان:"يروى الموضوعات عن الأثبات."

وتابعه بقية عن عبد الملك بن عبد العزيز (وهو ابن جريج) ؛ بلفظ:"من حمل من أمتى أربعين حديثا؛ بعثه الله يوم القيامة فقيها عالما."

أخرجه أبو نعيم فى "أخبار أصبهان (201-200 /1) "، والسلفى فى "الطيوريات (2-1 /89) "، والقاسم بن عساكر فى "أربعينه (2 /4) "عن عبد الله ابن محمد بن سعيد الإصطخرى: حدثنا أبو عبد الله محمد بن أحمد الشرقى – بإصطخر –: أخبرنا محمد بن عمرو بن حنان: أخبرنا بقية بن الوليد .وقال القاسم:"عبد الله بن محمد بن سعيد الإصطخرى أكثر من روى عنه مجهولون لا يعرفون، وأحاديثه مقلوبة، قال البرقانى: أظنهم تكلموا فيه .وشيخه مجهول .ومحمد بن عبد الله بن عمرو بن حنان أبو عبد الله الكلبى من أهل حمص؛ ثقة .وبقية تكلموا فيه."

قلت: ذكر ابن حبان أنه كان مدلسا، يدلس عن الثقات ما أخذه عن مثل المجاشع بن عمرو، والسرى بن عبد الحميد، وعمر بن موسى التميمى، وأشباههم من المتروكين .

ثم روى ابن عبد البر من طريق يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم بن يزيد بن حجر العسقلانى: حدثنا أبو أحمد حميد بن مخلد بن زنجويه: أخبرنا يحيى بن عبد الله بن بكير قال: حدثنا مالك بن أنس عن نافع مولى ابن عمر عن ابن عمر مرفوعا نحوه .وقال:"هذا أحسن إسناد جاء به هذا الحديث، ولكنه غير محفوظ ولا معروف من حديث مالك، ومن رواه عن مالك فقد أخطأ عليه، وأضاف ما ليس من روايته عليه!"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہاں تک کہ موضوع بھی قرار دی گئی ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كذا قال، وأقره ابن طولون! وهو بحاجة إلى تحرير؛ فإن ظاهره تعصيب الخطأ بيحيى بن عبد الله بن بكير؛ فإنه مع كونه من شيوخ البخارى ومسلم؛ فقد تكلموا فى سماعه من مالك، كما قال الحافظ فى "التقريب."

لكن فى الطريق إليه يعقوب العسقلانى؛ قال الذهبى:"كذاب."

ثم ساق له هذا الحديث بهذا الإسناد.

وساق له الحافظ فى "اللسان "حديثا آخر موقوفا على ابن عمر، وقال: "هذا من أباطيل يعقوب ." ثم قال:"وقد وجدت له حكاية يشبه أن تكون من وضعه ."ثم ذكرها بسنده منه إليه؛ فهو الآفة.

ثم رواه القاسم بن عساكر من طريق أبى نصر محمد بن على بن عبد الله بن أحمد بن ودعان الموصلى: أنبأنا أبو سعيد الآملى المقرىء: أخبرنا أبو محمد عبد الله ابن أحمد القاضى عن أبيه: حدثنا أبو على الحسن بن الصباح البزار: حدثنا سفيان ابن عيينة عن عمرو بن دينار عن ابن عمر؛ بلفظ: "من نقل عنى إلى من لم يلحقنى من أمتى أربعين حديثا؛ كتب فى زمرة العلماء، وحشر فى جملة الشهداء ."وقال:"أبو نصر بن ودعان غير ثقة عند أهل الحديث، نسبه قوم إلى الكذب، وآخرون إلى وضع الأحاديث، وسمعت أبى رحمه الله يصفه بالكذب والوضع .وأساء الثناء عليه الحافظ أبو طاهر السلفى، وصنف جزئا لطيفا فى الطعن فى "أربعين ابن ودعان - "وهو عندى -. وأبو سعيد الآملى غير معروف .وأبو محمد عبد الله بن أحمد القاضى غير مشهور .وأبوه كذلك. والحديث مركب على إسناد صحيح."

وابن ودعان هذا مترجم فى "الميزان"، ووصفه بأنه: "صاحب تلك "الأربعين الودعانية الموضوعة"، ذمه أبو طاهر السلفى وأدركه وسمع منه، وقال: هالك متهم بالكذب .وكتابه فى "الأربعين "سرقه من عمه أبى الفتح، وقيل: سرقه من زيد بن رفاعة وحذف منه الخطبة ...وابن رفاعة وضعها أيضا، ولفق كلمات من دقائق الحكماء، ومن قول لقمان، وطول الأحاديث."

وزيد بن رفاعة هذا يكنى بأبى الخير، وله ترجمة أيضا فى "الميزان"، و "أربعينه "محفوظة فى المكتبة الظاهرية.

وقد أخرج الحديث فيه (1 /3)، وعنه القاسم بن عساكر فى "أربعين السلفى : (2 /6) "حدثنى على بن شعيب البزاز – بالرقة –: أخبرنا إسماعيل بن إبراهيم الأسدى: أخبرنا عباد بن إسحاق: أخبرنا عبد الرحمن بن معاوية عن الحارث مولى سباع عن أبى سعيد الخدرى مرفوعا بلفظ الترجمة؛ إلا أنه قال: "أدخلته يوم القيامة فى شفاعتى ."وقال ابن عساكر: "أبو الخير متهم بوضع الحديث، كذاب، ذكره أبو بكر الخطيب فى "التاريخ "فقال: كان كذابا وقال: سمعت أبا القاسم هبة الله بن الحسن الطبرى ذكر زيد بن رفاعة فقال: رأيته بالرى، وأساء القول فيه .وشيخه على بن شعيب مجهول .وإسماعيل بن إبراهيم الأسدى غير معروف .وعباد بن إسحاق مجهول .وعبد الرحمن بن معاوية أبو الحويرث الزرقى سئل مالك عنه فقال: ليس بثقة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ممکن ہے کہ ہمارے یہاں اصحابِ علم کا ایک طبقہ، جو اس روایت پر غیر معمولی اعتقاد رکھتا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال أبو حاتم الرازی: ليس بثقة، يكتب حديثه ولا يحتج به."

واللفظ الثانی المتقدم من حديث بقية قد روى من حديث أنس أيضا، وله عنه طريقان:الأولى: عن سليمان بن سلمة الخبائزی: حدثنا نصر بن الليث عن عمر بن شاكر عنه.

أخرجه ابن عدی (56 /5)، وتمام . (2 /206)

قلت: عمر هذا ضعيف؛ وفی ترجمته أورده ابن عدی؛ فما أصاب؛ لأن الخبائزی متهم بالكذب! لذلک قال الذهبی فی آخر ترجمة عمر:"هذا من وضع سليمان، فينبغی أن يكون فی ترجمته."

والأخرى: عن معلى بن هلال عن أبان عنه.

أخرجه الخطيب فی "شرف أصحاب الحديث (1 /32 /1) "عن محمد بن أبان قال: حدثنا معلى .

قلت: وأبان: هو ابن أبی عياش؛ متروک.

ومعلى بن هلال؛ قال أحمد:"متروک الحديث، حديثه موضوع كذب ."وقال الحافظ:"اتفق النقاد على تكذيبه."

ومحمد بن أبان: هو الغنوی أو الغيری؛ مجهول الحال.

وخالفه أبو إسحاق الحجازی فقال: عن المعلى عن السدی عن أنس.

أخرجه أبو نعيم فی "أخبار أصبهان (206 /1) "، وابن عبد البر (43 /1)عن بقية عنه.

وأبو إسحاق هذا؛ قال الذهبی:"روى عن موسى بن أبی عائشة مناكير .قال ابن حبان: لا يجوز الاحتجاج به ."ثم ذكر له حديثا طويلا موضوعا.

وقد جمع اللفظين المذكورين فی سياق واحد بعض المتروكين، فقال عبد الملک ابن هارون بن عنترة عن أبيه عن جده وعن أبی الدرداء مرفوعا بلفظ: "من حفظ على أمتی أربعين حديثا من أمر دينها؛ بعثه الله فقيها، وكنت له يوم القيامة شافعا وشهيدا."

أخرجه أبو بكر الشافعی فی "الفوائد (2 /37 /4) "، وأبو عبد الله بن منده فی "الأمالی (2/36/2) " ، والسلفی فی "الأربعين (2 /9) "، والقاسم بن عساكر (1 /6)عن الفضل بن غانم عنه .وقال ابن عساكر: "الفضل بن غانم البغدادی قاضی الری .قال أحمد بن حنبل: من يقبل عن ذاک حديثا؟! يعنی من يكتب عنه؟!

وعبد الملک بن هارون بن عنترة؛ ضعفه أحمد بن حنبل .وقال يحيى بن معين: كذاب .وقال أبو حاتم: متروک الحديث، ذاهب الحديث."

وقال الحافظ ابن حجر فی "الأربعين العوالی) "رقم 45) – بعدما أخرجه من طريق السلفی –: "هذا حديث مشهور، وله طرق كثيرة، وهو غريب من هذا الوجه، تفرد به عبد الملک .وأخرجه ابن حبان فی "كتاب الضعفاء "له من طريق عبد الملک بن هارون هذا، واتهمه به، وقال: لا يحل كتب حديثه إلا للاعتبار .وضعفه غيره، وباقی رجاله ثقات."

وعبد الملک؛ قال السعدی:"دجال كذاب ."وقال صالح بن محمد:"عامة حديثه كذب، وأبوه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہے، اسے اس روایت کی سند پر مذکورہ کلام ناگوار گزرے، لیکن علمی دیانت داری اور ذمہ داری کے تقاضے کے پیشِ نظر مذکورہ حقیقت کو تحریر میں لانا پڑا، ہمارے بعض کرم فرماؤں کو بندہ کی طرف سے اس طرح کی تحقیق سے شکایت سامنے آتی ہے، جن سے ہم پیشگی معذرت خواہ ہیں، کیونکہ ہمارا مقصود تعصب سے بالاتر ہوکر اصل اور معتدل تحقیق کو عرض کرنا ہے، جس کے ہم عنداللہ مکلّف ہیں، اور ہر انسان کو حق ہی کہنے کا حکم ہے، اگر چہ وہ کڑوا و ناگوار کیوں نہ معلوم ہو۔

اللہ تعالیٰ احقاقِ حق کی ہمت وجرأت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هارون ثقة ."وقال الحاكم فی "المدخل":"روی عن أبيه أحاديث موضوعة."
وفی الباب طرق أخری عند ابن عبد البر وغيره؛ لا تخلو كلها من مجروح، وقال ابن عبد البر فی آخرها:"قال أبو علی بن السكن: وليس يروی هذا الحديث عن النبی – صلی الله عليه وسلم – من وجه ثابت ."وقال النووی فی مقدمة "أربعينه":"واتفق الحفاظ علی أنه حديث ضعيف، وإن كثرت طرقه ."

يعنی: أن كثرة طرقه لم ينجبر بها ضعفه، وما ذلک إلا لشدة ضعفها واختلاف ألفاظها.
والحق: أن الحديث عندی موضوع، وإن اشتهر عند العلماء، وعملوا من أجله كتب "الأربعين"، ولو كان صحيحا؛ لما قيض الله لروايته والتفرد به تلک الكثرة من الكذابين والوضاعين!(سلسلة الاحاديث الضعيفة ، تحت رقم الحديث ۴۵۸۹)

(فصل نمبر 6)

شفاعۃُ النبی سے محروم افراد واشخاص

بعض احادیث وروایات میں آخرت کے اندر شفاعۃُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہونے والے افراد کا ذکر آیا ہے، جن میں سے بعض احادیث وروایات تو سند کے اعتبار سے قابلِ اعتبار نہیں، اور بعض قابلِ اعتبار ہیں، لیکن ان سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ مومن بندہ، گناہ کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی شفاعت سے محروم ہو جاتا ہے، بلکہ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص نوعیت کی شفاعت سے محروم ہو جاتا ہے۔ [1]

آگے اس طرح کی چند احادیث وروایات اور ان کی اسناد پر کلام کیا جاتا ہے۔

تاکہ ہمارے ہاں جو غیر مستند اور غیر معتبر احادیث وروایات کی بنیاد پر ذرا ذرا سی باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم عمومی شفاعت سے محروم ہونے کا حکم لگا دیا جاتا ہے، یا بعض

---

[1] للنبی صلی الله علیه وسلم من الشفاعات الخاصة به شفاعته فی قوم استوجبوا النار بأعمالهم، فیشفع فیهم، فلا یدخلونها، هذا مذهب أهل السنة.

وقد جزم السیوطی فی الخصائص بأن هذه الشفاعة من خصائصه صلی الله علیه وسلم وجزم القاضی وابن السبکی بعدم اختصاصه صلی الله علیه وسلم بها، وأشار العز بن عبد السلام إلی أنه یشارکه فیه صلی الله علیه وسلم الملائکة والأنبیاء علیهم الصلاة والسلام والمؤمنون.

وهذه الشفاعة هی غیر الشفاعة العامة أو العظمی لفصل القضاء بین الناس بعد المحشر، فتلک تعم جمیع الخلق، وهی متفق علیها بین الأمة أنها من خصائصه .

قال الأشعری: أجمع المسلمون أن لرسول الله صلی الله علیه وسلم شفاعة . . .وهی للمذنبین المرتکبین الکبائر .

واستدلوا لشفاعته صلی الله علیه وسلم فی أهل الکبائر بما روی أنس رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: شفاعتی لأهل الکبائر من أمتی .

قال ابن أبی العز: تواترت الأحادیث فی شفاعته صلی الله علیه وسلم فی أهل الکبائر، وقد خفی علم ذلک عن الخوارج والمعتزلة (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۳۴ص ۱۶۴ ، مادة "کبائر")

احادیث وروایات کے خصوصی مصداق کو نظر انداز کر کے جو عمومی مصداق مرادلیا جاتا ہے، اس طرح کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو۔

اہلِ کبائر کی ’’شفاعةُ النبی‘‘ سے محرومی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ حدیث مروی ہے کہ:

’’میری شفاعت میری امت کے اہلِ کبائر کو حاصل نہیں ہوگی‘‘۔

لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے باطل ہے، اوران صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے، جن میں ہر بندۂ مومن اور اہلِ کبائر کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل ہونے کا صاف ذکر آیا ہے، جو پہلے اپنے مقام پر ذکر کی جا چکی ہیں۔ [1]

---

[1] قال الالبانی:

(ليست الشفاعة لأهل الكبائر من أمتى) .

باطل .ذكروه فى "مسند الربيع بن حبيب "الذى سموه ب "المسند الصحيح !" ولا صلة له بالصحيح من الحديث إلا ما كان فيه مسروقا من كتب أهل السنة؛ فقد جاء فيه : (1004 / 279)

جابر بن زيد عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: . . .فذكره .وزاد:يحلف جابر عند ذلك: ما لأهل الكبائر شفاعة؛ لأن الله قد أوعد أهل الكبائر النار فى كتابه، وإن جاء الحديث عن أنس بن مالك أن الشفاعة لأهل الكبائر؛ فوالله! ما عنى القتل والزنى والسحر وما أوعد عليه النار! (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۵۹۶۴)

وقال ایضاً:

(ليست الشفاعة لأهل الكبائر من أمتى)

باطل .من أحاديث الإباضية الواردة فى "الجزء الرابع "من "مسند الربيع بن حبيب" (ص 279/1004) هكذا: "جابر بن زيد عن النبى صلى الله عليه وسلم قال "... : فذكره، وزاد: "يحلف جابر عند ذلك :ما لأهل الكبائر شفاعة؛ لأن الله قد أوعد أهل الكبائر النار فى كتابه، وإن جاء الحديث عن أنس بن مالك " :أن الشفاعة لأهل الكبائر"، فوالله !ما عنى القتل، والزنى، والسحر، وما أوعد الله عليه النار."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا مذکورہ روایت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سمجھنا درست نہیں۔

شفاعت کی تکذیب کرنے والے کی شفاعۃُ النبی سے محرومی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ جس نے شفاعت کو جھٹلایا، یعنی اس کے وجود کا انکار کیا، تو اس کا شفاعت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :وهـذا حـديث باطل، لا أصل له عن رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ بل ولا نطق بـه جـابر بن زيد التابعي الجليل، بل هو من أباطيل الإباضية الذين ليس عندهم من كتب الـحديث -فـضلا عن الآثار -مـا عـنـد أهـل السـنة؛ التي يهتدى المسلم بها إلى معرفة إسـلامـه عـلى الوجه الصحيح، وهذا هو المثال بين يديک -أيها القارء - !؛ فإنه وحده يـكـفى كل منصف -ولـو كـان إباضيا -أن مـذهبهـم ليـس عـلـى شىء ؛ لأنه قائم على الاحتـجـاج بالأحاديث الباطلة، ورد الأحاديث الصحيحة؛ بل وعلى رد دلالات الآيات الـقـرآنية بتـعـطـيـل مـعـانيهـا الصريحة؛ بتأويلها وتحوير معانيها إلى ما يوافق أهواء هم، والأدلة على ذلک من الكثرة بحيث لا يمكن إحصاؤها.

وحسبـنـا الآن هذا الحديث الذى نسبوه -دون أى إسناد -إلـى ذلک التـابعى الجليل جابر بن زيد !ولذلک قال أئمتنا :(الإسـنـاد من الدين، ولولا الإسناد؛ لقال من شاء ما شاء) - كـمـا رواه مسـلـم فى مقدمة "صـحيحـه "(1/12) عـن الإمـام عبـد اللـه بن المبارک رحمه الله .- حتـى ولو كان لهذا الحديث إسناد صحيح عندهم -وهو مما لا وجـود لـه عـنـدهم، يعرف ذلک من عرف حال مؤلف "مسـنـد الربيع "وحـال رجاله ورواته -فـنالک لا يعنى صحة حديثهم هذا ...لإرسـاله وانقطاعه بين جابر وبين النبى صلى الله عليه وسلم، وقد صرح بذلک مرتبا مسندهم"؛ فإنه أورده (ص 264) تحت عنوان: "الأخبار المقاطيع عن جابر بن زيد رحمه الله ."

ثـم سـاق تـحته واحدا وثمانين حديثا عنه مرسلا دون إسناد إليه !جـملة كبيرة (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٦٣٠٢)

[1] أنبـأنـا أبـو جـعفر محمد بن صالح بن ذريح العكبرى قال: حـدثنا هناد بن السرى قال: حدثنا أبو معاوية , عن عاصم , عن أنس بن مالک قال: من كذب بالشفاعة فليس له فيها نصيب (الشـريعة للآجرى، رقم الحديث ٧٧٧، ج٣ص ١٢١١، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان بالشفاعة)

وأخـرج سـعيـد بـن مـنـصور بسند صحيح عن أنس قال من كذب بالشفاعة فلا نصيب له فيها (فتح البارى، ج ١١، ص ٤٢٦، قوله باب صفة الجنة والنار)

یہ روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً مروی نہیں، بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ [1]

لیکن چونکہ شفاعت کو جھٹلانا اوراس کا انکار کرنا، دراصل قرآن وسنت کی بے شمار نصوص کے خلاف ہے، اس لیے ایسے شخص کے شفاعت سے محروم رہنے کا اندیشہ ہے۔

تاہم اگر کوئی ایسی تاویل کرتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، تو مومن ہونے کی حیثیت سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شفاعت سے مستفید ہو سکے گا، جو ہر مومن وموحد اور کلمہ گو کے لیے ہے، اگر چہ ایسا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شفاعت سے محروم کیوں نہ ہو۔

صاحبِ بدعت کی شفاعۃُ النبی سے محرومی

ابنِ وضّاح قرطبی نے ''البدع'' میں بکر بن عبداللہ مزنی سے مرسلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ میری شفاعت میری امت کے لیے مقدر ہو چکی ہے، سوائے صاحبِ بدعت کے۔ [2]

لیکن بعض حضرات نے اس حدیث کو مرسل ہونے اور بعض دوسری جہات سے ضعیف قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] وسئل عن حديث عاصم الأحول، عن أنس، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من كذب بالشفاعة لم يكن له منها نصيب.
فقال :يرويه هارون بن حيان، عن عاصم الأحول، عن أنس مرفوعا.
وخالفه ابن المبارک وأبو معاوية الضرير؛فرواه عن عاصم، عن أنس موقوفا وهو الصواب.
وقيل :عن أبی معاوية مرفوعا .والصحيح الموقوف(العلل الواردة فی الأحاديث النبوية.،للدارقطنی،ثابت البنانی، عن أنس، رقم الحديث ۲۴۷۹)

[2] نا أسد قال: نا عبد الله بن خالد , عن أبی عبد السلام قال: سمعت بكر بن عبد الله المزنی , أن النبی صلى الله عليه وسلم قال: حلت شفاعتی لأمتی , إلا صاحب بدعة (البدع لابن وضاح، رقم الحديث ۸۵)

[3] قال محمد بن وضاح رحمه الله فی كتابه "البدع والنهی عنها :"نا أسد قال: نا عبد الله بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعرب کے شیخ ناصرالدین البانی صاحب نے مذکورہ حدیث کو ''منکر'' قرار دیا ہے، کیونکہ ایک تو اس کی سند میں ارسال پایا جاتا ہے، اور دوسرے اس روایت میں ''ابوعبدالسلام'' راوی مجہول ہے، جس کا علم نہیں کہ وہ کون اور کیسا ہے۔

تیسرے صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے اہلِ کبائر کے لیے حاصل ہونے کا ذکر آیا ہے، اور بدعتی دائرہ اسلام سے خارج شمار نہیں ہوتا، لہٰذا ان کے بقول اس حدیث کا مضمون اس صحیح حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے منکر ہے۔ [1]

البتہ اگر یہ کہا جائے کہ جو بدعتی ایسا ہو کہ دنیا میں تو کوئی غلط سلط تاویل کر کے اس نے اپنے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خالد عن أبی عبد السلام قال: سمعت بكر بن عبد الله المزنی أن النّبیّ صلّی الله علیه وعلی آله وسلّم قال: ((حلّت شفاعتی لأمّتی إلاّ صاحب بدعة)).

الحدیث ضعیف لأنه مرسل، وفیه أیضًا أبوعبد السلام: وهو صالح بن رستم، قال ابن أبی حاتم: سألت أبی عنه، فقال: مجهول لا نعرفه.

وتعقب الذهبی كلام أبی حاتم، فقال: قلت: قد روی عنه اثنان فخفّت الجهالة .اهـ المراد من "المیزان ."(الشفاعة لابی عبدالرحمن مقبل بن هادی "المتوفیٰ: 1422ھ "ص۲۹۸، تحت رقم الحدیث ۲۱۶، فصل الأسباب المانعة من الشفاعة)

[1] قال الالبانی:

حلت شفاعتی لأمتی إلا صاحب بدعة ."

منكر.

أخرجه ابن وضاح القرطبی فی كتابه القیم "البدع والنهی عنها) "ص 36) من طریق أبی عبد السلام قال: سمعت بكر بن عبد الله المزنی أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: فذكره.

قلت: فهذا مرسل، بكر هذا تابعی لم یدرك النبی صلی الله علیه وسلم، ومع إرساله، فالسند إلیه ضعیف، لأن أبا عبد السلام واسمه صالح بن رستم الهاشمی مجهول كما قال الحافظ ابن حجر فی "التقریب ."

ومع ضعف إسناد الحدیث فهو مخالف لظاهر قوله صلی الله علیه وسلم: "شفاعتی لأهل الكبائر من أمتی ."

وهو حدیث صحیح، خلافا لمن یظن ضعفه من المغرورین بآرائهم، المتبعین لأهو ائهم! .وهو مخرج من طرق فی "ظلال الجنة "(830ـ 832) و "الروض النضیر "(3 و65) و "المشكاة . (5598) "(سلسلة الاحادیث الضعیفة، تحت رقم الحدیث ۲۰۹)

اور صریح شرک ہونے کا حکم لگنے سے بچا لیا ہو، لیکن وہ اللہ کے نزدیک شرکِ اکبر کا مرتکب شمار ہو، تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہونے کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہوگا، تو پھر یہ بات درست ہوسکتی ہے۔

نیز اگر یہ کہا جائے کہ صاحبِ بدعت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ خاص حاصل نہیں ہوگی، اگرچہ وہ شفاعت بالآخر حاصل ہوجائے گی، جو ہر مومن کو اپنے اپنے اعمالِ بد کی کچھ نہ کچھ سزا پانے کے بعد حاصل ہوگی، تو پھر اس حد تک اس حدیث کا مضمون قبول ہونے میں کوئی مانع نہیں ہونا چاہئے۔

چنانچہ قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوضِ کوثر سے بدعت کا ارتکاب کرنے والے لوگوں کو دور کیے جانے اور ہٹانے کا ذکر آیا ہے۔ [1]

ظالم حکمران اور دین میں غلو کنندہ کی شفاعۃ النبی سے محرومی

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

---

[1] عن عبد الله رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: " أنا فرطکم علی الحوض، ولیرفعن معی رجال منکم ثم لیختلجن دونی، فأقول: یا رب أصحابی، فیقال: إنک لا تدری ما أحدثوا بعدک(بخاری، رقم الحدیث ٦٥٧٦)

عن أنس، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: " لیردن علی ناس من أصحابی الحوض، حتی عرفتهم اختلجوا دونی، فأقول: أصحابی، فیقول: لا تدری ما أحدثوا بعدک " (بخاری، رقم الحدیث ٦٥٨٢)

عن سهل بن سعد قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " أنا فرطکم علی الحوض من ورد علی شرب، ومن شرب لم یظمأ أبدا أبصرت أن لا یرد علی أقوام أعرفهم ویعرفوننی، ثم یحال بینی وبینهم ."قال فسمعنی النعمان بن أبی عیاش أحدث به فقال: وأشهد أن أبا سعید الخدری یزید فیه فیقول: وأقول: " إنهم أمتی، أو منی، فیقال: إنک لا تدری ما أحدثوا بعدک، أو ما بدلوا بعدک، فأقول: سحقا .سحقا لمن بدل بعدی "(مسند احمد، رقم الحدیث ٢٢٨٧٣)

قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن فی المتابعات والشواهد(حاشیة مسند احمد)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: رَجُلَانِ مِنْ أُمَّتِیْ لَا یَنَالُھُمَا شَفَاعَتِیْ: سُلْطَانٌ ظَلُوْمٌ غَشُوْمٌ، وَآخَرُ غَالٍ فِی الدِّیْنِ مَارِقٌ مِنْہُ

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۴۹۶، ج ۲۰ ص ۲۱۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے دو آدمیوں کو میری شفاعت حاصل نہیں ہوگی، ایک تو بہت زیادہ ظلم کرنے والے اور بہت زیادہ سخت دل حکمران کو، اور دوسرے دین میں اس طرح غلو کرنے والے کو گویا کہ وہ دین سے نکلا جاتا ہے (طبرانی)

اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔

لیکن اس کی تائید ایک دوسری سند کی روایت سے ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس حدیث کی سند کو ''حسن'' درجہ حاصل ہونے کی گنجائش ہے۔ [1]

---

[1] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی بإسنادين فی أحدهما منيع قال ابن عدی: له أفراد، وأرجو أنه لا بأس به، وبقية رجال الأول ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۱۹۶، ۹۱۹۷، باب فی أئمة الظلم والجور وأئمة الضلالة)

وقال الدكتور سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثری:

الحديث بالإسناد الأول :ضعيف فيه علة واحدة وهی جهالة منيع بن عبد الله، ولكن يشهد له حديث أبی أمامة السابق (2157)، ويرقى به إلی درجة الحسن.

وأما الإسناد الثانی :فهو ضعيف جدا من أجل حال "الأغلب بن تميم "وفی الأول غنية عنه، والله أعلم(حاشية المطالب العالية ، ج ۱۰ ص ۱۰۹ ، تحت رقم الحديث ۲۱۵۸، كتاب الخلافة والأمارة ، باب فضل الإمام العادل وذم الجائر)

وقال الالبانی:

حديث صحيح وإسناده ضعيف منيع هذا لا يعرف أورده ابن أبی حاتم 4/1/414من هذه الرواية .ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا وسائر الرجال ثقات رجال الشيخين غير يعمر بن بشر أورده ابن أبی حاتم 4/2/313من رواية ثقتين آخرين عنه ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا.

وقد مضی الحديث بإسناد آخر عن معاوية بن قرة ولكنه واه جدا كما تقدم 25وإنما صححت الحديث لأن له شاهدا ذكرته هناک(ظلال الجنة مع السنة لابنِ ابی عاصم، تحت رقم الحديث ۴۱)

چنانچہ امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِیْ لَنْ تَنَالَھُمَا شَفَاعَتِیْ: إِمَامٌ ظَلُوْمٌ، وَکُلُّ غَالٍ مَارِقٍ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۸۰۷۹، ج۸ص ۲۸۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے دوطرح کے لوگوں کو میری شفاعت حاصل نہیں ہوگی، ایک تو بہت زیادہ ظلم کرنے والے حکمران کو، اور دوسرے دین میں اس طرح غلو کرنے والے کو گویا کہ وہ دین سے نکلا جاتا ہے (طبرانی)

مذکورہ حدیث کی سند ''حسن'' درجہ میں معتبر ہے۔ [1]

اور یہ حدیث مذکورہ سند کے علاوہ دوسری سند سے بھی مروی ہے، مگر اس کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] قال الهیثمی:
رواہ الطبرانی فی الکبیر والأوسط ورجال الکبیر ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۹۱۹۵، باب فی أئمة الظلم والجور وأئمة الضلالة)
وقال المنذری:
رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات (الترغیب والترھیب، تحت رقم الحدیث ۳۳۶۱، الترھیب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله والترغیب فی نصرته)
وقال الدکتور سعد بن ناصر بن عبد العزیز الشَّثری:
الحدیث بهذا الإسناد حسن من أجل حال "جعفر بن سلیمان، وأبی غالب "فإن کلا منهما صدوق حسن الحدیث(حاشیة المطالب العالیة، ج۱۰ص۱۰۶، تحت رقم الحدیث ۲۱۵۷، کتاب الخلافة والأمارة ، باب فضل الإمام العادل وذم الجائر)

[2] حدثنا أحمد قال: نا معلل بن نفیل قال: نا العلاء بن سلیمان، عن الخلیل بن مرة، عن أبی غالب، عن أبی أمامة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: صنفان من أمتی لا تنالهما شفاعتی: إمام غشوم، وغال فی الدین.لم یرو هذا الحدیث عن الخلیل إلا العلاء(المعجم الاوسط للطبرانی ، رقم الحدیث ۶۴۰)
أخبرنا أبو الفضل أحمد بن محمد بن عبد الله البیع، أنبأ أبو عبد الله محمد بن إبراهیم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

گزشتہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ دو قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ وہ آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص شفاعت سے محروم رہیں گے، ان میں ایک تو وہ حکمران ہیں، جو رعایا پر بہت زیادہ ظلم وستم کرتے ہیں، اوران کا دل سخت ہے، اسی وجہ سے بہت زیادہ ظلم وستم کرنے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الجرجاني، أنبأ أبو بكر محمد بن الحسين القطان، حدثنا إبراهيم بن الحارث البغدادي، حدثنا يحيى بن أبي بكير الكرماني، ثنا أبو فاطمة البصري، حدثنا المعلى الفردوسي، عن أبي غالب، عن أبي أمامة –رضي الله عنه– قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:(صنفان من أمتي لن تنالهما شفاعتي ولن أشفع لهما ولن يدخلا في شفاعتي: سلطان غشوم عسوف، وغال مارق في الدين)قال الإمام: الغش والغشم: المبالغة في الظلم ومجاوزة الحد فيه(الترغيب والترهيب لقوام السنة لابنِ شاهين، رقم الحديث ۲۱۰۵)

حدثنا نصر بن داود، ثنا أبو ظفر، ثنا جعفر بن سليمان الضبعي، عن المعلى بن زياد القردوسي، عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " صنفان من أمتي لن تنالهما شفاعتي، أو لن أشفع لهما: أمير ظلوم غشوم عسوف، وكل غال مارق " (مساوئ الاخلاق للخرائطي، رقم الحديث ۲۱۲)

قال الالباني:

"صنفان من أمتي لن تنالهما شفاعتي، إمام ظلوم غشوم، وكل غال مارق ."

أخرجه أبو إسحاق الحربي في "غريب الحديث (2 / 120 / 5) "والجرجاني في " الفوائد (1 / 112) "وابن أبي الحديد السلمي في "حديث أبي الفضل السلمي " (1 / 2)وأبو بكر الكلاباذي في "مفتاح المعاني (2 / 360) "من طرق عن المعلى ابن زياد عن أبي غالب عن أبي أمامة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: فذكره.

قلت: وهذا إسناد حسن، رجاله كلهم ثقات رجال مسلم، غير أبي غالب وهو صاحب أبي أمامة، وهو حسن الحديث .وفي "التقريب " :"صدوق يخطىء ."

والحديث قال المنذري في "الترغيب : (144 / 3) "

"رواه الطبراني في "الكبير "ورجاله ثقات ."

وقال الهيثمي في "المجمع " : (235 / 5) "رواه الطبراني في "الكبير " و" الأوسط "، ورجال الكبير ثقات ."

وفيه إشعار بأن إسناد الأوسط ليس كذلك، فإنه عنده (2 / 197 / 1)من طريق العلاء بن سليمان عن الخليل بن مرة عن أبي غالب به، وقال: " لم يروه عن الخليل إلا العلاء."

قلت: وكلاهما ضعيف.

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

سے ان کے دل میں رحم اور نرمی پیدا نہیں ہوتی، اور دوسرے وہ لوگ ہیں، جو دین میں اتنا زیادہ غلو اور حد سے تجاوز کرتے ہیں، گویا کہ وہ دین کی حدود سے باہر ہوا چاہتے ہیں۔

پھر جب تک یہ حضرات مومن ہوں، اور ایمان کی حالت میں فوت ہوں، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص اور اول یا افضل درجہ کی شفاعت سے تو محروم ہوں گے، لیکن بعد کے اس درجہ کی شفاعت سے محروم نہ ہوں گے، جس کا ہر مومن مستحق ہوگا۔

اور اگر نعوذ باللہ یہ لوگ غلو کرتے کرتے ایمان سے ہی خارج ہو جائیں، تو پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری درجہ کی شفاعت کے بھی مستحق نہیں ہوں گے، کیونکہ غیر مومن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہ ہوگی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والحديث أخرجه ابن أبى عاصم فى "السنة (1 / 4) "وابن سمعون الواعظ فى " المجلس الخامس عشر (54 - 53) "من طريق موسى بن خلف العمى حدثنا المعلى ابن زياد عن معاوية بن قرة عن معقل بن يسار مرفوعا به.

ورجاله ثقات غير أن العمى هذا صدوق له أوهام كما فى "التقريب"، فأخشى أن يكون قد وهم فى إسناده على المعلى، لكن رواه ابن أبى عاصم أيضا من طريق ابن المبارك حدثنى منيع حدثنى معاوية ابن قرة به.

غير أنى لم أعرف منيعا هذا .والله أعلم (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۴۷۰)

[1] (صنفان) أى نوعان (من أمتى لا) وفى رواية لن (تنالهما شفاعتى إمام) أى سلطان (ظلوم) أى كثير الظلم للرعية (غشوم) أى جاف غليظ قاسى القلب ذو عنف وشدة (وكل غال) فى الدين (مارق) منه زاد مخرجه الطبرانى فى رواية تشهد عليهم وتتبرأ منهم وأخذ الذهبى من هذا الوعيد أن الظلم والغلو من الكبائر فعدهما منها.

(طب عن أبى هريرة) قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط ورجال الكبير ثقات ورواه عنه الديلمى أيضا قال: وفى الباب معقل بن يسار (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۰۴۳)

(صنفان من أمتى لا) وفى رواية ما (تنالهما شفاعتى أمام) أى سلطان (ظلوم) أى كثير الظلم (غشوم) أى جاف غليظ قاسى القلب ذو عنف وشدة (وكل غال) فى الدين (مارق) منه مروق السهم من الرمية (طب عن أبى إمامة) // بإسناد صحيح (التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوى، ج۲ ص ۹۴، حرف الصاد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث میں ظالم وجابر حکمرانوں پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، جن کا ذکر ہم نے اپنی دوسری تالیف ''سیاست وحکومت'' میں کردیا ہے۔

اوراسلام میں دین کے اندر غلو کرنے کی بھی بڑی برائی بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّيْنِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۵۱) [1]

ترجمہ: اورتم دین میں غلو پیدا کرنے سے بچو، پس تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے (مسند احمد)

دین میں غلو کا مطلب یہ ہے کہ دین میں بے جا تشدد اور سختی کی جائے، اور حد سے تجاوز کیا جائے، اور دین کے معاملات میں خواہ مخواہ کھود، کرید کی جائے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"صنفان من أمتى لا تنالهما شفاعتى يوم القيامة: إمام ظلوم غشوم وكل غال مارق ."(طب) عن أبى أمامة (ض).

(صنفان من أمتى لا تنالهما شفاعتى يوم القيامة) مع أنه تقدم أنها لكل من قال لا إله إلا الله وأنها لأهل الكبائر فهذا تخصيص من ذلك العموم) .إمام ظلوم) مبالغة ظالم) .غشوم) بالمعجمتين الظلوم أيضا) .وكل غال) من الغلول تقدم أنه تجاوز الحد فى الأمور) .مارق) من مرق السهم من الرمية نفذها أى خارج بغلوه من الدين مع أنه باق على الإسلام إلا أنه بغلوه صار كالخارج عنه.)طب)عن أبى أمامة) رمز المصنف لضعفه، قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط ورجال الكبير ثقات ورواه عنه الديلمى أيضا وفى الباب معقل بن يسار(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، تحت رقم الحديث ۵۰۲۶)

(صنفان من أمتى لن تنالهما شفاعتى إمام ظلوم) أى كثير الظلم (غشوم) أى جاف غليظ قاسى القلب ذو عنف وشدة (وكل غال) فى الدين (مارق) منه (طب) عن أبى أمامة بإسناد صحيح(السراج المنير شرح الجامع الصغير فى حديث البشير النذير،للشيخ على بن الشيخ أحمد بن الشيخ نور الدين بن محمد بن الشيخ إبراهيم الشهير بالعزيزى، ج۳ص ۲۶۴، حرف الصاد)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

[2] (إياكم والغلو فى الدين) أى التشديد فيه ومجاوزة الحد والبحث عن غوامض الأشياء والكشف عن عللها وغوامض متعبداتها (فإنما هلك من كان قبلكم) من الأمم (بالغلو فى الدين)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''مُرجِئة'' اور ''قَدرِیة'' کی شفاعۃُ النبی سے محرومی

بعض روایات میں ''مُرجِئة'' اور ''قَدرِیة'' نامی فرقوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہنے کا ذکر آیا ہے۔

لیکن اس طرح کی بیشتر روایات کی سندوں میں غیر معمولی کلام ہے، جن کا کچھ حصہ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ:

''اس امت کی دو جماعتوں کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی، ایک ''مرجئه'' کو اور دوسرے ''قدریه'' کو'' (طبرانی) [1]

علامہ ہیثمی نے ''مجمعُ الزوائد'' میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کی سند میں ''محمد بن محصن'' راوی ''متروک'' ہے۔ [2]

دوسرے کئی محدثین نے بھی ''محمد بن محصن'' نام کے راوی پر شدید جرح کی ہے، اور

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والسعيد من اتعظ بغيره وهذا قاله غداة العقبة وأمرهم بمثل حصى الخذف قال ابن تيمية :قوله إياكم والغلو فى الدين عام فى جميع أنواع الغلو فى الاعتقادات والأعمال والغلو مجاوزة الحد بأن يزاد فى مدح الشيء أو ذمه على ما يستحق ونحو ذلک والنصارى أكثر غلوا فى الاعتقاد والعمل من سائر الطوائف وإياهم نهى الله عن الغلو فى القرآن بقوله تعالى :(لا تغلوا فى دينكم) وسبب هذا الأمر العام رمى الجمار وهو داخل فيه مثل الرمى بالحجارة الكبار على أنه أبلغ من الصغار ثم علله بقوله بما يقتضى أن مجانبة هديهم مطلقا أبعد عن الوقوع فيما به هلكوا وأن المشارک لهم فى بعض هديهم يخاف عليه الهلاک(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۲۹۰۹)

[1] حدثنا أحمد قال: نا معلل بن نفيل قال: نا محمد بن محصن، عن الأوزاعى، عن مكحول، عن واثلة بن الأسقع قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من هذه الأمة لا تنالهما شفاعتى: المرجئة، والقدرية(المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۱٦۲۵)

[2] قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه محمد بن محصن وهو متروک(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۸۸۵)

اس شخص کو ''کذاب'' اور ''جھوٹا'' اور ''جھوٹی احادیث گھڑنے والا'' بھی قرار دیا ہے۔ [1]
لہٰذا مذکور حدیث کی سند شدید ضعیف ہونے سے خالی معلوم نہیں ہوئی۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی ''طبرانی'' میں اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ [2]
علامہ ہیثمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کو طبرانی کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس میں ایک راوی ''بحر بن کنیز سقاء'' ہے، جو کہ ''متروک'' ہے۔ [3]
''بحر بن کنیز سقاء'' کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، اور بعض نے ان پر شدید

---

[1] ق: محمد بن محصن العكاشي ، هو محمد بن إسحاق بن إبراهيم بن محمد بن عكاشة بن محصن العكاشي.
الأسدى نسب إلى جده الأعلى.
روى عن: إبراهيم بن أبى عبلة (ق) ، وجعفر بن برقان، وسفيان الثورى، وسليمان الأعمش، وعبد الرحمن بن زياد بن أنعم الإفريقى، وعبد الرحمن بن عمرو الأوزاعى، ومحمد بن عجلان، ويحيى بن سعيد الأنصارى.
روى عنه: سليمان بن سلمة الخبائرى، وأبو هاشم محمد ابن أبى خداش الموصلى (ق) ، ومحمد بن كامل بن ميمون، ويقال: محمد بن ميمون بن كامل الحمراوى، وأبو خيثمة مصعب ابن سعيد، ومعلل بن نفيل، وهاشم بن القاسم الحرانيان، ويحيى ابن سعيد العطار الحمصى.
قال البخارى عن يحيى بن معين: كذاب.وقال أبو حاتم:مجهول.وقال فى موضع آخر:كذاب .
وقال البخارى:منكر الحديث .وقال ابن حبان:شيخ يضع الحديث على الثقات لا يحل ذكره فى الكتب إلا على سبيل القدح فيه.وقال الدارقطنى:متروك، يضع.
وروى له أبو أحمد بن عدى أحاديث، ثم قال :وهذه الأحاديث مع غيرها مما لم أذكره لمحمد بن إسحاق العكاشى كلها مناكير موضوعة .
روى له ابن ماجه حديثا عن إبراهيم بن أبى عبلة، عن عبد الله بن الديلمى، عن حذيفة "لا يقبل الله لصاحب بدعة صوما ولا صلاة ... "الحديث(تهذيب الكمال للمزى، ج۲٦ ص ۳۷۲ الیٰ ۳۷۴، تحت رقم الترجمة ۵۵۸۳)

[2] حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمى قال: ثنا القاسم بن العلاء البجلى قال: ثنا شريك، عن بحر السقاء، عن أبى الزبير، عن جابر، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:
صنفان من أمتى لا تنالهم شفاعتى: المرجئة، والقدرية
لم يرو هذا الحديث عن شريك إلا القاسم بن العلاء (المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۵۸۱۷)

[3] قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه بحر بن كنيز السقاء وهو متروك .(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۸۸٦)

جرح کی ہے۔

چنانچہ دارقطنی نے ان کو ''متروک'' قرار دیا۔

اور یحییٰ بن معین نے ایک روایت میں ''لا یکتب حدیثه'' فرمایا اور ایک روایت میں ''لیس بشیء'' فرمایا۔

اور بعض نے اس راوی کو صرف ''ضعیف'' کہنے پر اکتفا کیا۔ [1]

ابنِ ابی عاصم نے ''کتابُ السنة'' میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اسی قسم کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ [2]

جس میں ایک راوی ''نزار بن حیان'' پائے جاتے ہیں، جن پر محدثین نے شدید جرح کی

---

[1] ق: بحر بن كنيز الباهلى، أبو الفضل البصرى المعروف بالسقاء، وهو جد عمرو بن على الفلاس......

قال محمد بن المنهال الضرير، عن يزيد بن زريع، كان لا شء.

وقال أبو بكر بن أبى خيثمة، عن يحيى بن معين: لا يكتب حديثه.

وقال النسائى: قال يحيى بن معين: ليس بشىء. وقال أبو حاتم: ضعيف.

وقال الحاكم أبو أحمد: ليس بالقوى عندهم. وقال الدارقطنى: متروك.

وقال أبو بكر بن خلاد الباهلى، عن يحيى بن سعيد القطان: كان سفيان الثورى يحدثنى عن الرجل، فإذا حدثنى عن الرجل يعلم أنى لا أرضاه كناه لى، فحدثنى يوما، قال: حدثنى أبو الفضل، يعنى بحر السقاء.

وقال الحميدى، عن سفيان بن عيينة: سمعت أيوب، يعنى السختيانى – يقول لبحر السقاء: يا بحر أنت كاسمك.

قال محمد بن سعد: مات سنة ستين ومئة، وكان ضعيفا.

روى له ابن ماجه حديثا واحدا عن عثمان بن ساج، عن سعيد ابن جبير، عن على، قال: إن أفواهكم طرق للقرآن فطهروها بالسواك"(تهذيب الكمال للمزى، ج۴ص۱۲ الیٰ ۱۴ ملخصاً، تحت رقم الترجمة ۶۳۹)

[2] حدثنا أبو بكر بن أبى شيبة، حدثنا محمد بن بشر، حدثنا ابن نزار عن أبيه عن عكرمة عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال صنفان من أمتى لا تنالهما شفاعتى المرجئة والقدرية (كتاب السنة، لابن ابى عاصم، رقم الحديث ۹۴۶، باب فى الإرجاء والمرجئة والإيمان قول وعمل يزيد وينقص)

ہے، جس کی وجہ سے یہ روایت بھی سخت ضعیف معلوم ہوتی ہے۔ [1]

نیز اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے، جس کی سند میں انقطاع پایا جاتا ہے۔ [2]

ابونعیم اصفہانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اسی قسم کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ [3]

---

[1] قال ابو عبدالرحمن مقبل بن هادی "المتوفیٰ:1422ھ":

وقد جاء هذا الحديث من حديث ابن عباس، ذكره ابن حبان فی "الضعفاء "(ج2 ص109) من طريق على بن نزار عن عكرمة عن ابن عباس عن النبی صلّى الله عليه وعلى آله وسلّم.

وقد قال فی ترجمة على بن نزار: إنه منكر الحديث، ينفرد عن الثقات بما لا يشبه حديث الأثبات.

والحديث ذكره الذهبی فی "الميزان "فی ترجمة على بن نزار لكن لفظه:((صنفان من أمّتی ليس لهما فی الإسلام نصيب: المرجئة والقدريّة)).

وذكر فی ترجمة علی، وقال: إن يحيى قال: إنّ علیّ بن نزار ليس بشیء وقال الأزدی: ضعيف جدًا (الشفاعة ،ص ٣٠٠، تحت رقم الحديث ٢١٨، فصل الأسباب المانعة من الشفاعة)

وقال الالبانی:أسانيدها ضعيفة جدا لأن مدار ثلاثتها على نزار بن حيان (ظلال الجنة فی تخريج السنة، تحت رقم الحديث ٩٤٦، باب فی الإرجاء والمرجئة والإيمان قول وعمل يزيد وينقص)

[2] أخبرنا أبو الحسن على بن عمر بن أحمد بن مهدی الدارقطنی الحافظ، ثنا محمد بن مخلد، ثنا عبد الله بن محمد بن يزيد الحنفی، ثنا إسحاق بن إبراهيم الحنظلی، ثنا بقية بن الوليد، ثنا فطر بن خليفة، عن ابن سابط، عن أبی بكر، رضی الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "صنفان من أمتی لا يدخلون الجنة، ولا تنالهم شفاعتی: المرجئة، والقدرية "(امالی ابن بشران، رقم الحديث ٢٨٨)

قلت :ابن سابط لم يدرک ابابكر.

[3] حدثنا محمد، ثنا محمد، ثنا محمد بن أسلم، ثنا عبد الحكم بن ميسرة، ثنا سعيد بن بشير – صاحب قتادة – عن قتادة، عن أنس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من أمتی لا تنالهم شفاعتی يوم القيامة المرجئة والقدرية(حلية الاولياء لابی نعيم، ج٩ ص ٢٥٤، تحت ترجمة: محمد بن أسلم ومنهم السليم الأسلم المذكور بالسواد الأعظم الطوسی)

لیکن اس کی سند میں بھی بعض راوی ضعیف پائے جاتے ہیں۔ [1]

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ہی خطیب بغدادی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ:

''میری امت کی دو جماعتوں کو میری شفاعت حاصل نہیں ہوگی، ایک تو ''قدریة'' کو، دوسرے ''مرجئة'' کو''

(اس روایت میں یہ بھی ہے کہ) حضرت انس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ''مرجئة'' کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں، جن کا گمان یہ ہے کہ ایمان صرف زبان سے قول کرنے کا نام ہے، عمل کے بغیر، حضرت انس نے عرض کیا کہ ''قدریة'' کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کاموں کا اختیار ہم کو حاصل ہے'' [2]

---

[1] قال ابو عبدالرحمن مقبل بن هادی ''المتوفیٰ:1422هـ'':
قال أبونعيم رحمه الله فی "الحلية "(ج 9ص254): حدثنا محمد ثنامحمد ثنا محمد بن أسلم ثنا عبد الحكم بن ميسرة ثنا سعيد بن بشير صاحب قتادة عن قتادة عن أنس قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وعلى آله وسلّم: ((صنفان من أمّتی لا تنالهم شفاعتی يوم القيامة: المرجئة والقدريّة)).
الحديث فی سنده سعيد بن بشير وهو ضعيف، وعبد الحكم بن ميسرة قال الذهبی فی "الميزان :"قال أبوموسى المدينی: لا أعرفه بجرح ولا تعديل .قال الحافظ فی "اللسان :"وقد عرفه غيره، ثم ذكر عن الدارقطنی أن عبد الحكم يحدّث بما لا يتابع عليه، وأن النسائی ذكره فی "الضعفاء."
وشيخ أبی نعيم هو محمد بن أحمد بن يزيد، وشيخ شيخه هو محمد بن أحمد بن زهير، كما فی "الحلية "(ج 9ص249).
أما محمد بن أحمد بن زهير فهو الطوسی، وصفه الذهبی فی "العبر "(ج 2ص171) بأنه حافظ مصنف.
وأما شيخ أبی نعيم فلم أجد ترجمته (الشفاعة ،ص٢٩٨ ،٢٩٩، تحت رقم الحديث ٢١٨، فصل الأسباب المانعة من الشفاعة)

[2] حدثنا الشيخ الصالح أبو الفرج محمد بن عبيد الله الخرجوشی، لفظا، أنا الحسن بن سعيد المطوعی، بشيراز، نا عبدان العسكری، نا الحسن بن علی بن بحر، نا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ روایت میں ایک راوی ''ابو عمران الموصلی'' پائے جاتے ہیں، جن کے بارے میں غالب گمان یہ ہے کہ ان کا اصل نام ''سعید بن میسرۃ'' ہے۔ [1]

اور ''سعید بن میسرۃ'' پر امام بخاری، ابنِ حبان، امام حاکم اور یحییٰ قطان وغیرہ نے شدید جرح کی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إسماعيل بن داود الجزرى، نا أبو عمران الموصلى، عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " صنفان من أمتى لا تنالهما شفاعتى: القدرية والمرجئة "، قلت: يا رسول الله، ما المرجئة؟، قال: قوم يزعمون أن الإيمان قول بلا عمل، قال: قلت: ما القدرية؟، قال: " الذين يقولون: المشيئة إلينا "(تلخيص المتشابه فى الرسم للخطيب البغدادى، ج۲ص ۱۹۱، تحت ترجمة "إسماعيل بن داود الجزرى" الفصل الثالث، ذكر النوع الثانى من هذا الفصل وهو ما يختلف هجاء بعض حروفه،باب الخلاف فى الآباء دون الأبناء)

[1] حدثنا إبراهيم بن الجنيد الختلى ، قال : ثنا هيثم بن خارجة ، قال : ثنا أبو عمران سعيد بن ميسرة البكرى الموصلى ، عن أنس بن مالك ، أنه دخل عليه شاب قد سكن عليه شعره ، فقال له مالك : والسكينة افرقه أو جزه ، فقال له رجل : يا أبا حمزة فيمن كانت السكينة ، قال : فى قوم لوط ، كانوا يسكنون شعورهم ، ويمضغون العلك فى الطرق والمنازل ، ويحذفون ويفرجون أقبيتهم إلى خواصرهم .أخبرنى أحمد بن شعيب ، قال : * وأبو حمزة أنس بن مالك (الكنى والاسماء، رقم الحديث ۳۷۲)

يونس بن بكير، عن سعيد بن ميسرة، عن أنس – مرفوعاً: القدرية يقولون: الخير والشر بأيدينا، ليس لهم فى شفاعتى نصيب(ميزان الاعتدال للذهبى، ج۲ص ۱۶۱، تحت الترجمة" سعيد بن ميسرة البكرى البصرى" رقم الترجمة ۳۲۸۱)

[2] " سعيد "بن ميسرة البكرى البصرى أبو عمران عن أنس قال البخارى عنده مناكير وقال أيضا منكر الحديث وقال ابن حبان يروى الموضوعات وقال الحاكم روى عن أنس موضوعات وكذبه يحيى القطان حدثنا الهيثم بن خارجة ثنا سعيد بن ميسرة سمعت أنسا وسئل عن المصافحة فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول: " إذا التقى المسلمان فتصافحا لم يتفرقا حتى يغفر لهما "محمد بن جعفر الوركانى حدثنا سعيد بن ميسرة سمعت أنسا رضى الله عنه مرفوعا "لا خير فى صب الماء فأنه من الشيطان يعنى كثرة الماء للوضوء "وبه "صلى على حمزة سبعين صلاة "يونس بن بكير عن سعيد بن ميسرة عن أنس رضى الله عنه مرفوعا "القدرية يقولون الخير والشر بأيدينا ليس لهم فى شفاعتى نصيب "(لسان الميزان لابنِ حجر، ج۲ص ۱۶۱،تحت الترجمة" سعيد بن ميسرة البكرى البصرى" رقم الترجمة ۱۷۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہرحال مذکورہ احادیث وروایات کی اسناد پر کلام پایا جاتا ہے، جن میں سے بعض روایات تو ''شدید ضعیف'' یا ''موضوع ومن گھڑت'' ہیں، اور بعض ''ضعیف'' ہیں، جن پر عقیدہ رکھنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

البتہ ''مرجئة'' اور ''قدرية'' دونوں فرقوں کا نظریہ، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے خلاف ہے۔

''مرجئة'' کا یہ نظریہ ہے کہ ہرانسان جمادات کی طرح مجبورِ محض ہے، اوراس کا کسی کام پر کوئی اختیار نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الالبانی:

"صنفان من أمتى لا تنالهما شفاعتى، القدرية والمرجئة .قلت يا رسول الله: ما المرجئة؟ قال: قوم يزعمون أن الإيمان قول بلا عمل .قلت: ما القدرية؟ قال: الذين يقولون المشيئة إلينا ."

موضوع بهذا التمام.

رواه الخطيب فى "المتشابه فى الرسم (1 / 144) "عن الحسن بن سعيد المطوعى: أخبرنا عبدان العسكرى حدثنا الحسن بن على بن بحر أخبرنا إسماعيل بن داود الجزرى: أخبرنا أبو عمران الموصلى عن أنس مرفوعا.

قلت: وهذا إسناد موضوع، أبو عمران اسمه سعيد بن ميسرة، قال البخارى: "منكر الحديث ."وقال ابن حبان " : (313 / 1)يقال إنه لم ير أنسا .وكان يروى عنه الموضوعات التى لا تشبه أحاديثه، كأنه كان يروى عن أنس عن النبى صلى الله عليه وسلم ما يسمع القصاص يذكرونه فى القصص ."وقال الحاكم: " روى عن أنس موضوعات ."وكذبه يحيى القطان .وبقية الرواة لم أعرف منهم غير عبدان.

والحديث أورد السيوطى شطره الأول فى "الجامع "دون قوله: " قلت: يا رسول الله ." ....وعزاه لأبى نعيم فى "الحلية "عن أنس، والطبرانى فى "الأوسط "عن واثلة وعن جابر، وهو فى "الحلية (254 / 9) "من طريق عبد الحكم بن ميسرة: حدثنا سعيد بن بشير عن قتادة عن أنس مرفوعا .وهذا سند ضعيف: عبد الحكم هذا ضعفه الدارقطنى فقال: " يحدث بما لا يتابع عليه ."وذكره النسائى فى "كتاب الضعفاء "كما فى "اللسان ."ولم أره فى "ضعفاء النسائى "المطبوع فى الهند. والله أعلم .وفى حديث واثلة عند الطبرانى محمد بن محصن وهو متهم: وفى حديث جابر عنده بحر بن كنيز السقاء، وهو متروك انظر "المجمع . (206 / 7) "

(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۲٦۲)

جبکہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں پر بندوں کو اختیار دیا ہے، اور اسی وجہ سے ان چیزوں کا بندوں کو اللہ نے مکلّف کیا ہے، ظاہر ہے کہ اگر بندوں کو اپنے کاموں کے کرنے پر اختیار نہیں ہوگا، تو گناہوں کے کرنے پر بھی اختیار نہیں ہوگا، پھر گناہوں پر مؤاخذہ اور پکڑ کرنا بھی ''نعوذ باللہ تعالیٰ'' عدل وانصاف نہیں کہلائے گا۔

اور ''قــدریۃ'' کا یہ نظریہ ہے کہ ہر انسان اپنے کاموں پر پوری طرح قادر ہے، اور وہ اپنے کاموں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اللہ کی قدرت اور حکم کا محتاج نہیں۔

جبکہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ہر انسان کو اپنے تمام کاموں پر قدرت حاصل نہیں، اسی کو ''تقدیر کہا جاتا ہے۔

پس ''مرجئۃ'' اور ''قدریۃ'' کا نظریہ اس سلسلہ میں اہلُ السنۃ والجماعۃ سے مختلف ہوا۔

لیکن ان مسائل کے اندر چونکہ ''مــرجئۃ'' اور ''قــدریۃ'' اپنے اپنے عقیدے کی تاویل کرتے ہیں، اس لیے ان کو گمراہ اور اہلُ السنۃ والجماعۃ سے تو خارج قرار دیا گیا ہے، لیکن تاویل کرنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا گیا۔ [1]

---

[1] (صنفان) أی نوعان (من أمتی) أمة الإجابة ولفظ رواية ابن ماجه من هذه الأمة (ليس لهما فی الإسلام نصيب) أی حظ كامل أو وافر (المرجئة) بالهمز وبدونه وهم الجبرية القائلون بأن العبد لا يضره ذنب وأنه لا فعل له البتة وإضافة الفعل إليه بمنزلة إضافته إلى الجماد (والقدرية) بالتحريك المنكرون للقدر القائلون بأن أفعال العباد مخلوقة بقدرهم ودواعيهم لا يتعلق بها بخصوصها قدرة الله .قال ابن العربی :عقب الحديث وهذا صحيح لأن القدرية أبطلت الشريعة .وقال التوربشتی: سميت المجبرة مرجئة لأنهم يؤخرون أمر الله ويرتكبون الكبائر ذاهبين إلى الإفراط كما ذهبت القدرية إلى التفريط وكلا الفريقين على شفا جرف هار والقدرية إنما نسبوا إلى القدر وهو ما يقدره الله بزعمهم أن كل عبد خالق فعله من كفر ومعصية ونفوا أن ذلک بتقديره الله وربما تمسک بهذا الحديث ونحوه من يكفر الفريقين .قال :والصواب عدم تكفير أهل الأهواء المتأولين لأنهم لم يقصدوا اختيار الكفر بل بذلوا وسعهم فی إصابة الحق فلم يحصل لهم غير ما زعموه فهم كالمجتهد المخطء هذا الذی عليه محققو علماء الأمة فيجری قوله لا نصيب لهم مجری الاتساع فی بيان سوء حظهم وقلة نصيبهم من الإسلام كقولک البخيل ليس له من ماله نصيب أو يحمل على من أتاه من البيان ما ينقطع العذر دونه فأفضت به العصبية إلى تكذيب ما ورد فيه من النصوص أو على تكفير من خالفه فمن كفرنا كفرناه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس ”مرجئة و قدرية“ فرقے گمراہ ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مخصوص درجہ سے محروم ہوں گے۔

اور اگر کوئی تاویل کیے بغیر ہی تقدیر وغیرہ کا انکار کرے تو وہ اللہ کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اگر کوئی اسی حال میں فوت ہوگیا تب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے کسی درجہ کو بھی نہیں پاسکے گا۔

صحابی پر سب وشتم کی وجہ سے شفاعۃُ النبی سے محرومی

ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

”جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو سب وشتم کرے گا، اور (توبہ کیے بغیر اسی حال میں فوت ہوکر) اللہ سے ملاقات کرے گا، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا“ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(تخ ت هـ عن ابن عباس) قال الترمذى :غريب قال الذهبى :هو من حديث ابن نزار عن ابن حبان عن عكرمة عن ابن عباس ونزار تكلم فيه ابن حبان وابنه ضعيف وقد تابعه غيره من الضعفاء (هـ عن جابر) بن عبد الله لكن بلفظ أهل الإرجاء وأهل القدر وفيه نزار المذكور (خط) فى ترجمة محمد بن الصباح (عن ابن عمر) بن الخطاب (طس عن أبى سعيد) رمز المصنف لحسنه وقضية صنيع المصنف أن الخطيب خرجه وسكت عليه وليس كذلک فإنه عقبه بما نصه :هذا حديث منكر من هذا الوجه جدا كالموضوع وإنما يرويه على بن نزار شيخ ضعيف واهى الحديث عن ابن عباس إلى هنا كلامه .وقال غيره :فيه إبراهيم بن زيد الأسلمى قال فى اللسان عن الدارقطنى :متروک الحديث وعن ابن حبان منكر الحديث جدا يروى عن مالک لا أصل له وقال أبو نعيم :يحدث عن مالک وابن لهيعة بالموضوعات اه قال العلائى :والحق أنه ضعيف لا موضوع(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۵۰۴۲)

[1] حدثنا محمد بن الحسن بن يزيد، أن هرمز المعدل التسترى، ثنا يعقوب بن روح، ثنا الحسن بن يزيد الجصاص، ثنا إسماعيل بن يحيى، ثنا مسعر، عن حميد بن سعد، عن أبى سلمة بن عبد الرحمن، عن أبيه، قال: " سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " إذا دخل أهل الجنة الجنة وأهل النار النار فقيل لى: يا محمد , اشفع فأخرج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔

وہ الگ بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام پر سب وشتم کرنا بذاتِ خود گناہ ہے۔ [1]

اور ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے والا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے افضل درجہ سے تو محروم رہے گا، لیکن اپنے گناہوں کی پاداش میں سزا کاٹ کر پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یا کسی دوسرے کی شفاعت سے جہنم سے نجات پا جائے، تو الگ بات ہے۔

اور بعض صورتوں میں مثلاً ''استحلال'' کی صورت میں، مذکورہ فعل باعثِ کفر بھی ہوسکتا ہے، جس کے نتیجہ میں ہر طرح کی شفاعت سے محروم ہونا پڑے گا۔

حضرت علی کی فضیلت کے انکار پر شفاعۃُ النبی سے محرومی

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

''جس کو یہ بات پسند آئے کہ وہ میری حیات کی طرح زندگی گزارے، اور میری وفات کی طرح موت کو پائے، اور ایسی جنت میں سکونت اختیار کرے، جس کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من أحببت من أمتك , "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فشفاعتي يومئذ محرمة على رجل لقي الله بشتمة رجل من أصحابي غريب من حديث مسعر , تفرد به عنه إسماعيل بن يحيى التيمي(حلية الاولياء لابی نعيم الاصبهانی، ج۷ص۲۳۶، تحت ترجمة :مسعر بن كدام)

[1] قال ابو عبدالرحمن مقبل بن هادی "المتوفیٰ:1422ھ":

غريب من حديث مسعر، تفرد به عنه إسماعيل بن يحيى التيمي.

الحديث في سنده إسماعيل بن يحيى التيمي وقد قال صالح بن محمد بن جزرة: كان يضع .وقال الأزدي: ركن من أركان الكذب، لا تحل الرواية عنه .وقال أبوعلى النيسابورى الحافظ والدارقطني والحاكم: كذّاب .اهـ من "الميزان."

وأبوسلمة بن عبد الرحمن لم يسمع من أبيه، كما في "تهذيب التهذيب "عن علي بن المديني وأحمد وابن معين وغيرهم(الشفاعة ،ص ۳۰۰، تحت رقم الحديث ۲۱۹، فصل الأسباب المانعة من الشفاعة)

میرے رب نے تیار کیا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ میرے بعد حضرت علی سے محبت رکھے، اور ان کی محبت رکھنے والے سے بھی محبت رکھے، اور میرے بعد ائمہ کی اقتداء کرے، کیونکہ میرے ائمہ کو میری مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، جن کو علم وفہم عطاء کیا گیا ہے، اور ''ویل'' کا عذاب ہے، ان لوگوں کے لیے جو میری امت میں سے ان ائمہ کی فضیلت کی تکذیب کریں، جو میرے تعلق کو ان (ائمہ) میں کاٹیں، ان کو اللہ، میری شفاعت نہیں پہنچائے گا'' [1]

لیکن ابنِ عساکر نے اس حدیث کو ''منکر'' قرار دیا ہے، اور اس کی سند میں ایک سے زیادہ مجہول راویوں کے پائے جانے کا حکم لگایا ہے۔ [2]

جبکہ بعض دیگر اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کی سند کو ''مظلم'' اور اس کے متن کو ''موضوع ومنگھڑت'' قرار دیا ہے۔ [3]

اور بعض اہلِ علم حضرات نے اس طرح کی احادیث کو بعض غالی اہلِ تشیع کے گھڑنے کی طرف

---

[1] حدثنا محمد بن المظفر، ثنا محمد بن جعفر بن عبد الرحيم، ثنا أحمد بن محمد بن يزيد بن سليم، ثنا عبد الرحمن بن عمران بن أبي ليلى، أخو محمد بن عمران، ثنا يعقوب بن موسى الهاشمي، عن ابن أبي رواد، عن إسماعيل بن أمية، عن عكرمة، عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سره أن يحيا حياتي، ويموت مماتي، ويسكن جنة عدن غرسها ربي، فليوال عليا من بعدي، وليوال وليه، وليقتد بالأئمة من بعدي، فإنهم عترتي خلقوا من طينتي، رزقوا فهما وعلما .وويل للمكذبين بفضلهم من أمتي، للقاطعين فيهم صلتي، لا أنالهم الله شفاعتي (حلية الاولياء لابی نعيم الاصبهانی، ج ا ص ۸۶، تحت ترجمة علی بن أبی طالب)

[2] قال ابن عساكر:
هذا حديث منكر وفيه غير واحد من المجهولين(تاريخ دمشق، ج ۴۲ص ۲۴۱، تحت ترجمة :علی بن أبی طالب، رقم الترجمة ۴۹۳۳)

[3] وقال ابو عبدالرحمن مقبل بن هادی ''المتوفیٰ:1422ھ'':
هذا سند مظلم ومتن موضوع، وأحمد بن محمد بن يزيد لعله أبوبكر النرسی، وترجمته فی "تاريخ بغداد "(ج 5ص120) ما ذكر عنه راويًا سوى محمد بن جعفر المعروف بزوج الحرة، ولم يذكر فيه جرحًا ولا تعديلاً ومحمد بن جعفر بن عبد الرحيم وعبد الرحمن بن عمران ويعقوب بن موسى ما وجدت لهم تراجم بعد البحث عنهم(الشفاعة ،ص ۳۰۱، تحت رقم الحديث ۲۱۹، فصل الأسباب المانعة من الشفاعة)

منسوب کیا ہے، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور اپنے گمان کے مطابق اپنے مخصوص اماموں کی بے جا فضیلت کے لیے اس طرح کی احادیث کو گھڑا ہے۔ [1]

بہر حال مذکورہ حدیث، سند کے اعتبار سے قابلِ اطمینان معلوم نہیں ہوئی۔

---

[1] قال الالبانی:

"من سره أن يحيا حياتی، ويموت مماتی، ويسكن جنة عدن غرسها ربی، فليوال عليا من بعدی، وليوال وليه، وليقتد بالأئمة من بعدی، فإنهم عترتی، خلقوا من طينتی، رزقوا فهما وعلما، وويل للمكذبين بفضلهم من أمتی، القاطعين فيهم صلتی، لا أنالهم الله شفاعتی ."

موضوع.

أخرجه أبو نعيم (86 / 1)من طريق محمد بن جعفر بن عبد الرحيم: حدثنا أحمد بن محمد بن زيد بن سليم: حدثنا عبد الرحمن بن عمران بن أبی ليلی – أخومحمد بن عمران –: حدثنا يعقوب بن موسی الهاشمی عن ابن أبی رواد عن إسماعيل بن أمية عن عكرمة عن ابن عباس مرفوعا .وقال: " وهو غريب ."

قلت: وهذا إسناد مظلم كل من دون أبی رواد مجهولون، لم أجد من ذكرهم، غير أنه يترجح عندی أن أحمد بن محمد بن يزيد بن سليم إنما هو ابن مسلم الأنصاری الأطرابلسی المعروف بابن الحناجر، قال ابن أبی حاتم " : (73 / 1 / 1)كتبنا عنه وهو صدوق ."وله ترجمة فی "تاريخ ابن عساكر "(2/ق 114-113\1)

وأما سائرهم فلم أعرفهم فأحدهم هو الذی اختلق هذا الحديث الظاهر البطلان والتركيب، وفضل علی رضی الله عنه أشهر من أن يستدل عليه بمثل هذه الموضوعات، التی يتشبث الشيعة بها، ويسودون كتبهم بالعشرات من أمثالها، مجادلين بها فی إثبات حقيقة لم يبق اليوم أحد يجحدها، وهی فضيلة علی رضی الله عنه ثم الحديث عزاه فی "الجامع الكبير (1 / 253 / 2) "للرافعی أيضا عن ابن عباس، ثم رأيت ابن عساكر أخرجه فی "تاريخ دمشق (2 / 120 / 12) "من طريق أبی نعيم ثم قال عقبه: " هذا حديث منكر، وفيه غير واحد من المجهولين ."

قلت: وكيف لا يكون منكرا وفيه مثل ذاك الدعاء! "لا أنالهم الله شفاعتی "الذی لا يعهد مثله عن النبی صلی الله عليه وسلم، ولا يتناسب مع خلقه صلی الله عليه وسلم ورأفته ورحمته بأمته .وهذا الحديث من الأحاديث التی أوردها صاحب "المرجعات " عبد الحسين الموسوی نقلا عن كنز العمال (155 / 6و 217– 218) موهما أنه فی مسند الإمام أحمد، معرضا عن تضعيف صاحب الكنز إياه تبعا للسيوطی! .

وكم فی هذا الكتاب "المراجعات "من أحاديث موضوعات، يحاول الشيعی أن يوهم القراء صحتها وهو فی ذلك لا يكاد يراعی قواعد علم الحديث حتی التی هی علی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت حسین کے قاتل کی شفاعۃ النبی سے محرومی

خطیب بغدادی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لمبی حدیث ذکر کی ہے، جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ:

’’حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو میری امت کا ایسا شخص قتل کرے گا، جو میرے خاندان سے بغض رکھے گا، اور اس کو میری شفاعت حاصل نہیں ہوگی‘‘

جس کے بعد خود خطیب بغدادی نے اس حدیث کو سند اور متن کے اعتبار سے موضوع ومنگھڑت قرار دیا ہے۔ [1]

لہٰذا مذکورہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے قابلِ اطمینان نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مذهبهم! إذ ليست الغاية عنده التثبت مما جاء عنه صلى الله عليه وسلم فى فضل على رضى الله عنه، بل حشر كل ما روى فيه! وعلى رضى الله عنه كغيره من الخلفاء الراشدين والصحابة الكاملين أسمى مقاما من أن يمدحوا بما لم يصح عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم.

ولو أن أهل السنة والشيعة اتفقوا على وضع قواعد فى "مصطلح الحديث" يكون التحاكم إليها عند الاختلاف فى مفردات الروايات، ثم اعتمدوا جميعا على ما صح منها، لو أنهم فعلوا ذلك لكان هناك أمل فى التقارب والتفاهم فى أمهات المسائل المختلف فيها بينهم، أما والخلاف لا يزال قائما فى القواعد والأصول على أشده فهيهات هيهات أن يمكن التقارب والتفاهم معهم، بل كل محاولة فى سبيل ذلك فاشلة .والله المستعان(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۸۹۴)

[1] أخبرنى الأزهرى حدثنا المعافى بن زكريا الجريرى حدثنا محمد بن مزيد بن أبى الأزهر حدثنا على بن مسلم الطوسى قال حدثنا سعيد بن عامر عن قابوس بن أبى ظبيان عن أبيه عن جده عن جابر بن عبد الله قال: وأنبأنا مرة أخرى عن أبيه عن جابر قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يفحج بين فخدى الحسين ويقبل زبيبته ويقول:

لعن الله قاتلك قال جابر: فقلت: يا رسول الله ومن قاتله؟ قال: رجل من أمتى يبغض عترتى لا يناله شفاعتى، كأنى بنفسه بين أطباق النيران يرسب تارة ويطفو أخرى، وأن جوفه ليقول عق عق . ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وہ الگ بات ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل سخت گناہ گار ہے اور اگر اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کو حلال سمجھا، تو دائرہ اسلام سے بھی خارج قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن یہاں اصل بحث مذکورہ حدیث کی سند سے ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ علی میں فصل کرنے پر شفاعۃ النبی سے محرومی

بعض کتابوں میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ:

’’جس نے میرے اور آلِ علی کے درمیان فصل کیا، تو اس کو میری شفاعت حاصل نہیں ہوگی‘‘

امام عجلونی نے ’’کشف الخفاء ‘‘ میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس حدیث کو بعض اہلِ تشیع نے گھڑا ہے، جس کا کسی قابلِ ذکر سند سے ثبوت نہیں پایا جاتا۔ [1]

پس مذکورہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے صحیح نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذا الحديث أيضا موضوع إسنادا ومتنا، ولا أبعد أن يكون ابن أبى الأزهر وضعه ورواه عن قابوس عن أبيه عن جده عن جابر، ثم عرف استحالة هذه الرواية فرواه بعد ونقص عنه عن جده، وذلك أن أبا ظبيان [رأى]سلمان الفارسى وسمع منه وسمع من [على بن]أبى طالب أيضا .واسم أبى ظبيان حصين بن جندب وجندب أبوه لا يعرف، أكان مسلما أو كافرا؟ فضلا عن أن يكون روى شيئا، ولكن فى الحديث الذى ذكرناه عنه فساد آخر لم يقف واضعه عليه فيغيره .وهو استحالة رواية سعيد بن عامر عن قابوس، وذلك أن سعيدا بصرى وقابوسا كوفى ولم يجتمعا قط، بل لم يدرك سعيد قابوسا! وكان قابوس قديما روى عنه سفيان الثورى وكبراء الكوفيين، ومن آخر من أدركه جرير بن عبد الحميد .وليس لسعيد بن عامر رواية إلا عن البصريين خاصة، والله أعلم(تاريخ بغداد، ج۴ص۵۷، ۵۸، تحت رقم الترجمة ۱۶۹۲، ترجمة: محمد بن مزيد بن محمود بن منصور بن راشد بن نعشرة)

[1] من فصل بينى وبين آلى بـ "على "لم ينل شفاعتى.

هذا من موضوعات الشيعة – قبحهم الله، نبه عليه العصام فى مناهى حواشى الجامى؛ لكن بزيادة لفظ "كلمة "قبل "على ."وأقول: رواه مصطفى أفندى الأنطاكى باللفظ المشهور، قال: ورد بأنه غير ثابت، وإن سلم فالمراد به على بن أبى طالب .انتهى فتدبره(كشف الخفاء للعجلونى، ج۲ص۳۲۰، تحت رقم الحديث ۲۵۵۴، حرف الميم)

آلِ عباس کے جھنڈے تلے چلنے والے کی شفاعۃُ النبی سے محرومی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

''جب خراسان کے پیچھے سے آلِ عباس کے جھنڈے برآمد ہو جائیں، تو وہ اسلام کی میت کو لے کر آئیں گے، اور جو شخص ان کے جھنڈوں کے نیچے چلے گا، تو قیامت کے دن اس کو میری شفاعت حاصل نہیں ہوگی'' [1]

ابنِ جوزی نے اس حدیث کو یقینی طور پر ''موضوع ومن گھڑت'' قرار دیا ہے، اور امام شوکانی نے بھی اس کو ''موضوع ومن گھڑت'' کہا ہے، اور ''جوزقانی'' سے اس حدیث کا ''باطل'' ہونا نقل کیا ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا سليمان بن أحمد، ثنا محمد بن محمويه الأهوازى الجوهرى، ثنا أبو الربيع عيسى بن على الناقد، ثنا موسى بن إبراهيم المروزى، ثنا عمرو بن واقد، عن زيد بن واقد، عن مكحول، عن سعيد بن المسيب قال: لما فتحت أدانى خراسان بكى عمر بن الخطاب، فدخل عليه عبد الرحمن بن عوف فقال: ما يبكيك يا أمير المؤمنين وقد فتح الله عليك مثل هذا الفتح؟ قال: وما لى لا أبكى، والله لوددت أن بيننا وبينهم بحرا من نار، سمعت رسول الله صلى الله عليه يقول: إذا أقبلت رايات ولد العباس من عقاب خراسان، جائوا بنعى الإسلام، فمن سار تحت لوائهم لم تنله شفاعتى يوم القيامة غريب من حديث زيد ومكحول(حلية الاولياء لابى نعيم الاصبهانى، ج۵ص۱۹۲، تحت ترجمة: مكحول الشامى ومنهم الإمام الفقيه الصائم المهزول إمام أهل الشام أبو عبد الله مكحول)

[2] قال ابن الجوزى:

هذا حديث موضوع بلاشك، وواضعه من لا يرى لدولة بنى العباس قال أبو مسهر: عمرو بن واقد ليس بشء .وقال الدارقطنى: متروك وقال ابن حبان: يقلب الاسانيد ويروى المناكير عن المشاهير فاستحق الترك .قال أبو زرعة: وزيد بن واقد ليس بشيئ(الموضوعات لابن الجوزى، ج۲ص۳۸)

وقال الشوكانى:

هو موضوع، وقال الجوزقانى: هذا حديث باطل، وقال فى إسناده: عمرو بن واقد وليس بشىء(الفوائد المجموعة، ص۴۱۱، تحت رقم الحديث ۱۶۹، كتاب الفضائل، باب مناقب الخلفاء الأربعة وأهل البيت وسائر الصحابة عموما وخصوصا رضى الله عنهم ومناقب غيرهم من الناس)

لٰہذا مذکورہ حدیث بھی من گھڑت اور جھوٹی معلوم ہوتی ہے۔

نبی کا ذمہ توڑنے پر شفاعۃُ النبی سے محرومی

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

''جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کو توڑا، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہیں ہوگی'' (طبرانی) [1]

لیکن اس حدیث کی سند میں ''حسین بن قیس'' راوی پائے جاتے ہیں، جن کا لقب ''حنش'' ہے، اور ان کو بعض محدثین نے ''متروک'' قرار دیا ہے، اور بعض نے ان کی طرف جھوٹے ہونے کی بھی نسبت کی ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا معاذ بن المثنى، ثنا مسدد، ثنا خالد، عن حسين بن قيس، عن عكرمة، عن ابن عباس، قال: خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إن الله عز وجل أعطى كل ذى حق حقه، ألا إن الله فرض فرائض، وسن سننا، وحد حدودا، أحل حلالا، وحرم حراما، وشرع الدين، فجعله سهلا سمحا واسعا ولم يجعله ضيقا، ألا إنه لا إيمان لمن لا أمانة له، ولا دين لمن لا عهد له، ومن نكث ذمتى لم ينل شفاعتى، ولم يرد على الحوض ألا إن الله عز وجل لم يرخص فى القتل إلا ثلاثا: مرتد بعد إيمان، أو زان بعد إحصان، أو قاتل نفس فيقتل بقتله ألا هل بلغت "(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١١٥٣٢)

[2] قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، وفيه حسين بن قيس الملقب بحنش، وهو متروك الحديث(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٩٨)

حسين بن قيس أبو على الرحبى، ويقال له حنش ، عن عكرمة، ترك أحمد حديثه (التاريخ الكبير للبخارى، ج٢ص٣٩٣، تحت رقم الترجمة ٢٨٩٢)

ت ق: حسين بن قيس أبو على الرحبى الواسطى، لقبه حنش.

عن: عكرمة، وعطاء، وغيرهما.

وعنه: سليمان التيمى مع تقدمه، وخالد بن عبد الله، وعبد الحكيم بن منصور، وعلى بن عاصم، وعدة .قال أبو حاتم، وغيره: ضعيف.وقال النسائى: متروك(تاريخ الاسلام للامام الذهبى، ج٣ص٦٣٢، تحت رقم الترجمة ٤٩)

حسين بن قيس [ت، ق] الرحبى الواسطى، أبو على، ولقبه حنش .سمع عكرمة، وعطاء.
وعنه خالد بن عبد الله، وعلى بن عاصم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لٰہذا مذکورہ حدیث پر بھی عقیدہ رکھنے سے احتیاط برتنی چاہیے۔

البتہ اپنی جگہ نبی کا ذمہ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو توڑنا سخت گناہ کی بات ہے، جبکہ اس کو حلال نہ سمجھے، جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

ظہر سے قبل کی سنتوں کے ترک پر شفاعۃُ النبی سے محرومی

بعض حضرات نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ:

’’جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتوں کی پابندی نہیں کی، اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہیں ہوگی‘‘

لیکن محدثین نے فرمایا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں، اور یہ بے سند حدیث ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال أحمد: متروک، له حديث واحد حسن فی قصة الشوم .وقال أبو زرعة وابن معين: ضعيف. وقال البخاری: لا يكتب حديثه .وقال النسائی: ليس بثقة .وقال – مرة: متروک.وقال السعدی: أحاديثه منكرة جدا.وقال الدارقطنی: متروک(ميزان الاعتدال للذهبی، ج ا ص ۵۴۶، تحت رقم الترجمة ۲۰۴۳)

حسين بن قيس الرحبی أبو علی ولقبه حنش يروی عن عكرمة روی عنه سليمان التيمی وعلی بن عاصم وإسماعيل بن عياش كان يقلب الأخبار ويلزق رواية الضعفاء كذبه أحمد بن حنبل وتركه يحيى بن معين(المجروحين لابنِ حبان، ج ا ص ۲۴۲، تحت رقم الترجمة ۲۲۲)

[1] "من لم يداوم على أربع قبل الظهر لم تنله شفاعتی "قال النووی لا أصل له(تذكرة الموضوعات للفتنی، ص۴۸، باب التطوع،الفصل السابع فی السنن الرواتب الوتر والتهجد والإشراق والضحى والاستخارة والأوابين وصلاة دخول البيت)

حديث " :من لم يداوم على أربع قبل الظهر لم تنله شفاعتی ."ذكر السيوطی فی كتاب الموضوعات أن ابن حجر قال :لا اصل له(أسنى المطالب فی أحاديث مختلفة المراتب، تحت رقم الحديث ۱۴۹۰)

(حديث) من لم يداوم على أربع قبل الظهر لم تنله شفاعتی (سئل عنه الحافظ ابن حجر) فقال لا أصل له(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، تحت رقم الحديث ۱۵۶،كتاب الصلاة،الفصل الثالث)

لہٰذا مذکورہ حدیث کی بھی تصدیق نہیں کی جاسکتی، اوراس حدیث کے بعض کتابوں میں درج ہوجانے اوران کتابوں پر بعض اہلِ علم حضرات کے اعتماد کرنے کی وجہ سے ممکن ہے کہ بعض لوگوں کونا گواری گزرے، اوروہ کچھ زبان درازی وغیرہ بھی کریں، لیکن اگروہ اس کے بجائے اپنے دعوے پرکوئی ثبوت پیش کریں، یعنی جوحضرات اس کے حدیث ہونے کے مدعی ہیں، وہ اس کامستند طریقہ سے ثبوت پیش فرمائیں، توان کی طرف سے حجت پوری ہوسکتی ہے۔

ورنہ ضروری ہے کہ غیرمعتبر وغیرمستند حدیث کی جان بوجھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کے گناہ سے اپنے آپ کو بچائیں اورکسی نے حدیث سمجھ کر کتاب میں لکھ دیا ہو، اسے معذور سمجھیں۔

سنت کے ترک پر شفاعۃُ النبی سے محرومی

بعض علماء نے کتابوں میں درجِ ذیل حدیث کونقل کیا ہے کہ:

”من ترک سنتی لم تنله شفاعتی“

یعنی ”جس نے میری سنت کوترک کیا، تواس کومیری شفاعت حاصل نہیں ہوگی“

نیزاس حدیث کوبعض حنفیہ کی کتابوں میں ”سنتِ مؤکدہ“ کے ترک کرنے پرگناہ یا وعید کا حکم لگانے کی دلیل میں ذکرکیا گیا ہے۔

لیکن علمی وفقہی تعصب سے بالاتر ہوکرانصاف کی بات یہ ہے کہ مذکورہ حدیث باسند طریقہ پر کتبِ حدیث میں دستیاب نہیں ہوسکی۔

اسی وجہ سے متعدد اہلِ علم حضرات نے اس کے حدیث ہونے کی تردید کی ہے۔[1]

---

[1] ومثل هذا حديث: " من ترک سنتی لم تنله شفاعتی "فتشت عنه كثيرا فی الكتب فلم أجد حتى ما يقاربه إلا فی شرح شرعة الإسلام وليس من الكتب المعتمدة، ولا بد من حذف هذا الحديث من كتبی إنشاء ربی(السنن والمبتدعات المتعلقة بالأذكار والصلوات،لمحمد بن أحمد عبد السلام خضر الشقيری، ص۲۹۳، فصل فی بيان جملة أحاديث فی ديوان خطب الشيخ خطاب السبكی)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کسی کو یہ بات ناگوار معلوم ہو، تو اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس حدیث کو باسند اور معتبر طریقے سے ثابت کرے، نہ یہ کہ اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے تضییعِ اوقات اور اوپر سے بدگمانی و بدزبانی میں مبتلا ہو۔

مذکورہ بالا حقیقت اگرچہ ہمارے دور کے ان اصحابِ علم کو ناگوار یا کڑوی ضرور گزر سکتی ہے، جو فقہی کتابوں سے کسی حدیث کے مل جانے کو کافی سمجھ لیتے ہیں اور پھر وہ اس کی عوام میں تبلیغ و تشہیر شروع کر دیتے ہیں، لیکن سند کی تحقیق نہیں کرتے، پھر بعد میں جب کسی کی طرف سے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لا صلاة واجبة غيرُ هؤلاء الخمس فيُفهَم من ذلک أَنّ الوتر غيرُ واجبة وأن من ترک نوافل الصلوات كسنة الظهر وسنة العصر وغيرهما فلا إثم عليه وهو كذلک .

وأما حديث البخارى من رغب عن سُنتى فليس منى فمعناه من ترک شريعتى وهو كاره طريقتى التى جئت بها فهو كافر .ويدلّ على أنه لا صلاة واجبة غيرُ هؤلاء الخمس وأنه لا مؤاخذة على الشخص بترک النوافل الحديثُ المرفوعُ حديثُ طلحةَ ابنِ عبيد الله أنّ رجلاً ثائر الرأس جاء إلى النبىّ فقال يا رسولَ الله أخبرنى بما افترض الله علىّ من الصلاة فقال خمس صلوات ثم قال أخبرنى بما افترض الله علىّ من الصيام ثم قال أخبرنى بما افترض الله علىّ من الزكاة فعلمَهُ شرائع الإسلام فولّى الرجل وهو يقول والذى أكرمک بالنبوّة لا أتطوع شيئًا ولا أَنْقُصُ مما افترض الله علىّ شيئًا فقال صلى الله عليه وسلم أفلح الرجل إن صدق رواه البخارى فى كتاب الصيام، فقوله صلى الله عليه وسلم أفلح الرجل إن صدق أى فيما حلف عليه وهو أنّه لا يفعل شيئًا من النوافل ولا يترک شيئًا ممّا افترض الله عليه من أداء الواجب واجتناب المحرّم لأنه كان علّمه ما هو فرض وما هو حرام .

وإذا عُلم هذا ظهرَ بُطلانُ ما شاع عند بعض العوامّ من قولِ بعضهم إنّ الرسول قال من لم يُصلِّ سُنتى فليس من أُمتى وقولِ بعضهم إنه قال من لم يصل سُنتى يأتى يوم القيامة وليس على وجهه قطعة لحم وقولِ بعضهم إنه قال من لم يصل سُنتى لم تنله شفاعتى يريدون به النوافل فكل ذلک كذب على الرسول صلى الله عليه وسلم وضلالٌ ولا ينفعهم قصدهم بذلک حثّ الناس على النوافل(عمدة الراغب فى مختصر بغية الطالب، للشيخ عبدالله الهررى، ص۱۲۷، ۱۲۸،عمدة الراغب فى الطهارة والصلاة، فصل معقود لبيان الصلوات الواجبة ومواقيتها،مطبوعة: شركة دارالمشاريع، الطبعة الثانية ۱۴۳۰ھ ، 2009ء)

وأما مايدور على ألسنة بعض الناس من قولهم: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من ترک سنتى فليس من أمتى "فمرادهم النفل، وكذلک قولهم:"من ترک سنتى لم تنله شفاعتى "يريدون به ترک بعض النوافل، وقولهم:"من لم يصل السنة يواجه رسول الله يوم القيامة وليس فى وجهه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس طرح کی حدیث کی سند پر جرح کی جاتی ہے، جو حقیقت اور واقعہ کے مطابق ہوتی ہے، تو ان حضرات کو سخت ناگواری گزرتی ہے اور وہ جھلا کر فوراً دوسرے کے اوپر الٹے سیدھے الزامات عائد کرنا شروع کر دیتے ہیں، لیکن نہ تو اپنی غلطی کا اعتراف فرماتے اور نہ ہی اس حدیث کا سند سے معتبر ہونا ثابت کرتے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی مسلک یا اپنی جماعت کے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے، بے سند حدیث کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کو گوارا نہیں کیا جا سکتا۔

پھر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک سنتِ مؤکدہ پر مواظبت اور پابندی مستحب ہے، اور جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تخفیف یعنی اس کو ہلکا سمجھے بغیر سنتِ مؤکدہ کو ترک کر دے، وہ گناہ گار نہیں، تاہم اس کی عادت بنا لینا کراہت سے خالی نہیں۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک سنتِ مؤکدہ کا بلا عذر ترک کرنا بہر حال کراہت واساءت سے خالی نہیں، جس پر ملامت کی جائے گی، اور اس کو گمراہی سے ڈرایا جائے گا، جبکہ بعض نے سنتِ مؤکدہ کے بلا عذر چھوڑنے کو حرام کے قریب درجہ دے دیا ہے، مگر یہ سب حنفیہ کے اقوال

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لحم"، وهذه الأقوال كذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا وجود لها فى أحاديث رسول الله، وألفاظها كذب على الرسول ومعانيها فاسدة، فليحذر منها تحذيرًا مؤكدًا(دار الفتوى: المجلس الاسلامى الاعلىٰ، آسٹريليا،معنى السنة إذا وردت فى الشريعة)

وأما الحديث الذى يذكره بعض المقلدين معزوا إلى النبى صلى الله عليه وسلم: " من ترك سنتى لم تنله شفاعتى "فلا أصل له عن رسول الله صلى الله عليه وسلم .(تلخيص صفة صلاة النبى صلى الله عليه وآله وسلم للالبانى، ص۵، تقديم)

ومثله الحديث الذى يورده بعض المشايخ المتأخرين فى الحض على التمسك بالسنة بمعناها الاصطلاحى وهو: من ترك سنتى لم تنله شفاعتى فأخطأوا مرتين:

الأولى: نسبتهم الحديث إلى النبى – صلى الله عليه وآله وسلم – ولا أصل له فيما نعلم.

الثانية: تفسيرهم للسنة بالمعنى الاصطلاحى غفلة منهم عن معناها الشرعى، وما أكثر ما يخطء الناس فيما نحن فيه بسبب مثل هذه الغفلة(موسوعة الالبانى فى العقيدة، ج۲ص۲۲۳، جماع أبواب الكلام حول حكم اتخاذ القبور مساجد، وحكم الصلاة فى المساجد المبنية على القبور، باب حكم اتخاذ القبور مساجد،صَنَعَهُ:شادى بن محمد بن سالم آل نعمان)

ہیں، حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کا قول پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔
بندہ کو ذاتی طور پر دلائل میں غور کرنے سے اس مسئلہ میں حنفیہ کے قول کی طرف رجحان نہیں ہوسکا، بلکہ جمہور فقہاء کے قول کی طرف رجحان ہوا۔ واللہ اعلم۔ [1]

عرب کو دھوکہ دینے پر شفاعۃ النبی سے محرومی

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مروی ہے کہ جس نے عرب کو دھوکہ دیا، تو وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہوگا، اور اس کو میری محبت حاصل نہیں ہوگی۔ [2]
لیکن اس حدیث کی سند میں ایک راوی ''حصین بن عمر احمسی'' پائے جاتے ہیں، جن پر متعدد محدثین نے شدید جرح فرمائی ہے، جس کے پیشِ نظر بعض حضرات نے اس حدیث کو شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] یری جمهور الفقهاء استحباب المواظبة على السنن الرواتب .وذهب مالک فی المشهور عنه: إلى أنه لا توقيت فی ذلک حماية للفرائض، لكن لا يمنع من تطوع بما شاء إذا أمن ذلک.
وصرح الحنفية أن تارک السنن الرواتب يستوجب إساءة وكراهية .وفسر ابن عابدين استيجاب الإساءة بالتضليل واللوم .وقال صاحب كشف الأسرار: الإساءة دون الكراهة .وقال ابن نجيم: الإساءة أفحش من الكراهة .وفی التلويح: ترک السنة المؤكدة قريب من الحرام .وقال الحنابلة بكراهة ترک الرواتب بلا عذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵ ص ۲۷۶، مادة "سن")
ومن ترک سنة لا عن استخفاف بالنبی -عليه السلام- فلا إثم عليه، لكن لا ينبغی أن يترک سنة مؤكدة على الدوام؛ فإن ترک السنة المؤكدة على الدوام يدل على قلة صلاح الرجل، واستخفافه بالشرع(المفاتيح فی شرح المصابيح، ج ۱، ص ۲۱۶، باب الإيمان بالقدر)

[2] عبد الله بن جابر الأحمسی، عن طارق بن شهاب عن عثمان بن عفان، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من غش العرب لم يدخل فی شفاعتی، ولم تنله مودتی (مسند احمد، رقم الحديث ۵۱۹)

[3] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده ضعيف جدا، حصين بن عمر الأحمسی ضعفه أحمد، وقال :إنه كان يكذب، وقال البخاری :منكر الحديث، وقال علی بن المدينی :ليس بالقوی، وقال ابن معين :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض نے اس حدیث کو موضوع ومن گھڑت قرار دیا ہے۔ [1]

لہٰذا مذکورہ حدیث کی تصدیق کرنے سے احتیاط کرنی چاہیے۔

مونچھیں لمبی کرنے پر شفاعۃ النبی سے محرومی

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ''اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک لمبی حدیث کو ذکر کیا ہے، جس میں یہ بھی مذکور ہے کہ:

''ومن طول شاربه فلا يصيب شفاعتي ولا يشرب من حوضي''

یعنی ''جس نے اپنی مونچھوں کو لمبا کیا، تو اس کو میری شفاعت حاصل نہیں ہوگی، اور اسے میری حوض سے پینا نصیب نہیں ہوگا''۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ليس بشيء ، وقال مسلم :متروك الحديث، وقال يعقوب بن سفيان :ضعيف جدا، وقال أبو حاتم :واهي الحديث جدا لا أعلم يروى حديثا يتابع عليه، وهو متروك الحديث، وضعفه أبو داود والنسائي والترمذي وأبو أحمد الحاكم.

وأخرجه ابن أبي شيبة 12/193 ، وعبد بن حميد (53) ، والترمذي (3928) ، والبزار (354) من طريق محمد بن بشر، بهذا الإسناد (حاشية مسند احمد)

[1] "من غش العرب لم يدخل في شفاعتي، ولم تنله مودتي ."

موضوع.

أخرجه الترمذي (4 / 376) وأحمد رقم (519) ومن طريقه العراقي في "محجة القرب إلى محبة العرب (2 / 8) "وعبد بن حميد في "المنتخب من المسند "(1 / 8) وأبو سعيد بن الأعرابي في "معجمه (2 / 136) "من طريق حصين بن عمر عن مخارق بن عبد الله عن طارق بن شهاب عن عثمان بن عفان مرفوعا.

وقال الترمذي: " حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث حصين بن عمر الأحمسي، وليس عند أهل الحديث بذاك القوي ."قلت: بل هو كذاب عند غير واحد منهم، كما سبق ذكره قبل هذا، وحديثه هذا معارض لما صح عنه صلى الله عليه وسلم من قوله: " شفاعتي لأهل الكبائر من أمتي ."وهو مخرج في "الروض النضير "رقم (43، 65) ، و "المشكاة "(5598و5599) (سلسلة الاحاديث الضعيفة للالباني، تحت رقم الحديث ۵۴۵)

جس کے بعد علامہ سیوطی نے خود فرمایا کہ اس میں مجہول راوی ہیں، اور اس روایت کا ''جابان'' نام کا راوی ''متھم بالکذب'' ہے۔ [1]

علامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ نے بھی ''الموضوعات'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے ایک حصے کو ذکر کیا ہے، جس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ:

''یہ گھڑی ہوئی حدیثوں میں بدبودار گھڑی ہوئی حدیث ہے، اور اس کو گھڑنے والے کی حماقت اور علم کی خوشبو نہ پانے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مونچھیں لمبی کرنے میں سنت کی مخالفت پائی جاتی ہے، جو اس جیسی سخت وعید کی صلاحیت نہیں رکھتی، اور اس اصل ''متہم'' راوی ''ابنِ جابان'' ہے، جس نے سند کے اندر بھی

---

[1] (حدثت) عن عبد الواحد بن محمد بن جابان الواعظ أنبأنا أبو الفضل عبد الوهاب بن محمد بن الفضل بن علوية بن مصعب قدم علينا همدان حدثنا أحمد بن جعفر عن جده عن محمد بن عبد الرحمن القطان عن أبی بكر الجوهری عن محمد بن إبراهيم بن عامر عن محمد بن إبراهيم العبادانی عن الحسن بن علی عن بشر بن السری عن الهيثم عن حماد بن زيد عن أنس مرفوعا من طول شاربه فی دار الدنيا طول الله ندامته يوم القيامة وسلط الله عليه بكل شعرة على شاربه سبعين شيطانا فإن مات على ذلک الحال لا تستجاب له دعوة ولا تنزل عليه رحمة ولا ينظر الله تعالى إليه يوم القيامة ومن أطال شاربه تسميه الملائكة نجسا وإن مات مات عاصيا وقام من قبره مكتوبا بين عينيه آيس من رحمة الله ولا يطول شاربه إلا ملعون على لسان الملائكة والنبيين ويمشی على الأرض والأرض تلعنه من تحته ومن طول شاربه فلا يصيب شفاعتی ولا يشرب من حوضی وضيق الله عليه قبره وشدد عليه منكرا ونكيرا وأظلم عليه قبره وينزل عليه ملک الموت وهو عليه ضبان ومن قص شاربه فله عند الله بكل شعرة من الثواب ألف مدينة من در وياقوت فی كل مدينة ألف قصر فی كل قصر ألف دار من الرحمة فی كل دار ألف حجرة من الزعفران فی كل حجرة ألف صفة من الزبرجد فی كل صفة ألف بيت من المسک فی كل بيت ألف سرير فوق كل سرير جارية من الحور العين على رأسها تاج من النور مكلل بالدر والياقوت وهی تقول كل يوم ألف مرة أنت طالبی وقرة عينی وأنت صاحبی فنظر الله تعالى إليه كل يوم ألف مرة من فوق عرشه ويقول لملائكته ألا تنظرون إلى عبدی قص شاربه من مخافتی وعزتی وجلالی لأضعف نور كرامتی ولأزينه بين الناس ولأدخلنه جنتی .

موضوع فيه مجاهيل والمتهم به جابان(اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة للسيوطی، ج۲ص۲۲۵، ۲۲۶)

خلط کر دیا ہے، اور مجہول راویوں کو سند میں گھسیڑ دیا ہے“۔ [1]

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہونے والے افراد و اسباب کے متعلق مختلف قسم کی احادیث وروایات آئی ہیں، جن میں کئی احادیث وروایات سند کے اعتبار سے قابلِ اطمینان نہیں ہیں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

---

[1] حدثت عن عبد الواحد بن محمد بن جابان الواعظ أنبأنا عبد الوهاب بن محمد بن الفضل بن علويه حدثنا أحمد بن جعفر عن جده عن محمد بن إبراهيم العباداني عن الحسن بن على عن بشر بن السرى عن الهيثم عن حماد بن زيد عن أنس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال : " من طول شاربه فى دار الدنيا طول ندامته يوم القيامة ، وسلط الله عليه بكل شعرة على شاربه سبعين شيطانا ، فإن مات على ذلک الحال لاتستجاب له دعوة ولا تنزل عليه رحمة .ومن قص شاربه فله بكل شعرة من الثواب ألف مدينة من در وياقوت فى كل مدينة ألف قصر . "وذكر حديثا طويلا فى الترغيب والترهيب فى ذلک .

وهو من أنتن الوضع وأسمجه .ولولا حماقة من وضع هذا وأنه ما شم ريح العلم لعلم أن غاية ما فى تطويل الشارب مخالفة سنة لا يصلح التواعد عليها بمثل هذا .والمتهم به ابن جابان ، وقد خلط فى الاسناد كما رأيت وأتى بجماعة مجهولين(الموضوعات لابن الجوزى، ج٣ص ٥٢،كتاب الزينة ،باب الاخذ من الشارب)

(فصل نمبر 7)

ابو طالب کے لیے شفاعۃ النبی کا حکم

صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا حصول درجہ بدرجہ ہر موحِّد اور مومن کو ہوگا، لیکن شرک کی حالت میں فوت ہونے والا اس کا مستحق نہیں ہو سکے گا، قرآن مجید کی کئی آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ شروع مقدمہ میں ذکر کیا گیا۔

اور صحیح احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا انتقال ایمان کی حالت میں نہیں ہوا۔

لیکن اس کے باوجود بعض معتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے ان کے عذاب میں کچھ تخفیف کر دی جائے گی، مگر کافر و مشرک کے لیے جو اللہ کی طرف سے دائمی عذابِ جہنم کا اٹل فیصلہ ہے، اس سے ابو طالب کو نجات حاصل نہ ہوگی۔

البتہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مقابلہ میں بعض اہلِ تشیع کا قول یہ ہے کہ ابو طالب کا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ہونے کی وجہ سے جہنمی ہونا ممکن نہیں، کیونکہ وہ ان کے نزدیک ایک عظیم ''وصی'' کے والد ہیں اور ان کے نزدیک انبیاء واوصیاء کے تمام آبا واجداد مومن و موحد اور ناجی ہیں، بعض سنی مسلمانوں میں بھی غلط فہمی کی وجہ سے بعض اہلِ تشیع کا یہ موقف منتقل ہو گیا اور اس طرح اہل السنۃ والجماعۃ کے صحیح موقف کو سمجھنے میں غلط فہمی لازم آئی۔

اس سلسلے میں چند احادیث و روایات اور اس مسئلہ کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

مسیّب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أَبُوْ جَهْلٍ، فَقَالَ: أَيْ عَمِّ، قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ ،فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ أُمَيَّةَ: يَا أَبَا طَالِبٍ، تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَمْ يَزَالَا يُكَلِّمَانِهٖ، حَتّٰى قَالَ آخِرَ شَيْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهٖ: عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ، مَا لَمْ أُنْهَ عَنْهُ، فَنَزَلَتْ " مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ " وَنَزَلَتْ " إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ "(بخاری، رقم الحديث ۳۸۸۴، كتاب مناقب الأنصار، باب قصة أبی طالب)

ترجمہ: جب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا، تو ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، اس وقت ابوطالب کے پاس ابوجہل بھی تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا کہ اے میرے چچا! آپ ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه '' کہہ دیں، تو میں اللہ کے پاس اس کی وجہ سے آپ کے لئے دلیل پیش کرنے (اور آپ کے ایمان کی گواہی دینے) کا مستحق ہوجاؤں گا، ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ اور یہ دونوں ابوطالب سے برابر یہی بات کہتے رہے، یہاں تک کہ ابوطالب نے ان لوگوں سے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ (میں) عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ (یعنی ابوطالب) کے لئے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا، جب تک مجھے اس سے روکا نہیں جائے گا، پھر (سورہ توبہ کی) یہ آیت نازل ہوئی کہ:

”مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا أَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا أُولِیْ قُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِیْمِ“

”نہیں حق حاصل ہے نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، یہ کہ وہ استغفار کریں مشرکین کے لیے، اگرچہ وہ ان کے انتہائی قریبی کیوں نہ ہوں، بعد اس کے کہ ظاہر ہو جائے ان کے لیے یہ بات کہ وہ جہنم والے ہیں“

اور (سورہ قصص کی) یہ آیت بھی نازل ہوئی کہ:

”إِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ أَحْبَبْتَ“

”بے شک آپ نہیں ہدایت دے سکتے، اس کو جس سے آپ محبت کریں“ (بخاری)

مسیّب رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

صحیح مسلم میں حضرت مسیّب رضی اللہ عنہ سے درجِ ذیل الفاظ میں روایت ہے:

لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَائَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِیْ أُمَیَّةَ بْنِ الْمُغِیْرَةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا عَمِّ، قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، کَلِمَةً أَشْهَدُ لَکَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِیْ أُمَیَّةَ: یَا أَبَا طَالِبٍ، أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَلَمْ یَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْرِضُهَا عَلَیْهِ، وَیُعِیْدُ لَهُ تِلْکَ الْمَقَالَةَ حَتّٰی قَالَ أَبُوْ طَالِبٍ آخِرَ مَا کَلَّمَهُمْ: هُوَ عَلٰی مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبٰی أَنْ یَّقُوْلَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْکَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ”مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا أَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ

كَانُوْا أُولِىْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ " وَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ أَبِىْ طَالِبٍ، فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ " (مسلم، رقم الحديث ۲۴ "۳۹" كتاب الإيمان، باب أول الإيمان قول لا إله إلا الله)

ترجمہ: جب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، ابوطالب کے پاس اس وقت ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بھی موجود تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے چچا! آپ " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " پڑھ لیجیے، یہ ایسا کلمہ ہے کہ میں اس کی وجہ سے اللہ کے نزدیک آپ کے لیے گواہی دوں گا، اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوطالب کے سامنے باربار " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " پڑھنے کا کہتے رہے، یہاں تک کہ ابوطالب نے آخری کلام ان سے یہی کیا کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہیں، اور انہوں نے " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " کہنے سے انکار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں آپ (یعنی ابوطالب) کے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا، جب تک کہ مجھے آپ کے لیے استغفار کرنے سے روکا نہیں جائے گا، پھر اللہ عزوجل نے (سورہ توبہ کی) یہ آیت نازل فرمائی:

" مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُولِىْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ "

"نہیں حق حاصل ہے نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، یہ کہ وہ استغفار کریں

مشرکین کے لیے، اگرچہ وہ ان کے انتہائی قریبی کیوں نہ ہوں، بعد اس کے کہ ظاہر ہو جائے ان کے لیے یہ بات کہ وہ جہنم والے ہیں‘‘

اور اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کے متعلق (سورہ قصص کی) یہ آیت بھی نازل فرمائی، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ:

’’اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ‘‘

’’بے شک آپ نہیں ہدایت دے سکتے، اس کو جس سے آپ محبت کریں، اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے، اور وہ زیادہ جانتا ہے، ہدایت دیے جانے والے لوگوں کو‘‘ (مسلم)

مذکورہ حدیث کی توضیح کرتے ہوئے شیخ فاضل نضال آلہ رشی کردی ’’البدر الانور شرح الفقه الاکبر ‘‘میں لکھتے ہیں کہ:

وهذا الحديث دلالات:

الاولىٰ: أن النبى صلى الله عليه وسلم لم ينكر على أبى جهل كون أبى طالب على ملة عبد المطلب، وسكوتهٗ صلى الله عليه سلم إقرار.

الثانية: إصرار أبى جهل، وابن أبى أمية، وتحريضهما أبا طالب ليبقى على ملة عبد المطلب يدل على أنها الملة التى رضياها، وهل يرضى فرعون هذه الامة الا بالشرك والكفر.

الثالثة: دعوة النبى صلى الله عليه وسلم أبا طالب: ليقول: لا اله الا الله، فلولا أنه كان على خلافها لكانت دعوته صلى الله عليه وسلم له عبثا، والنبى بعث ليخرج الناس من الظلمات الى النور،

وملة أبی طالب هی ملة عبدالمطلب.

الرابعة: إقرار أبی طالب نفسه بأنه علی ملة عبدالمطلب، وإصراره و موته علی ذلک.

الخامسة: إباؤه أن یقول: لا إله الی الله.

السادسة: بقاؤه علی ملة عبدالمطلب، وهذان أمران یدلان علی أنه علی خلاف ما دعی الیه، لأن المرء انما یأبی خلاف ماعنده.

السابعة: نزول الآیة فی حقه، وقد سماه الله تعالیٰ مشرکا بقوله: ”ماکان للنبی والذین آمنوا أن یستغفروا للمشرکین“ (التوبة: ۱۱۳)، وجه دلالتها: أن الله تعالیٰ قد سماه مشرکا، ولو کان نزولها لإبائه قول: لا إله الی الله فقط، لسمی کافراً لا مشرکاً، لکن تسمیتهٔ مشرکا، لبقائه علی ملة عبدالمطلب، وغایتهٔ أن أبا طالب أضاف الکفر الی الشرک الذی کان علیه، فإذا کان المقلِّد ــ و هو أبوطالب ــ قد مات مشرکا بنص الآیة، فکیف بالمقلَّد ــ وهو عبدالمطلب ــ (البدر الانور شرح الفقه الاکبر، صفحة ۴۰۹، ۴۱۰، الکلام فی والدی النبی صلی الله علیه وسلم، مطبوعة: دارالنور المبین للنشروالتوزیع،عمان، الاردن، الطبعة الاولیٰ: 2017ء)

ترجمہ: اوراس حدیث میں چند دلالتیں پائی جاتی ہیں۔

پہلی دلالت یہ پائی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل پر اس بات کا انکار نہیں کیا کہ ابوطالب، عبدالمطلب کے دین پر ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت ”تقریری حدیث“ کا درجہ رکھتا ہے۔

اوراس حدیث میں دوسری دلالت یہ پائی جاتی ہے کہ ابوجہل اورابنِ ابی امیہ نے

ابوطالب کواس بات پر اصرار کیا، اوراس بات پر اُبھارا کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر باقی رہیں، جواس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین وہی تھا، جس سے ابوجہل اور ابن ابی امیہ راضی تھے، اور کیا اس امت کا فرعون، شرک اور کفر کے علاوہ کسی اور چیز پر راضی ہوسکتا ہے؟

اوراس حدیث میں تیسری دلالت یہ پائی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کواس بات کی دعوت دی کہ وہ ''لا الٰــہ الا اللّٰــہ'' کہیں، پس اگر ابوطالب ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' (یعنی توحید) کے خلاف پر نہ ہوتے، توان کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت دینا، فعلِ عبث ہوتا، اور نبی اس لیے مبعوث کیا جاتا ہے، تاکہ لوگوں کوظلمات سے نور کی طرف نکالے۔

پس ابوطالب کا دین عبدالمطلب کا ہی دین تھا۔

اوراس حدیث میں چوتھی دلالت یہ پائی جاتی ہے کہ ابوطالب نے خوداس بات کا اقرار کیا کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہیں، اورانہوں نے اسی پر اصرار کیا، اوراسی پران کی موت واقع ہوئی۔

اوراس حدیث میں پانچویں دلالت یہ پائی جاتی ہے کہ انہوں نے ''لا الٰــہ الا اللّٰہ'' کہنے سے انکار کیا۔

اور اس حدیث میں چھٹی دلالت یہ پائی جاتی ہے کہ وہ (یعنی ابوطالب) عبدالمطلب کے دین پر باقی رہے، اور یہ دونوں (مندرجہ بالا آخری) باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ ابوطالب اس کے خلاف پر تھے، جس کی انہیں دعوت دی گئی، کیونکہ انسان اسی چیز سے انکار کرتا ہے، جو چیز اس کے خلاف ہوتی ہے، جس پر وہ ہوتا ہے۔

اوراس حدیث میں ساتویں دلالت یہ پائی جاتی ہے کہ سورہ توبہ کی آیت ابوطالب

کے متعلق نازل ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مشرک رکھا، چنانچہ ارشاد ہے کہ

''ماكان للنبی والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين''۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مشرک رکھا، اور اگر اس آیت کا نزول اس وجہ سے ہوتا کہ انہوں نے صرف ''لا الٰہ الا اللّٰہ '' کہنے سے انکار کیا، تو ان کا نام کافر رکھا جاتا، نہ کہ مشرک، لیکن ان کا نام مشرک رکھنا اس وجہ سے ہے کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر قائم رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوطالب نے کفر کو اس شرک کی طرف مضاف کردیا، جس پر وہ تھے، پس جب تقلید کرنے والے، جو کہ ابوطالب تھے، وہ مذکورہ آیت کی صراحت کے مطابق مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوئے، تو جن کی انہوں نے تقلید کی، یعنی عبدالمطلب، ان کی کیا حالت ہوگی؟ (البدر الانور شرح الفقہ الاکبر)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ صحیح حدیث سے ابوطالب کا کفر وشرک کی حالت میں فوت ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ، قَالَ: اِذْهَبْ فَوَارِ أَبَاكَ، ثُمَّ لَا تُحْدِثَنَّ شَيْئًا، حَتّٰى تَأْتِيَنِي فَذَهَبْتُ فَوَارَيْتُهُ وَجِئْتُهُ فَأَمَرَنِي، فَاغْتَسَلْتُ وَدَعَا لِي (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۳۲۱۴، كتاب الجنائز، باب الرجل يموت له القرابة المشرک) [1]

ترجمہ: (جب میرے والد ابوطالب کا انتقال ہوا تو) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن (حاشية سنن ابی داؤد)

سے عرض کیا کہ آپ کے بوڑھے، گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ، اور اپنے باپ کو دفن کر آؤ، اور اس کے علاوہ کوئی اور کام (یعنی جنازہ ودعا وغیرہ) نہ کرنا، یہاں تک کہ تم میرے پاس لوٹ آؤ، پس میں گیا اور ان کو دفن کر کے آ گیا، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غسل کرنے کا حکم فرمایا، پھر میں نے غسل کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا فرمائی (ابوداؤد)

اس حدیث کو دیگر محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

اور بعض روایات میں ابوطالب کے مشرک ہونے کی حالت میں، فوت ہونے کی صراحت بھی ہے۔ [2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابوطالب کی وفات حالتِ شرک وکفر پر ہوئی، اسی وجہ سے ابوطالب کی نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود، ان کی نمازِ جنازہ پڑھی، اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ [3]

مذکورہ اور اس جیسی مستند احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا، ابوطالب کا انتقال، ایمان کی حالت میں نہیں ہوا، بلکہ کفر وشرک کی حالت میں ہوا۔

---

[1] حدثنا عبد الرحمن بن سلام، حدثنا إبراهيم بن طهمان، عن أبی إسحاق الهمدانی، عن ناجية بن كعب، عن علی بن أبی طالب، قال: لما مات أبو طالب، أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت: إن عمك الشيخ الضال مات، فقال: اذهب فواره، ولا تحدثن شيئا حتى تأتينی، ففعلت الذی أمرنی به، ثم أتيته، فقال لی: اغتسل، وعلمنی دعوات، هن أحب إلی من حمر النعم (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ۴۲۳)

قال حسين سليم أسد الدارانی: إسناده صحيح (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

[2] عن علی رضی الله عنه: أنه أتى النبی صلى الله عليه وسلم فقال: إن أبا طالب مات .فقال: اذهب فواره .قال: إنه مات مشركا .قال: اذهب فواره .فلما واريته رجعت إليه، فقال لی: اغتسل (سنن النسائی، رقم الحديث ۱۹۰)

[3] وهذا الحديث دليل على أن أبا طالب مات كافرا، ولهذا لم يصل عليه النبی -صلى الله عليه وسلم -، ولا أمر عليا -رضی الله عنه -أن يصلی عليه(بذل المجهود فی حل سنن أبی داود، ج۱۰، ص۵۰۳، باب الرجل يموت له قرابة مشرك)

موجودہ دور میں بعض کم علم حضرات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے کفر پر خاتمہ کے قائل نہیں، اور وہ اس بات کی سختی کے ساتھ تردید کرتے ہیں، بلکہ اس کو ابو طالب کی شان میں گستاخی تصور کرتے ہیں، ان کو مندرجہ بالا اور اس جیسی صحیح احادیث پر غور کر کے اپنی مذکورہ غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہیے۔

البتہ اسی کے ساتھ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت، آپ کے چچا ابو طالب کو بھی سخت عذاب سے تخفیف کی صورت میں حاصل ہوگی۔

اس طرح کی چند احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ أَبُو طَالِبٍ، فَقَالَ: لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ، يَغْلِي مِنْهُ أُمُّ دِمَاغِهِ (بخاری، رقم الحديث ٦٥٦٤، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، مسلم رقم الحديث ٣٦٠ "٢١٠")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (ابو طالب) کا ذکر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امید ہے قیامت کے دن انہیں میری شفاعت کچھ نفع دے جائے گی، پس وہ آگ کے درمیانی درجہ میں کر دیئے جائیں گے کہ آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی، جس سے ان کا دماغ کھولنے لگے گا (بخاری، مسلم)

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ؟ قَالَ:نَعَمْ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَّارٍ، لَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (بخاری، رقم الحديث ٦٢٠٨، كتاب الأدب، باب كنية المشرك،مسلم، رقم الحديث ٣٥٧ "٢٠٩")

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ابوطالب کو بھی کچھ فائدہ پہنچایا، وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لئے دوسروں پر غصہ ہو جاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! وہ جہنم کے درمیان میں ہوں گے، اگر میں نہ ہوتا وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے (بخاری، مسلم)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ، وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ (مسلم، رقم الحديث ٢١٢ "٣٦٢" كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم والوں میں، ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا، جن کو دو (آگ کے) جوتے پہنائے جائیں گے، ان دونوں جوتوں کی وجہ سے ان کا دماغ (ہانڈی کی طرح) کھولے گا (مسلم)

محدثین نے فرمایا کہ ابوطالب کو ہلکا عذاب، دوسرے عام کفار کے مقابلہ میں ہوگا۔ [1]

---

[1] (وعن ابن عباس قال :قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم " :أهون أهل النار عذابا) أى من الكفار (أبو طالب) ، لقوله تعالى فى حقه باتفاق المفسرين :(إنك لا تهدى من أحببت)(وهو منتعل) من باب التفعيل، وفى نسخة صحيحة :من باب الانفعال أى متلبس (بنعلين) أى من نار (يغلى فيهما) وفى نسخة :منهما أى من نعلهما أو من جهة نعله، وأريد بها الجنس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز محدثین واہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مومنوں کے ساتھ خاص ہے، لیکن ابوطالب کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں مدد واعانت کی وجہ سے ان کے لیے بطورِ خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم کے عذاب میں تخفیف ہوگی، لیکن کفروشرک پر خاتمہ کی وجہ سے جہنم کے عذاب سے بالکلیہ اور دائمی طور پر نجات حاصل نہ ہوگی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(دماغه) . وإنما خفف عذابه لكونه حاميا له -صلى الله تعالى عليه وسلم -عن تشديد عداوة الكفار، فلما خفف خفف جزاء وفاقا .(رواه البخاري) . وأسنده السيوطي في الجامع الصغير إلى أحمد ومسلم عنه، والله تعالى أعلم(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٩،ص ٣٦١٤، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب صفة النار وأهلها)

(وعن النعمان بن بشير) بفتح الموحدة وكسر الشين المعجمة (رضي الله عنه قال :سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول :إن أهون أهل النار) أي الكفار لأنهم أهلها الملازمون لها الخالدون أبداً، أما العصاة من مؤمني الأمة المحمدية الذين سبق في العلم الأزلي تعذيبهم بها فليسوا أهلها لخروجهم ودخولهم الجنة (عذاباً يوم القيامة لرجل) هو أبو طالب (يوضع في أخمص) بفتح الهمزة (قدميه) أي المتجافي من الرجل عن الأرض (جمرتان يغلي) بالتحتية والغين المعجمة مبني للفاعل :والغليان معروف، وهو شدة اضطراب الماء ونحوها على النار لشدة إيقادها، يقال غلت القدر تغلي غلياناً قاله المصنف (منهما دماغه) بكسر الدال المهملة معروف . قال القسطلاني في المواهب :جاء في رواية حتى يسيل دماغه (ما يرى) بفتح التحتية :أي يعتقد (أن أحداً أشد منه عذاباً)لقوّة ما يلقاه منه (وإنه لأهونهم عذاباً .متفق عليه) رواه البخاري في الرقاق ومسلم في صفة النار، كذا قال المزي، والذي رأيته أنه منه في كتاب الإيمان(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٤،ص ١٢٩، باب الخوف)

[1] قوله لعله تنفعه شفاعتي ظهر من حديث العباس وقوع هذا الترجي واستشكل قوله صلى الله عليه وسلم تنفعه شفاعتي بقوله تعالى فما تنفعهم شفاعة الشافعين وأجيب بأنه خص ولذلك عدوه في خصائص النبي صلى الله عليه وسلم وقيل معنى المنفعة في الآية يخالف معنى المنفعة في الحديث والمراد بها في الآية الإخراج من النار وفي الحديث المنفعة بالتخفيف وبهذا الجواب جزم القرطبي وقال البيهقي في البعث صحة الرواية في شأن أبي طالب فلا معنى للإنكار من حيث صحة الرواية ووجهه عندي أن الشفاعة في الكفار إنما امتنعت لوجود الخبر الصادق في أنه لا يشفع فيهم أحد وهو عام في حق كل كافر فيجوز أن يخص منه من ثبت الخبر بتخصيصه قال وحمله بعض أهل النظر على أن جزاء الكافر من العذاب يقع على كفره وعلى معاصيه فيجوز أن الله يضع عن بعض الكفار بعض جزاء معاصيه تطييبا لقلب الشافع لا ثوابا للكافر لأن حسناته صارت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ بھی ملحوظ رہے کہ صحیح اور معتبر احادیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ''ابوطالب'' کا شرک و کفر کی حالت میں فوت ہونا معلوم ہوتا ہے، اور اہل السنۃ والجماعۃ کا بنیادی موقف یہی ہے۔

البتہ بعض اہلِ تشیع ''ابوطالب'' کے ایمان کی حالت میں فوت ہونے کے قائل ہیں۔

چنانچہ اہلِ تشیع کی کتاب ''مفتاحُ الفلاح'' میں ہے:

قال اصحابنا: إن المراد عمه وهو آزر، والعم يسمى أبا، والا فالانبياء عليهم السلام عندنا منزهون عن وصمة الكفر فی آبائهم عليهم السلام (مفتاح الفلاح فی عمل اليوم والليلة، تاليف: شيخ بهاؤ الدين محمد بن حسين الحارثی، ص ۱۲۴، ۱۲۵، مطبوعة: مؤسسة النشر الاسلامی، الطبعة الرابعة: 1432هـ)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بموته على الكفر هباء وأخرج مسلم عن أنس وأما الكافر فيعطى حسناته فی الدنيا حتى إذا أفضى إلى الآخرة لم تكن له حسنة وقال القرطبی فی المفهم اختلف فی هذه الشفاعة هل هی بلسان قولی أو بلسان حالی والأول يشكل بالآية وجوابه جواز التخصيص والثانی يكون معناه أن أبا طالب لما بالغ فی إكرام النبی صلى الله عليه وسلم والذب عنه جوزی على ذلك بالتخفيف فأطلق على ذلك شفاعة لكونها بسببه قال ويجاب عنه أيضا أن المخفف عنه لما لم يجد أثر التخفيف فكأنه لم ينتفع بذلك ويؤيد ذلك ما تقدم أنه يعتقد أن ليس فی النار أشد عذابا منه وذلك أن القليل من عذاب جهنم لا تطيقه الجبال فالمعذب لاشتغاله بما هو فيه يصدق عليه أنه لم يحصل له انتفاع بالتخفيف قلت وقد يساعد ما سبق ما تقدم فی النكاح من حديث أم حبيبة فی قصة بنت أم سلمة أرضعتنی وإياها ثويبة قال عروة إن أبا لهب رؤی فی المنام فقال لم أر بعدكم خيرا غير أنی سقيت فی هذه بعتاقتی ثويبة وقد تقدم الكلام عليه هناك وجوز القرطبی فی التذكرة أن الكافر إذا عرض على الميزان ورجحت كفة سيئاته بالكفر اضمحلت حسناته فدخل النار لكنهم يتفاوتون فی ذلك فمن كانت له منهم حسنات من عتق ومواساة مسلم ليس كمن ليس له شیء من ذلك فيحتمل أن يجازی بتخفيف العذاب عنه بمقدار ما عمل لقوله تعالى ونضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيئا قلت لكن هذا البحث النظری معارض بقوله تعالى ولا يخفف عنهم من عذابها وحديث أنس الذی أشرت إليه وأما ما أخرجه ابن مردويه والبيهقی من حديث ابن مسعود رفعه ما أحسن محسن من مسلم ولا كافر إلا أثابه الله قلنا يا رسول الله ما إثابة الكافر قال المال والولد والصحة وأشباه ذلك قلنا وما إثابته فی الآخرة قال عذابا دون العذاب ثم قرأ أدخلوا آل فرعون أشد العذاب فالجواب عنه أن سنده ضعيف وعلى تقدير ثبوته فيحتمل أن يكون التخفيف فيما يتعلق بعذاب معاصيه بخلاف عذاب الكفر (فتح الباری لابن حجر، ج ۱۱، ص ۴۳۱ و ۴۳۲، باب صفة الجنة والنار)

ترجمہ: ہمارے اصحاب کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے ''اَب'' سے مراد آپ کے ''چچا'' ہیں، اور وہ ''آزر'' ہیں، اور چچا کا نام بھی ''اَب'' رکھا جاتا ہے، ورنہ ہمارے نزدیک تمام انبیاء علیہم السلام، اپنے آباء علیہم السلام سمیت کفر کی گندگی سے پاک ہیں (مفتاح الفلاح)

اور مذکورہ عبارت کی تشریح میں ہے کہ:

وانما صرنا الی ذلک لاجماعنا علی أن آباء نبینا الی آدم کلهم مسلمون موحدون، لقوله: لم یزل ینقلنی الله من اصلاب الطاهرین الی ارحام المطهرات حتی اخرجنی فی عالمکم هذا.
والکافر غیر موصوف بالطهارة، لقوله تعالیٰ"انما المشرکون نجس"(......وبعد اسطر......) وذهب ابو الصلاح الی ان آباء الانبیاء کلهم یجب ان یکونوا علی التوحید والاسلام، ولم یفرق بین نبینا وغیره فی وجوب تنزیه آبائه عن الشرک بالله .

ویؤیده قول صلی الله علیه وآله فی حدیث جابر بن عبدالله "ان الانبیاء والاوصیاء مخلوقون من نور عظمة الله جل ثناؤه ،ویودع الله انوارهم اصلاباً طیبة وارحاماً طاهرة ، یحفظها بملائکته ، ویربیها بحکمته ، ویغذوها بعلمه،الحدیث"

وهو کما یدل علی اسلام الانبیاء وتوحیدهم، کذلک یدل علی اسلام الاوصیاء وتوحیدهم ، وظاهر شیخنا قدس سرهٗ انه یذهب مذهب ابی الصلاح ولکن قوله عندنا یدل علی ان ذلک ایضاً اجماعی ولیس کذلک (تعلیق مفتاح الفلاح فی عمل الیوم واللیلة، ص ۱۲۵،۱۲۶، مطبوعة: مؤسسة النشر الاسلامی، الطبعة الرابعة:1432هـ)

ترجمہ: اور ہم اس طرف (یعنی ''آزر'' کو ابراہیم علیہ السلام کا ''چچا'' قرار دینے کی طرف) اس لیے متوجہ ہوئے کیونکہ ہمارا اس بات پر اجماع ہے کہ ہمارے نبی کے آباء، آدم علیہ السلام تک تمام کے تمام مسلم موحد تھے، نبی علیہ السلام کے اس قول کی وجہ سے کہ ''مجھے اللہ، برابر پاکیزہ صلبوں سے، پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا، یہاں تک کہ میں تمہارے اس زمانے میں برآمد ہوا'' اور کافر کو طہارت کے ساتھ متصف نہیں کیا جاتا، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہ ''انما المشرکون نجس''

(......اور چند سطور کے بعد ہے کہ......) اور ابوالصلاح اس طرف گئے ہیں کہ تمام انبیاء کے آباء کا توحید اور اسلام پر ہونا واجب ہے، ابوالصلاح نے ہمارے نبی اور دوسرے نبی کے آباء کو شرک باللہ سے پاک قرار دینے کے وجوب میں فرق نہیں کیا۔

جس کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جابر بن عبداللہ کی حدیث میں اس قول سے ہوتی ہے کہ ''انبیاء اور اوصیاء، اللہ جل ثناءہٗ کے نورِ عظمت سے پیدا کیے جاتے ہیں، اور اللہ ان کے انوار کو پاکیزہ صلبوں اور پاکیزہ رحموں میں ودیعت فرماتا ہے، جن کی ملائکہ کے ذریعہ حفاظت کرتا ہے، اور ان کی اپنی حکمت سے تربیت کرتا ہے، اور اپنے علم کے ذریعے غذا فراہم کرتا ہے، الحدیث''

اور یہ قول جس طرح انبیاء کے آباء کے اسلام اور ان کی توحید پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح سے اوصیاء کے آباء کے اسلام اور ان کی توحید پر بھی دلالت کرتا ہے، اور ہمارے شیخ قدس سرہٗ، بظاہر ابوالصلاح کے مذہب کی طرف گئے ہیں، لیکن ان کا ''عندنا'' کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مسئلہ بھی اجماعی ہے، حالانکہ یہ مسئلہ ہمارے نزدیک اجماعی نہیں ہے (مفتاح الفلاح)

عباس قمی نے بھی ''منتھی الأمال فی تواریخ النبی والآل ''میں علامہ مجلسی کے حوالے سے امامیہ کے اس بات پر اجماع کو نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء وامہات اور اجداد اور جدات، آدم علیہ السلام تک مسلمان تھے، اور وہ تمام کے تمام انبیاء واوصیاء، اللہ کی شریعت کے حامل تھے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ عبدالمطلب تک پہنچا، جنہوں نے ابوطالب کو اپنا ''وصی'' مقرر کیا، اور ابوطالب نے انبیاء کے آثار اور ان کے وصایا کو قبول کیا۔ [1]

اہلِ تشیع کی مذکورہ عبارات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام تک، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد کے موحد ہونے کے قائل ہیں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ بعض اہلِ تشیع کے نزدیک تمام انبیاء علیہم السلام کے آباء واجداد موحد و مسلم ہیں۔

اور اسی بنیاد پر وہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کو مشرک قرار نہیں دیتے، اور ''آزر'' سے، ابراہیم علیہ السلام کے ''چچا'' کو مراد لیتے ہیں۔

---

[1] وقبل الشروع بالحديث عن احوال هذه الجماعة، ننقل كلاما للعلامة المجلسى، قال: اعلم أن إجماع علماء الإمامية معقود على أن أبا رسول الله صلى الله عليه وآله، وأمه، وجميع اجداده وجدّاته حتى آدم عليه السلام ، كانوا كلهم مسلمين، وأن نوره صلى الله عليه وآله لم يستقر فى صلب ورحم مشركين، وليست هناك شبهة فى نسبه صلى الله عليه وآله ونسب آبائه وامهاته ، وللاحاديث المتواترة عن الخاصة والعامة دلالتها على هذه المضامين.

بل يتضح من الاحاديث المتواترة ان اجداده صلى الله عليه وآله، كانوا كلهم انبياء واوصياء وحملة لشريعة الله، وأن أبناء اسماعيل، وهم اجداده صلى الله عليه واله، كانوا اوصيا لابراهيم عليه السلام وسادة لمكّة ،و سدنة لبيت الكعبة، وكان ترميمها وإعمارها موكولا اليهم، كما كانوا مرجعا للخلق عامة، وفيهم كانت ملة ابراهيم عليه السلام، وكانوا حفظة لتلك الشريعة ، يوصى بها بعضهم بعضا، كما يودع احدهم الآخر آثار الانبياء حتى وصلت الى عبدالمطلب، الذى جعل ابا طالب وصيا له، وقام ابوطالب بتسليم آثار الانبياء وودائعهم عليهم السلام الى حافظ الرسالة صلى الله عليه وآله، انتهى. (منتهى الأمال فى تواريخ النبى والآل،للشيخ عباس القمى، الجزء الاول ص ٩ ،الباب الاول ، الفصل الاول،مطبوعة: دارالمصطفىٰ العالمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٣٢ هـ ، 2001ء)

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ بعض اہلِ تشیع کے نزدیک انبیاء کی طرح ''اوصیاء'' کے تمام آباء واجداد بھی موحد و مسلم ہیں۔

اور اہلِ تشیع، چونکہ ابوطالب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو''اوصیاء''میں داخل مانتے ہیں، اس لیے وہ ان کے اور ان کے تمام آباء واجداد کے موحد و مسلم ہونے کے قائل ہیں۔

اور اسی لیے وہ ابوطالب کے ایمان پر بھی زور دیتے ہیں، جس سے بعض سادہ لوح سنی بھی متاثر ہوکر اس قول کو نقل کر دیتے ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اہلِ تشیع کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کے متعلق''اوصیاء'' ہونے کی بعض احادیث کو گھڑا گیا ہے، جن کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا براہِ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونا لازم آتا ہے۔ [1]

---

[1] قال محمد طاهر الفتنی:

قال جبريل يا محمد إن رب العزة يقرئک السلام ويقول إنه لما أخذ الميثاق من النبيين أخذ ميثاقک وأنت فی صلب آدم فجعلک سيد الأنبياء وجعل وصيک سيد الأوصياء علی بن أبی طالب قال الدارقطنی موضوع (تذكرة الموضوعات، ص۹۸، باب فضل صحابته وأهل بيته وأويس ورد الشمس على علی رضی الله عنه وعذاب قاتل الحسين وتاريخ قتله)

وقال ابو حذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتی:

"أنا خاتم النبيين، وعلیّ خاتم الأوصياء"

قال الحافظ: ومن طريق عبد الله بن السائب عن أبی ذر رفعه: فذكره، أورده ابن الجوزی فی "الموضوعات "موضوع

أخرجه الجورقانی فی "الأباطيل (262) "وابن الجوزی فی "الموضوعات"(1/ 377) من طريق الحسن بن محمَّد الخلال ثنا الحسن بن أحمد بن حرب ثنا الحسن بن محمَّد بن يحيى العلوی ثنا محمَّد بن إسحاق القرشی ثنا إبراهيم بن عبد الله ثنا عبد الرزاق أنبا مَعْمَر عن محمَّد عن عبد الله بن الصامت عن أبی ذر مرفوعا "أنا خاتم النبيين، كذلک علیّ وذريته يختمون الأولياء إلى يوم القيامة."

قال ابن الجوزی: هذا حديث موضوع انفرد به الحسن بن محمَّد العلوی .قال الحافظ: كان رافضيا.

وفيه إبراهيم بن عبد الله .قال ابن حبان: كان يسرق الحديث ويروی عن الثقات ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن مستند احادیث سے اس طرح کا ثبوت نہیں ملتا۔ ؎۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ليس من أحاديثهم واستحق الترك"
وقال الجورقاني: هذا حديث منكر، لا أعلم رواه سوى الحسن بن محمَّد العلوى .وهو منكر الحديث، وكان يميل إلى الرفض"
قلت: ما نقله ابن الجوزى عن ابن حبان فى إبراهيم بن عبد الله إنما هو فى ابن خالد المِصيصى.
وأما إبراهيم بن عبد الله الذى يروى عن عبد الرزاق فقد قال فيه ابن حبان: يروى عن عبد الرزاق المقلوبات الكثيرة التى لا يجوز الاحتجاج لمن يرويها لكثرتها.
وقال الدارقطنى: كذاب.
والحسن بن محمَّد العلوى ذكره الذهبى فى الميزان واتهمه بالكذب(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى، ج٢ص١٠٤٨، ١٠٤٩، تحت رقم الحديث٧٣٥، حرف الهمزة)
وقال ابن حجر:
أخبرنى سعيد بن المسيب فى رجال أهل العلم قد تقدم منهم عروة بن الزبير وكأن عائشة أشارت إلى ما أشاعته الرافضة أن النبى صلى الله عليه وسلم أوصى إلى على بالخلافة وأن يوفى ديونه وقد أخرج العقيلى وغيره فى الضعفاء فى ترجمة حكيم بن جبير من طريق عبد العزيز بن مروان عن أبى هريرة عن سلمان أنه قال قلت يا رسول الله إن الله لم يبعث نبيا إلا بين له من يلى بعده فهل بين لك قال نعم على بن أبى طالب ومن طريق جرير بن عبد الحميد عن أشياخ من قومه عن سلمان قلت يا رسول الله من وصيك قال وصيى وموضع سرى وخليفتى على أهلى وخير من أخلفه بعدى على بن أبى طالب ومن طريق أبى ربيعة الإيادى عن بن بريدة عن أبيه رفعه لكل نبى وصى وإن عليا وصيى وولدى ومن طريق عبد الله بن السائب عن أبى ذر رفعه أنا خاتم النبيين وعلى خاتم الأوصياء أوردها وغيرها بن الجوزى فى الموضوعات(فتح البارى لابنِ حجر، ج٨ص١٥٠، قوله باب آخر ما تكلم به النبى صلى الله عليه وسلم)

؎۱ وهذا الحديث الثابت فى الصحيحين وغيرهما عن على رضى الله عنه يرد على فرقة الرافضة فى زعمهم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أوصى إليه بالخلافة، ولو كان الأمر كما زعموا لما رد ذلك أحد من الصحابة فإنهم كانوا أطوع لله ولرسوله فى حياته وبعد وفاته من أن يفتاتوا عليه فيقدموا غير من قدمه ويؤخروا من قدمه بنصه، حاشا وكلا ولم؟ ومن ظن بالصحابة رضوان الله عليهم ذلك فقد نسبهم بأجمعهم إلى الفجور والتواطؤ على معاندة الرسول صلى الله عليه وسلم ومضادته فى حكمه ونصه، ومن وصل من الناس إلى هذا المقام فقد خلع ربقة الإسلام وكفر بإجماع الأئمة الأعلام، وكان إراقة دمه أحل من إراقة المدام(السيرة النبوية لابنِ كثير، ج٤ص٥٠٠، ذكر اعتراف سعد بن عبادة بصحة ما قاله الصديق يوم السقيفة)

مزید یہ کہ ابوطالب کے ایمان کے متعلق بعض اہلِ تشیع نے متعدد احادیث کو گھڑا ہے۔ [1]
جن میں سے بعض احادیث کی اسنادی حیثیت پر ہم نے اپنی دوسری مفصل تالیف ''شفاعة النبی لأبوی النبی ''میں کلام کردیا ہے۔
خلاصہ یہ کہ صحیح اور مستند احادیث کی رُو سے ابوطالب کا خاتمہ، توحید وایمان پر نہیں ہوا، اس وجہ سے وہ آخرت میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شفاعت کے مستحق نہ ہوں گے، جس کے مومن، مستحق ہوں گے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

---

[1] وروی أبو داود والنسائی وبن خزیمة وبن الجارود من حدیث علی قال لما مات أبو طالب قلت یا رسول اللہ إن عمک الشیخ الضال قد مات قال اذهب فواره قلت إنه مات مشرکا فقال اذهب فواره الحدیث ووقفت علی جزء جمعه بعض أهل الرفض أکثر فیه من الأحادیث الواهیة الدالة علی إسلام أبی طالب ولا یثبت من ذلک شیء وبالله التوفیق وقد لخصت ذلک فی ترجمة أبی طالب من کتاب الإصابة (فتح الباری لابن حجر، ج۷، ص ۱۹۵، باب قصة أبی طالب)

(باب نمبر 2)

دیگر نبیوں، فرشتوں اور مومنوں کی شفاعت

آخرت میں نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شفاعتِ اولیٰ وشفاعتِ کبریٰ اور شفاعتِ عظمیٰ کی نعمت حاصل ہوگی، جس کی برکت سے قیامت کے دن حساب وکتاب شروع کیا جائے گا، پھر اس کے بعد بے شمار مومنوں کے حساب میں تخفیف وآسانی ہوگی، بہت سے لوگوں کے درجات بلند ہوں گے، اور بہت سے لوگوں کو جہنم سے نجات حاصل ہوگی، اس طرح کی شفاعت کسی اور کو حاصل نہیں ہوگی، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

البتہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور بعض نیک صالح مومنوں بالخصوص صدیقین اور شہداء وغیرہ کو بھی اللہ کی طرف سے ایک حد تک شفاعت کی اجازت دی جائے گی، جس کا بعض احادیث میں ذکر آیا ہے۔

آگے الگ الگ فصلوں میں اس طرح کی احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(فصل نمبر 1)

انبیاء، ملائکہ وصلحاء کی شفاعت

پہلے گزر چکا ہے کہ ہر نبی کی دعوت قبول کرنے والے شخص سے اس نبی کا بحیثیتِ امتِ اجابت کے تعلق ہوتا ہے، اور نیک صالح لوگوں کو بھی اپنے اپنے مومن رشتہ داروں اور تعلق داروں سے نسبت ہوتی ہے، اور فرشتوں کو بھی نیک لوگوں سے محبت وانسیت ہوتی ہے، ان نسبتوں کی وجہ سے بھی آخرت میں شفاعت کی اجازت ہوگی۔

اسی لیے کئی احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے نبیوں، فرشتوں اور مخصوص مومنوں کے شفاعت کرنے کا ذکر آیا ہے۔

اس طرح کی چند احادیث ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِـيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيُصِيبَنَّ أَقْوَامًا سَفْعٌ مِّنَ النَّارِ عُقُوبَةً بِذُنُوبٍ أَصَابُوهَا، ثُمَّ يُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ وَشَفَاعَةِ الشَّافِعِينَ، يُقَالُ لَهُمْ: اَلْجَهَنَّمِيُّونَ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۲۹۷۸، ج۵ص ۳۴۴، مسند انس بن مالک، قتادة عن انس)[1]

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ اپنے کیے ہوئے گناہوں کے عذاب کی وجہ سے جہنم کی آگ سے جھلس کر کوئلے کی طرح ہو جائیں گے، پھر

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی: إسناده صحیح (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

ان کو اللہ، اپنی رحمت، اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا، جن کو ''جهنميون'' کہا جائے گا (ابویعلیٰ)

شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کے مفہوم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے علاوہ دیگر نبیوں اور فرشتوں اور نیک لوگوں کے طبقات بھی شامل ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حذیفہ، ابنِ مسعود اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کی حدیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيُخْرَجُنَّ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ مُنْتِنِيْنَ قَدْ مَحَشَتْهُمُ النَّارُ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَشَفَاعَةِ الشَّافِعِيْنَ فَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيُّوْنَ (مسند أبی داود الطيالسی، رقم الحديث: ۴۲۰، ج ۱ ص ۳۳۵، أحاديث حذيفة بن اليمان رحمه الله، مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۲۳۴۲۳) [1]

ترجمہ: (اللہ کے حکم سے) جہنم سے ایک بدبودار قوم کو جن کی جلد کو آگ نے جھلسا دیا ہوگا، اللہ کی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے نکال کر

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط:
حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل حماد -وهو ابن أبی سليمان- وقد توبع (حاشية مسند احمد)

وقال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثری:
قلت: هذا إسناد صحيح، رواته ثقات، وهو متابعة صحيحة لحديث الباب.
وعليه فإن حديث الباب بهذه المتابعة يرتقی إلی الصحيح لغيره.
وله شواهد صحيحة أخری من حديث أنس بن مالك، وعمران بن حصين رضی الله عنهما وغيرهما (حاشية، المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، ج۱۸، ص۵۵۶، تحت رقم الحديث ۴۵۶۱، كتاب الفتن، باب الشفاعة، وفيه أحاديث من البعث)

وقال البوصيری:
رواه أبوداود الطيالسی وأبوبكر بن أبی شيبة واللفظ له وأحمد بن حنبل، ورواتهم ثقات (اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، للبوصيری، ج۸ ص۱۹۷، تحت رقم الحديث: ۷۷۴۳، كتاب الفتن، باب فی شفاعة الصالحين)

جنت میں داخل کیا جائے گا، جن کا نام ''جھنمیون'' ہوگا (مسند أبی داود الطیالسی، مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔[1]

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخرت میں کئی قسم کے مومنین، اللہ کے حضور، مومنوں کی شفاعت کریں گے، اور اللہ اپنی رحمت وفضل اور مومنوں کی شفاعت کی برکت سے بہت سے لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرما دے گا، شفاعت کرنے والوں میں نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ، دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی ہوں گے، اور صلحاء اور مخصوص مؤمنین بھی ہوں گے۔

چنانچہ بعض دوسری احادیث وروایات میں نبیوں، فرشتوں، شہیدوں اور نیک صالح مومنوں کی شفاعت کرنے کا ذکر آیا ہے، جن سے مذکورہ احادیث کی تشریح وتوضیح ہوتی ہے۔

اس طرح کی چند احادیث وروایات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] حدثنا محمد بن علی بن شعیب السمسار، ثنا عبید الله بن عمر القواریری، ثنا یحیی بن سعید، ثنا عمران، حدثنی أبو رجاء ، حدثنی عمران بن حصین، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال :یخرج ناس من النار بشفاعة الشافعین فیدخلون الجنة فیسمون الجهنمیون(المعجم الکبیر،للطبرانی، رقم الحدیث ۲۸۴)

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمی، ثنا أبو الربیع الزهرانی، ثنا سلمة بن صالح، عن سلمة بن کهیل، عن أبی الزهراء ، عن عبد الله قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :لیدخلن الجنة قوم من المسلمین قد عذبوا فی النار برحمة الله وشفاعة الشافعین(المعجم الکبیر،للطبرانی، رقم الحدیث ۱۰۵۰۹)

قال الهیثمی: رواه الطبرانی، وفیه من لم أعرفهم(مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث : ۱۸۵۳۰ ، ج۱۰،ص ۳۷۹،باب منه فی الشفاعة)

قلت: وله شواهد صحیحة من حدیث أنس بن مالک،وحذیفةوعمران بن حصین رضی الله عنهم تقدمت.محمد رضوان.

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُحْمَلُ النَّاسُ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَتَقَادَعُ بِهِمْ جَنَبَتَا الصِّرَاطِ تَقَادُعَ الْفَرَاشِ فِي النَّارِ، قَالَ: فَيُنْجِي اللّٰهُ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ، قَالَ: ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالشُّهَدَاءِ أَنْ يَّشْفَعُوْا فَيَشْفَعُوْنَ، وَيُخْرِجُوْنَ وَيَشْفَعُوْنَ، وَيُخْرِجُوْنَ وَيَشْفَعُوْنَ، وَيُخْرِجُوْنَ (مسند الإمام أحمد بن حنبل ، رقم الحديث : ۲۰۴۴۰) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو قیامت کے دن پل صراط پر سوار کیا جائے گا، وہ اس پل صراط کے دونوں کناروں سے، اس طرح جہنم میں گریں گے، جیسے شمع کے پروانے (شمع کی آگ پر) گرتے ہیں، لیکن اللہ، اپنی رحمت سے، جسے چاہے گا، اس کو نجات عطا فرمادے گا، پھر (جب اللہ چاہے گا) فرشتوں کو اور نبیوں کو اور شہیدوں کو اجازت دی جائے گی کہ وہ شفاعت کریں، پھر وہ شفاعت کریں گے اور جہنم سے (اپنی اپنی شفاعت کرکے لوگوں کو) نکالیں گے، اور شفاعت کریں گے اور جہنم سے نکالیں گے، اور شفاعت کریں گے اور جہنم سے نکالیں گے (یعنی فرشتے، نبی اور شہید کئی مرتبہ شفاعت کرکے جہنم سے مومنوں کو نکالیں گے) (مسند احمد)

فرشتے، جنہوں نے بعض مومن بندوں کے نیک اعمال کا مشاہدہ کیا، اور ان کو پسند کیا، وہ بھی شفاعت کریں گے، اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی اپنی اپنی امت کے مؤمن افراد

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط : إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

کی شفاعت کریں گے، اور شہید بھی اپنے اہل وعیال وغیرہ کی شفاعت کریں گے، اور یہ شفاعت ہر شخص کے حسبِ عمل اور اللہ تعالیٰ کی حسبِ مشیت جلد یا بدیر ہوگی، سب کے لئے ایک ہی وقت میں شفاعت نہ ہوگی۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جس کے دل کے اندر ایمان، ایک ذرہ کے برابر بھی ہوگا، اللہ، بالآخر اس کو بھی اپنی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی برکت سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمادے گا۔ [1]

یعنی جہنم کے عذاب سے ہر مومن کو ایک نہ ایک دن شفاعت کی برکت سے نجات حاصل ہوگی۔

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا مُيِّزَ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَأَهْلُ النَّارِ، فَدَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، قَامَتِ الرُّسُلُ فَشَفَعُوْا، فَيَقُوْلُ: اِنْطَلِقُوْا، أَوْ اِذْهَبُوْا، فَمَنْ عَرَفْتُمْ، فَأَخْرِجُوْهُ،

---

[1] عن أبی بكرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال":يحمل الناس على الصراط يوم القيامة فتتقادع بهم جنبتا الصراط تقادع الفراش فی النار فينجی الله برحمته من يشاء ثم إنه يؤذن فی الشفاعة للملائكة والنبيين والشهداء والصديقين فيشفعون ويخرجون من كان فی قلبه مثقال ذرة من إيمان(كتاب السنة،لا بن أبی عاصم،رقم الحديث : ۸۳۷ ، باب فی ذكر من يخرج الله بتفضله من النار)

قال الألبانی :

إسناده حسن أو محتمل للتحسين رجاله كلهم ثقات رجال مسلم غير محمد بن أبان الواسطی وهو صدوق تكلم فيه الأزدی كما قال الحافظ لكنه قد توبع وسعيد بن زيد صدوق له أوهام كما فی التقريب.

والحديث أخرجه عبد الله بن أحمد فی زوائد المسند بإسناد المصنف بعد أن ساقة من طريق أبيه ثنا عفان ثنا سعيد بن زيد به(ظلال الجنة فی تخريج السنة ،تحت رقم الحديث : ۸۳۷)

فَيُخْرِجُوْنَهُمْ قَدِ امْتُحِشُوا، فَيُلْقُوْنَهُمْ فِيْ نَهَرٍ، أَوْ عَلٰى نَهَرٍ، يُقَالَ لَهُ: الْحَيَاةُ، قَالَ: فَتَسْقُطُ مَحَاشُّهُمْ عَلٰى حَافَةِ النَّهَرِ، وَيَخْرُجُوْنَ بِيْضًا مِثْلَ الثَّعَارِيْرِ، ثُمَّ يَشْفَعُوْنَ، فَيَقُوْلُ: اِذْهَبُوْا، أَوْ اِنْطَلِقُوْا، فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ قِيْرَاطٍ مِّنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُمْ، قَالَ: فَيُخْرِجُوْنَ بَشَرًا، ثُمَّ يَشْفَعُوْنَ، فَيَقُوْلُ: اِذْهَبُوْا أَوْ اِنْطَلِقُوْا، فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُ، ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ: أَنَا الْآنَ أُخْرِجُ بِعِلْمِيْ وَرَحْمَتِيْ، قَالَ: فَيُخْرِجُ أَضْعَافَ مَا أَخْرَجُوْا وَأَضْعَافَهٗ، فَيُكْتَبُ فِيْ رِقَابِهِمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ، ثُمَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فَيُسَمَّوْنَ فِيْهَا الْجَهَنَّمِيِّيْنَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۴۴۹۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کو الگ الگ کر دیا جائے گا، اور اہلِ جنت، جنت میں داخل ہوجائیں گے، اور اہلِ جہنم، جہنم میں داخل ہوجائیں گے، تو اللہ کے رسول کھڑے ہوکر شفاعت کریں گے، اللہ فرمائے گا کہ جاؤ، یا چلو، جن لوگوں کو تم (اپنے امتی اور متبع ہونے کی حیثیت سے) پہچانتے ہو، ان کو جہنم سے نکال لو، تو وہ رسول ان کو جہنم سے نکالیں گے، جو جہنم میں جھلس چکے ہوں گے، پھر ان کو ایک نہر میں یا نہر پر ڈالیں گے، جس کو ''الحیاۃ'' کہا جاتا ہے، جب وہ اس نہر سے نکلیں گے، تو ان کی سیاہی نہر کے کنارے ہی گر جائے گی، اور وہ ککڑیوں کی طرح چمکتے ہوئے نکلیں گے، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ شفاعت کریں گے، اللہ فرمائے گا کہ تم جاؤ، یا چلو، پس تم جن کے دلوں میں ایک قیراط کے برابر بھی ایمان پاؤ، تو ان کو جہنم سے نکال لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پھر بہت سے لوگوں کو نکالیں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

گے، پھر تیسری مرتبہ وہ رسول شفاعت کریں گے، پھر اللہ فرمائے گا کہ تم جاؤ، یا چلو، پس تم جن کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان پاؤ، تو ان کو جہنم سے نکال لو، پھر اللہ فرمائے گا کہ اب میری باری ہے، میں اپنے علم اور رحمت کی وجہ سے جہنم سے نکالوں گا، پھر اللہ ان سے کئی اضافی لوگوں کو نکالے گا، جن کو رسولوں نے نکالا تھا، پھر ان کی گردنوں میں یہ لکھ دیا جائے گا کہ ''یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں'' پھر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے، جہاں ان کا نام ''جھنمیین'' (یعنی جہنم سے آزاد کیے ہوئے) رکھا جائے گا (مسند احمد)

جابر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

طبرانی کی **المعجمُ الاوسط** میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ:

اہلِ جنت کچھ ایسے لوگوں کو جنت میں نہیں پائیں گے، جن کو وہ دنیا میں پہچانتے تھے، پھر وہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے پاس آ کر ان لوگوں کا ذکر کریں گے، تو انبیائے کرام ان لوگوں کی شفاعت کریں گے، اور ان کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا، پھر ان کو ''**طلقاء**'' کہا جائے گا (یعنی جہنم سے آزاد ہونے والے) پھر ان پر ''**ماءُ الحیاۃ**'' ڈالا جائے گا (اور پھر اس پانی سے نہلا کر اور صاف ستھرا کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا) [1]

---

[1] حدثنا أسلم بن سهل قال: نا القاسم بن عيسى الطائى قال: نا رحمة بن مصعب، عن عزرة بن ثابت، عن أبى الزبير، عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يفتقد أهل الجنة ناسا كانوا يعرفونهم فى الدنيا، فيأتون الأنبياء فيذكرونهم، فيشفعون فيهم فيشفعون، فيقال لهم: الطلقاء، وكلهم طلقاء، يصب عليهم ماء الحياة.
لم يرو هذه الأحاديث الثلاثة عن عزرة بن ثابت إلا رحمة بن مصعب، تفرد بها القاسم عيسى الطائى (المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث: ۳۰۴۴)

علامہ ہیثمی نے مذکورہ حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ [1]

ممکن ہے کہ مذکورہ حدیث میں مختلف نبیوں کی امتوں کے لوگ مراد ہوں، یعنی ہر نبی کے امتی اپنے مؤمن بھائیوں کی شفاعت کی اپنے نبی سے درخواست کریں گے، اوران کے نبی اپنے اپنے مؤمن وموحد اُمتیوں کی شفاعت کریں گے، واللہ اعلم۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ اولیٰ کے بعد میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

ثُمَّ يُقَالُ: اُدْعُوا الصِّدِّيقِيْنَ فَيَشْفَعُوْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: اُدْعُوا الْأَنْبِيَاءَ، قَالَ: فَيَجِيْءُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الْعِصَابَةُ، وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الْخَمْسَةُ وَالسِّتَّةُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، ثُمَّ يُقَالُ: اُدْعُوا الشُّهَدَاءَ فَيَشْفَعُوْنَ لِمَنْ أَرَادُوْا، قَالَ: فَإِذَا فَعَلَتِ الشُّهَدَاءُ ذٰلِكَ، قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ، أَدْخِلُوْا جَنَّتِيْ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا، قَالَ: فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۵) [2]

ترجمہ: پھر اللہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ صدیقین کو بلاؤ، وہ آ کر شفاعت کریں گے، پھر اللہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو بلاؤ، چنانچہ بعض انبیاء علیہم السلام تو ایسے آئیں گے، جن کے ساتھ اہلِ ایمان کی ایک بڑی جماعت ہوگی، بعض نبیوں کے ساتھ پانچ چھ آدمی ہوں گے، اور بعض نبیوں کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوگا (یہ اپنے اپنے امتیوں کی حسبِ اعمال شفاعت کریں گے)

---

[1] قال الهيثمي : رواه الطبراني في الأوسط، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث : ۱۸۵۲۹ ، ج۱۰ ، ص ۳۷۹، باب منه في الشفاعة)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

پھر اللہ کی طرف سے شہیدوں کو بلانے کا حکم ہوگا، چنانچہ وہ جس کی چاہیں گے شفاعت کریں گے۔ جب شہداء بھی سفارش کرچکیں گے، تو (آخر میں) اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں ارحمُ الراحمین ہوں، اب (میرے حکمِ خاص اور فضلِ خاص سے) جنت میں ان سب لوگوں کو داخل کردو، جو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے، چنانچہ ایسے تمام لوگ جنت میں داخل ہوجائیں گے (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ آخرت میں نبی آخرالزمان، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیائے کرام اور دیگر صلحاء، بالخصوص صدیقین اور شہداء بھی شفاعت کریں گے۔

اور جب سب ایک ایک کرکے شفاعت سے فارغ ہوجائیں گے، اور سخت گناہ گار بندے جہنم میں اپنی سزا کاٹ چکیں گے، جو کہ کچھ کم نہ ہوں گے، اور ایک طویل عرصہ گزر چکا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے بالآخر ہر مومن کو جنت میں داخل فرمادے گا، اور جہنم میں صرف کافر ومشرک ہی باقی رہ جائیں گے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِيْنَ هُمْ أَهْلُهَا، فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوْتُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَحْيَوْنَ، وَلٰكِنْ نَاسٌ أَصَابَتْهُمُ النَّارُ بِذُنُوْبِهِمْ، أَوْ قَالَ بِخَطَايَاهُمْ، فَأَمَاتَهُمْ إِمَاتَةً حَتّٰى إِذَا كَانُوْا فَحْمًا، أُذِنَ بِالشَّفَاعَةِ، فَجِيْءَ بِهِمْ ضَبَائِرَ ضَبَائِرَ، فَبُثُّوا عَلٰى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ قِيْلَ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، أَفِيْضُوْا عَلَيْهِمْ، فَيَنْبُتُوْنَ نَبَاتَ الْحِبَّةِ تَكُوْنُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ (مسلم، رقم الحديث ١٨٥ "٣٠٦" كتاب الإيمان، باب إثبات

الشفاعة وإخراج الموحدين من النار)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ جہنم نہ تو جہنم میں مریں گے اور نہ زندہ رہیں گے (یعنی وہ وہاں اسی کشمکش کی حالت میں تکلیف کے ساتھ رہیں گے) لیکن کچھ لوگ جو (توحید وایمان کی حالت میں فوت ہوئے ہوں گے، وہ) اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے، تو (کچھ عرصہ کے بعد) ان پر اللہ تعالیٰ ایک طرح کی موت طاری کر دے گا، یہاں تک کہ آگ انہیں جلا کر کوئلہ بنا دے گی، اس کے بعد شفاعت کی اجازت دی جائے گی، تو یہ لوگ گروہ در گروہ لائے جائیں گے، پھر انہیں جنت کی نہروں میں ڈالا جائے گا، پھر جنت والوں سے کہا جائے گا کہ اے جنت والو، ان پر پانی ڈالو، جس سے وہ تروتازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے، جس طرح پانی کے بہاؤ سے آنے والی مٹی میں سے دانہ سرسبز وشاداب ہو کر نکل آتا ہے (مسلم)

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی یا جس کو بھی شفاعت کا حق دیا جائے گا، اس کی برکت سے جہنم میں اپنے گناہوں کی سزا کاٹنے والے لوگ جہنم سے نکلیں گے۔ [1]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

ثُمَّ يُؤْتٰى بِالْجِسْرِ فَيُجْعَلُ بَيْنَ ظَهْرَىْ جَهَنَّمَ، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا الْجِسْرُ؟ قَالَ: مَدْحَضَةٌ مَزِلَّةٌ، عَلَيْهِ خَطَاطِيْفُ وَكَلَالِيْبُ، وَحَسَكَةٌ مُفَلْطَحَةٌ لَهَا شَوْكَةٌ عُقَيْفَاءُ، تَكُوْنُ بِنَجْدٍ، يُقَالُ لَهَا: اَلسَّعْدَانُ، اَلْمُؤْمِنُ عَلَيْهَا كَالطَّرْفِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيْحِ، وَكَأَجَاوِيْدِ الْخَيْلِ

---

[1] (أذن بالشفاعة) فيهم للرسل وغيرهم على ما فصلناه فى حواشى شرح العمدة (التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، ج٣ص ٢١٢، تحت رقم الحديث ١٥٩٤)

وَالـرِّكَـابِ، فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ، وَنَاجٍ مَخْدُوْشٌ، وَمَكْدُوْسٌ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ، حَتّٰـى يَـمُـرَّ آخِـرُهُـمْ يُسْـحَبُ سَحْبًا، فَمَا أَنْتُمْ بِأَشَدَّ لِيْ مُنَاشَدَةً فِي الْـحَـقِّ، قَـدْ تَبَيَّـنَ لَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِ يَوْمَئِذٍ لِلْجَبَّارِ، وَإِذَا رَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ نَـجَـوْا، فِيْ إِخْـوَانِهِـمْ، يَـقُـوْلُـوْنَ: رَبَّنَا إِخْوَانُنَا، كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَنَا، وَيَـصُـوْمُـوْنَ مَـعَـنَـا، وَيَعْمَلُوْنَ مَعَنَا، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِذْهَبُوْا، فَمَنْ وَجَـدْتُـمْ فِـيْ قَـلْبِـهٖ مِثْـقَـالَ دِيْـنَـارٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُ، وَيُحَرِّمُ اللّٰهُ صُـوَرَهُمْ عَلَى النَّارِ، فَيَأْتُوْنَهُمْ وَبَعْضُهُمْ قَدْ غَابَ فِي النَّارِ إِلٰى قَدَمِهٖ، وَإِلٰـى أَنْـصَـافِ سَـاقَيْـهِ، فَيُخْرِجُوْنَ مَنْ عَرَفُوْا، ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ، فَيَقُوْلُ: اِذْهَبُـوْا فَـمَـنْ وَجَـدْتُـمْ فِـيْ قَـلْـبِـهٖ مِثْقَـالَ نِصْفِ دِيْـنَـارٍ فَـأَخْرِجُوْهُ، فَيُـخْـرِجُوْنَ مَنْ عَرَفُوْا، ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ، فَيَقُوْلُ: اِذْهَبُوْا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِيْ قَـلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُ، فَيُخْرِجُوْنَ مَنْ عَرَفُوْا ،قَالَ أَبُوْ سَعِيْـدٍ: فَإِنْ لَمْ تُصَدِّقُوْنِيْ فَاقْرَءُوْا " إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَـنَةً يُّضَاعِفْهَا " فَيَشْـفَـعُ الـنَّبِيُّـوْنَ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، فَيَـقُـوْلُ الْـجَبَّـارُ: بَـقِيَـتْ شَفَاعَتِيْ، فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ، فَيُخْرِجُ أَقْـوَامًـا قَـدِ امْتُـحِشُـوْا، فَيُـلْقَوْنَ فِيْ نَهَرٍ بِأَفْوَاهِ الْجَنَّةِ، يُقَالُ لَـهٗ: مَاءُ الْـحَيَـاةِ، فَيَنْبُتُوْنَ فِيْ حَافَتَيْهِ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ، قَدْ رَأَيْتُـمُـوْهَا إِلٰى جَانِبِ الصَّخْرَةِ، وَإِلٰى جَانِبِ الشَّجَرَةِ، فَمَا كَانَ إِلَى الشَّـمْـسِ مِـنْـهَـا كَـانَ أَخْـضَرَ، وَمَا كَانَ مِنْهَا إِلَى الظِّلِّ كَانَ أَبْيَضَ، فَيَـخْـرُجُـوْنَ كَأَنَّهُمُ اللُّؤْلُؤُ، فَيُجْعَلُ فِيْ رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِيْمُ، فَيَدْخُلُوْنَ الْـجَـنَّـةَ، فَيَـقُـوْلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ: هٰؤُلَاءِ عُتَقَاءُ الرَّحْمٰنِ، أَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِـغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ، وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ، فَيُقَالُ لَهُمْ: لَكُمْ مَا رَأَيْتُمْ وَمِثْلَـهٗ

مَعَهُ (بخاری، رقم الحدیث ۷۴۳۹، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: وجوه یومئذ ناضرة إلی ربها ناظرة)

ترجمہ: پھر پل صراط لایا جائے گا اور جہنم کی پشت پر لا کر رکھا جائے گا، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پل صراط کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھسلنے اور گرنے کی جگہ ہے، اس پر کانٹے اور آنکڑے ہیں اور چوڑے، کھردرے، چبھنے والے کانٹے ہیں، اور ایسے ٹیڑھے کانٹے ہیں، جو نجد میں ہوتے ہیں، انہیں ''سعدان'' کہا جاتا ہے، مومن اس پر سے پلک جھپکنے اور بجلی کی طرح اور ہوا کی طرح اور تیز رفتار گھوڑے اور سواریوں کی طرح (اپنے اپنے حسبِ اعمال) گزر جائیں گے، بعض تو صحیح سلامت بچ کر نکل جائیں گے اور بعض اس حال میں نجات پائیں گے کہ ان کے اعضاء جہنم کی آگ سے جھلسے ہوئے ہوں گے، یہاں تک کہ ان کا آخری شخص گھسٹ گھسٹ کر نکلے گا، تم مجھ سے حق کے مطالبہ میں جو تمہارے لیے ظاہر ہو چکا ہے، آج اس قدر سخت نہیں ہو، جس قدر مومن اس دن اللہ جبار سے (شفاعت کے لیے بار بار عذر ومعذرت کی شکل میں) کریں گے، چنانچہ جب وہ لوگ دیکھیں گے کہ اپنے مومن بھائیوں میں سے، انہیں نجات مل گئی ہے، تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب (دنیا میں) کچھ ہمارے مومن بھائی تھے، جو کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ (فلاں فلاں نیک) کام کیا کرتے تھے (مگر وہ اپنی بعض بداعمالیوں کی وجہ سے سزا پانے کے لیے جہنم میں ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جاؤ، جس کے دل میں ایک دینار کے برابر ایمان پاؤ، اسے جہنم سے نکال لو اور اللہ ان کی صورتوں کو آگ پر حرام کردے گا، چنانچہ وہ لوگ ان کے پاس آئیں گے، اس حال میں کہ بعض لوگ قدم تک اور بعض آدھی پنڈلیوں تک آگ میں ڈوبے

ہوں گے، جن کو یہ پہچانیں گے، ان کو جہنم سے نکال لیں گے، پھر دوبارہ آئیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جاؤ اور جس کے دل میں نصف دینار کے برابر ایمان پاؤ، اسے جہنم سے نکال لو، چنانچہ وہ جن کو پہچانیں گے، ان کو نکال لیں گے، پھر لوٹ آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جاؤ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان پاؤ، اسے بھی نکال لو، چنانچہ وہ جن کو (اس ایمانی کیفیت والا) پہچانیں گے، ان کو نکال لیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مجھے سچا نہیں سمجھتے تو (سورہ نسآء کی) یہ آیت پڑھو کہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرے گا اور اگر نیکی ہوگی تو اس کو بڑھا چڑھا کر اجر وثواب دے گا، پھر انبیاء اور فرشتے اور مومن (اپنی اپنی شان کے مطابق) شفاعت کریں گے، اس کے بعد اللہ جبار فرمائے گا کہ میری شفاعت باقی رہ گئی ہے، پھر اللہ عزوجل جہنم سے ایک مٹھی بھر کر ایسے لوگوں کو نکالے گا، جو کوئلہ ہوگئے ہوں گے، پھر وہ لوگ ایک نہر میں جو جنت کے سرے پر ہے اور جس کو آبِ حیات کہا جاتا ہے، اس میں ڈالے جائیں گے، پھر یہ لوگ (اس کے پانی سے غسل پاکر) اس طرح تر وتازہ ہوجائیں گے، جس طرح دانہ پانی کے بہنے کی جگہ میں سرسبز اگتا ہے، جس کو تم نے درخت یا پتھر کے پاس دیکھا ہوگا، جو سورج کی طرف ہوتا ہے، وہ سبز ہوتا ہے اور جو سایہ کی طرف ہوتا ہے، وہ سفید ہوتا ہے، وہ لوگ موتی کی طرح چمکتے ہوئے نکلیں گے، ان کی گردنوں میں مہریں لگادی جائیں گی (جن پر جہنم سے آزادی کا پروانہ ہوگا) پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے، تو جنت والے کہیں گے کہ یہ لوگ اللہ کے آزاد کردہ ہیں، ان کو اللہ نے (اپنے خاص فضل وکرم سے) بغیر کسی عمل اور خیر کے کام کے جنت میں داخل کیا ہے، پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے دیکھا اتنا ہی اور بھی (جنت میں) تمہارے لیے ہے (بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی، صحیح ابنِ حبان کی روایت میں فرشتوں، نبیوں اور صدیقین کی شفاعت کا ذکر ہے، اور اس روایت کے آخر میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی مروی ہے کہ ''پل صراط'' بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ [1]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] ثـم يـؤتـى بالجسر فيجعل بين ظهرانى جهنم"، فقلنا: يـا رسول الله وما الجسر؟ قال: " مـدحـضة مزلة عليه خطاطيف وكلاليب وحسكة مفلطحة 1لهـا شوك عقيفاء تـكون بنجد يقال لها: السعـدان يجوز المؤمن كالطرف وكالبرق وكالريح وكأجاويد الـخيل وكالراكب فناج مسلم ومخدوش مسلم ومكدوس فى جهنم حتى يمر آخرهم يسحب سحبا والحق قد تبين من المؤمنين إذا رأوا أنهم قد نجوا وبقى إخوانهم يقولون: يـا ربـنا إخواننا كانوا يصلون معنا ويصومون معنا ويعملون معنا, فيقول الرب جل وعلا: اذهبـوا فـمـن وجـدتـم فى قلبه مثقال دينار من إيمان فأخرجوه ويحرم الله صورهم على الـنـار فيـأتـونهـم وبعضهم قد غاب فى النار إلى قدميه وإلى أنصاف ساقيه فيخرجون من الـنار ثم يعودون ثانية فيقول: اذهبـوا فـمـن وجدتم فى قلبه مثقال نصف دينار من إيمان فـأخرجوه فيخرجون من النار ثم يعودون الثالثة فيقال: اذهبوا فمن وجدتم فى قلبه حبة إيمان فأخرجوه فيخرجون."

قال أبو سعيد: وإن لـم تصدقونى فاقرؤوا قول الله:(إن الله لا يظلم مثقال ذرة وإن تـک حسـنة يـضـاعفها ويؤت من لدنه أجرا عظيما) "فتشـفـع الملائكة والنبيون والصديقون فيـقول الجبار تبارک وتعالى لا إله إلا هو: بـقيت شفاعتى فيقبض الجبار قبضة من النار فيـخـرج أقوما قد امتحشوا فيلقون فى نهر يقال له: الـحياة فينبتون فيه كما تنبت الحبة فـى حـميـل السيـل هـل رأيتـمـوهـا إلـى جانب الصخرة أو جانب الشجرة فما كان إلى الشـمـس منها كان أخضر فى رقابهم الخواتيم فيدخلون الجنة فيقول أهل الجنة: هؤلاء عتـقـاء الـرحـمن أدخلهم الله الجنة بغير عمل عملوه ولا قدم قدموه فيقال لهم: لكم ما رأيتموه ومثله معه."

قال أبو سعيد: بلغنى أن الجسر أدق من الشعر وأحد من السيف(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث۷۳۷۷)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية صحيح ابنِ حبان)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَشْفَعُ النَّبِيُّوْنَ وَالْمَلَائِكَةُ وَيَشْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَيَبْقٰى أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ،قَالَ :فَيَقْبِضُ قَبْضَةً أَوْ قَبْضَتَيْنِ مِنَ النَّارِ خَلْقًا كَثِيْرًا ،لَمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا ،فَيَخْرُجُوْنَ قَدِ امْتَحَشُوْا وَصَارُوْا حُمَمًا فَيُصِيْبُ عَلَيْهِمْ مِنْ مَاءٍ ،يُقَالُ لَهُ مَاءَ الْحَيَاةِ ،فَيَخْرُجُوْنَ مِنْ أَجْسَادِهِمْ ،كَأَنَّهَا اللُّؤْلُؤُ ،مَكْتُوبٌ مِنْ عَاتِقِهٖ، نَحْنُ عُتَقَاءُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ (كتاب السنة،لا بن أبى عاصم، رقم الحديث ٥٢٧، باب: ذكر قول جهنم هل من مزيد حتى يضع ربنا تبارك وتعالى قدمه فيها) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن نبی اور فرشتے اور مومن سب شفاعت کریں گے، اور ارحم الراحمین باقی رہ جائے گا، پھر وہ جہنم میں سے ایک مٹھی یا دو مٹھی بھر کر خلقِ کثیر کو جہنم سے نکالے گا، جس نے کوئی خیر کا عمل نہیں کیا ہوگا، وہ اس حال میں نکلیں گے کہ وہ پوری طرح جھلس گئے ہوں گے، اور جل کر کوئلہ کی طرح ہو گئے ہوں گے، پھر اللہ، ان پر ایک پانی ڈالے گا، جس کو ''ماءُ الحیاۃ'' کہا جاتا ہے، جس کے بعد ان کے جسم ایسے نکھرے ہوئے نکلیں گے کہ گویا کہ وہ موتی ہیں، ان کے کندھوں پر یہ لکھا ہوا ہوگا کہ ہم جہنم سے اللہ کے آزاد کردہ ہیں (السنة لابن ابی عاصم)

---

[1] قال الالبانی:
حديث صحيح رجاله ثقات غير عبد المجيد بن عبد العزيز بن أبى رواد قال الحافظ : صدوق يخطء أفرط ابن حبان فقال :متروك.
قلت :لكنه قد توبع فقال أحمد :3/94ثنا عبد الرزاق أنا معمر به .وأخرجه ابن خزيمة ص 212-201من طريق أخرى عن عبد الرزاق به .ومسلم 117-1/114من طريق سويد بن سعيد قال :حدثنى حفص بن ميسرة عن زيد بن أسلم به نحوه وليس فيه ذكر العتقاء وإسناد عبد الرزاق صحيح على شرط الشيخين .وله شاهد من حديث أنس نحوه .أخرجه الدارمى 28-1/27وأحمد 3/144وسنده صحيح على شرطهما (ظلال الجنة فى تخريج السنة لابنِ ابى عاصم، تحت رقم الحديث ٥٢٧)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخرت میں نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء اور فرشتے اور صلحاء ومومنین بھی اللہ کی طرف سے اجازت ملنے کے بعد مختلف مومنوں وموحدوں کی شفاعت کریں گے۔

انس، ابوسعید اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّمَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَشْفَعُ لِلرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ (مسند البزار، رقم الحدیث ۶۹۲۱، ج۱۳ ص ۳۱۹، مسند أبی حمزة أنس بن مالک) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (آخرت میں) بے شک کوئی آدمی دو آدمیوں کی اور تین آدمیوں کی بھی شفاعت کرے گا (مسند البزار)

مذکورہ حدیث میں کسی مخصوص آدمی کی قید نہیں، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو ان کے حسبِ حال شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائے، جس کی برکت سے ان کے مخصوص تعلق دار یا رشتہ دار، دو یا تین افراد شفاعت سے مستفید ہوں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَدْ أُعْطِيَ كُلُّ نَبِيٍّ عَطِيَّةً فَكُلٌّ قَدْ تَعَجَّلَهَا، وَإِنِّي أَخَّرْتُ عَطِيَّتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي، وَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أُمَّتِي لَيَشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَشْفَعُ لِلْقَبِيْلَةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَشْفَعُ لِلثَّلَاثَةِ،

---

[1] قال الهيثمي:
رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۸۵۴۸)

وَلِلرَّجُلَيْنِ، وَلِلرَّجُلِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۱۱۴۸) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو (دعاء کی قبولیت کا) عطیہ دیا گیا، پس ہر ایک نے اس کو دنیا میں جلدی اختیار کرلیا، اور میں نے اپنے عطیہ کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھ لیا (چنانچہ میں آخرت میں، اللہ کے حضور مومنوں کی کثرت سے شفاعت کروں گا) اور میری امت میں سے کوئی آدمی لوگوں کی ایک جماعت کی شفاعت کرے گا، اور وہ جماعت اس کی برکت سے جنت میں داخل ہوگی، اور کوئی آدمی پورے قبیلے کی شفاعت کرے گا، اور کوئی آدمی کسی گروہ کی شفاعت کرے گا، کوئی آدمی تین آدمیوں کی، اور کوئی دو آدمیوں کی اور کوئی ایک آدمی کی شفاعت کرے گا (مسند احمد)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں درجِ ذیل الفاظ ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أُمَّتِیْ لَيَشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ، فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَشْفَعُ لِلْقَبِيْلَةِ مِنَ النَّاسِ، فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَشْفَعُ لِلرَّجُلِ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ، فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۱۶۰۵) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک آدمی لوگوں کی ایک جماعت کی شفاعت کرے گا، اور وہ اس کی شفاعت کی وجہ سے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف عطية العوفی، وباقی رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف عطية العوفی، وباقی رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

جنت میں داخل ہوگی، اور کوئی آدمی پورے قبیلے کی شفاعت کرے گا، اور کوئی آدمی ایک شخص کی اور کوئی اپنے گھر والوں کی شفاعت کرے گا، اور وہ اس کی شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے علاوہ دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور بعض مخصوص مومنوں، خاص کر صدیقین اور شہداء وغیرہ کو ان کے حسبِ اعمال، ایک یا زیادہ اشخاص کے لیے، یا اس کے اہلِ خانہ کے لیے، یا اس کے قبیلہ و جماعت اور گروہ کے لیے، اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔

جماعت میں وہ لوگ بھی ہوسکتے ہیں، جو کسی نیک صالح شخص سے دین کی وجہ سے وابستہ ہوں، اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوں، اس کے ساتھ دین کے کاموں میں معین ہوں، وغیرہ وغیرہ، اور گھر والوں میں نیک صالح مومن کے مومن بیوی، بچے وغیرہ داخل ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ آخرت میں سب لوگوں کو بیک وقت شفاعت حاصل نہ ہوگی، بلکہ ہر شخص کو اس کے حسبِ عمل جلد یا بدیر حاصل ہوگی، اور بہت سے لوگوں کو بداعمالیوں کی وجہ سے اس سے پہلے سزا کاٹنی پڑے گی، جو کہ فی نفسہٖ کچھ کم نہ ہوگی، اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

حضرت عبداللہ بن ابی جدعاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ: لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِيْ أَكْثَرُ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، سِوَاكَ؟ قَالَ: سِوَايَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٤٣١٦، أبواب الزهد، باب ذكر الشفاعة) [1]

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (آخرت میں) میری امت میں سے ایک آدمی کی شفاعت کی برکت سے جنت میں بنوتمیم قبیلہ

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

سے بھی زیادہ لوگوں کو داخل کیا جائے گا، لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول وہ شخص آپ کے علاوہ ہوگا؟ فرمایا کہ میرے علاوہ ہوگا (ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امتِ محمدیہ کے بعض صلحاء کو بکثرت افراد کی شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل وکرم سے اس زمرہ میں شامل فرمائے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّـهُ سَـمِـعَ رَسُـوْلَ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ بِشَـفَـاعَةِ رَجُـلٍ لَيْـسَ بِنَبِيٍّ مِثْلُ الْحَيَّيْنِ، أَوْ مِثْلُ أَحَدِ الْحَيَّيْنِ، رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٢١٥) [1]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صرف ایک آدمی کی شفاعت کی برکت سے جو نبی نہیں ہوگا، ربیعہ اور مضر جیسے دو بڑے قبیلوں یا ایک قبیلے کے برابر لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے (مسند احمد)

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ہی ''المعجم الكبير للطبرانی'' میں روایت ہے کہ:

قَـالَ رَسُـوْلُ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِـنْ أُمَّتِـيْ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ مُضَرَ، وَيَشْفَعُ الرَّجُلُ فِيْ أَهْلِ بَيْتِهٖ، وَيَشْفَعُ عَلٰى قَدْرِ عَمَلِهٖ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٨٠٥٩، ج٨ص٢٧٥) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت کی وجہ سے قبیلۂ مضر کی تعداد سے بھی زیادہ لوگ، جنت میں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح بطرقه وشواهده دون قوله: " فقال رجل: يا رسول الله ...إلخ"، فهي زيادة شاذة لم ترد إلا في حديث أبي أمامة، ورواتها ليسوا بأولئك الأثبات (حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمي:
رواه الطبراني، ورجاله رجال الصحيح غير أبي غالب قد وثقه غير واحد، وفيه ضعف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٥٤٦)

داخل ہوں گے، اور ایک آدمی اپنے گھر والوں کی شفاعت کرے گا، اور وہ اپنے عمل کے بقدر شفاعت کرے گا (یعنی جس کا جیسا عمل ہوگا، اس کے مطابق اس کو کم یا زیادہ افراد کی شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی) (طبرانی)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، جس میں ایک آدمی کے اپنے قبیلے والوں کے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے اور ایک یا دو آدمیوں کے لیے اپنے حسبِ عمل شفاعت کرنے کا ذکر ہے۔ [1]

مذکورہ احادیث میں جس شخص کی ''ربیعہ'' اور ''مضر'' جیسے بڑے قبیلوں کی تعداد کے مطابق شفاعت کرنے کا ذکر ہے، اس کے بارے میں محدثین کی آراء مختلف ہیں، بعض حضرات نے ایک حدیث کے پیشِ نظر اس شخصیت کا مصداق حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قرار دیا، اور بعض حضرات نے دوسری حدیث کے پیشِ نظر حضرت اویس قرنی کو قرار دیا، اور بعض نے کسی دوسرے نیک شخص کو قرار دیا، لیکن چونکہ مذکورہ احادیث میں کسی خاص شخص کا نام مذکور نہیں، اس لیے احتمال ان سب باتوں کا ہے، اور اللہ کا فضل اس بات کا متقاضی ہے کہ اس طرح کے افراد ایک سے زیادہ ہوں، جیسا کہ اس سے پہلی احادیث وروایات سے بھی ظاہر ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاص سے ایسا ہونا، بالکل بعید نہیں۔ [2]

جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ''ربیعہ'' اور ''مضر'' قبیلہ کے برابر شفاعت کرنے

---

[1] حدثنا إسحاق بن إبراهيم بن حبيب بن الشهيد ، قال :ثنا يحيى بن يمان ، عن سفيان ، عن آدم بن علی ، عن ابن عمر ، قال : يقول النبی صلى الله عليه وسلم للرجل :يا فلان ، قم فاشفع ، فيقوم الرجل ، فيشفع للقبيلة ولأهل البيت ، وللرجل ، وللرجلين على قدر عمله(التوحيد لابن خزيمة، رقم الحديث ۴۳۴)

[2] (يدخل الجنة بشفاعة رجل) أی: خليل (من أمتی أكثر من بنی تميم) : وهی قبيلة كبيرة، فقيل: الرجل هو عثمان بن عفان – رضی الله تعالى عنه – وقيل: أويس القرنی، وقيل غيره، قال زين العرب – رحمه الله: وهذا أقرب(مرقاة المفاتيح، ج۸ص ۵۶۹، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب الحوض والشفاعة)

کی حدیث کا تعلق ہے، تو اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ [1]

اور جہاں تک حضرت اویس قرنی کے ''ربیعہ'' اور ''مضر'' قبیلہ کے برابر شفاعت کرنے کی حدیث کا تعلق ہے، تو یہ حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے، جس کو ابنِ عدی نے ''الکامل'' میں اور ابنِ عدی ہی سے ابنِ عساکر نے ''تاریخِ دمشق'' میں روایت کیا ہے۔

مگر اس حدیث کی سند میں ''وہب بن حفص'' راوی پائے جاتے ہیں، جن کے بارے میں ابنِ عدی نے فرمایا کہ:

''وكل أحاديثه مناكير غير محفوظة''

یعنی ''ان کی تمام احادیث مناکیر اور غیر محفوظ ہیں'' [2]

''سنن ابنِ ماجہ'' میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

---

[1] حدثنا أبو هشام الرفاعي الكوفي قال حدثنا يحيى بن اليمان عن جسر أبي جعفر عن الحسن البصري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يشفع عثمان بن عفان رضي الله عنه يوم القيامة بمثل ربيعة ومضر(سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۴۳۹)

[2] حدثنا أحمد بن الحسين بن عبد الصمد، حدثنا أبو الوليد الحراني، حدثنا أبو عمر حفص بن عمر، حدثنا الحكم بن أبان عن عثمان بن حاضر، عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: سيكون في أمتي رجل، يقال له: أويس بن عبد الله القرني، وإن شفاعته في أمتي مثل ربيعة ومضر.

قال الشيخ: ولوهب بن حفص غير ما ذكرت وكل أحاديثه مناكير غير محفوظة (الكامل في ضعفاء الرجال لابنِ عدی، ج۸ص ۳۴۷، تحت ترجمة "وهب بن حفص بن عمرو يعرف بأبي الوليد بن المحتسب الحراني"رقم الترجمة ۱۹۹۴)

وأخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا إسماعيل بن مسعدة أنا حمزة بن يوسف أنا أبو أحمد بن عدي حدثنا أحمد بن الحسين بن عبد الصمد حدثنا أبو الوليد الحراني يعني وهب بن حفص حدثنا عمر بن الحفص بن عمر حدثنا الحكم بن أبان عن عثمان بن حاضر عن ابن عباس عن النبي (صلى الله عليه وسلم) قال سيكون في أمتي رجل يقال له أويس بن عبد القرني وإن شفاعته في أمتي مثل ربيعة ومضر(تاريخ دمشق لابنِ عساكر، ج۹ص۴۳۷، ۴۳۸،تحت ترجمة أويس بن عامر بن مالک، رقم الترجمة ۸۴۰)

''قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے، ایک تو انبیاء، پھر علماء، پھر شہداء''۔ [1]

لیکن اس حدیث کی سند میں ''عنبسہ بن عبدالرحمٰن'' راوی پائے جاتے ہیں، جن کو بعض نے ''متروک'' قرار دیا ہے، جبکہ بعض نے ان پر حدیث گھڑنے کی تہمت عائد کی ہے۔ [2]

اور شیخ ناصرالدین البانی صاحب نے ''عنبسہ بن عبدالرحمٰن'' کے حدیث گھڑنے والا ہونے کی وجہ سے ابنِ ماجہ کی مذکورہ حدیث کو ''موضوع'' ومن گھڑت قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] حدثنا سعيد بن مروان، حدثنا أحمد بن يونس، حدثنا عنبسة بن عبد الرحمن، عن علاق بن أبى مسلم، عن أبان بن عثمان ،عن عثمان بن عفان، قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –:" يشفع يوم القيامة ثلاثة: الأنبياء، ثم العلماء، ثم الشهداء " (سنن ابن ماجه ، رقم الحديث ۴۳۱۳)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده تالف بمرة، عنبسة بن عبد الرحمن متروك، واتهمه أبو حاتم بالوضع، وعلاق بن مسلم مجهول لم يرو عنه إلا عنبسة .وأخرجه البزار (372)، والعقيلى فى ترجمة عنبسة من "الضعفاء 367 /3 "، وابن عدى فى ترجمته من "الكامل1901 /5 "، وأبو يعلى فى "مسنده الكبير - "كما فى "مصباح الزجاجة "ورقة - 273، والخطيب فى "تاريخ بغداد 177 /11 "، وابن عبد البر فى "جامع بيان العلم "، والمزى فى "تهذيب الكمال 551 /22 "من طريقين عن عنبسة، بهذا الإسناد .زاد البزار" :ثم المؤذنون." وفى حديث أبى سعيد الخدرى عند البخارى (7439) ومسلم " :(183)فيَشفَعُ النبيون والملائكة والمؤمنون، فيقول الجبار :بقيت شفاعتى " ...ولفظ مسلم : "فيقول الله :شَفَعَتِ الملائكةُ وشَفَعَ النبيون، وشَفَعَ المؤمنون ولم يبقَ إلا أرحم الراحمين " ...وانظر "المسند.(11898) "(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[3] قال الالبانى:

"يشفع يوم القيامة ثلاثة :الأنبياء ثم العلماء ثم الشهداء ."

موضوع.

رواه ابن ماجه (رقم 4313) والعقيلى فى "الضعفاء "(ص 331) وابن عبد البر فى " جامع بيان العلم "(1/30) ونصر المقدسى فى "جزء من حديثه "(1/255) وابن عساكر (9/ 391 /1) عن عنبسة بن عبد الرحمن بن عنبسة القرشى عن علاق بن أبى مسلم عن أبان بن عثمان عن عثمان بن عفان مرفوعا .أورده العقيلى فى ترجمة عنبسة هذا، وقال " :لا يتابع عليه ."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ''عنبسة بن عبدالرحمٰن ''راوی کی سند سے ہی مذکورہ حدیث مسند بزار میں بھی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں کہ:

''أَوَّلُ مَنْ يَّشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الشُّهَدَاءُ، ثُمَّ الْمُؤَذِّنُوْنَ''

''قیامت کے دن سب سے پہلے انبیاء شفاعت کریں گے، پھر شہداء شفاعت کریں گے، پھر مؤذنین شفاعت کریں گے''۔ [1]

علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ:

''اس کو بزار نے روایت کیا ہے، جس میں ''عنبسة بن عبدالرحمٰن أموی '' پائے جاتے ہیں، اوران کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے''۔ [2]

اور شیخ ناصر الدین البانی صاحب نے ''عنبسة بن عبدالرحمٰن ''کے حدیث گھڑنے والا ہونے کی وجہ سے مسند البزار کی مذکورہ حدیث کو ''موضوع ''قرار دیا ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وروى عن البخارى أنه قال فيه " :تركوه ."قلت :وقال أبو حاتم " :كان يضع الحديث ."

قلت :ومنه تعلم تساهل العراقى فى قوله فى "تخريج الإحياء "(1/6) " : إسناده ضعيف !"وأسوأ منه السيوطى، ثم المناوى، فإن هذا قال فى "فيضه " :"رمز المصنف لحسنه، وهو عليه رد، فقد أعله ابن عدى والعقيلى بعنبسة، ونقل عن البخارى أنهم تركوه ."ثم نكل المناوى عن هذا، فقال فى " التيسير " :"إسناده حسن !" وقلده الغمارى كعادته (4579)! (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ١٩٧٨)

[1] وحدثنا عبد الواحد بن غياث، قال: نا عنبسة بن عبد الرحمن، عن علاق بن أبى مسلم، ورأيته فى موضع آخر عندى، عن عبد الملك بن علاق، عن أبان، عن عثمان، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: أول من يشفع يوم القيامة الأنبياء، ثم الشهداء، ثم المؤذنون قال أبو بكر: وعنبسة هذا لين الحديث، وعبد الملك بن علاف لا نعلم روى عنه إلا عنبسة(مسند البزار، رقم الحديث ٣٧٢)

[2] رواه البزار، وفيه عنبسة بن عبد الرحمن الأموى، وهو مجمع على ضعفه(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٥٤٢ ،باب فيمن يشفع من الأنبياء وغيرهم)

[3] "أول من يشفع يوم القيامة الأنبياء ، ثم العلماء ، ثم الشهداء ."موضوع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال کئی معتبر احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں اللہ عزوجل کی طرف سے اجازت حاصل ہونے کے بعد فرشتے، انبیائے کرام اور مخصوص مومنین بھی شفاعت کریں گے، اور ان کی شفاعت کو قبول بھی کیا جائے گا، البتہ اس سلسلہ میں بعض روایات سند کے اعتبار سے ضعیف یا غیر معتبر ہیں۔

بعض مخصوص مومنوں کی شفاعت کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ، آگے بھی آتا ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخرجه البزار (3471) ، والخطيب فى "التاريخ "(11/177 - 178) ، والديلمى فى "المسند "(1/1/7) من طريق عنبسة بن عبد الرحمن عن علاق بن أبى مسلم عن أبان بن عثمان عن أبيه عثمان قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فذكره.

قلت :وهذا إسناد موضوع، آفته عنبسة بن عبد الرحمن، وهو الأموى .قال الحافظ : " متروك، رماه أبو حاتم بالوضع ." وعلاق بن أبى مسلم؛ مجهول(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ١١١٢)

(فصل نمبر 2)

اس امت کے لاکھوں افراد، بغیر حساب جنت میں داخل

کئی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کے بہت سے لوگوں کو، جن کی تعداد بعض روایات سے ستر ہزار معلوم ہوتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اور پھر ان ستر ہزار افراد کی شفاعت کی بدولت لاکھوں افراد کو بغیر حساب وکتاب کے جنت کی نعمت سے سرفراز کیا جائے گا۔

بعض احادیث میں اس کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ پہلے ستر ہزار لوگوں کو بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا، اور پھر ان میں سے ہر ایک ہزار کی برکت و شفاعت اور ان کی اتباع سے ستر ستر ہزار افراد کو بغیر حساب وعذاب کے جنت کا مستحق قرار دیا جائے گا، اور بعض احادیث میں یہ تفصیل آئی ہے کہ پہلے ستر ہزار میں سے ہر ایک اپنے آباء واجداد وامہات اور خاندان والوں کی شفاعت کرے گا۔

اگر ستر ہزار میں سے ہر ہزار کو ستر ہزار میں ضرب دیا جائے، تو مجموعی تعداد انچاس لاکھ ستر ہزار بنتی ہے، یعنی بغیر حساب وعذاب کے جنت کا مستحق ہونے والے اس امت کے افراد کی تعداد مجموعی طور پر انچاس لاکھ ستر ہزار ہوگی، ان میں پہلے ستر ہزار لوگ اور ان کے بعد ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار افراد، سب شامل ہیں، اور اگر ایک ایک ہزار کے حصہ میں ستر ستر ہزار کی مجموعی تعداد کو پہلے ستر ہزار میں سے ایک ایک فرد پر تقسیم کیا جائے تو ہر ایک فرد کے حصہ میں شفاعت کے لیے آنے والوں کی تعداد ستر افراد بنتی ہے۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ ہر شخص کو اس کے حسبِ عمل کم یا زیادہ افراد کی شفاعت کا حق دیا جائے، جس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل ہونے والوں میں ہر

ایک کوستر افراد کی شفاعت کا حق دیا جائے، اوراس کے بعد پھر اگلے درجہ کے لوگوں کو ان کے حسبِ عمل شفاعت کی اجازت حاصل ہو۔

اور یہ حکم اس صورت میں ہے، جبکہ ستر یا ستر ہزار سے خاص یہی تعداد مراد ہو، اور اگر کثرت مراد ہو، تو پھر معاملہ الگ ہوگا، یعنی پہلے بکثرت لوگوں کو بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر ان میں سے ہر ایک کو حسبِ عمل وحسبِ حیثیت بکثرت لوگوں کی شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اب اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا فَيَقُولُونَ: يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ وَخَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ.

فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا، لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى أَحَدٍ قَبْلِي، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي، فَأَقُولُ: أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۷۱۲، کتاب تفسیر القرآن، باب ذریۃ من حملنا مع نوح إنہ کان عبدا شکورا)

ترجمہ: تو وہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہیں گے کہ اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، اور اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی سب خطاؤں کو معاف کر دیا ہے، آپ ہماری اپنے رب کے سامنے شفاعت کر دیجیے، کیا آپ ہماری اس حالت کو نہیں دیکھ رہے (جس کا ہمیں سامنا ہے)؟

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) پس میں چلوں گا، اور عرش کے نیچے آ کر اپنے رب عزوجل کے لیے سجدے میں گر پڑوں گا، پھر اللہ میرے اوپر اپنے محامد ومحاسن اور حسنِ صفات میں سے کچھ چیزیں کھولے گا، جو اُس نے میرے سے پہلے کسی اور پر نہیں کھولیں (اور میں ان محامد وصفات کا تذکرہ کروں گا) پھر (اللہ کی طرف سے) فرمایا جائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، آپ سوال کیجیے، آپ کو عطا کیا جائے گا، اور آپ شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، تو میں اپنا سر اٹھا کر کہوں گا کہ اے میرے رب! میری امت، اے میرے رب! میری امت، اے میرے رب! میری امت، جس پر کہا جائے گا کہ اے محمد! آپ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو، جن پر کوئی حساب نہیں ہے، جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازے میں داخل کر دیں، اوران کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ اس دروازے کے علاوہ، جن دوسرے دروازوں سے چاہیں، داخل ہو جائیں (بخاری)

مذکورہ حدیث میں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے والوں کا ذکر ہے، دوسری احادیث کے پیشِ نظر بعض حضرات نے ان کی تعداد ستر ہزار (70000) بتلائی ہے۔

پھر جن احادیث میں ستر ہزار کی تعداد کا ذکر ہے، بعض نے اس عدد سے خاص یہی تعداد مراد لی ہے، اور بعض نے کثرت مراد لی ہے۔ [1]

---

[1] وقوله أدخل الجنة من أمتک من لا حساب علیه ، یعنی به -والله أعلم : -السبعین ألفا الذین لا یسترقون ولا یتطیرون وعلی ربهم یتوکلون.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ رَبِّیْ وَعَدَنِیْ أَنْ یُّدْخِلَ مِنْ أُمَّتِی الْجَنَّۃَ سَبْعِیْنَ أَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ، ثُمَّ یُتْبِعُ کُلَّ أَلْفٍ بِسَبْعِیْنَ أَلْفًا، ثُمَّ یَحْثِیْ بِکَفِّہٖ ثَلَاثَ حَثَیَاتٍ، فَکَبَّرَ عُمَرُ: فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ السَّبْعِیْنَ أَلْفًا الْأُوَلَ یُشَفِّعُھُمُ اللّٰہُ فِیْ آبَائِھِمْ وَأُمَّھَاتِھِمْ وَعَشَائِرِھِمْ وَأَرْجُوْ أَنْ یَّجْعَلَ أُمَّتِیْ أَدْنَی الْحَثَوَاتِ الْأَوَاخِرِ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۷۲۴۷، کتاب التاریخ، باب فضل الأمة، موارد الظمآن إلی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والباب الأیمن ھو الذی عن یمین القاصد إلی الجنة بعد جواز الصراط -والله أعلم-، وکأنه أفضل الأبواب(المفھم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم،لأحمدبن أبی حَفص القرطبیّ، ج۳،ص۶۲،باب ما خص به نبینا محمد ـ صلی الله علیه وسلم ـ من الشفاعة العامة لأھل المحشر)

(من لا حساب علیھم من الباب الأیمن من أبواب الجنة) وھم سبعون ألفا وھم أول من یدخلھا(إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری،للقسطلانی، ج۷،ص۲۰۷،باب :ذریة من حملنا مع نوح إنه کان عبدا شکورا)

قوله :(من لا حساب علیھم) وذلک کل السبعین ألفا الذین سأل عکاشة أن یکون منھم وقد سبق ذلک فی حدیث طویل لابن عباس فی باب التوکل(دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، ج۸،ص۶۹۷،باب فیما یقوله ویفعله من ارتکب منھیا عنه)

"سبعون ألفا من أمتی یدخلون الجنة بغیر حساب :ھم الذین لا یکتوون، ولا یکوون، ولا یسترقون، ولا یتطیرون، وعلی ربھم یتوکلون ."البزار عن أنس.

(سبعون ألفا من أمتی یدخلون الجنة) ظاھره سبعون ألف إلا أن فی بعض روایات مسلم عقبه بقوله: "زمرة واحدة منھم علی صورة القمر "یدل علی أن المراد سبعون ألف زمرة وفی روایة "مع کل ألف سبعون ألفا "قال المظھری :یحتمل أنه أرید بالسبعین العدد ویحتمل أنه أرید به التکثیر ورجح الثانی بأنه قد ورد بألفاظ مختلفة فروی مائة ألف، وروی مع کل ألف سبعون ألفا(التَّنویرُ شَرْحُ الجَامِع الصَّغِیرِ،للصنعانی، ج۶،ص۳۷۳، تحت رقم الحدیث ۴۶۳۳،حرف السین المھملة،السین مع الباء الموحدة)

زوائد ابن حبان، رقم الحدیث ۲۶۴۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میرے رب نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت کے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائے گا، پھر ستر ہزار میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار افراد کو ان کی اتباع میں جنت میں داخل فرمائے گا، پھر اس کے بعد میرا رب اپنی تین

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:

حدیث صحیح لغیره .مکحول :هو محمد بن عبد السلام البیروتی، ومحمد بن خلف الداری :هو محمد بن خلف بن طارق بن کیسان الداری، أبو عبد الله الشامی، سکن بیروت .روی عنه أبو داود، وأبو مسهر، وأبو حاتم الرازی، وأبو بکر بن أبی داود، وابن جوصا، وذکره القاضی عبد الجبار الخولانی فی "تاریخ داریا "، ومعمر بن یعمر ذکره المؤلف فی "ثقاته 9/192 "وقال :یغرب، وروی عنه جمع، وقد توبع هو ومحمد بن خلف، وعامر بن زید البکالی ذکره المؤلف فی "الثقات 5/191 "، وقال: یروی عن عتبة بن عبد، وروی عنه أبو سلام، ویحیی بن أبی کثیر، عداده فی أهل الشام.

وأخرجه الطبرانی فی "الکبیر"312"/17 "، و "الأوسط"404" "، والفسوی فی "المعرفة والتاریخ 342-2/341 "، والبیهقی فی "البعث"274" "، من طریق أبی توبة الربیع بن نافع، حدثنا معاویة بن سلام، بهذا الإسناد.

وأخرجه عثمان بن سعید الدارمی فی "الرد علی بشر المریسی "ص 395عن أبی توبة الربیع بن نافع، به.

وأخرجه الدارمی ص 395، والطبرانی فی "الکبیر"771"/22 "، وفی "الأوسط" "406"، وأبو أحمد الحاکم فیما قاله الحافظ فی "الإصابة 4/89 "، وابن الأثیر فی "أسد الغابة 138-6/137 "من طرق(حاشیة صحیح ابنِ حبان)

وقال حسین سلیم أسد الدّارانی:

إسناده جید، وهو فی الإحسان 185 - 184 /9برقم .(7203)وقد تحرفت فیه "یحثی "إلی "یجیء."

وهذا الحدیث طرف للحدیث المتقدم برقم (2601، 2626، 2627) فانظره لتمام التخریج.

وقال الحافظ فی الفتح " :411 - 410 /11وفی صحیح ابن حبان أیضاً.

والطبرانی بسند جید من حدیث عتبة بن عبد " ...وذکر هذا الحدیث.

وأخرجه الحافظ الضیاء وقال " :لا أعلم له علة "قاله الحافظ فی الفتح .411 /11 (حاشیة موارد الظمآن)

مٹھیاں بھر کر (بہت سے جہنمیوں کو) نکالے گا۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے ستر ہزار لوگوں کو (جو پہلی مرتبہ بغیر حساب کے جنت کے مستحق ہوں گے) اللہ ان کے آباء وامہات (یعنی ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ) میں اور ان کے خاندانوں (کے لوگوں) میں شفاعت کی اجازت دے گا، اور میں یہ امید کرتا ہوں کہ میری امت، اللہ کی آخری مٹھیوں میں سے ادنیٰ مقدار میں ہوگی (ابنِ حبان)

حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ کی اس مذکورہ حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے، جس میں اور بھی کئی باتوں کا ذکر آیا ہے۔ [1]

---

[1] عن زيد بن سلام، أنه سمع أبا سلام، يقول :حدثنى عامر بن زيد البكالى، أنه سمع عتبة بن عبد السلمى، يقول :جاء أعرابى إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال :ما حوضك هذا الذى تحدث عنه؟ فقال :كما بين البيضاء إلى بصرى يمدنى الله فيه بكراع لا يدرى إنسان ممن خلق الله طرفاه فكبر عمر بن الخطاب رضى الله عنه فقال: أما الحوض فيرد على فقراء المهاجرين الذين يقاتلون فى سبيل الله، فأرجو أن يرينى الله الكراع فأشرب منه، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن ربى وعدنى أن يدخل الجنة من أمتى سبعين ألفا بغير حساب، ثم يشفع كل ألف لسبعين ألفا، ثم يحثى لى ربى بكفيه ثلاث حثيات فكبر عمر وقال :إن السبعين الأول يشفعهم الله فى آبائهم وعشائرهم وأرجو أن يجعلنى الله فى أحد الحثيات الأواخر.

فقال الأعرابى :يا رسول الله، فيها فاكهة؟ قال :نعم وفيها شجرة تدعى طوبى هى تطابق الفردوس فقال :أى شجر أرضنا تشبه؟ فقال :ليس تشبه شيئا من شجر أرضك، ولكن أتيت الشام؟ قال :لا يا رسول الله، قال :فإنها تشبه شجرة بالشام تدعى الجوزة تنبت على ساق واحد، ثم ينتشر أعلاها قال :فما عظم أصلها؟ قال :لو ارتحلت جذعة من إبل أهلك لم يدر بأصلها حتى تنكسر ترقوتها هرما ، قال :فيها عنب؟ قال :نعم . قال :فما عظم العنقود منها؟ قال :مسيرة شهر للغراب الأبقع ولا ينثنى ولا يفتر قال: وما عظم الحبة منه؟ قال " :هل ذبح أبوك شيئا من غنمه عظيما؟ قال :نعم، قال : فسلخ إهابها فأعطاه أمك؟ فقال :ادبغى هذا ثم افرى لنا منه دلوا نروى به ماشيتنا؟ قال :نعم، قال :فإنه كذلك قال :فإن ذلك يسعنى ويسع أهل بيتى؟ قال النبى صلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کے مطابق پہلے اس امت کے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب وکتاب اور بغیر کسی عذاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

پھران ستر ہزار میں سے ہر ایک ہزار افراد کی اتباع میں، یعنی ان کی برکت سے ستر ستر ہزار افراد کو جنت کا مستحق قرار دیا جائے گا۔

اور پہلے ستر ہزار افراد کو اپنے آباء واجداد اور خاندان وغیرہ کے لوگوں کی شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔

اگر پہلے ستر ہزار میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار کو جمع کیا جائے تو مجموعی تعداد انچاس لاکھ ستر ہزار بنتی ہے، اور ہر ایک فرد کے حصہ میں اس کے آباء واجداد اور خاندان وغیرہ کے ستر ستر افراد کی شفاعت آتی ہے۔

ممکن ہے کہ پہلے ستر ہزار افراد، جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے، ان میں سے ہر ایک فرد کو اس کے لیے اس کے اہلِ خانہ اور خاندان کے ستر مومن افراد کو شفاعت کی برکت سے بغیر حساب وکتاب کے جنت کا مستحق قرار دیا جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ افراد کی شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے۔

اور اگر احادیث میں ستر کے عدد سے کثرت مراد لیں تو پھر بکثرت افراد کی نجات مراد ہوگی، جیسا کہ گزرا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اللہ علیہ وسلم :وعامة عشیرتک (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۱۲، ج۱۷ص۱۲۶)

قال الهیثمی:

رواہ الطبرانی فی الأوسط والکبیر من طریق عامر بن زید البکالی، وقد ذکرہ ابن أبی حاتم ولم یجرحه ولم یوثقه، وبقیة رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۸۷۰۸)

گزشتہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ بات فرمائی کہ:

''میں یہ امید کرتا ہوں کہ میری امت، اللہ کی آخری مٹھیوں میں سے ادنیٰ مقدار میں ہوگی''

یعنی ان لوگوں میں اس امت کے افراد کم ہوں گے، اس کی وجہ دوسری احادیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ جہنم میں اس امت کے افراد کی تعداد، دوسری امتوں کے مقابلہ میں کم ہوگی، اور اس امت کے اہلِ جنت کی تعداد، دوسری امتوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوگی۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ يُّدْعٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ آدَمُ، فَتَرَائَى ذُرِّيَّتَهٗ، فَيُقَالُ: هٰذَا أَبُوْكُمْ آدَمُ، فَيَقُوْلُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، فَيَقُوْلُ: أَخْرِجْ بَعْثَ جَهَنَّمَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ كَمْ أُخْرِجُ، فَيَقُوْلُ: أَخْرِجْ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ ،فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِذَا أُخِذَ مِنَّا مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ، فَمَاذَا يَبْقٰى مِنَّا؟ قَالَ: إِنَّ أُمَّتِيْ فِي الْأُمَمِ كَالشَّعَرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ (بخاری، رقم الحديث ٦٥٢٩، كتاب الرقاق، باب: كيف الحشر)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آدم علیہ السلام، کو پکارا جائے گا، وہ اپنی اولاد کو دیکھیں گے، پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے باپ آدم ہیں (اس پکار کے جواب میں) آدم علیہ السلام عرض کریں گے کہ لبیک وسعدیک! اللہ فرمائے گا کہ جہنم میں جو تمہاری اولاد بھیجی گئی ہے، اس کو نکال لو، حضرت آدم عرض کریں گے کہ اے میرے رب! میں جہنم میں سے کتنے لوگوں کو نکالوں؟ اللہ فرمائے گا کہ ہر سو میں سے ننانوے کو نکال لو، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جب ہم میں سے ہر سو میں سے

ننانوے لوگوں کو نکال لیا جائے گا، تو جہنم میں ہم میں سے کتنے لوگ باقی رہ جائیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں میری امت سفید بال کی طرح ہے، جو سیاہ بیل کے جسم پر ہو (بخاری)

بعض دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں اہلِ جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، جن میں سے اسی (80) صفیں اس امت کی ہوں گی، اور چالیس (40) صفیں دوسری تمام امتوں کی ہوں گی۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں اس امت کے اکثر افراد، بالآخر جنتی اور کم افراد جہنمی ہوں گے۔ [1]

ابوسعد انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوسعد انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ رَبِّىْ وَعَدَنِىْ أَنْ يُّدْخِلَ الْـجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِىْ سَبْعِيْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ، وَيُشَفِّعَ كُلَّ أَلْفٍ لِسَبْعِيْنَ

---

[1] عن ابن بريدة، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أهل الجنة عشرون ومائة صف ثمانون منها من هذه الأمة وأربعون من سائر الأمم (سنن الترمذى، رقم الحديث ٢٥٤٦)

قال الترمذى: هذا حديث حسن وقد روى هذا الحديث عن علقمة بن مرثد، عن سليمان بن بريدة، عن النبى صلى الله عليه وسلم "مرسلا، ومنهم من قال: عن سليمان بن بريدة، عن أبيه، وحديث أبى سنان، عن محارب بن دثار حسن "وأبو سنان اسمه: ضرار بن مرة، وأبو سنان الشيبانى اسمه: سعيد بن سنان وهو بصرى، وأبو سنان الشامى اسمه: عيسى بن سنان هو القسملى "

عن ابن مسعود، قال: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: " كيف أنتم وربع أهل الجنة، لكم ربعها، ولسائر الناس ثلاثة أرباعها؟ "، قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: " فكيف أنتم وثلثها؟ "قالوا: فذاك أكثر قال: " فكيف أنتم والشطر؟ "قالوا: فذلك أكثر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أهل الجنة يوم القيامة عشرون ومائة صف أنتم منها ثمانون صفا (مسند احمد، رقم الحديث ٤٣٢٨)

قال شعيب الارنؤط: حديث صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

أَلْـفًـا، ثُمَّ يَحْثِي رَبِّيْ ثَـلَاثَ حَثَيَاتٍ بِكَفَّيْهِ (الـمعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ١٧٧١، ج٢٢ ص٣٠٤) ؎1

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میرے رب نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت کے ستر ہزار لوگوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائے گا، اور ان ستر ہزار میں سے ہر ایک ہزار لوگ، ستر ہزار لوگوں کی شفاعت کریں گے، پھر میرا رب اپنے ہاتھ کی تین لَپیں بھر کر جہنم سے لوگوں کو نکالے گا (طبرانی)

اس حدیث کا مضمون بھی اس سے پہلی حدیث کے قریب قریب ہے۔

اس حدیث کو ابنِ ابی عاصم نے بھی روایت کیا ہے۔ ؎2

؎1 قـال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط والكبير إلا أنه قال فی الأوسط :أبو سعيد الأنماری، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٧٠٩)

؎2 حـدثـنـا محمد بن سهل بن عسكر، نا الربيع بن نافع، نا معاوية بن سلام، عن زيد بن سلام، عن أبی سلام، حدثنی عبد الله بن عامر، أن قيسا الكندی، حدث الوليد، أن أبا سعيد الخير الأنماری، حدثه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إن ربی عز وجل وعـدنی أن يدخل الجنة من أمتی سبعين ألفا بغير حساب ويشفع لكل ألف سبعين ألفا ثم يحثوا إلی ثلاث حثيات بكفه قال قيس :قال :فأخذت بتلابيب أبی سعيد فجذبته جذبة فقلت :أسـمـعـت هـذا من رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال :نـعم، بأذنای ووعاه قلبی .قال أبو سعيد رضی الله عنه :فحسب ذلک عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فبـلغ أربع مائة ألف ألف وتسع مائة ألف .قال :فـقـال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن ذلک يستوعب إن شاء الله تعالى مهاجری أمتی ويوفينا الله تعالى من أعرابنا قال أبو توبة :وأبـو سـعيـد الـحبرانی، وحبران بطن من أنمار(الآحاد والمثانی،لا بن أبی عاصم، رقم الحديث ٢٨٢٥)

عـن زيـد بـن سـلام حـدثـنـی أبـو سلام حدثنی عبد الله بن عامر أن قيس الكندی حدث الـولـيـد أن أبـا سـعيد الحبرانی الأنماری حدثه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن ربـی وعـدنـی أن أدخـل الـجـنة مـن أمتـی سبعين ألفا بغير حساب ويشفع كل ألف سبـعيـن ألـفا ثم يحثی لی ثلاث حثيات بكفه ."قال قيس: فـأخذت بتلابيب أبی سعيد فجذبته جذبة وقلت: أسمعت هذا من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: نعم بأذنی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،يَقُوْلُ:وَعَدَنِىْ رَبِّىْ سُبْحَانَهٗ أَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِىْ سَبْعِيْنَ أَلْفًا، لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ووعاه قلبى .قال أبو سعيد: فحسب ذلک عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فبلغ أربع مائة ألف وتسع مائة ألف(كتاب السنة لابن ابى عاصم، رقم الحديث ۸۱۴، باب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " يجتمع المؤمنون يوم القيامة فيهمون بذلک)

شیخ ناصرالدین البانی صاحب نے مذکورہ حدیث کو سند میں اضطراب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔
لیکن اس مضمون کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے، اس لیے سند کا اضطراب مذکورہ مضمون کے لیے نقصان دہ نہیں۔

إسناده ضعيف ورجاله ثقات رجال مسلم غير قيس الكندى والظاهر لى أنه قيس بن الحارث ويقال ابن حارثة الكندى الحمصى فإن كان هو فهو ثقة كما قال العجلى وابن حبان وتبعهما الحافظ فى التقريب وعليه فالإسناد صحيح لكن يمنع من ذلک:

الاضطراب فى إسناده فقد رواه الربيع بن نافع هكذا عند المصنف وكذلک رواه الطبرانى عنه ونسب قيسا فقال :قيس بن الحارث.

وتابعه الزبيدى عن عبد الله بن عامر فقال عن قيس بن الحارث أن أبا سعيد الخير الأنصارى حدثه فذكر طرفا منه.

أخرجه الطبرانى على ما فى الإصابة.

لكن أخرجه أبو أحمد الحاكم من طريق الربيع بن نافع أيضا عن معاوية بن سلام فقال : إن قيس بن حجر الكندى حدث الوليد بن عبد الملک أن أبا سعيد الخير حدثه فخالف ما تقدم فقال قيس بن حجر بدل قيس بن الحارث.

وخالف مروان بن محمد فقال عن معاوية بن سلام أخى زيد بن سلام أنه سمع جده أبا سلام الخشنى قال حدثنى عبد الله بن عمار اليحصبى سمعت قيس بن حجر يحدث عن عبد الملک بن مروان قال :حدثنى أبوسعيد الأنمارى به .فهذا وجه آخر من الاختلاف حيث أدخل بين قيس بن حجر وأبى سعيد الأنمارى عبد الملک بن مروان!

أخرجه أبو أحمد الحاكم كما فى الإصابة وقال: قلت :سنده صحيح وكلهم من رجال الصحيح إلا قيس بن حجر وهو شامى ثقة .كذا قال وفيه نظر من وجهين : الأول :أن عبد الملک بن مروان أحد ملوک بنى أمية ليس من رجال الصحيح ثم هو إلى ذلک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وَلَا عَذَابَ، مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُوْنَ أَلْفًا، وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۴۲۸۶، أبواب الزهد، باب صفة أمة محمد صلى الله عليه وسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے رب سبحانہٗ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت کے ستر ہزار افراد کو اس طرح جنت میں داخل فرمائے گا کہ جن کا نہ حساب ہوگا اور نہ ان پر کسی قسم کا کوئی عذاب ہوگا، اور (ان ستر ہزار میں سے) ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار افراد مزید ہوں گے (جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے) اور پھر اس کے بعد میرے رب عزوجل کی مٹھیوں میں سے تین مٹھیاں ہوں گی (سنن ابنِ ماجہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام احمد نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ [2]

اس حدیث کا مضمون بھی اس سے پہلے گزری ہوئی دونوں حدیثوں کے مطابق ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ وَعَدَنِیْ أَنْ يُّدْخِلَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

غير موثق بل قال ابن حبان: هو بغير الثقات أشبه. وقال الحافظ فی التقريب: كان طالب علم قبل الخلافة ثم اشتغل بها فتغير حاله.

الآخر: أن قيس بن حجر لم أجد له ذكرا فيما لدى من المصادر نعم قيس ابن الحارث شامی ثقة فهل هو الذی يعنيه الحافظ؟ فيه بعد.

وعلى كل حال فالحافظ لم يستقر على تصحيحه المذكور فقد قال بعد أن ذكر ما سبق من وجوه الاختلاف: فمن هذا الاختلاف يتوقف فی الجزم بصحة هذا السند(ظلال الجنة فی تخريج السنة، تحت رقم الحديث ۸۱۴)

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] عن أبی أمامة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: " وعدنی ربی أن يدخل الجنة من أمتی سبعين ألفا بغير حساب، ولا عذاب مع كل ألف سبعين ألفا وثلاث حثيات من حثيات ربی(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۲۳۰۳)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

مِنْ أُمَّتِي الْجَنَّةَ سَبْعِينَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ ،فَقَالَ يَزِيدُ بْنُ الْأَخْنَسِ السُّلَمِيُّ وَاللّٰهِ مَا أُولٰئِكَ فِي أُمَّتِكَ إِلَّا كَالذُّبَابِ الْأَصْهَبِ فِي الذِّبَّانِ،فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:فَإِنَّ رَبِّي قَدْ وَعَدَنِي سَبْعِينَ أَلْفًا مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا، وَزَادَنِي ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ،قَالَ: فَمَا سِعَةُ حَوْضِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ: كَمَا بَيْنَ عَدَنَ إِلٰى عُمَانَ وَأَوْسَعَ وَأَوْسَعَ،يُشِيرُ بِيَدِهِ،قَالَ:فِيهِ مَثْعَبَانِ مِنْ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ،قَالَ: فَمَا حَوْضُكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ:مَاءٌ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، وَأَحْلٰى مَذَاقَةً مِنَ الْعَسَلِ وَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِنَ الْمِسْكِ، مَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا، وَلَمْ يَسْوَدَّ وَجْهُهُ أَبَدًا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٢١٥٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت کے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائے گا، یزید بن اخنس سلمی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ (اے اللہ کے رسول) اللہ کی قسم! یہ لوگ تو صرف اتنی کم تعداد میں ہوں گے، جتنی کم تعداد میں عام مکھیوں میں سرخ مکھیاں ہوتی ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میرے رب نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ستر ہزار میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار لوگوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، اور اللہ نے میرے لیے اپنی تین مٹھیاں بھی زیادہ فرمائیں (کہ اللہ تعالیٰ اہلِ جہنم کی تین مٹھیاں بھر بھر کر مزید، جنت میں داخل فرمائے گا)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح، وهذا إسناد قوى من جهة سليم بن عامر الخبائرى، رجاله رجال الصحيح(حاشية مسند احمد)

یزید بن اخنس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ کے (قیامت کے دن والے مخصوص) حوض کی وسعت کتنی ہوگی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی عدن اور عمان کے درمیان ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہوگی، بلکہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہوگی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو کشادہ کرکے اشارہ بھی فرمایا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اس حوض میں سونے اور چاندی کی نالیاں (یعنی بڑی بڑی ٹونٹیاں) ہوں گی، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ کی حوض کس طرح (کے پانی یا ذائقہ) کی ہوگی؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا، اور اس کا ذائقہ شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ عمدہ ہوگی، جو اس میں سے پی لے گا، وہ اس کے بعد پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا، اور اس کا چہرہ کبھی بھی سیاہ نہیں ہوگا (مسند احمد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حوض کے بارے میں اور کئی احادیث میں بھی ذکر آیا ہے۔ [1]

بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار افراد، شفاعت کے علاوہ ہوں گے۔

جبکہ بعض نے دیگر احادیث کے پیشِ نظر پہلے ستر ہزار افراد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یا ان کے اپنے اعمال کی برکت سے بغیر حساب کے جنت کا مستحق قرار دیا، اور پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہر ایک کے ساتھ ستر افراد کو پہلے لوگوں کی شفاعت کی وجہ سے جنت کا مستحق قرار دیا۔

---

[1] عن أبی ذر، قال: قلت: یا رسول الله ما آنية الحوض قال: والذی نفس محمد بيده لآنيته أكثر من عدد نجوم السماء وكواكبها، ألا فی الليلة المظلمة المصحية، آنية الجنة من شرب منها لم يظمأ آخر ما عليه، يشخب فيه ميزابان من الجنة، من شرب منه لم يظمأ، عرضه مثل طوله، ما بين عمان إلى أيلة، ماؤه أشد بياضا من اللبن، وأحلى من العسل (مسلم، رقم الحديث ٢٣٠٠ "٣٦")

ہمارا بھی دوسرے قول کی طرف رجحان ہوا۔[1]

ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ، وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُوْنَ أَلْفًا (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٤١٨)[2]

ترجمہ: میری امت کے ستر ہزار افراد ضرور بضرور جنت میں داخل ہوں گے، جن کا کوئی حساب نہیں ہوگا، اور نہ ان پر عذاب ہوگا، ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار افراد ہوں گے (مسند احمد)

اس حدیث میں پہلے ستر ہزار افراد کا ذکر ہے، جو مستقل ہوں گے اور جو اِن کے تابع ہوں گے، پھر ان میں سے ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار کا ذکر ہے۔

رفاعة جهنی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت رفاعہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَدَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، مَا مِنْ عَبْدٍ يُؤْمِنُ ثُمَّ يُسَدِّدُ إِلَّا سُلِكَ بِهٖ فِي الْجَنَّةِ،

---

[1] (وعدنى ربى أن يدخل الجنة من أمتى سبعين ألفا لا حساب عليهم ولا عذاب، مع كل ألف سبعون ألفا، وثلاث حثيات من حثيات ربى) . كذا ذكره الطيبى -رحمه الله تعالى -وهو مستحسن جدا، إلا أن قيد قوله بشفاعتک لا دلالة للكلام عليه، والظاهر أن هؤلاء يدخلون الجنة من غير شفاعة مخصوصة، وإن كانوا داخلين فى الشفاعة العامة(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨،ص ٣٥٧٠،باب الحوض والشفاعة)

[2] قال شعيب الارنوؤط: المرفوع منه صحيح لغيره، وهذا إسناد رجاله ثقات غير ضمضم بن زرعة، ففيه كلام ينزله عن رتبة الصحيح، وفى سماع شريح بن عبيد من ثوبان نظر (حاشية مسند احمد)

وَأَرْجُوْ أَلَّا يَدْخُلُوْهَا حَتّٰى تَبَوَّءُوْا أَنْتُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ذَرَارِيِّكُمْ مَسَاكِنَ فِي الْجَنَّةِ، وَلَقَدْ وَعَدَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۴۲۸۵، أبواب الزهد، باب صفة أمة محمد صلى الله عليه وسلم) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (کسی جگہ سے واپس) لوٹے، تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے، جو ایمان لائے، پھر اس پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے، مگر یہ کہ وہ ضرور جنت میں جائے گا، اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے، یہاں تک کہ تم اور تمہاری اولاد میں سے جو نیک ہیں، وہ (نیک عمل کر کے) جنت میں ٹھکانے نہ بنالیں، اور بے شک میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرے گا (ابن ماجہ)

اس حدیث میں پہلے ستر ہزار لوگوں کا ذکر ہے، اور ہر ہزار کے ساتھ جو ستر ہزار مزید جنت کے مستحق ہوں گے، ان کا ذکر دوسری احادیث میں ہے۔

ابو ہریرہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ زُمْرَةٌ هُمْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا، تُضِيْءُ وُجُوْهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، محمَّد بن مصعب -وإن كان ضعيفًا- قد توبع، وباقي رجاله ثقات (حاشية سنن ابنِ ماجه)

عَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِجْعَلْهُ مِنْهُمْ، ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٦٥٤٢، كتاب الرقاق، باب: يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سے ستر ہزار کی ایک جماعت ہوگی، جو جنت میں (بغیر حساب کے اور بغیر کسی کے تابع ہوئے) داخل ہوگی، ان کے چہرے چاند کی طرح روشن ہوں گے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی نے اپنی چادر کو اٹھا کر کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے لئے دعا کر دیجیے کہ میں ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! عکاشہ کو ان لوگوں میں شامل فرما دیجیے، پھر ایک انصاری شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے لئے بھی دعا کر دیجئے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کام میں عکاشہ تم سے بازی لے گئے (بخاری)

اس حدیث میں بھی پہلے ستر ہزار افراد کا ذکر ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ، قَالُوْا: وَمَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَكْتَوُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ، فَقَامَ عُكَّاشَةُ، فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْتَ مِنْهُمْ، قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، قَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ

(مسلم، رقم الحديث ٢١٨ ” ٣٧١ “ كتاب الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ولا عذاب)

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں، جو نہ تو (جسم پر) داغ لگاتے اور نہ ٹونہ ٹوٹکا (اور تعویذ و دھاگا) کرتے، اور وہ اپنے رب پر توکل اختیار کرتے ہیں، تو حضرت عکاشہ نے کھڑے ہوکر (اللہ کے رسول سے) عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا فرما دیجیے کہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں، پھر ایک آدمی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ اللہ سے دعا کر دیجیے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عکاشہ آپ پر سبقت لے گئے (مسلم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح مسلم کی ایک روایت میں ٹونے، ٹوٹکے کے ساتھ، بدفالی و بدشگونی نہ کرنے کا بھی ذکر آیا ہے۔ [1]

پہلے زمانے میں مخصوص بیماریوں میں جانوروں اور انسانوں کے جسم پر لوہے وغیرہ کو آگ سے تپا کر اور گرم کر کے داغ لگایا جاتا تھا، جس سے بہت تکلیف ہوتی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا، اگرچہ ضرورت و مجبوری کے وقت اس طرح علاج کرنے کی اجازت ہے، جس کا دوسری احادیث میں ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً روایت ہے کہ:

---

[1] عن عمران بن حصين، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يدخل الجنة من أمتي سبعون ألفا بغير حساب، قالوا: من هم يا رسول الله؟ قال: هم الذين لا يسترقون، ولا يتطيرون، ولا يكتوون، وعلى ربهم يتوكلون(مسلم، رقم الحديث ٢١٨ ”٣٧٢“)

اَلشِّفَاءُ فِیْ ثَلَاثَةٍ: شَرْبَةِ عَسَلٍ، وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ، وَكَيَّةِ نَارٍ، وَأَنْهٰى أُمَّتِيْ عَنِ الْكَيِّ (بخاری، رقم الحدیث ۵۶۸۰، و رقم الحدیث ۵۶۸۱، کتاب الطب، باب: الشفاء فی ثلاث)

ترجمہ: تین چیزوں میں شفاء ہے، شہد کے پینے میں اور چیرا لگا کر حجامہ کرنے میں، اور آگ کے داغ دینے میں اور میں نے اپنی امت کو داغ دینے سے منع کیا ہے (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ، أَوْ يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ، فَفِيْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ تُوَافِقُ الدَّاءَ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ

(بخاری، رقم الحدیث ۵۶۸۳، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سُنا کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہے، یا تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہوگی، تو وہ چیرا لگا کر حجامہ کرنے میں ہے، یا شہد کے پینے میں ہے، یا آگ کے داغ لگوانے میں ہے، جو مرض کے موافق ہو، لیکن میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا (بخاری)

اسی قسم کی حدیث حضرت عقبہ بن عامر جہنی اور حضرت معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن عقبة بن عامر الجهنی، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم " :ثلاثا إن كان فی شیء شفاء :ففی شرطة محجم، أو شربة عسل، أو كیة تصیب ألما، وأنا أكره الكی ولا أحبه (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۳۱۵)

قال شعیب الارنؤط:

صحیح لغیره، وهذا سند حسن فی المتابعات والشواهد (حاشیة مسند احمد)

عن معاویة بن حدیج قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن كان فی شیء شفاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حجامہ کروانے یعنی سینگی لگوانے (Cupping Therapy) سے جسم کا فاسد خون اور فاسد مادہ خارج ہوجاتا ہے، اور شہد کے ذریعے بلغمی فضلات خارج ہوجاتے ہیں، اور کسی دنبل، سنبل اور خون بہنے وغیرہ والی جگہ داغ کے ذریعے سے جلد میں پیدا شدہ باغی خلط کا مادہ ختم، اور اس فاسد مادے کا اخراج بند ہوجاتا ہے۔

لیکن داغ میں تعذیب وتکلیف پائی جاتی ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا، ناپسندیدگی کے ساتھ اس کی اجازت دیدی، تاکہ متبادل صورت میسر آنے کے وقت تو اس کو اختیار نہ کیا جائے، البتہ مجبوری وضرورت کے وقت اس کو استعمال کر لینے کی گنجائش ہے۔ [1]

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ففی شرطة محجم، أو شربة من عسل، أو كية بنار تصيب ألما، وما أحب أن أكتوى (مسند احمد، رقم الحديث ٢٧٢٥٦)

قال شعيب الارنؤط: حديث صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أن سُويد بن قيس وصحابى الحديث أخرج لهما أصحاب السنن سوى الترمذي (حاشية مسند احمد)

[1] (الشفاء فى ثلاثة) الحصر المستفاد من تعريف المبتدأ ادعائى بمعنى أن الشفاء فى هذه الثلاثة بلغ حدا كأنه انعدم به من غيرها (شربة عسل وشرطة محجم) الشرطة ما يشرط به وقيل هو مفعلة من الشرط وهو الشق بالمحجم بكسر الميم وفى معناه الفصد وإنما خص الحجم لأنه فى بلاد حارة والحجم فيها أنجح وأما غير الحارة فالفصد فيها أنجح (وكية نار) انتظم جملة ما يداوى به لأن الحجم يستفرغ الدم وهو أعظم الأخلاط والعسل يسهل الأخلاط البلغمية ويحفظ على المعجونات قوامها والكى يستعمل فى الخلط الباغى الذى لا تنحسم مادته إلا به ولهذا وصفه ثم كرهه لكبر ألمه وعظم خطره كما قال (وأنهى أمتى عن الكى) لأن فيه تعذيبا فلا يرتكب إلا لضرورة ولهذا تقول العرب فى أمثالها :آخر الطب الكى .ونبه بذكر الثلاثة على أصول العلاج لأن الأمراض الامتلائية تكون دموية وصفراوية وبلغمية وسوداوية وشفاء الدموية بإخراج الدم وإنما خص الحجم لكثرة استعمالهم له والصفراوية وما معها بالمسهل ونبه عليه بالعسل وأخذ من استعمال الكى وكراهته له أنه لا يترك مطلقا ولا يستعمل مطلقا بل عند تعينه طريقا وعدم قيام غيره مقامه (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٤٩٤١)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَیَّ الْأُمَمُ، فَجَعَلَ النَّبِیُّ وَالنَّبِیَّانِ یَمُرُّوْنَ مَعَھُمُ الرَّھْطُ، وَالنَّبِیُّ لَیْسَ مَعَہٗ أَحَدٌ، حَتّٰی رُفِعَ لِیْ سَوَادٌ عَظِیْمٌ، قُلْتُ: مَا ھٰذَا؟ أُمَّتِیْ ھٰذِہٖ؟ قِیْلَ: بَلْ ھٰذَا مُوْسٰی وَقَوْمُہٗ، قِیْلَ: اُنْظُرْ إِلَی الْأُفُقِ، فَإِذَا سَوَادٌ یَمْلَأُ الْأُفُقَ، ثُمَّ قِیْلَ لِیْ: اُنْظُرْ ھَا ھُنَا وَھَا ھُنَا فِیْ آفَاقِ السَّمَاءِ، فَإِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْأُفُقَ، قِیْلَ: ھٰذِہٖ أُمَّتُکَ، وَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ ھٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ، ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ یُبَیِّنْ لَھُمْ، فَأَفَاضَ الْقَوْمُ، وَقَالُوْا: نَحْنُ الَّذِیْنَ آمَنَّا بِاللّٰہِ وَاتَّبَعْنَا رَسُوْلَہٗ، فَنَحْنُ ھُمْ، أَوْ أَوْلَادُنَا الَّذِیْنَ وُلِدُوْا فِی الْإِسْلَامِ، فَإِنَّا وُلِدْنَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ، فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ، فَقَالَ: ھُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ، وَلَا یَکْتَوُوْنَ، وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ .

فَقَالَ عُکَاشَۃُ بْنُ مِحْصَنٍ: أَمِنْھُمْ أَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: نَعَمْ فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: أَمِنْھُمْ أَنَا؟ قَالَ: سَبَقَکَ بِھَا عُکَّاشَۃُ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۷۰۵، کتاب الطب، باب من اکتوی أو کوی غیرہ، وفضل من لم یکتو)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے مختلف امتیں پیش کی گئیں، پھر میرے سامنے سے ایک یا دو نبی ایسے گزرے، جن کے ساتھ (ان کے ماننے والوں کی) ایک جماعت تھی، اور ایک نبی ایسے گزرے، جن کے ساتھ (ان کا ماننے والا) کوئی نہیں تھا، یہاں تک کہ میرے سامنے ایک بڑی جماعت پیش کی گئی، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کیا یہ میری امت ہے؟ اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے، پھر مجھے کہا گیا کہ آپ آسمان کے افق (یعنی کنارے) کی طرف دیکھیں، تو میں نے دیکھا کہ ایک جماعت آسمان کے

افق (یعنی کنارے) کو گھیرے ہوئے تھی، پھر مجھے کہا گیا کہ آپ یہاں سے یہاں تک آسمان کے آفاق (اور کناروں) میں دیکھیں، میں نے دیکھا کہ اتنی بڑی جماعت ہے (اور اتنے زیادہ لوگ ہیں) کہ جنہوں نے آسمان کے تمام افق (یعنی کناروں) کو گھیر رکھا ہے، پھر مجھے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے، اور ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور یہ واضح نہیں فرمایا کہ وہ لوگ کون ہیں، تو لوگ آپس میں اختلاف کرنے لگے اور کہنے لگے کہ وہ ہم ہیں، اس لئے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، اور اس کے رسول کی اتباع کی، یا ہماری اولاد ہے، جو اسلام میں پیدا ہوئی، اس لئے کہ ہم تو جاہلیت میں پیدا ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی، تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ (بغیر حساب، جنت میں داخل ہونے والے) وہ لوگ ہیں، جو تعویذ دھاگا نہیں کرتے، اور نہ بدفالی و بدشگونی کرتے ہیں، اور نہ (جسم پر) داغ لگاتے ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا کہ کیا میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عکاشہ تم سے بازی (اور سبقت) لے گیا (بخاری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں اس واقعہ کے ''لیلۃ الاسراء'' سے متعلق ہونے کی تصریح ہے۔ [1]

---

[1] عن ابن عباس، قال: لما أسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل یمر بالنبی والنبیین ومعهم القوم والنبی والنبیین ومعهم الرهط والنبی والنبیین ولیس معهم أحد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ حدیث میں پہلے ستر ہزار افراد کا ذکر ہے، جو دوسرے لوگوں کے تابع ہوئے بغیر اللہ کے فضل وکرم اور اپنے نیک اعمال یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بدولت بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور تعویذ دھاگا نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآنی اور اسمائے الٰہی کے بغیر کسی دوسری چیز سے تعویذ دھاگا اور ناجائز ٹوٹکا نہیں کرتے، یا کسی قسم کا بھی تعویذ دھاگا نہیں کرتے، بلکہ مسنون اعمال واذکار کو اختیار کرتے ہیں۔

اور کسی انسان، دن، تاریخ، یا کسی پرندے، جانور، یا جگہ سے بدفالی یا بدشگونی نہیں لیتے۔

اور اپنے کاموں میں رب تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حتى مر بسواد عظيم، فقلت: من هذا؟ قيل: موسى وقومه ولكن ارفع رأسك فانظر. قال: فإذا هو سواد عظيم قد سد الأفق من ذا الجانب ومن ذا الجانب، فقيل هؤلاء أمتك وسوى هؤلاء من أمتك سبعون ألفا يدخلون الجنة بغير حساب، فدخل ولم يسألوه ولم يفسر لهم فقالوا: نحن هم، وقال قائلون: هم أبناء الذين ولدوا على الفطرة والإسلام، فخرج النبى صلى الله عليه وسلم فقال: هم الذين لا يكتوون ولا يسترقون ولا يتطيرون وعلى ربهم يتوكلون فقام عكاشة بن محصن فقال: أنا منهم يا رسول الله؟ قال: نعم، ثم قام آخر فقال: أنا منهم؟ فقال: سبقك بها عكاشة: هذا حديث حسن صحيح وفى الباب عن ابن مسعود، وأبى هريرة(سنن الترمذى، رقم الحديث ٢٤٤٦)

[1] (عن ابن عباس قال :قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم " :-يدخل الجنة من أمتى سبعون ألفا بغير حساب) أى :مستقلا عن غير ملاحظة اتباعهم، فلا ينافى ما ورد من أن مع كل واحد منهم سبعون ألفا ("هم الذين لا يسترقون ") أى :لا يطلبون الرقية مطلقا أو بغير الكلمات القرآنية والأسماء الصمدانية ("ولا يتطيرون ") أى :ولا يتشاء مون بنحو الطير، ولا يأخذون من الحيوانات والكلمات المسموعات علامة الشر والخير، بل يقولون كما ورد :اللهم لا طير إلا طيرك، ولا خير إلا خيرك، ولا إله غيرك .اللهم لا يأتى بالحسنات إلا أنت، ولا يذهب بالسيئات إلا أنت .("وعلى ربهم يتوكلون ") أى :فى جميع ما يفعلون ويتركون.

قال الطيبى -رحمه الله :-الجمع بين جملتى لا يسترقون ولا يتطيرون من الثنائى الذى يراد به الاستيعاب لقولهم :لا ينفع زيد ولا عمرو، على معنى لا ينفع إنسان ما قال صاحب النهاية :هذا من صفة الأولياء المعرضين عن أسباب الدنيا وعوائقها الذين لا يلتفتون إلى شىء من علائقها، وتلك درجة الخواص لا يبلغها غيرهم، وأما العوام فرخص لهم فى التداوى والمعالجات، ومن صبر على البلاء وانتظر الفرج من الله سبحانه بالدعاء كان من جملة الخواص والأولياء ، ومن لم يصبر رخص

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَكْثَرْنَا الْحَدِيْثَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ذَاتَ لَيْلَةٍ، ثُمَّ غَدَوْنَا إِلَيْهِ، فَقَالَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ اللَّيْلَةَ بِأُمَمِهَا، فَجَعَلَ النَّبِيُّ يَمُرُّ، وَمَعَهُ الثَّلَاثَةُ، وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الْعِصَابَةُ، وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ النَّفَرُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، حَتّٰى مَرَّ عَلَيَّ مُوْسٰى، مَعَهُ كَبْكَبَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ، فَأَعْجَبُوْنِيْ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ فَقِيْلَ لِيْ: هٰذَا أَخُوْكَ مُوْسٰى، مَعَهُ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ.

قَالَ: قُلْتُ: فَأَيْنَ أُمَّتِيْ؟ فَقِيْلَ لِيَ: اُنْظُرْ عَنْ يَّمِيْنِكَ ،فَنَظَرْتُ، فَإِذَا الظِّرَابُ قَدْ سُدَّ بِوُجُوْهِ الرِّجَالِ، ثُمَّ قِيْلَ لِيَ: اُنْظُرْ عَنْ يَّسَارِكَ ، فَنَظَرْتُ، فَإِذَا الْأُفُقُ قَدْ سُدَّ بِوُجُوْهِ الرِّجَالِ، فَقِيْلَ لِيْ: أَرَضِيْتَ؟ فَقُلْتُ: رَضِيْتُ يَا رَبِّ، رَضِيْتُ يَا رَبِّ ،قَالَ: فَقِيْلَ لِيْ: إِنَّ مَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعِيْنَ أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِدًا لَكُمْ أَبِيْ وَأُمِّيْ، إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَكُوْنُوْا مِنَ السَّبْعِيْنَ الْأَلْفِ، فَافْعَلُوْا، فَإِنْ قَصَّرْتُمْ، فَكُوْنُوْا مِنْ أَهْلِ الظِّرَابِ، فَإِنْ قَصَّرْتُمْ، فَكُوْنُوْا مِنْ أَهْلِ الْأُفُقِ، فَإِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ ثَمَّ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

له فی الرقية والعلاج والدواء .ألا ترى أن الصديق لما تصدق بجميع ماله لم ينكر عليه -صلى الله تعالى عليه وسلم -علما منه بيقينه وصبره، ولما أتاه الرجل بمثل بيضة الحمام من الذهب وقال :لا أملک غيره، فضربه بحيث لو أصابه عقره وقال فيه ما قال.

قلت :الظاهر أن سبب غضبه -صلى الله تعالى عليه وسلم -لم يكن إتيانه بجميع ماله، بل إفشاء سره وإظهار حاله بقوله :لا أملک غيره مع الإيماء إلى توهم السمعة والرياء ، والله تعالى أعلم(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨،ص ٣٣١٥، كتاب الآداب،باب التوكل والصبر)

نَاسًا يَتَهَاوَشُوْنَ .

فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ، فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهَ لِيْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنَ السَّبْعِيْنَ، فَدَعَا لَهُ، فَقَامَ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهَ ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَقَالَ: قَدْ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.

قَالَ: ثُمَّ تَحَدَّثْنَا، فَقُلْنَا: مَنْ تَرَوْنَ هٰؤُلَاءِ السَّبْعُوْنَ الْأَلْفَ؟ قَوْمٌ وُلِدُوْا فِي الْإِسْلَامِ، لَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا حَتّٰى مَاتُوْا؟ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَكْتَوُوْنَ، وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۳۸۰۶) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ رات کے وقت ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں دیر تک باتیں کرتے رہے، جب صبح کو (ہم خدمت میں) حاضر ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میرے سامنے مختلف انبیاء کو ان کی (اتباع کرنے والی) امتوں کے ساتھ پیش کیا گیا، چنانچہ ایک نبی گزرے، تو ان کے ساتھ صرف تین آدمی تھے، اور ایک نبی گزرے، تو ان کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت تھی، اور ایک نبی گزرے، تو ان کے ساتھ ایک گروہ تھا، اور کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا (یعنی کسی نبی کی کوئی ایک آدمی بھی اتباع کرنے والا نہیں تھا) یہاں تک کہ میرے پاس سے حضرت موسیٰ کا گزر ہوا، جن کے ساتھ بنی اسرائیل کی بہت بڑی تعداد تھی، جسے دیکھ کر مجھے تعجب ہوا، اور میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کے بھائی موسیٰ ہیں اور ان کے ساتھ (ان کی اتباع کرنے والے) بنی اسرائیل کے لوگ ہیں۔

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیة مسند احمد)

میں نے پوچھا کہ پھر میری امت کہاں ہے؟ مجھ سے کہا گیا کہ اپنی دائیں جانب دیکھئے، تو میں نے دیکھا کہ ایک اونچا ٹیلہ لوگوں کے چہروں سے بھرا ہوا نظر آیا (جو اِن کے بلند مقام پر ہونے کی علامت تھا) پھر مجھ سے کہا گیا کہ اپنی بائیں جانب دیکھئے، میں نے بائیں جانب دیکھا، تو افق لوگوں کے چہروں سے بھرا ہوا نظر آیا (یہ سب بھی میرے ماننے والے تھے، اگرچہ وہ ٹیلے والوں سے کم درجے کے تھے) پھر مجھ سے کہا گیا کہ کیا آپ راضی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں راضی ہوں، اے میرے رب! میں راضی ہوں، پھر مجھ سے کہا گیا کہ ان لوگوں کے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ بھی ہوں گے، جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اگر تم ستر ہزار والے افراد میں شامل ہوسکو، تو ایسا ہی کرو، اور اگر تم کو اس کی استطاعت نہ ہو، تو (داہنی طرف دیکھے جانے والے) ٹیلے والوں میں شامل ہو جاؤ، اور اگر یہ بھی نہ کرسکو تو (بائیں طرف نظر آنے والے) افق والوں میں شامل ہو جاؤ، کیونکہ میں نے وہاں بہت سے لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ شامل ہوتے ہوئے دیکھا۔

یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے لیے دعاء کر دیجیے کہ اللہ مجھے (بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہونے والے) ستر ہزار لوگوں میں شامل کر دے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اللہ سے دعاء فرمائی، پھر ایک اور شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے لیے بھی دعاء کر دیجیے کہ اللہ مجھے بھی ان ستر ہزار لوگوں میں شامل کر دے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عکاشہ تم پر سبقت و بازی لے گئے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اپنے گھر میں داخل ہوگئے اور لوگ یہ بحث کرنے لگے کہ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہونے والے یہ لوگ کون ہوں گے؟ بعض کہنے لگے کہ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہوں، جو اسلام کی حالت میں پیدا ہوئے ہوں، اور انہوں نے اللہ کے ساتھ کبھی شرک نہ کیا ہو، یہاں تک کہ فوت ہوگئے ہوں، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی ، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو داغ کر علاج نہیں کرتے، جھاڑ پھونک اور منتر نہیں کرتے، بدفالی (و بدشگونی) نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں (مسند احمد)

اس حدیث میں بھی پہلے ستر ہزار لوگوں کا ذکر ہے، جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے تابع ہو کر جو ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار لوگ داخل ہوں گے، ان کا ذکر نہیں۔

آج کل طرح طرح کی چیزوں سے بدفالی اور بدشگونی لینا عام ہے۔

اسی طرح سے طرح طرح کے تعویذ دھاگے بھی عام ہیں، ذرا ذرا سی باتوں پر تعویذ اور دھاگا اور ٹونا ٹوٹکا کرایا جاتا ہے اور اللہ پر بھروسہ کی بھی بہت کمی ہے، اور داغ لگانے کی پرانی شکلیں تو ختم ہوگئیں، لیکن اس کی جگہ مختلف قسم کے جسم کو کاٹنے چھینٹنے والے آپریشن چل گئے ہیں۔

ان سے بھی حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: نَحْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى كَوْمٍ فَوْقَ النَّاسِ، فَيُدْعٰى بِالْأُمَمِ بِأَوْثَانِهَا، وَمَا كَانَتْ تَعْبُدُ،

الْأَوَّلَ، فَالْأَوَّلَ، ثُمَّ يَأْتِينَا رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَيَقُولُ: مَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَيَقُولُونَ: نَنْتَظِرُ رَبَّنَا عَزَّ وَجَلَّ، فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ: حَتّٰى نَنْظُرَ إِلَيْهِ، قَالَ: فَيَتَجَلّٰى لَهُمْ وَهُوَ يَضْحَكُ، وَيُعْطِي كُلَّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مُنَافِقٍ وَمُؤْمِنٍ نُورًا، وَتَغْشَاهُ ظُلْمَةٌ، ثُمَّ يَتَّبِعُونَهُ، مَعَهُم الْمُنَافِقُونَ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ، فِيهِ كَلَالِيبُ وَحَسَكٌ يَأْخُذُونَ مَنْ شَاءَ، ثُمَّ يُطْفَأُ نُورُ الْمُنَافِقِينَ، وَيَنْجُو الْمُؤْمِنُونَ، فَتَنْجُو أَوَّلُ زُمْرَةٍ وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، سَبْعُونَ أَلْفًا لَا يُحَاسَبُونَ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، كَأَضْوَإِ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ، ثُمَّ ذٰلِكَ حَتّٰى تَحِلَّ الشَّفَاعَةُ، فَيَشْفَعُونَ حَتّٰى يَخْرُجَ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِمَّنْ فِي قَلْبِهٖ مِيزَانُ شَعِيرَةٍ، فَيُجْعَلَ بِفِنَاءِ الْجَنَّةِ، وَيَجْعَلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ يُهَرِيقُونَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْمَاءِ، حَتّٰى يَنْبُتُونَ نَبَاتَ الشَّيْءِ فِي السَّيْلِ، وَيَذْهَبُ حَرَقُهُمْ، ثُمَّ يَسْأَلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يَجْعَلَ لَهُ الدُّنْيَا، وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۷۲۱) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ہم تمام لوگوں سے اوپر ایک ٹیلے پر جمع ہوں گے، درجہ بدرجہ تمام امتوں کو ان کے بتوں سمیت بلایا جائے گا، اور ان کو بھی، جن کی یہ لوگ عبادت کرتے تھے، پہلے اور پھر ان کے بعد والے، پھر اس کے بعد ہمارا رب عزوجل ہمارے پاس تشریف لاکر فرمائے گا کہ تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ تو لوگ جواب دیں گے کہ ہم اپنے رب عزوجل کا انتظار کر رہے ہیں، رب عزوجل فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے رب کو دیکھنے کے منتظر ہیں، پھر رب

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف من أجل ابن لهيعة، لكن تابعه ابن جريج فيما سيأتي (حاشية مسند احمد)

عزوجل ان کے لیے تجلی ظاہر فرمائے گا،، جس میں وہ مسکرا رہا ہوگا، اور ہر انسان کو خواہ منافق ہو یا مومن، ایک نور دیا جائے گا، پھر اس پر اندھیرا چھا جائے گا، پھر وہ مومن پل صراط پر اس نور کے پیچھے چلیں گے، ان کے ساتھ منافقین بھی ہوں گے، جہنم میں کانٹے اور آنکڑے ہیں، وہ کانٹے اور آنکڑے اللہ کے حکم سے جس کو چاہیں گے، پکڑ لیں گے، پھر منافقین کا نور بجھ جائے گا، اور مومنین نجات حاصل کرلیں گے، پس مومنوں میں سب سے پہلے نجات پانے والے گروہ کے چہرے چودہویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے، جو ستر (70) ہزار لوگ ہوں گے، جن کا حساب نہیں کیا جائے گا، پھر ان کے قریب والے اس ستارے کی طرح ہوں گے، جو آسمان میں سب سے زیادہ روشن ہوں، پھر درجہ بدرجہ لوگ ہوں گے (یعنی ان دوسرے نمبر کے لوگوں کے ساتھ عام ستاروں کی طرح کے، پھر انتہائی کم روشن ستاروں کی طرح کے لوگ ہوں گے) یہاں تک کہ (اللہ کی طرف سے) شفاعت کی اجازت دی جائے گی، تو وہ لوگ شفاعت کریں گے، یہاں تک کہ جس ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے والے کے دل میں جَو کے دانے کے وزن کے برابر بھی ایمان ہوگا، وہ بھی جہنم سے نکل جائے گا، پھر اس طرح کے لوگوں کو جنت کے قریب لایا جائے گا، اور اہلِ جنت ان پر پانی بہائیں گے، یہاں تک کہ ان کا جسم تروتازہ اس طرح اُگ آئے گا، جس طرح تَری والی مٹی میں پودے اُگ آتے ہیں، اور ان کے جسم کی جلن دور ہوجائے گی، پھر اللہ عزوجل (ان کی ضروریات کے متعلق) سوال کرے گا، یہاں تک کہ ان کے لیے دنیا اور اس سے دس گنا زیادہ عطا فرمادے گا (مسند احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس طرح کی حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

---

[1] أخبرني أبو الزبير، أنه سمع جابر بن عبد الله، يسأل عن الورود، فقال: نجىء نحن يوم القيامة عن كذا و كذا، انظر أى ذلك فوق الناس؟ قال: فتدعى الأمم بأوثانها،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔
جس کو بعض حضرات نے سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]
لیکن بعض حضرات نے دوسری احادیث کی تائید کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی سند کو معتبر قرار دیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وما كانت تعبد، الأول فالأول، ثم يأتينا ربنا بعد ذلك، فيقول: من تنظرون؟ فيقولون: ننظر ربنا، فيقول: أنا ربكم، فيقولون: حتى ننظر إليك، فيتجلى لهم يضحك، قال: فينطلق بهم ويتبعونه، ويعطى كل إنسان منهم منافقا، أو مؤمنا نورا، ثم يتبعونه وعلى جسر جهنم كلاليب وحسك، تأخذ من شاء الله، ثم يطفأ نور المنافقين، ثم ينجو المؤمنون، فتنجو أول زمرة وجوههم كالقمر ليلة البدر سبعون ألفا لا يحاسبون، ثم الذين يلونهم كأضوأ نجم في السماء، ثم كذلك ثم تحل الشفاعة، ويشفعون حتى يخرج من النار من قال: لا إله إلا الله وكان في قلبه من الخير ما يزن شعيرة، فيجعلون بفناء الجنة، ويجعل أهل الجنة يرشون عليهم الماء حتى ينبتوا نبات الشيء في السيل، ويذهب حراقه، ثم يسأل حتى تجعل له الدنيا وعشرة أمثالها معها "(مسلم، رقم الحديث ١٩١"٣١٦")

[1] حدثنا هاشم بن القاسم، قال: حدثنا المسعودي، قال: حدثني بكير بن الأخنس، عن رجل عن أبي بكر الصديق، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أعطيت سبعين ألفا يدخلون الجنة بغير حساب، وجوههم كالقمر ليلة البدر، وقلوبهم على قلب رجل واحد، فاستزدت ربي عز وجل، فزادني مع كل واحد سبعين ألفا "قال أبو بكر رضي الله عنه: فرأيت أن ذلك آت على أهل القرى، ومصيب من حافات البوادي (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢)

قال شعيب الارنوؤط: إسناده ضعيف لجهالة الرجل الراوي عن أبي بكر، والمسعودي – وهو عبد الرحمن بن عبد الله بن عتبة بن عبد الله بن مسعود – اختلط (حاشية مسند احمد)

[2] قال الالباني:

أعطيت سبعين ألفا يدخلون الجنة بغير حساب وجوههم كالقمر ليلة البدر وقلوبهم على قلب رجل واحد، فاستزدت ربي عز وجل، فزادني مع كل واحد سبعين ألفا ."

أخرجه أحمد (1/6) من طريق المسعودي قال :حدثني بكير بن الأخنس عن رجل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَیَدْخُلَنَّ الْجَنَّۃَ مِنْ أُمَّتِی سَبْعُوْنَ أَلْفًا، أَوْ سَبْعُ مِائَۃِ أَلْفٍ، شَکَّ فِیْ أَحَدِہِمَا، مُتَمَاسِکِیْنَ، آخِذٌ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ، حَتّٰی یَدْخُلَ أَوَّلُهُمْ وَآخِرُهُمُ الْجَنَّۃَ، وَوُجُوْہُهُمْ عَلٰی ضَوْءِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ٦٥٤٣، کتاب الرقاق، باب: یدخل الجنة سبعون ألفا بغیر حساب)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار یا سات لاکھ آدمی جنت میں ایک ساتھ داخل ہوں گے، حماد کو ستر ہزار یا سات لاکھ کے سننے میں شک ہوا، اور یہ لوگ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے کہ ان میں سے ایک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن أبی بکر الصدیق قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :فذکره، قال أبو بکر : فرأیت أن ذلک آت على أهل القرى، ومصیب من حافات البوادی.

قلت :وهذا سند ضعيف من أجل الرجل الذی لم يسم .والمسعودی کان اختلط واسمه عبد الرحمن بن عبد الله بن عتبة بن عبد الله بن مسعود .لکن الحديث صحیح فإن له شواهد کثیرة عن جمع من الصحابة، وفاته حديث أبی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال " :سألت ربی عز وجل، فوعدنی أن يدخل من أمتی سبعين ألفا على صورة القمر ليلة البدر، فاستزدت فزادنی مع کل ألف سبعين ألفا، فقلت :أی رب إن لم یکن هؤلاء مهاجری أمتی، قال :إذن أکملهم لک من الأعراب ."

أخرجه أحمد (2/359) عن زهير بن محمد عن سهيل بن أبی صالح عن أبيه عن أبی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

قلت :وهذا إسناد على شرط مسلم لکن زهير هذا وهو أبو المنذر الخراسانی فيه ضعف من قبل حفظه .والحديث قال الحافظ ابن حجر فی "الفتح "(11/345) ": رواه أحمد والبيهقی فی "البعث "من رواية سهل بن أبی صالح....، وسنده جيد وفی الباب عن أبی أيوب عند الطبرانی وعن حذيفة عند أحمد وعن أنس عند البزار وعن ثوبان عند ابن أبی عاصم، فهذه طرق يقوى بعضها بعضا ."

قلت :وعن عبد الرحمن بن أبی بکر الصديق، عند أحمد أيضا (1/197). (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٤٨٤)

نے دوسرے کو پکڑ رکھا ہوگا، یہاں تک کہ ان کے پہلا اور آخری بھی جنت میں داخل ہوجائے گا، اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ومنور ہوں گے (بخاری)

دوسری احادیث کے پیشِ نظر ستر ہزار کی تعداد کا ہونا راجح ہے، البتہ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر، ستر ہزار افراد کے جنت میں داخل ہونے کی دوسری احادیث میں تصریح پائی جاتی ہے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

''آخرت میں امتِ محمدیہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، ایک حصہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا، اور دوسرے حصے کا آسان حساب ہوگا، پھر وہ جنت میں داخل ہوگا، اور تیسرا حصہ مومن وموحد گناہ گاروں کا ہوگا، اس کے لیے مشکل پیش آئے گی، پھر وہ بھی بعد میں جنت میں داخل ہوگا''۔ [1]

---

[1] عن أبی بردة، عن أبی موسی، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " تحشر هذه الأمة علی ثلاثة أصناف: صنف یدخلون الجنة بغیر حساب، وصنف یحاسبون حسابا یسیرا ثم یدخلون الجنة، وصنف یجیئون علی ظهورهم أمثال الجبال الراسیات ذنوبا، فیسأل الله عنهم وهوأعلم بهم فیقول: ما هؤلاء؟ فیقولون: هؤلاء عبید من عبادک فیقول: حطوها عنهم واجعلوها علی الیهود والنصاری وأدخلوهم برحمتی الجنة (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۹۳)

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح من حدیث حرمی بن عمارة علی شرط الشیخین، ولم یخرجاه، فأما حجاج بن نصر فإنی قرنته إلی حرمی لأنی علوت فیه.

و قال الذهبی فی التلخیص: علی شرط البخاری ومسلم.

عن أبی بردة، عن أبیه، عن النبی صلی الله علیه وسلم، قال: " تحشر هذه الأمة علی ثلاثة أصناف: صنف یدخلون الجنة بغیر حساب، وصنف یحاسبون حسابا یسیرا، وآخر یجوزون علی ظهورهم أمثال الجبال الراسیة فسأل الله عنهم وهو أعلم، فیقول:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے والے وہی ستر ہزار افراد ہوں گے، جن کا دوسری احادیث میں ذکر آیا ہے، اور ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر، ستر ہزار افراد بھی شامل ہوں۔ [1]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ أَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ، اَلْفُقَرَاءُ الْمُهَاجِرُوْنَ، الَّذِيْنَ تُسَدُّ بِهِمُ الثُّغُوْرُ، وَيُتَّقٰى بِهِمُ الْمَكَارِهُ، وَيَمُوْتُ أَحَدُهُمْ وَحَاجَتُهٗ فِيْ صَدْرِهٖ، لَا يَسْتَطِيْعُ لَهَا قَضَاءً.

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ مَلَائِكَتِهٖ: اُئْتُوْهُمْ فَحَيُّوْهُمْ، فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: نَحْنُ سُكَّانُ سَمَائِكَ، وَخِيْرَتُكَ مِنْ خَلْقِكَ، أَفَتَأْمُرُنَا أَنْ نَّأْتِيَ هٰؤُلَاءِ فَنُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمْ كَانُوْا عِبَادًا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هؤلاء عبيد من عبيدى لم يشركوا بى شيئا وعلى ظهورهم الذنوب والخطايا حطوها واجعلوها على اليهود والنصارى، وادخلوا الجنة برحمتى (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۸۷۹۴)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد على شرط مسلم ولم يخرجاه.

و قال الذهبى فى التلخيص: سكت عنه الذهبى فى التلخيص.

[1] يحتمل أن يدخلوا بدخولهم تبعا لهم وإن لم يكن لهم مثل أعمالهم كما مضى حديث المرء مع من أحب ويحتمل أن يراد بالمعية مجرد دخولهم الجنة بغير حساب وإن دخولها فى الزمرة الثانية أو ما بعدها وهذه أولى (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ۱۱، ص ۴۱۳، قوله باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب)

يَعْبُدُوْنِيْ، لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا، وَتُسَدُّ بِهِمُ الثُّغُوْرُ، وَيُتَّقٰى بِهِمُ الْمَكَارِهُ، وَيَمُوْتُ أَحَدُهُمْ، وَحَاجَتُهُ فِيْ صَدْرِهٖ، لَا يَسْتَطِيْعُ لَهَا قَضَاءً.

قَالَ: فَتَأْتِيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ، فَيَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ" (مسند احمد، رقم الحديث ٦٥٧٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے جنت میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سب سے پہلے اللہ کی مخلوق میں سے وہ فقراءِ مہاجرین داخل ہوں گے، جن کے آنے پر دروازے بند کردیئے جاتے تھے، اور ان کے ذریعے ناپسندیدہ چیزوں سے بچا جاتا تھا، ان میں سے کوئی اس حال میں فوت ہوجاتا تھا کہ اس کی حاجت اس کے سینے میں ہی رہ جاتی تھی، وہ اس حاجت کو پورا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

پس اللہ عزوجل اپنے فرشتوں میں سے جن کو چاہے گا، حکم فرمائے گا کہ ان کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کرو، تو فرشتے عرض کریں گے کہ ہم آپ کے آسمانوں کے رہنے والے اور آپ کی مخلوق میں آپ کے منتخب لوگ ہیں، کیا آپ ہمیں ان کو سلام کرنے کا حکم دے رہے ہیں؟ اللہ عزوجل فرمائے گا کہ وہ میرے ایسے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد، معروف بن سويد الجُذامي، روى عنه جمع، وذكره المؤلف في "الثقات"، ووثقه الذهبي في "الكاشف"، روى له أبو داود والنسائي، وهو متابع، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي عُشّانة المعافري -وهو حي بن يؤمن فقد روى له البخاري في "الأدب المفرد"، وأصحابُ السنن غير الترمذي، وهو ثقة .أبو عبد الرحمن: هو عبد الله بن يزيد المقرئ(حاشية مسند احمد)

بندے تھے، جو میری عبادت کرتے تھے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے، اور ان پر (ان کی حاجت پوری ہونے کے) دروازے بند کر دیے جاتے تھے، اور ان کے ذریعے ناپسندیدہ چیزوں سے بچا جاتا تھا، اور ان میں سے کوئی اس حال میں فوت ہو جاتا تھا کہ اس کی حاجت اس کے سینے میں ہی رہ جاتی تھی، وہ اس حاجت کو پورا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

تو فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور ہر دروازے سے آ کر یہ کہیں گے ''سَلَامٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ '' یعنی ''تم پر سلام ہو، اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کتنا عمدہ ہے'' (مسند احمد)

اس حدیث سے اول درجہ کے جنت میں بغیر حساب کے داخل ہونے والوں کی صفات معلوم ہوئیں، اور دوسری احادیث میں جو دیگر صفات ذکر کی گئی ہیں، مثلاً تعویذ دھاگہ نہ کرنا، اور بدشگونی و بدفالی نہ لینا اور اللہ پر توکل کرنا، تو وہ احادیث بھی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ [1]

---

[1] (هل تدرون أول من يدخل الجنة من خلق الله عز وجل؟ قالوا: الله ورسوله أعلم –أما نحن فلا نعلم– فقال صلى الله عليه وسلم: الفقراء المهاجرون الذين تسد بهم الثغور ووتتقى بهم المكاره)، فالفقير الذى هاجر إلى الله ورسوله إذا أمر أن يخرج للجهاد خرج، وإذا أمر أن يسافر للمكان الفلانى سافر، وإذا قيل له: اسكت عن كذا، يسكت، فهو فقير ليس من ذوى الرأى، ولا من كبار القوم الذين يأمرون، بل هو من صغار القوم الذين يُؤَمرون، سواء فى حياة النبى صلى الله عليه وسلم أو بعد ذلك، قوله: (وتتقى بهم المكاره)، أى: هم الجنود دائماً، ومعلوم أن القائد فى الجيش يكون، فى مؤخرة الجيش؛ يحميه الجنود، فهؤلاء تتقى بهم المكاره، ثم قال: (ويموت أحدهم حاجته فى صدره لا يستطيع لها قضاء)، فالفقير المسكين قد تشتهى نفسه أن يأكل أكلة معينة، أو يلبس لبساً معيناً، أو يتكلم فى حاجة معينة، لكن بسبب فقره لا يسمع إليه أحد، ولا يجد ما يشترى به هذا الطعام، ولا هذا الشراب ولا هذا اللباس، قال النبى صلى الله عليه وسلم: (يموت أحدهم وحاجته فى صدره)، أى: لا يستطيع أن يأتى ما نفسه فيه، وأكدها بقوله: (لا يستطيع لها قضاء، فيقول الله عز وجل لمن يشاء من ملائكته: ائتوهم فحيوهم)، أى: أن الله يدخل الجنة الإنسان الذى كان فى الدنيا فقيراً، مجاهداً فى سبيل الله، قد عمل الصالحات، وأعطى فى الدنيا كثيراً، ولم يأخذ منها إلا القليل حسب الظاهر، ولكن الحقيقة أن الله أعطاه الكثير، إذ يكفيه الإيمان الذى قلبه، والصبر الذى هو عليه ليس منه، بل هو من الله سبحانه الذى أعانه على الصبر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ مختلف اعمال کے حامل لوگوں کو حساب وکتاب کے بغیر شروع میں جنت کے اندر داخل کیا جائے۔

ابنِ عباس، امِ قیس رضی اللہ عنہما اور ابنِ منکدر کی حدیث

ابنِ عساکر کی ''تاریخ دمشق'' میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علی الدنیا، وكانت تكرمته الجنة، فإذا أدخله الله عز وجل الجنة أمر الملائكة أن يأتوا إليه، وأن يسلموا عليه ويحيوه، فتقول الملائكة لربها سبحانه تبارک وتعالى: (ربنا نحن سكان سمائک وخيرتک من خلقک! أفتأمرنا أن نأتي هؤلاء فنسلم عليهم؟)، والملائكة خلق من خلق الله، خلقهم من نور، وهذا شيء أعظم مما خلق منه الإنسان، فهو مخلوق من طين، وكأن الملائكة نظروا إلى أن الله كرمهم وخلقهم من نور، وجعلهم أهل سماواته سبحانه تبارک وتعالى، وجعلهم خيرته، وهؤلاء عباد مخلوقون من طين، وقد أذنبوا في الدنيا، وأصابهم فيها ما أصابهم، فكيف نذهب إليهم؟ -يستفهمون من ربهم سبحانه وتعالى- فيقول الله عز وجل: (إنهم كانوا عباداً يعبدونني، ولا يشركون بي شيئاً، وتسد بهم الثغور)، يرى الله الملائكة كيف كان هؤلاء على خير في هذه الدنيا، وكيف أنهم كانوا عباداً لله، يعبدون الله ولا يعبدون أحداً إلا الله سبحانه تبارک وتعالى، ولا يشركون به شيئاً وتسد بهم الثغور، وفي الحديث صورة لائقة لهؤلاء في قوله: (تسد بهم) فلو أن قربة مغلقة انخرقت ثم نزل منها الماء وأخذ يخرب في الدنيا فمن سيقوم بسد هذا الخرق؟ لقد كان هؤلاء هم الذين تسد بهم هذه الثغور يعني: الشرور التي تأتي من أعداء الإسلام عن طريق الثغور، فالله عز وجل جعل هؤلاء أسباباً لسد الثغور وكف الشرور، قوله: وتتقى بهم المكاره، يعني: أمة الإسلام تتقي بهؤلاء المكاره فهم في المقدمة دائماً، يدفعون ويدافعون ويموتون شهداء في سبيل الله سبحانه تبارک وتعالى، أو يموتون على فرشهم قد طلبوا فضل الله ورحمته سبحانه.

قوله: (ويموت أحدهم وحاجته في صدره لا يستطيع لها قضاء)، وبذلک عرفت الملائكة فضل هؤلاء، فأتتهم عند ذلک، ودخلوا عليهم من كل باب، هؤلاء في الجنة في قصورهم، في أماكنهم ينعمون والملائكة تأتي عليهم أفواجاً من كل باب من أبواب قصورهم ومنازلهم في الجنة يحيونهم: (سَلامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ) أي: سلام عليكم، بسبب صبركم تستحقون السلام، والأمن، وتستحقون أن تحيوا في هذا المكان فلا تموتون أبداً، فالله قال: (حيوهم)، يعني: ادعوا لهم بالتحية وبالحياة الكريمة عند الله والخلود في هذه الحياة فيدعون ويحيونهم: (سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار)، نسأل الله عز وجل أن يجعلنا مع هؤلاء الأبرار (شرح الترغيب والترهيب للشيخ الطبيب أحمد حطيبة، الدرس ۴۹، ص۳، الترغيب في الفقر وقلة ذات اليد وما جاء في فضل الفقراء والمساكين،أول من يدخل الجنة)

یہ مضمون آیا ہے کہ:

''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شفاعت کی وجہ سے ستر ہزار ایسے لوگوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا، جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی''۔ [1]

لیکن اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے، بلکہ بعض اہلِ علم نے اس حدیث کو ''منکر یا غیر صحیح'' قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] عن ابن عباس قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ليدخلن بشفاعة عثمان بن عفان سبعون ألفا قد استحقوا النار الجنة بغير حساب(تاريخِ مدينة دمشق لابنِ عساكر، ج٣٩ص١٢٣، تحت ترجمة عثمان بن عفان، رقم الترجمة ٤٦١٩)

[2] قال ابوالفيض الغُمَارِى الحسنى:

"ليدخلن بشفاعة عثمان سبعون ألفا، كلهم قد استوجبوا النار الجنة بغير حساب."

ابن عساكر عن ابن عباس

قال فى الكبير: قضية تصرف المصنف أن ابن عساكر خرجه وسكت عليه والأمر بخلافه، بل قال: روى بإسناد غريب عن ابن عباس رفعه وهو منكر اهـ .وأقره عليه الذهبى فى اختصاره لتاريخه.

قلت: هذه صفاقة وجه متناهية، فالمؤلف رمز له بعلامة الضعيف، فكيف تكون هذه القضية لولا التعنت وقلة الحياء، نعم الحديث ظاهر الوضع والبطلان، فكان على المؤلف أن لا يذكره فى هذا الكتاب(المداوى لعلل الجامع الصغير وشرحى المناوى، ج٥ص ٣٢٩، تحت رقم الحديث ٧٥٥٨"٢٨٨٧"حرف اللام)

وقال الالبانى:

(ليدخلن بشفاعة عثمان بن عفان سبعون ألفا -كلهم قد استوجبوا النار -الجنة بغير حساب). ضعيف

أخرجه ابن عساكر (2 /105 /11) عن عبد الرحمن بن نافع :أخبرنا محمد بن يزيد مولى قريش، عن محمد بن عمرو، عن عطاء ، عن ابن عباس مرفوعا.

ومن طريق الحسين بن عبيد الله العجلى :أخبرنا مروان بن معاوية الفزارى، عن سليمان، عن عكرمة، عن ابن عباس.

قلت :والعجلى هذا؛ قال الدارقطنى":كان يضع الحديث."

ومحمد بن يزيد القرشى؛ لم أعرفه.

ومثله عبد الرحمن بن نافع، ويحتمل أنه ابن نافع بن جبير الزهرى، قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت امِ قیس بنتِ محصن اور ابنِ منکدر کی سند سے ایک حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الدارقطنی":مجهول."

والحديث أورده السيوطی فی "الجامع "من رواية ابن عساكر؛ ساكتا عليه كعادته، فتعقبه المناوی بقوله":قضية تصرف المصنف أن ابن عساكر خرجه وسكت عليه، والأمر بخلافه، بل قال :روى بإسناد غريب عن ابن عباس رفعه، وهو منكر .اهـ، وأقره عليه الذهبی فی اختصاره (لتاريخه)."

قلت :ولينظر أين قال ابن عساكر هذا؟ فإنی لم أره عقب الحديث ولا قبله.

ثم روى من طريق سعيد بن سالم المكی :أخبرنا عتبة بن يقظان، عن سيار أبی الحكم، عن أبی سفيان النهشلی، عن الحسن مرسلا بلفظ ":ليدخلن الجنة بشفاعة رجل من أمتی نحو ربيعة ومضر"، قيل :من هو يا رسول الله؟ قال" :عثمان بن عفان."

قلت :وهذا إسناد ضعيف؛ فإنه مع إرساله، فيه أبو سفيان النهشلی؛ لم أعرفه.

وعتبة بن يقظان؛ ضعيف.

وسعيد بن سالم المكی؛ قريب منه(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۴۳۷۱)

و قال ايضاً:

(ليدخلن بشفاعة عثمان سبعون ألفا -كلهم قد استوجبوا النار -الجنة بغير حساب).

منكر

أخرجه ابن عساكر فی ترجمة عثمان رضی الله عنه من "التاريخ "(2 /105 /10) من طريقين عن عبد الرحمن بن نافع :أخبرنا محمد بن يزيد القرشی :أخبرنا محمد بن عمرو عن عطاء عن ابن عباس مرفوعا.

ثم من طريق الحسين بن عبيد الله العجلی :أخبرنا مروان بن معاوية الفزاری عن سليمان عن عكرمة عن ابن عباس به نحوه.

وهذا إسناد ضعيف من الوجهين؛ ففی الأول :عبد الرحمن بن نافع؛ ولم أعرفه.

ومثله محمد بن يزيد القرشی، و (لا) أستبعد أن يكون هو يزيد بن محمد القرشی، انقلب علی الراوی؛ فقد ذكره فی الرواة عن محمد بن عمرو -وهو ابن حلحلة الديلی المدنی -الراوی عن عطاء ؛ وهو يزيد بن محمد بن قيس القرشی المطلبی، وهو ثقة؛ فإن كان هو؛ فقد انقلب اسمه علی عبد الرحمن بن نافع هذا، وهو مما يدل علی عدم حفظه وضبطه.

وأما الوجه الآخر؛ فآفته الحسين بن عبيد الله العجلی؛ قال الدارقطنی":كان يضع الحديث."

والحديث؛ أورده السيوطی من رواية ابن عساكر هذه؛ فتعقبه المناوی بقوله":قضية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’جنتُ البقیع میں مدفون ستر ہزار لوگوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا‘‘۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تصرف المصنف أن ابن عساكر خرجه وسكت عليه، والأمر بخلافه، بل قال :روى بإسناد غريب عن ابن عباس رفعه، وهو منكر .اهـ .وأقره عليه الذهبي فی اختصاره لـ (تاريخه)!"

قلت :ولم أر قول ابن عساكر فی الموضع الذی أشرت إليه آنفا؛ فلعله ذكر ذلک فی موضع آخر.

وإن مما يؤكد نكارته :أن الحديث صح عن غير ما واحد من الصحابة مرفوعا بنحوه دون ذكر عثمان، وهو مخرج فی "المشكاة "(5601) من حديث عبد الله ابن أبی الجدعاء .

وقد أخرجه الحاكم (3/ 408) - وصححه هو والذهبی -، وزاد: قال الحسن :إنه أويس القرنی.

ويخالفه ما أخرجه ابن عساكر أيضا بسند صحيح عن أبی أمامة مرفوعا بلفظ: "ليدخلن الجنة -بشفاعة رجل من أمتی -مثل أحد الحيين :ربيعة ومضر"؛ وزاد: فكان المشيخة يرون ذلک الرجل عثمان بن عفان.

وجملة القول :أن الحديث -باللفظ المذكور أعلاه -منكر لا يصح .والله تعالى أعلم (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۵۲۱۰)

[1] أخبرنی أبو زكريا يحيى بن محمد العنبری، ثنا الحسين بن محمد القبانی، ثنا محمد بن موسى الحرشی، ثنا سعيد أبو غانم، مولى سليمان بن علی، ثنا نافع، أن أم قيس، حدثته أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج بها آخذا بيدها فی سكة المدينة حتى انتهى إلى البقيع الغرقد فقال: يا أم قيس قلت: لبيک وسعديک يا رسول الله. قال: أترين هذه المقبرة؟ قلت: نعم يا رسول الله .قال: يبعث منها سبعون ألفا يوم القيامة بصورة القمر ليلة البدر يدخلون الجنة بغير حساب فقام عكاشة فقال: وأنا يا رسول الله، قال: وأنت فقام آخر فقال: وأنا .فقال: سبقک بها عكاشة(مستدرک حاكم، رقم الحديث ۶۹۳۴)

حدثنا يونس قال: حدثنا أبو داود قال: حدثنا أبو عاصم المدنی، مولى نافع مولى أم قيس بنت محصن الأسدی عن نافع، قال: أخبرتنی أم قيس بنت محصن قالت: لقد رأيتنی ورسول الله صلى الله عليه وسلم آخذ بيدی فی بعض سكک المدينة، وما فيها بيت حتى انتهينا ،إلى بقيع الغرقد، فقال يا أم قيس فقلت: لبيک يا رسول الله وسعديک، قال: ترين هذه المقبرة؟ قالت: نعم، يا رسول الله، قال: يبعث منها سبعون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن بعض حضرات نے مذکورہ حدیث کو سند کے اعتبار سے کمزور قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ألفا، وجوههم كالقمر ليلة البدر، يدخلون الجنة بغير حساب فقام رجل، فقال: يا رسول الله، وأنا؟ قال وأنت فقام آخر، فقال: وأنا يا رسول الله، قال: سبقك بها عكاشة(مسند ابی داوٗد الطيالسی، رقم الحديث ١٧٤٠)

وحدثنی عبد العزيز، عن حماد بن أبی حميد، عن ابن المنكدر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يحشر من البقيع سبعون ألفا على صورة القمر ليلة البدر، كانوا لا يكتوون، ولا يتطيرون، وعلى ربهم يتوكلون .قال: وكان أبی يخبرنا أن مصعب بن الزبير دخل المدينة، فدخل من طريق البقيع ومعه ابن رأس الجالوت، فسمعه مصعب وهو خلفه حين رأى المقبرة يقول: هی هی، فدعاه مصعب فقال: ماذا تقول؟ قال: نجد صفة هذه المقبرة فی التوراة بين حرتين محفوفة بالنخل اسمها كفتة، يبعث الله منها سبعين ألفا على صورة القمر(تاريخ المدينة لابنِ شبة، ج ١ ص ٩٣، باب ما ذكر فی مقبرة البقيع وبنی سلمة والدعاء هناك)

[1] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه من لم أعرفه(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٥٩٠٨، باب مقبرة المدينة)

وقال ابو حذيفة البصارة الكويتی:

عن أم قيس بنت محصن وهی أخت عكاشة أنّها خرجت مع النبی -صلى الله عليه وسلم -إلى البقيع فقال "يُحشر من هذه المقبرة سبعون ألفا يدخلون الجنة بغير حساب كأنّ وجوههم القمر ليلة البدر "فقام رجل فقال :يا رسول الله، وأنا، قال "وأنت "فقام آخر فقال :وأنا، قال "سبقك بها عكاشة "قال :قلت لها :لِمَ لَمْ يقل للآخر؟ فقالت: أراه كان منافقا.

قال الحافظ :أخرجه الطبرانی ومحمد بن سنجر فی "مسنده "وعمر بن شبة فی "أخبار المدينة "من طريق نافع مولى حمنة عن أم قيس بنت محصن"ضعيف.

أخرجه عمر بن شبة فی "تاريخ المدينة "(92 - 91 /1و92) والطبرانی فی "الكبير" (182 - 181 /25) من طرق عن أبی عاصم سعد بن زياد مولى سليمان بن علی ثنی نافع مولى حمنة بنت شجاع حدثتنی أم قيس بنت محصن قالت :لو رأيتنی ورسول الله -صلى الله عليه وسلم -آخذ بيدی فی سكة من سكك المدينة كل البشر فيه حتى أتينا البقيع فقال "يا أم قيس، يبعث من هذه القبور سبعون ألفا يدخلون الجنة بغير حساب، كان وجوههم القمر ليلة البدر "قالت :فقام رجل فقال :يا رسول الله، وأنا .قال "وأنت "فقام آخر فقال :يا رسول الله، وأنا .قال "سبقك عكاشة ."قال :فقلت لها : ما له لم يقل للآخر؟ قالت :أراه كان منافقا.

قال الهيثمی :وفيه من لم أعرفه "المجمع 13 /4.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر مذکورہ حدیث کو سند کے اعتبار سے معتبر قرار دیا جائے، تو اس کے معنیٰ یہ ہو سکتے ہیں کہ جنت البقیع میں کئی ایسے افراد مدفون ہیں کہ ان کی برکت سے ستر ہزار افراد کو جنت میں بغیر حساب کے داخل کیا جائے گا، کیونکہ کئی احادیث میں پہلے ستر ہزار افراد میں سے ہر ایک ہزار افراد کے ساتھ مزید ستر، ستر ہزار افراد کے جنت میں داخل ہونے کا ذکر آیا ہے، لہٰذا اس معنیٰ کے اعتبار سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ اول وہلے میں سب سے پہلے جنت میں بغیر حساب کے داخل ہونے والے تمام ستر ہزار افراد صرف اور صرف جنت البقیع میں مدفون ہوں۔

علی رضی اللہ عنہ کی حدیث

طبرانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ''کربلا'' کی ایک مخصوص جگہ کے بارے میں یہ مروی ہے کہ اس جگہ سے محشور، ستر ہزار افراد کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ [1]

علامہ ہیثمی نے اس روایت کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے۔ [2]

لیکن اس روایت میں ''ابو هرثمة'' نام کا ایک راوی مجہول ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قلت :سعد بن زياد ذكره ابن حبان فی "الثقات "(6/ 378) وقال أبو حاتم :يكتب حديثه وليس بالمتين، ونافع مولى حمنة بنت شجاع ذكره ابن حبان فی "الثقات "(470 /5) وترجمه البخاری وابن أبی حاتم فی كتابيهما ولم يذكرا فيه جرحا ولا تعديلا (انيس الساری تخريج احاديث فتح الباری، ج ا ص ٢٦٨٠، تحت رقم الحديث ٤٢٩٠، حرف الياء)

[1] حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمی، حدثنا عثمان بن أبی شيبة، ثنا أبو الأعمش، عن سلام أبی شرحبيل، عن أبی هرثمة، قال: كنت مع علی رضی الله عنه بنهری كربلاء، فمر بشجرة تحتها بعر غزلان، فأخذ منه قبضة فشمها، ثم قال: يحشر من هذا الظهر سبعون ألفا يدخلون الجنة بغير حساب(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٢٨٢٥، ج٣ص ١١١)

[2] قال الهيثمی:رواه الطبرانی، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١٢٦)

[3] قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثری:

وذكره الهيثمی فی المجمع (191 /9)، وقال: رواه الطبرانی ورجاله ثقات .

قلت: فيه أبو هرثمة لم أقف على ترجمته، وبقية رواته ثقات(حاشية المطالب العالية ، ج١٨ ص٢٤٨، تحت رقم الحديث ٤٤٥١، باب مقتل الحسين بن علی رضی الله عنهما)

جبکہ مصنف ابنِ ابی شیبہ میں اس راوی کا نام ''ابو هرثمة'' کے بجائے ''ابو هريم'' مذکور ہے۔ [1]

اور'' ترتيب الامالى الخميسية للشجرى ''میں اوراسی طرح ''ابنِ عساکر'' کی ''تاریخِ دمشق'' میں ''هرثمة بن سلمة'' سے جو حدیث مروی ہے، اس میں یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کربلا کی اس جگہ کے متعلق فرمایا کہ تجھ پر ایک ایسی قوم کو قتل کیا جائے گا، جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگی۔ [2]

---

[1] حدثنا معاوية ، قال : حدثنا الأعمش ، عن سلام أبى شرحبيل ، عن أبى هريم ، قال : بعرت شاة له ، فقال لجارية له : يا جرداء ، لقد أذكرنى هذا البعر حديثا سمعته من أمير المؤمنين وكنت معه بكربلاء فمر بشجرة تحتها بعر غزلان فأخذه منه قبضة فشمها ، ثم قال : يحشر من هذا الظهر سبعون ألفا يدخلون الجنة بغير حساب(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٣٨٥٢٣)

[2] أخبرنا عبد الكريم بن أحمد بن أحمد الضبى، قرائة عليه، قال: أخبرنا أبو الحسين على بن عمر بن أحمد الحافظ الدارقطنى، قال: حدثنا محمد بن نوح، قال: حدثنا على بن حرب الجنديسابورى، قال: حدثنا إسحاق بن سليمان، قال: حدثنا عمرو بن أبى فيض، عن يحيى بن سعيد أبى حيان، عن قدامة الضبى، عن جرد ابنة شمير، عن زوجها هرثمة بن سلمى، قال: " خرجنا مع على عليه السلام فى بعض غزواته فسار حتى انتهى إلى كربلاء، فنزل إلى شجرة يصلى إليها فأخذ تربة من الأرض فشمها، فقال: واها لک تربة ليقتلن بک قوم يدخلون الجنة بغير حساب، قال: فقفلنا من غزاتنا وقتل على عليه السلام ونسيت الحديث، قال: فكنت فى الجيش الذى سار إلى الحسين عليه السلام فلما انتهيت نظرت إلى الشجرة فذكرت الحديث فقدمت على فرس لى فقلت: أبشرک يا ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وحدثته الحديث، قال: معنا، أو علينا، قلت: لا معک ولا عليک، تركت عيالا وتركت أما، قال: فوالذى نفس حسين بيده لا يشهد قتلنا اليوم رجل إلا دخل جهنم، فانطلقت هاربا موليا فى الأرض حتى خفى على مقتله (ترتيب الأمالى الخميسية للشجرى ، ج : ١ ص : ٢٤١ ، فى فضل الحسين بن على عليهما السلام)

أخبرنا أبو القاسم هبة الله بن عبد الله الواسطى أنا أبو بكر الخطيب أنا عبد الكريم بن محمد بن أحمد الضبى أنا على بن عمر الحافظ نا محمد بن نوح الجند يسابورى نا على بن حرب الجند يسابورى أنا إسحاق بن سليمان عن عمرو بن أبى قيس عن يحيى بن سعيد أبى حيان عن قدامة الضبى عن جرداء ابنة سمير عن زوجها هرثمة بن سلمى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ''علامہ مزی'' نے بھی ''ابوالحسن دارقطنی'' سے ''ھرثمۃ بن سلمۃ'' کی سند سے ہی مذکورہ الفاظ کو روایت کیا ہے۔ [1]

اور یہ بات ظاہر ہے کہ کربلا کی مخصوص جگہ میں مدفون ستر ہزار افراد کو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے اور اس جگہ میں شہید کیے گئے لوگوں کے خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی ہوں، اور بظاہر اس سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہ شہید رفقائے کار مراد ہیں، ان کے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے کی دونوں باتیں بالکل الگ ہیں۔

لہٰذا دوسری روایت کے مفہوم پر تو کوئی خاطر خواہ شبہ نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال خرجنا مع علی فی بعض غزوہ فسار حتی انتھی إلی کربلاء فنزل إلی شجرۃ فصلی إلیھا فأخذ تربۃ من الأرض فشمھا ثم قال واھا لک تربۃ لیقتلن بک قوم یدخلون الجنۃ بغیر حساب قال فقفلنا من غزواتنا وقتل علی ونسیت الحدیث قال وکنت فی الجیش اللذین ساروا إلی الحسین فلما انتھیت إلیہ نظرت غلی الشجرۃ فذکرت الحدیث فتقدمت علی فرس لی فقلت أبشرک ابن بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وحدثتہ الحدیث قال معنا أو علینا قلت لا معک ولا علیک ترکت عیالا وترکت قال أما لا فول فی الأرض فو الذی نفس حسین بیدہ لا یشھد قتلنا الیوم رجل إلا دخل جھنم قال فانطلقت ھاربا مولیا فی الأرض حتی خفی علیہ مقتلہ (تاریخ دمشق، ج: ۱۴ ص: ۲۲۲ ، حرف الحاء ،تحت ترجمۃ : الحسین بن علی بن أبی طالب)

[1] وقال أبو الحسن الدارقطنی: حدثنا محمد بن نوح الجند یسابوری، قال: حدثنا علی بن حرب الجند یسابوری، قال: حدثنا إسحاق بن سلیمان قال: حدثنا عمرو بن أبی قیس، عن یحیی بن سعید أبی حیان، عن قدامۃ الضبی، عن خرداء بنت سمیر، عن زوجھا ھرثمۃ بن سلمی، قال: خرجنا مع علی فی بعض غزوۃ، فسار حتی انتھی إلی کربلاء، فنزل إلی شجرۃ یصلی إلیھا، فأخذ تربۃ من الأرض، فشمھا، ثم قال: واھا لک تربۃ لیقتلن بک قوم یدخلون الجنۃ بغیر حساب .قال: فقفلنا من غزاتنا وقتل علی ونسیت الحدیث، قال: فکنت فی الجیش الذین ساروا إلی الحسین فلما انتھیت إلیہ نظرت إلی الشجرۃ ، فذکرت الحدیث فتقدمت علی فرس لی، فقلت: أبشرک ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحدثتہ الحدیث .قال: معنا أو علینا؟ قلت: لا معک ولا علیک، ترکت عیالا وترکت . قال: أما لا، فول فی الأرض، فوالذی نفس حسین بیدہ، لا یشھد قتلنا الیوم رجل إلا دخل جھنم .قال: فانطلقت ھاربا مولیا فی الأرض حتی خفی علی مقتلہ (تھذیب الکمال فی اسماء الرجال ، ج: ۶ ص : ۴۱۱، باب الحا ، تحت الترجمۃ : الحسین بن علی بن الحسین بن علی)

اورآپ کے رفقائے کار کے عظیم شہداء ہونے کی وجہ سے بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہونے کا موقف اکثر اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اس موقف کے موافق ہے، جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوحق وصواب پر قرار دیا گیا ہے، اور آپ کی شہادت کو عظیم شہادت شمار کیا گیا ہے۔

لیکن پہلی روایت کے مفہوم کا درست ہونا بظاہر مشکل ہے۔

یہ اضطراب تو متن کے اندر ہوا، جبکہ سند کے راوی کے نام کا اضطراب اور جہالت اپنی جگہ اس روایت پر جرح کا باعث ہے۔

اور اس کا بھی امکان ہے کہ یہ مجہول راوی کوئی غالی رافضی ہو، جس نے کربلا کی مخصوص جگہ کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لیے اس مضمون کو گھڑا ہو، اور حسبِ موقع کسی جگہ مفہوم کو تبدیل کر دیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ایک حدیث

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں ''کلاباذی'' کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے کہ:

''جنت میں ستر ہزار لوگوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کی جگہ مزید ستر ہزار کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر ان میں سے ہر ایک کی جگہ مزید ستر ہزار کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا''۔

اس روایت کی سند کو خود علامہ ابنِ حجر نے ''مجروح'' قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] وعند الكلاباذی فی معانی الأخبار بسند واه من حديث عائشة فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فاتبعته فإذا هو فی مشربة يصلی فرأيت على رأسه ثلاثة أنوار فلما قضى صلاته قال رأيت الأنوار قلت نعم قال إن آتيا أتانی من ربی فبشرنی أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ حدیث ''کلاباذی'' کے حوالے سے بھی دستیاب نہیں ہوئی۔ [1]

مزید یہ کہ اس حدیث کا مضمون، دیگر معتبر احادیث کے خلاف ہے، اس لیے مذکورہ حدیث کی تصدیق کرنے پر اطمینان نہ ہوسکا۔

خلاصہ یہ کہ نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے امتِ محمدیہ کے بہت سے لوگوں کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا، اور بعض دوسری احادیث سے بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونے والے خوش قسمت لوگوں کی تعداد ستر ہزار معلوم ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان پہلے ستر ہزار لوگوں میں سے ہر ایک

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الـلـه يـدخـل الجنة من أمتى سبعين ألفا بغير حساب ولا عذاب ثم أتانى فبشرنى أن الله يـدخـل مـن أمتى مكان كل واحد من السبعين ألفا سبعين ألفا بغير حساب ولا عذاب ثم أتـانى فبشرنى أن الله يدخل من أمتى مكان كل واحد من السبعين ألفا المضاعفة سبعين ألـفـا بـغيـر حسـاب ولا عـذاب فـقـلـت يـا رب لا يـبـلـغ هذا أمتى قال أكملهم لک من الأعـراب مـمـن لا يـصـوم ولا يـصلى قال الكلاباذى المراد بالأمة أولا أمة الإجابة(فتح البـارى شـرح صحيح البخارى، ج ١١، ص ٤١١، قوله باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب)

[1] حديث عائشة :فقدت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -ذات يوم، فاتبعته فإذا هـو فـى مشـربة يـصـلـى، فـرأيـت عـلى رأسه ثلاثة أنوار، فلما قضى صلاته قال "رأيت الأنوار؟ "قلت :نعم، قال "إنّ آتيـا أتـانى من ربى فبشرنى أنّ الله يدخل الجنة من أمتى سبـعيـن ألـفاً بغير حساب ولا عذاب، ثم أتانى فبشرنى أن الله يدخل من أمتى مكان كل واحـد مـن السبـعيـن ألـفـاً سبـعين ألفاً بغير حساب ولا عذاب، ثم أتانى فبشرنى أنّ الله يـدخـل من أمتى مكان كل واحد من السبعين ألفاً المضاعفة سبعين ألفاً بغير حساب ولا عذاب، فقلت :يـاربّ لا يبلغ هذا أمتى، قال :أكـملهم لک من الأعراب ممن لا يصوم ولا يصلى"

قـال الـحافظ :وعـنـد الكلاباذى فى "مـعـانى الأخبار "بـسـنـد واه من حديث عائشة : فذكره "

قلت :لـم أقف عـليه فى كتاب الكلاباذى المذكور، فإنى تصفحت الكتاب من أوله إلى آخـره فـلم أره فيه(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى، ج٥ص ٣١٤٩، ٣١٥٠، تحت رقم الحديث ٢١١٥، حرف الراء)

ہزار افراد کے ساتھ مزید ستر ستر ہزار افراد کو بھی جنت میں داخل کیا جائے گا، جس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ پہلے ستر ہزار لوگوں میں سے ہر ہزار لوگوں کو ستر ستر ہزار مومنوں کو اپنے ساتھ جنت میں لے جانے کی اجازت دی جائے گی، اور اس طرح ان بعد کے ہر ہزار لوگوں میں سے ہر ایک فرد کے حصہ میں ستر ستر افراد آئیں گے، یعنی یہ خوش قسمت لوگ اپنے آباء و اجداد اور خاندان وغیرہ کے ستر ستر افراد کو بھی اپنی شفاعت کی بدولت جنت میں لے کر جائیں گے۔

پہلے ستر ہزار اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار افراد کی مجموعی تعداد انچاس لاکھ ستر ہزار بن جاتی ہے، یعنی پچاس لاکھ کے قریب لوگ اس امت کے بغیر حساب و کتاب کے جنت کے مستحق قرار پائیں گے۔

ہمارے نزدیک مذکورہ تفصیل وتشریح راجح ہے، جبکہ بعض نے دوسری تشریح کو اختیار کیا ہے اور ستر ہزار کی تعداد سے خاص مذکورہ تعداد مراد لینے کے بجائے کثرت مراد لی ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(فصل نمبر3)

للّٰہی تعلق ومحبت والوں کی شفاعت وفضیلت

بعض احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا دنیا میں ایک دوسرے سے دین کی وجہ سے تعلق تھا، اور وہ دین کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت ومدد کرتے تھے، یا باہم شریک ہوکر کچھ نیک اعمال انجام دیا کرتے تھے، اور ایک دوسرے کو نیک اعمال کرتے ہوئے دیکھتے تھے، ان میں سے جنت کے مستحق بھی آخرت میں دوسرے کی شفاعت کرنے کے مستحق قرار پائیں گے، اور اس کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ ایک مومن کا دوسرے مومن سے دین کے لیے، یعنی للّٰہی تعلق ومحبت رکھنا عظیم الشان عمل ہے، جس کے احادیث میں کئی فضائل آئے ہیں۔

ذیل میں اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

وَإِذَا رَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ نَجَوْا، فِيْ إِخْوَانِهِمْ، يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا إِخْوَانُنَا، كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَنَا، وَيَصُوْمُوْنَ مَعَنَا، وَيَعْمَلُوْنَ مَعَنَا، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِذْهَبُوْا، فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ دِيْنَارٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُ، وَيُحَرِّمُ اللّٰهُ صُوَرَهُمْ عَلَى النَّارِ، فَيَأْتُوْنَهُمْ وَبَعْضُهُمْ قَدْ غَابَ فِي النَّارِ إِلٰى قَدَمِهٖ، وَإِلٰى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، فَيُخْرِجُوْنَ مَنْ عَرَفُوْا، ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ، فَيَقُوْلُ: اِذْهَبُوْا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ

نِصُفِ دِیُنَارٍ فَأَخُرِجُوهُ، فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا، ثُمَّ يَعُودُونَ، فَيَقُولُ: اِذْهَبُوا فَمَنُ وَجَدُتُمُ فِيُ قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنُ إِيُمَانٍ فَأَخُرِجُوهُ، فَيُخْرِجُونَ مَنُ عَرَفُوا ،قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَإِنُ لَمُ تُصَدِّقُونِيُ فَاقُرَءُ وُا " إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظُلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنُ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفُهَا" (بخاری، رقم الحدیث ۷۴۳۹، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى: وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة)

ترجمہ: جب (پل صراط سے بحفاظت نجات پا جانے والے مومن) دیکھیں گے کہ اپنے مومن بھائیوں میں سے ،انہیں نجات مل گئی ہے، تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب (دنیا میں) کچھ ہمارے مومن بھائی تھے، جو کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ (فلاں فلاں نیک) کام کیا کرتے تھے (مگر وہ اپنی بعض بداعمالیوں کی وجہ سے سزا پانے کے لیے جہنم میں ہوں گے) تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جاؤ، جس کے دل میں ایک دینار کے برابر ایمان پاؤ، اسے جہنم سے نکال لو اور اللہ ان کی صورتوں کو آگ پر حرام کر دے گا، چنانچہ وہ لوگ ان کے پاس آئیں گے، اس حال میں کہ بعض لوگ قدم تک اور بعض آدھی پنڈلیوں تک، آگ میں ڈوبے ہوں گے، جن کو یہ پہچانیں گے، ان کو جہنم سے نکال لیں گے، پھر دوبارہ آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جاؤ اور جس کے دل میں نصف دینار کے برابر ایمان پاؤ، اسے جہنم سے نکال لو، چنانچہ وہ جن کو پہچانیں گے، ان کو نکال لیں گے، پھر لوٹ آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جاؤ، جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان پاؤ، اسے بھی نکال لو، چنانچہ وہ جن کو (اس طرح کے ایمان والا) پہچانیں گے، ان کو نکال لیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم مجھے سچا نہیں سمجھتے تو (سورہ نساء

کی) یہ آیت پڑھو کہ اللہ، ذرہ برابر ظلم نہیں کرے گا اور اگر نیکی ہوگی تو اس کو بڑھا چڑھا کر اجر وثواب دے گا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ چند لوگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ مل کر دین کا کام کرنا، اور ایک دوسرے کے ساتھ دین کی وجہ سے تعلق رکھنا، اور دین کے کاموں میں مشغول ہونے کا مشاہدہ کرنا، آخرت میں کام آئے گا، اور اگر ان میں سے کوئی جنت کا مستحق ہوگا، اور کوئی دوسرا اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے قابلِ مواخذہ ہوگا، تو اس کا جنت کا مستحق ساتھی آخرت میں شفاعت کرنے کا مستحق قرار پائے گا۔

جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے لیے ایک دوسرے سے تعلق ومحبت رکھنا بہت عظیم عمل ہے۔

اسی وجہ سے کئی احادیث میں، اللہ کے لیے محبت وتعلق رکھنے کے اور بھی کئی عظیم الشان فضائل آئے ہیں، بشرطیکہ یہ للّٰہی تعلق ومحبت کسی دنیاوی غرض اور بالخصوص غرضِ فاسد پر مبنی نہ ہو۔

اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ، اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّيْ (مسلم، رقم الحديث ٢٥٦٦ ”٣٧“ كتاب البر والصلة والآداب، باب فى فضل الحب فى الله، مسند احمد، رقم الحديث ٧٢٣١)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن، اللہ فرمائے گا کہ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

کہاں ہیں میری عظمت وجلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے؟ آج کے دن میں ان کو اپنے سائے میں جگہ عطا کروں گا، یہ ایسا دن ہے کہ میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں (مسلم، مسند احمد)

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: اَلْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ فِیْ ظِلِّ عَرْشِیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّیْ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۱۵۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میری عظمت وجلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے (قیامت کے) اُس دن میرے عرش کے سائے میں ہوں گے، جس دن میرے عرش کے سائے کے علاوہ (کسی چیز کا) کوئی سایہ نہ ہوگا (مسند احمد)

ان احادیث سے اللہ کی رضا کے لیے آپس میں محبت کرنے کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[2] (وعنه) أى: عن أبى هريرة (قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله تعالى يقول يوم القيامة) أى: على رئوس الأشهاد تعظيما لبعض العباد من العباد (أين المتحابون بجلالى؟) أى: بسبب عظمتى ولأجل تعظيمى، أو الذين يكون التحابب بينهم ;لأجل رضا جنابى وجزاء ثوابى. قال الطيبى: الباء فيه .بمعنى "فى "وفيه ما فيه .قال: وخص الجلال بالذكر ;لدلالته على الهيبة والسطوة أى: المنزهون عن شائبة الهوى والنفس والشيطان فى المحبة، فلا يتحابون إلا لأجلى ولوجهى .قلت: ويمكن أن يكون من باب الاكتفاء والتقدير بجلالى وجمالى أى: المتحابون لى أى: فى حالتى القبض والبسط، والخوف والرجاء، والمحنة والمنحة، فيفيد دوام تحابيهم (اليوم) : قال شارح: ظرف متعلق بأين .قلت: الأظهر أنه ظرف لقوله: (أظلهم فى ظلى) أى: أدخلهم فى ظل حمايتى، أو أريحهم من حرارة الموقف راحة من استظل أو أظلهم فى ظل عرشى وهو الأظهر فتدبر (مرقاة المفاتيح، ج۸ص ۳۱۳۳، ۳۱۳۴، كتاب الآداب، باب الحب فى الله ومن الله)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَصَافِیْنَ فِیْ الْمُتَوَاصِلِیْنَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۰۰۲) [1]

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی ہے، جو صرف میری وجہ (یعنی میرے حکم) سے صف بصف (نماز و جہاد اور دوسرے باہمی اعانت والے دین کے کاموں میں) کھڑے ہوتے ہیں، اور ایک دوسرے سے صلہ (یعنی جوڑ و تعلق) رکھتے ہیں (مسند احمد)

اس حدیث میں للّٰہی تعلق و محبت کی مختلف صورتوں کو بیان کردیا گیا ہے۔

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: قَدْ حَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلَّذِيْنَ يَتَحَابُّوْنَ مِنْ أَجْلِيْ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، رجاله ثقات رجال الصحیح (حاشیة مسند احمد)

لِلَّذِيْنَ يَتَصَافُّوْنَ مِنْ أَجْلِيْ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلَّذِيْنَ يَتَزَاوَرُوْنَ مِنْ أَجْلِيْ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلَّذِيْنَ يَتَبَاذَلُوْنَ مِنْ أَجْلِيْ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِيْ لِلَّذِيْنَ يَتَنَاصَرُوْنَ مِنْ أَجْلِيْ(مسند احمد، رقم الحديث ١٩٤٣٨) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی، جو میری وجہ سے محبت کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی، جو میری وجہ سے ایک دوسرے کے صف بصف (ایک دوسرے کی دینی اعانت کے لیے) کھڑے ہوتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی، جو میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی، جو میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہوچکی، جو میری وجہ سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں (مسند احمد)

مذکورہ احادیث میں ایک دوسرے سے للّٰہی تعلق و محبت اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے والوں کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ، قَالَ: فَخَرَجْتُ حَتّٰى لَقِيْتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَذَكَرْتُ لَهٗ حَدِيْثَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ عَنْ رَّبِّهٖ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لضعف شَهْر وهو ابن حوشب، وبقية رجاله ثقات(حاشية مسند احمد)

يَقُوْلُ: حَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِی لِلْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ، وَالْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰهِ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ فِیْ ظِلِّ الْعَرْشِ یَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۰۶۴) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے لئے محبت کرنے والے، نور کے منبروں پر ہوں گے، عرش کے سایہ میں، جس دن عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا، حضرت ابو مسلم خولانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، اور میں نے ان سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی (مذکورہ) حدیث کے بارے میں ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے رب تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ میری محبت اُن لوگوں کے حق میں ثابت ہوگئی، جو میرے لئے محبت کرتے ہیں، اور میرے لئے خرچ کرتے ہیں، اور میرے لئے ملاقات کرتے ہیں، اور اللہ کے لئے محبت کرنے والے نور کے منبروں پر عرش کے سایہ میں ہوں گے، جس دن عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا (مسند احمد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کی تائید، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بھی کی۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت حارث بن عمیرہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمْتُ مِنَ الشَّامِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ، فَسَمِعْتُ مُعَاذَ بْنَ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير حبيب بن أبی مرزوق، فقد روى له الترمذی والنسائی، وهو ثقة (حاشية مسند احمد)

جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ، یَقُولُ: سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ، یَقُولُ: اَلْمُتَحَابُّونَ فِی اللّٰہِ لَھُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ یَومَ الْقِیَامَۃِ یَغْبِطُھُمُ الشُّھَدَاءُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۲۹۶، کتاب الفتن والملاحم)

ترجمہ: میں شام سے مدینہ کی طرف علمِ دین کی طلب میں حاضر ہوا، تو میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن نور کے منبر ہوں گے، جن پر شہداء بھی رشک کریں گے (حاکم)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا یُجْلِسُھُمْ یَومَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی مَنَابِرَ مِّنْ نُورٍ، یَغْشٰی وجُوھَھُمُ النُّورُ، وَیُلْقٰی عَنْھُمُ السَّیِّئَاتُ حَتّٰی یَفْرَغَ اللّٰہُ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ قِیلَ: مَنْ ھُمْ؟ قَالَ: اَلْمُتَحَابُّونَ فِی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ (مسند الشامیین للطبرانی، رقم الحدیث ۸۲۶، ج۲ص۱۰) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کچھ بندوں کو قیامت کے دن نور کے منبروں پر بٹھائے گا، ان کے چہروں کو نور ڈھانپ لے گا، اوران سے برائیوں (اور قیامت کی سختیوں) کو ہٹالیا جائے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے حساب سے فارغ ہوجائے، عرض کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہوں

---

[1] قال المنذری: رواہ الطبرانی بإسناد جید (الترغیب والترھیب، ج۴، ص۱۲، تحت رقم الحدیث ۴۵۸۱)

گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے لئے باہم ایک دوسرے سے محبت کرنے والے (طبرانی)

مالک یا ابو مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

ابو یعلیٰ نے حضرت مالک یا ابو مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ أَقْوَامًا لَيْسُوْا بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَجْرَةِ الْقَوْمِ أَعْرَابِيٌّ قَالَ: وَكَانَ يُعْجِبُنَا إِذَا شَهِدْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّكُوْنَ فِيْنَا الْأَعْرَابِيُّ لِأَنَّهُمْ يَجْتَرِئُوْنَ أَنْ يَّسْأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَجْتَرِءُ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، سَمِّهِمْ لَنَا؟ قَالَ: فَرَأَيْنَا وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ، قَالَ: هُمْ نَاسٌ مِّنْ قَبَائِلَ شَتّٰى يَتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ، وَاللّٰهِ إِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ، وَإِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ، مَا يَخَافُوْنَ إِذَا خَافَ النَّاسُ، وَلَا يَحْزَنُوْنَ إِذَا حَزِنُوْا (مسند أبي يعلى، رقم الحديث ٦٨٤٢، ج١٢ ص٢٣٣، حديث مالك أو ابن مالك) [1]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں کہ وہ نہ نبی ہیں، اور نہ شہداء، اور ان کا اللہ عزوجل کے نزدیک جو مقام ہے، اس سے انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے، حاضرینِ مجلس میں سے ایک اعرابی و دیہاتی نے عرض کیا اور ہمیں یہ بات پسند تھی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوں، تو ہم میں اعرابی و دیہاتی موجود ہو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی

---

[1] قال الهيثمي: رواه أبو يعلى، ورجاله رجال الصحيح غير حوشب، وقد وثقه غير واحد (مجمع الزوائد، باب أي المتحابين أفضل وأحب إلى الله)

اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کی جرأت کرلیتے تھے، اور ہم جرأت نہیں کرتے تھے، تو اس اعرابی و دیہاتی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے سامنے ان لوگوں کی علامت بیان کیجئے، تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو دیکھا کہ آپ پر خوشی اور طمانینت کی ایک خاص کیفیت طاری ہوچکی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مختلف قبیلوں کے لوگ ہیں، جو اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں، اللہ کی قسم ان کے چہرے نور والے ہوں گے، اور وہ نور کے اوپر ہوں گے، جب (قیامت کے دن) لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے، تو ان کو کوئی خوف نہیں ہوگا، اور جب لوگ غمگین ہوں گے، تو یہ غمگین نہیں ہوں گے (ابویعلیٰ)

مذکورہ احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ یہ فضیلت، اللہ عزوجل کے لئے مخلصانہ محبت کرنے والوں کے حق میں وارِد ہے۔

اور اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کا مفہوم عام ہے، جس میں اس للّٰہی محبت کے تقاضے کی بنیاد پر ایک دوسرے کی زیارت کرنا بھی داخل ہے۔

بعض دوسری روایات میں اللہ کے لیے ایک دوسرے مسلمان کی زیارت کرنے کی بھی عظیم فضیلت آئی ہے، کیونکہ اس میں بھی دوسرے مسلمان سے اللہ کے لیے محبت کرنا پایا جاتا ہے۔

ابو ہریرہ اور بعض دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِيْ قَرْيَةٍ أُخْرٰى، فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ، عَلٰى مَدْرَجَتِهِ، مَلَكًا فَلَمَّا أَتٰى عَلَيْهِ، قَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: أُرِيْدُ أَخًا لِيْ فِيْ هٰذِهِ

الْقَرْيَةِ، قَالَ: هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّيْ أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: فَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكَ، بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٥٦٧ "٣٨"، كتاب البر و الصلة و الآداب، باب فى فضل الحب فى الله)

ترجمہ: ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لئے گیا، تو اللہ نے اس کے لئے آگے ایک فرشتہ کو بھیجا، جب وہ شخص فرشتہ کے پاس سے گزرا، تو فرشتے نے کہا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ میں اس بستی میں اپنے بھائی کے پاس جانا چاہتا ہوں، فرشتے نے کہا کہ کیا آپ کا اس پر کوئی احسان ہے، جس کا آپ بدلہ چاہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ نہیں، سوائے اس کے کہ میں اس سے اللہ عزوجل کے لئے (نہ کہ دنیاوی اور نفسانی غرض سے) محبت رکھتا ہوں، اس فرشتے نے کہا کہ میں آپ کی طرف اللہ کا قاصد بن کر آیا ہوں، بے شک اللہ، آپ سے اسی طرح محبت فرماتا ہے، جس طرح آپ اپنے اس بھائی سے (مخلصانہ اور بے غرض) محبت کرتے ہو (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَادَ مَرِيْضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَهُ فِي اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ أَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا (سنن الترمذى، رقم الحديث ٢٠٠٨، ابواب البر و الصلة، باب ما جاء فى زيارة الإخوان، سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٤٤٣، كتاب الجنائز، باب ما جاء فى ثواب من عاد مريضا) [1]

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث غريب وأبو سنان اسمه عيسى بن سنان، وقد روى حماد بن سلمة، عن ثابت، عن أبى رافع، عن أبى هريرة، عن النبى صلى الله عليه وسلم شيئا من هذا (حوالہ بالا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مریض کی عیادت یا اپنے بھائی کی زیارت اللہ کی رضا کے لئے کی، تو اس کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک نِدا دینے والا کہتا ہے کہ تو خوش نصیب ہے، اور تیرا چلنا بھی مبارک ہے، اور تو نے جنت میں اپنے لئے منزل تیار کر لی ہے (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ أَتٰى أَخًا لَهُ يَزُوْرُهُ فِي اللّٰهِ إِلَّا نَادَاهُ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ: أَنْ طِبْتَ، وَطَابَتْ لَكَ الْجَنَّةُ، وَإِلَّا قَالَ اللّٰهُ فِيْ مَلَكُوْتِ عَرْشِهٖ: زَارَ فِيَّ وَعَلَيَّ قِرَاهُ، فَلَمْ أَرْضَ لَهُ بِقِرًى دُوْنَ الْجَنَّةِ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحديث ۴۱۴۰، ج۷ص۱۶۶، مسند انس بن مالک، مسند البزار، رقم الحديث ۶۴۶۶) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بندہ بھی اپنے بھائی کی اللہ کی رضا کی خاطر زیارت کرنے کے لئے آتا ہے، تو آسمان سے ندا دینے والا یہ ندا دیتا ہے کہ تو خوش نصیب ہے، اور جنت تیرے لیے خوب ہے، نیز یہ بھی کہ اللہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال المنذری: رواه ابن ماجه والترمذی واللفظ له وقال حديث حسن وابن حبان فی صحيحه كلهم من طريق أبی سنان عن عثمان بن أبی سودة عنه(الترغيب والترهيب، ج۳ص۲۴۷، كتاب البر والصلة وغيرهما،الترغيب فی زيارة الإخوان والصالحين وما جاء فی إكرام الزائرين)

و قال الالبانی:وللحديث شاهد من حديث أبی هريرة .أخرجه البخاری فی "الأدب المفرد (رقم ۳۴۵)"والترمذی وحسنه فی نسخة، وصححه ابن حبان (۷۱۲)وإسناده صالح للاستشهاد به (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۶۳۲)

[1] قال المنذری:رواه البزار وأبو يعلى بإسناد جيد(الترغيب والترهيب، ج۳ص۲۴۷، تحت رقم الحديث ۳۸۹۲، كتاب البر والصلة وغيرهما، الترغيب فی زيارة الإخوان والصالحين وما جاء فی إكرام الزائرين)

وقال الهيثمی:رواه البزار وأبو يعلى، ورجال أبی يعلى رجال الصحيح غير ميمون بن عجلان، وهو ثقة (مجمع الزوائد، ج۸ص۱۷۳، تحت رقم الحديث ۱۳۵۹۱، باب الزيارة واكرام الزائرين)

اپنے عرش کے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میری رضا کے لئے اس نے زیارت کی ہے، اور میرے ذمہ ہی اس کی مہمانی ہے، اور میں اس کے لئے جنت کے علاوہ کسی مہمانی کو پسند نہیں کرتا (ابو یعلیٰ، بزار)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلا أُخْبِرُكُمْ بِرِجَالِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ اَلنَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَالصِّدِّيْقُ فِي الْجَنَّةِ، وَالشَّهِيْدُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْمَوْلُوْدُ فِي الْجَنَّةِ، وَالرَّجُلُ يَزُوْرُ أَخَاهُ فِيْ نَاحِيَةِ الْمِصْرِ لَا يَزُوْرُهُ إِلَّا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَنِسَاؤُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْوَدُوْدُ الْوَلُوْدُ الْعَئُوْدُ عَلٰى زَوْجِهَا الَّتِيْ إِذَا غَضِبَ جَاءَ تْ حَتّٰى تَضَعَ يَدَهَا فِيْ يَدِ زَوْجِهَا، وَتَقُوْلُ: لَا أَذُوقُ غُمْضًا حَتّٰى تَرْضٰى (فوائد تمام الرازی، رقم الحديث ۱۳۱۱، ج۲ص۱۲۰، ومن أحاديث جناح بن عباد مولى الوليد بن عبد الملك رواية حماد بن صالح مولى بنی أمية عنه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں خبر نہ دے دوں، جنتی افراد کی؟ (پھر فرمایا کہ) نبی جنت میں ہے، اور صدیق جنت میں ہے، اور شہید جنت میں ہے، اور نومولود (فوت شدہ بچہ) جنت میں ہے، اور وہ آدمی جو اپنے

---

[1] قال الالبانی:
أخرجه تمام الرازی فی "الفوائد" (ق ۱/۲۰۲) وعنه ابن عساكر (۲/۸۷/۲) بتمامه، وأبو بكر الشافعی فی "الفوائد" (ق۱۱۵۔۱۱۶) وأبو نعيم فی "الحلية (۴/۳۰۳) "نصفه الأول، والنسائی فی "عشرة النساء (۱/۸۵/۱) "النصف الآخر من طريق خلف بن خليفة عن أبی هاشم يعنی الرمانی عن سعيد ابن جبير عن ابن عباس مرفوعا.
قلت: وهذا إسناد، رجاله ثقات رجال مسلم غير أن خلفا -وهو من شيوخ أحمد - كان اختلط فی الآخر، ولا ندری أحدث به قبل الاختلاط فيكون صحيحا، أو بعده فيكون ضعيفا، لكن للحديث شواهد يتقوى بها كما يأتی بيانه (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۸۷)

(مسلمان) بھائی کی شہر کے کنارے پر جاکر زیارت کرتا ہے، اور وہ صرف اللہ عزوجل کی رضا کے لئے زیارت کرتا ہے، وہ جنت میں ہے، اور تمہاری وہ عورتیں جنت والے افراد میں سے ہیں، جو (شوہروں سے) خوب محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننے والی ہوں، اور وہ (ہر اجنبی سے کنارہ کشی کرکے) اپنے شوہر ہی کی ہوکر رہنے والی ہو، جب شوہر غصہ ہو، تو وہ عورت آکر اپنے ہاتھ کو شوہر کے ہاتھ میں دے دے، اور یہ کہے کہ میں اس وقت تک نیند کا ذائقہ نہیں چکھوں گی، جب تک آپ راضی نہ ہوں (فوائد تمام)

پیچھے احادیث میں اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کی بھی فضیلت گزر چکی، یہ بھی ایک دوسرے سے للّٰہی محبت کی ایک شکل ہے، اور اس میں ایک دوسرے کی اخلاص سے دعوت واعانت اور ہدیہ لینا دینا بھی داخل ہے، اسی لیے حدیث میں ہدیہ کے لین دین کو آپس میں محبت پیدا ہونے کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔ [1]

مذکورہ احادیث وروایات سے کسی مسلمان بھائی کی اللہ کی رضا کے لیے زیارت کرنے کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی۔

اور یہ بات پہلے ذکر کی جاچکی ہے کہ مذکورہ فضیلت اللہ کے لیے مخلصانہ محبت رکھنے والوں کے لیے ہے، کیونکہ مومن کا کسی سے محبت یا بغض رکھنا صرف اللہ ہی کے لیے ہونا چاہئے، اور اس کو احادیث میں کامل اور مضبوط ایمان کی نشانی اور محبوب ترین عمل بتلایا گیا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ،

---

[1] عن أبی هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " تهادوا، فإن الهدية تذهب وغر الصدر "(مسند احمد، رقم الحديث ٩٢٥٠)

قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف لضعف أبی معشر (حاشية مسند احمد)

وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ، وَأَعْطٰى لِلّٰهِ، وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ (سنن أبی داود، رقم الحديث ٤٦٨١، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھا، اور اللہ ہی کے لیے دیا، اور اللہ ہی کے لیے منع کیا، تو اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا (سنن ابی داؤد)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ أَوْثَقَ عُرَى الْإِيْمَانِ أَنْ تُحِبَّ فِي اللّٰهِ، وَتُبْغِضَ فِي اللّٰهِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٨٥٢٤) [2]

ترجمہ: ایمان کا سب سے مضبوط حلقہ یہ ہے کہ آپ اللہ کے سلسلے میں (یعنی رضائے الٰہی کی خاطر) محبت رکھیں، اور اللہ کے سلسلے میں بغض رکھیں (مسند احمد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ٤٥٩٩، كتاب السنة، باب مجانبة أهل الأهواء وبغضهم) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال میں سب سے زیادہ افضل عمل، اللہ کے سلسلے میں محبت رکھنا اور اللہ کے سلسلے میں بغض رکھنا ہے (ابوداؤد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں درجِ ذیل الفاظ ہیں:

إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ (مسنداحمد، رقم الحديث ٢١٣٠٣) [4]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناده حسن (حاشية سنن ابی داؤد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن بشواهده، وهذا إسناد ضعيف (حاشية مسند احمد)

[3] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية سنن ابی داؤد)

[4] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک اعمال میں سب سے زیادہ محبوب عمل، اللہ کے سلسلے میں محبت رکھنا اور اللہ کے سلسلے میں بغض رکھنا ہے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ کسی کے ایمان یا اعمالِ صالحہ کی وجہ سے محبت رکھنا اور اس کے کفر یا عصیان وغیرہ کی وجہ سے بغض رکھنا، اللہ کا پسندیدہ اور محبوب ترین وافضل ترین عمل اور مضبوط وکامل ایمان کی نشانی ہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ دین کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ شرکت وتعاون کرنے اور اللہ کے لیے محبت وتعلق رکھنے والے مومن بندے آخرت میں ایک دوسرے کی شفاعت کے مستحق قرار پائیں گے۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

''سننِ ابنِ ماجہ'' میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مروی ہے کہ:

''آخرت میں اہلِ جنت، صف بستہ کھڑے ہوں گے، تو جہنم کا مستحق، ایک شخص اہلِ جنت میں سے ایک شخص کے پاس سے گزرے گا، اور یہ کہے گا کہ اے فلاں! کیا تجھے یاد نہیں کہ ایک دن تو پیاسا تھا، میں نے تجھے پانی یا مشروب پلایا تھا؟ یہ سن کر وہ جنتی اس شخص کی شفاعت کرے گا۔

---

[1] (من أحب لله) أى لأجله ولوجهه مخلصا لا لميل قلبه وهوى نفسه (وأبغض لله) لا لإيذاء من أبغضه له بل لكفره أو عصيانه .(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨٣٠٨)

"أحب الأعمال إلى الله الحب فى الله، والبغض فى الله (حم) عن أبى ذر (ح) ."

(أحب الأعمال إلى الله الحب فى الله والبغض فى الله) كلمة فى للتعليل، مثلها فى حديث: " أن امرأة دخلت النار فى هرة "أى الحب لأجل الله وهو أن يحب من يحبه الله وهم أهل طاعته وتبغض من يبغضه الله وهم أهل معصيته فتحب أنبيائه وصالحى عباده وتبغض أعدائه وأعداء رسله كالكفار والفساق وتأتى أحاديث يحصر فيها الإيمان على ذلك .(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، تحت رقم الحديث ٢٠١)

اسی طریقے سے ایک اور آدمی گزرے گا، اور وہ ایک جنتی کو کہے گا کہ اے فلاں! کیا تجھے یاد نہیں کہ ایک دن میں نے تجھے پاکی حاصل کرنے کے لیے پانی فراہم کیا تھا؟ یہ سن کر وہ جنتی اس شخص کی شفاعت کرے گا۔

اور ایک اور شخص گزرتے ہوئے یہ کہے گا کہ اے فلاں! کیا تجھے یاد نہیں کہ ایک دن تو نے مجھے اس اس طرح کی ضرورت کے لیے بھیجا تھا، تو میں تیری ضرورت کے لیے گیا تھا؟ پس یہ سن کر وہ جنتی اس شخص کی شفاعت کرے گا''۔ [1]

تاہم مذکورہ روایت کی سند میں ایک راوی ''یزید بن ابان رقاشی'' پائے جاتے ہیں، جن کو محدثین نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے، جس کی وجہ سے مذکورہ حدیث کی سند میں ''ضعف'' پایا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير، وعلى بن محمد، قالا: حدثنا وكيع، حدثنا الأعمش، عن يزيد الرقاشي،عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –:" يصف الناس يوم القيامة صفوفا –وقال ابن نمير: أهل الجنة– فيمر الرجل من أهل النار على الرجل فيقول: يا فلان، أما تذكر يوم استسقيت فسقيتك شربة؟ قال: فيشفع له، ويمر الرجل فيقول: أما تذكر يوم ناولتك طهورا؟ فيشفع له ."قال ابن نمير: " ويقول: يا فلان، أما تذكر يوم بعثتنى فى حاجة كذا وكذا، فذهبت لك؟ فيشفع له "(سنن ابن ماجه ، رقم الحديث ٣٦٨٥)

[2] قال البوصيرى:

هذا إسناد ضعيف لضعف يزيد بن إبن الرقاشى رواه أبو بكر بن أبى شيبة فى مسنده عن أبى معاوية عن الأعمش به ورواه الطبرانى فى الأوسط والبيهقى فى شعب الإيمان كلاهما من طريق أبى طلال عن أنس ورواه الأصبهانى من هذا الوجه(مصباح الزجاجة فى زوائد ابنِ ماجه، ج۴ص ۱۰۵، ۱۰۶، تحت رقم الحديث ۱۲۹۴)

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف لضعف يزيد بن أبان الرقاشى .الأعمش :هو سليمان بن مِهران(حاشية سنن ابنِ ماجه)

وقال الالبانى:

ضعيف.أخرجه ابن ماجه (394 / 2)من طريق يزيد الرقاشى عن أنس مرفوعا، ويزيد هذا هو ابن أبان وهو ضعيف كما قال الحافظ وغيره، وقد روى غيره نحو هذا عن أنس، ولا يصح منها شىء، انظر "الترغيب . (51 - 50 / 2) "(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۹۳)

''ابو یعلیٰ'' نے اپنی ''مسند'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ہی ایک حدیث کو روایت کیا ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ:

''اہلِ جہنم، قیامت کے دن صف بستہ کھڑے ہوں گے، ان کے سامنے سے مومنین گزریں گے، تو اہلِ جہنم میں سے ایک شخص کے سامنے مومنین میں سے ایسا شخص گزرے گا، جس کو یہ دنیا میں پہچانتا ہوگا، یہ جہنمی اس سے کہے گا کہ کیا تجھے وہ دن یاد نہیں، جس دن تو نے مجھ سے فلاں فلاں ضرورت میں مدد طلب کی تھی، وہ مومن اس کو پہچان لے گا، اور وہ اپنے رب کے سامنے اس کی شفاعت کرے گا، جس کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا''۔ [1]

مگر مذکورہ روایت کی سند میں ایک راوی ''یوسف بن خالد سمتی'' پایا جاتا ہے، جس پر محدثین نے شدید جرح کی ہے، اس لیے مذکورہ روایت سند کے اعتبار سے شدید ضعیف معلوم ہوتی ہے۔ [2]

وہ الگ بات ہے کہ دوسرے مسلمان کی ضرورت وحاجت پوری کرنا، بہت بڑا کارِ خیر ہے، لیکن یہاں اصل بحث مذکورہ حدیث کی سند سے ہے۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ہی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

''دو آدمی جنگل میں چلے جارہے تھے، ان میں سے ایک عبادت گزار تھا، اور دوسرا جاہل واحمق تھا، بس ان میں سے عبادت گزار شخص پیاس کی وجہ سے بے ہوش

---

[1] حدثنا العباس بن الوليد النرسي، حدثنا يوسف بن خالد، عن الأعمش، عن أنس، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال " :يعرض أهل النار يوم القيامة صفوفا، فيمر بهم المؤمنون، فيرى الرجل من أهل النار الرجل من المؤمنين قد عرفه في الدنيا، فيقول :يا فلان، أما تذكر يوم استعنتني في حاجة كذا وكذا؟ قال :فيذكر ذلك المؤمن فيعرفه، فيشفع له إلى ربه فيشفعه فيه "(مسند أبي يعلى، رقم الحديث ٤٠٠٦)

[2] قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده ضعيف جدا(حاشية مسند ابی یعلیٰ)

وقال الهيثمي: رواه أبو يعلى، والطبراني في الأوسط، وفيه يوسف بن خالد السمتي، وهو كذاب(مجمع الزوائد ، تحت رقم الحديث ١٨٥٤٧)

ہو کر گر پڑا، اس کے جاہل و احمق ساتھی نے سوچا کہ اگر نیک صالح پیاسا فوت ہو گیا، اور میرے پاس پانی موجود ہے، تو میں کبھی بھی اللہ کی طرف سے خیر کو حاصل نہیں کر پاؤں گا، اور اگر میں نے اپنا پانی اس کو پلا دیا، تو میں (پیاس کی وجہ سے) یقینی طور پر فوت ہو جاؤں گا، لیکن اس نے اللہ پر توکل اور بھروسہ کیا، اور اللہ پر یقین کرتے ہوئے اس (بے ہوش عبادت گزار) کے اوپر پانی چھڑکا، اور باقی پانی اس کو پلایا، جس کی وجہ سے وہ کھڑا ہو گیا، یہاں تک کہ انہوں نے جنگل کے سفر کو طے کر لیا۔

تو قیامت کے دن اس جاہل اور احمق شخص کو حساب کے لیے کھڑا کیا جائے گا، اور پھر اسے جہنم میں جانے کا حکم دیا جائے گا، جس کو فرشتے جہنم کی طرف لے جائیں گے، پھر یہ شخص عبادت گزار شخص کو دیکھے گا، اور کہے گا کہ اے فلاں! کیا تم مجھے پہچانتے نہیں ہو، وہ عابد شخص کہے گا کہ آپ کون ہیں؟ تو یہ شخص کہے گا کہ میں فلاں شخص ہوں، جس نے فلاں دن جنگل میں تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی تھی، وہ جواب میں کہے گا کہ بے شک میں آپ کو پہچانتا ہوں، پھر یہ عابد شخص فرشتوں سے کہے گا کہ تم ٹھہر جاؤ، وہ ٹھہر جائیں گے، اور یہ عابد شخص اللہ کے پاس حاضر ہو کر کھڑا ہو جائے گا، اور اپنے رب سے دعا کرے گا کہ اے میرے رب! تو اس کے میرے اوپر احسان کو جانتا ہے کہ اس نے کیسے اپنے نفس پر مجھے ترجیح دی تھی، اے میرے رب آپ اس شخص کو مجھے ہبہ کر دیجیے، اللہ فرمائے گا کہ وہ شخص آپ کے لیے ہے، پھر یہ اس کے پاس آئے گا، اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو جنت میں داخل کر دے گا"۔ [1]

---

[1] حدثنا الصلت بن مسعود الجحدری، حدثنا جعفر بن سلیمان، حدثنی أبو ظلال، قال :حدثنی أنس، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال " :سلک رجلان مفازۃ :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس حدیث میں ایک راوی ''ابو ظلال قسملی'' پائے جاتے ہیں، جن کو اکثر حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے مذکورہ حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أحدهما عابد، والآخر به رهق، فعطش العابد حتى سقط، فجعل صاحبه ينظر إليه ومعه ميضأة فيها شيء من ماء، فجعل ينظر إليه وهو صريع، فقال :والله لئن مات هذا العبد الصالح عطشا ومعي ماء لا أصيب من الله خيرا أبدا، وإن سقيته مائي لأموتن، فتوكل على الله عز وجل، وعزم ورش عليه من مائه وسقاه من فضله، قال :فقام حتى قطعا المفازة، قال :فيوقف الذي به رهق يوم القيامة للحساب، فيؤمر به إلى النار، فتسوقه الملائكة، فيرى العابد فيقول :يا فلان، أما تعرفني؟ قال :يقول :من أنت؟ قال :أنا فلان الذي آثرتك على نفسي يوم المفازة، قال :يقول :بلى، أعرفك، قال :فيقول للملائكة :قفوا، قال :فيوقف، ويجيء حتى يقف ويدعو ربه، يقول :يا رب، قد تعرف يده عندي، وكيف آثرني على نفسه، يا رب هبه لي، فيقول :هو لك، قال :ويجيء فيأخذ بيده فيدخله الجنة "، قال الصلت :قال جعفر :قلت :حدثك أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم؟ قال :نعم(مسند أبي يعلى، رقم الحديث ٤٢١٢)

حدثنا إبراهيم قال :نا الصلت بن مسعود قال :نا جعفر بن سليمان قال :نا أبو ظلال قال :حدثني أنس بن مالك، عن نبي الله صلى الله عليه وسلم قال :سلك رجلان مفازة :عابد، والآخر به رهق، فعطش العابد حتى سقط، فجعل صاحبه ينظر إليه، ومعه ميضأة فيها شيء من ماء، فجعل ينظر إليه وهو صريع، فقال :والله لئن مات هذا العبد الصالح عطشا ومعي ماء لا أصيب من الله خيرا أبدا، ولئن سقيته مائي لأموتن، فتوكل على الله وعزم، فرش عليه من مائه وسقاه فضله، فقام حتى قطعا المفازة، فيوقف الذي به رهق يوم القيامة للحساب، فيؤمر به إلى النار، فتسوقه الملائكة، فيرى العابد، فيقول :يا فلان، أما تعرفني؟ فيقول :ومن أنت؟ فيقول :أنا فلان الذي آثرتك على نفسي يوم المفازة، فيقول :بلى، أعرفك .فيقول للملائكة :قفوا، فيقفون ويجيء حتى يقف، فيدعو ربه عز وجل، فيقول :يا رب قد تعرف يده عندي، وكيف آثرني على نفسه، يا رب هبه لي، فيقول له :هو لك، فيجيء فيأخذ بيد أخيه، فيدخله الجنة قال جعفر بن سليمان :فقلت لأبي ظلال :حدثك أنس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال : نعم.

لم يرو هذا الحديث عن أبي ظلال إلا جعفر، تفرد به الصلت(المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ٢٩٠٦)

؎ قال حسين سليم أسد الداراني:

إسناده ضعيف(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ بعض اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کی سند کے فی نفسہٖ ضعیف ہونے کے باوجود اس کو،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الهيثمي:

رواه أبو يعلى، ورجاله رجال الصحيح غير أبي ظلال القسملي، وقد وثقه ابن حبان وغيره، وضعفه غير واحد(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ۱۸۵۴۹ ،باب شفاعة الصالحين)

و قال الالباني:

ضعيف.

أخرجه الطبراني في "الأوسط"(2 /93 /1) عن الصلت بن مسعود :حدثنا جعفر بن سليمان :حدثنا أبو ظلال :حدثنا أنس بن مالك مرفوعا به.

قال :فقلت لأبي ظلال :أحدثك أنس عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -؟ قال: نعم .وقال الطبراني":لم يروه عن أبي ظلال إلا جعفر، تفرد به الصلت."

قلت :وهما ثقتان من رجال مسلم .وإنما العلة من أبي ظلال -واسمه هلال القسملي -؛ قال ابن حبان في "الضعفاء "(85 /3): "كان شيخا مغفلا، يروي عن أنس ما ليس من حديثه .لا يجوز الاحتجاج به بحال."

وكلمات سائر الأئمة تدور على تضعيفه، اللهم !إلا ما ذكره الحافظ في "التهذيب" عن البخاري أنه قال فيه":مقارب الحديث !"وهذا ليس نصا في التوثيق، ولا سيما وقد قال فيما ذكره الحافظ أيضا":عنده مناكير ."ورواه العقيلي في "الضعفاء "عن البخاري (ص 450).

إذا عرفت هذا؛ فلا أدري ما هو عمدة الحافظ المنذري في قوله في "الترغيب "(3/ 50)": وأبو ظلال؛ اسمه :هلال بن سويد -أو ابن أبي سويد -؛ وثقه البخاري وابن حبان لا غير."

أما توثيق ابن حبان؛ فمعدته أن ابن حبان قال في "ثقات التابعين "(- 1/249 الظاهرية)": هلال بن أبي هلال، يروي عن أنس، روى عنه يحيى بن المتوكل."

فهذا ليس فيه أنه أبو ظلال، فيحتمل أنه غيره عنده على الأقل .ويؤيده أنه أورد أبا ظلال في "الضعفاء "؛ فقال 85 /3))"هلال بن أبي مالك أبو ظلال القسملي .من أهل البصرة، واسم أبيه سويد الأزدي الأحمري، وقد قيل :إنه هلال بن أبي هلال .يروي عن أنس بن مالك .روى عنه جعفر بن سليمان الضبعي ومروان بن معاوية، كان شيخا مغفلا .يروي عن أنس ما ليس من حديثه، لا يجوز الاحتجاج به بحال."

قلت :فهذا نص من ابن حبان أن أبا ظلال هو عنده غير هلال بن أبي هلال.

وكذلك فرق بينهما البخاري فيما ذكره الحافظ، ولم يتبين لي ذلك، والأقرب أنهماواحد؛ وهو مقتضى كلام الحافظ المزي .وما رواه يحيى بن المتوكل ليس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی گزشتہ اس حدیث کے ساتھ شامل کر کے، جو ابنِ ماجہ کے حوالے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صريحا في المغايرة، وهذا لو كان ابن المتوكل -وهو أبو عقيل -ثقة، فكيف وهو ضعيف؟!

وأما توثيق البخارى الذى حكاه المنذرى؛ فلا أعرف له وجها؛ إلا أحد أمرين:

الأول :أن يكون المنذرى يرى ما يراه بعض المعاصرين أن سكوت البخارى عن الراوى فى "التاريخ الكبير "توثيق له، وقد ترجم لهلال أبى ظلال فى "التاريخ"(/4/2 205) وسكت عنه!

فأقول :وهذا مردود؛ لأنه من الممكن أن يكون سكوت البخارى عنه لا لكونه ثقة عنده؛ بل لأمر آخر؛ كأن يكون غير مستحضر حين كتابته حاله، وإلا؛ تناقض توثيقه المظنون مع جرحه المقطوع؛ فقد وجدت عديدا من الرواة جرحهم فى كتابه "الضعفاء الصغير"؛ ومع ذلك سكت عنهم فى "التاريخ الكبير"، فهذا مثلا فى المجلد الذى بين يدى، أورد فيه (106 /2 /4)": نصر بن حماد الوراق، أبو الحارث البجلى، عن الربيع بن صبيح"؛ وسكت عنه، مع أنه أورده فى "الضعفاء "وقال (ص 35)" يتكلمون فيه."

والآخر :أن يكون قول البخارى" :مقارب الحديث "عند المنذرى هو بمعنى :ثقة، وهذا هو الوجه؛ فقد نقل الترمذى فى "سننه "عن البخارى أنه قال فى بعض الرواة : "ثقة مقارب الحديث ."ولكنه على كل حال ليس هو كقوله فى الراوى" :ثقة"، بل هو دونه فى المرتبة، ولذلك؛ نصوا فى علم المصطلح على أن قولهم" :مقارب الحديث" كقولهم" :صالح الحديث "و" :شيخ وسط"، ونحو ذلك، وذلك فى المرتبة الرابعة من مراتب التعديل والتوثيق عندهم (1).

فإذا كان هذا المعنى هو عمدة المنذرى فيما نسبه للبخارى من التوثيق؛ فلا يخلو الأمر من تساهل .والله أعلم.

وجملة القول :أن أبا ظلال متفق على تضعيفه؛ إلا البخارى.

ولا يقوى حديثه قول البيهقى بعد إخراجه إياه: "وهذا الإسناد وإن كان غير قوى؛ فله شاهد من حديث أنس."

ذكره المنذرى؛ ثم قال ":ثم روى بإسناده من طريق على بن أبى سارة -وهو متروك - عن ثابت البنانى عن أنس عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم ." ... -

قلت :فذكره.

قلنا :لا يقويه لشدة ضعف ابن أبى سارة؛ كما أشار إلى ذلك المنذرى بقوله ":وهو متروك."

وقد أخرجه من طريقه :ابن عدى أيضا (ق 2 /287) فى جملة أحاديث ساقها له؛ ثم قال":وهذه الأحاديث التى ذكرتها له عن ثابت؛ كلها غير محفوظة، وله غير ذلك عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سے پہلے گزری، ''حسن لغیرہ'' قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثابت مناكير أيضا."
قلت :وقد مضى له حديث آخر (1891).
ثم إن لحديث الترجمة طريقا أخرى عن أنس نحوه، وقد مر برقم (93)(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٥١٨٦)

[1] قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثرى:
درجته:
الحديث بهذا الإسناد ضعيف، فيه أبو ظلال القسملي، وهو ضعيف.
وذكره الهيثمي في المجمع (382 /10)، وقال " :رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح غير أبي ظلال القسملي .وقد وثقه ابن حبان وغيره، وضعفه غير واحد."
قلت :لم يوثقه ابن حبان وإنما هو هلال بن أبي هلال غير أبي ظلال، أبو ظلال هذا ذكره في المجروحين، وقد نبه عليه الحافظ في التهذيب .(85 /11)
وذكره البوصيري في الإتحاف (/3ل 154)، وقال " :رواه أبو يعلى بسند ضعيف لضعف أبي ظلال القسملي."
تخريجه:
أخرجه أبو يعلى في مسنده .(4212 :215 /7)
وأخرجه الطبراني في الأوسط كما في المجمع .(132 /3)
وأخرجه البيهقي كما في النهاية لابن كثير (ص 335)، من طريق جعفر بن سليمان الضبعي، به، بنحوه.
وللحديث طرق أخرى من حديث أنس رضي الله عنه بغير هذا السياق .انظر: الأحاديث القادمة (4585 - 4584)، ولا يخلو واحد منها عن ضعف، إلا أن ضعف بعض الطرق ينجبر وعليه فإن الحديث بمجموع هذه الطرق يرتقي إلى الحسن لغيره، والله أعلم.
وأصل شفاعة المؤمنين يوم القيامة ثابت في الصحيحين من حديث أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال :قلنا :يا رسول الله -صلى الله عليه وسلم-، هل نرى ربنا يوم القيامة؟ قال :هل تضارون ...الحديث.
وفيه :(وإذا رأوا أنهم قد نجوا في إخوانهم يقولون :ربنا إخواننا الذين كانوا يصلون معنا ويصومون معنا ويعملون معنا، فيقول الله تعالى :اذهبوا فمن وجدتم في قلبه مثقال دينار من إيمان فأخرجوه، ويحرم الله تعالى صورهم على النار فيأتونهم، وبعضهم قد غاب في النار إلى قدمه وإلى أنصاف ساقيه فيخرجون من عرفوا ثم يعودون، فيقول :اذهبوا فمن وجدتم في قلبه مثقال نصف دينار، فأخرجوه، فيخرجون من عرفوا ثم يعودون فيقول :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ اللہ کے لیے تعلق رکھنے اور محبت کرنے کے مختلف فضائل آئے ہیں، اور جو لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر دین کے احکام پر عمل کرتے تھے، اللہ کی وجہ سے ایک دوسرے کی دین میں یا جائز کام میں شراکت، اعانت و مدد کرتے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ حسبِ مشیت ایک دوسرے کی شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائے گا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ.

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اذهبوا فمن وجدتم فى قلبه مثقال ذرة من إيمان فأخرجوه فيخرجون من عرفوا ... فيشفع النبيون والملائكة والمؤمنون "الحديث.

أخرجه البخارى كما فى الفتح (431 /13)، كتاب التوحيد، باب قوله تعالى :(وجوه يومئذ ناضرة (22) .تقدم تخريجه بالتفصيل فى حديث رقم .(4539)

وعليه فإن متن الحديث بهذا الشاهد يرتقى إلى الصحيح لغيره(المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية،١٨ ج٧ ٦٠٧،تحت رقم الحديث ٤٥٨٣،باب شفاعة المؤمنين)

(فصل نمبر 4)

آخرت میں شہید کی شفاعت

اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والا، چونکہ اللہ کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے، اور اس کی وجہ سے اس کے اہل وعیال اور خاندان والوں کو طبعی صدمہ پہنچتا ہے، اس لیے جس طرح اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے کے عظیم الشان فضائل ہیں، اسی طرح بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے کو بھی اپنے اہلِ خانہ اور اعزہ و اقارب وغیرہ کے لیے شفاعت کا حق دیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت نمران بن عتبہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلْنَا عَلٰى أُمِّ الدَّرْدَاءِ وَنَحْنُ أَيْتَامٌ، فَقَالَتْ: أَبْشِرُوْا، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُشَفَّعُ الشَّهِيْدُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ (سنن أبی داؤد، رقم الحديث ٢٥٢٢، كتاب الجهاد، باب فی الشهيد يشفع) [1]

ترجمہ: ہم حضرت امِ درداء رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے، اور ہم یتیم تھے (کیونکہ ہمارے والد شہید ہوگئے تھے) تو حضرت امُّ الدرداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم خوشخبری حاصل کرو، بے شک میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کو اس کے

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية ابی داؤد)

اہلِ خانہ میں سے ستر آدمیوں کی شفاعت کا حق دیا جائے گا (ابوداؤد)

مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی حدیث

اس طرح کا مضمون حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں بھی آیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں کہ:

”وَيُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ إِنْسَانًا مِنْ أَقَارِبِهٖ“

ترجمہ: اور شہید کو اس کے اقارب میں سے ستر انسانوں کی شفاعت کا حق دیا جائے گا (سنن ابنِ ماجہ) [1]

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ شہید کو بھی اپنے اہلِ بیت واقارب، یعنی اپنے بیوی بچوں اور اصول وفروع وغیرہ کے متعلق شفاعت کا حق دیا جائے گا۔ [2]

یہ بھی ملحوظ رہے کہ مذکورہ فضیلت اس شہید کو حاصل ہوگی، جس نے اعلائے کلمۃُ اللہ کے لیے قتال کیا اور شہید ہوگیا، کوئی دنیاوی غرض نہ تھی، نیز اس کی شہادت شرعی طریقہ پر ہوئی ہو۔

---

[1] عن المقدام بن معديكرب، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " للشهيد عند الله ست خصال: يغفر له في أول دفعة من دمه، ويرى مقعده من الجنة، ويجار من عذاب القبر، ويأمن من الفزع الأكبر، ويحلى حلة الإيمان، ويزوج من الحور العين، ويشفع في سبعين إنسانا من أقاربه "(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٢٧٩٩)

قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن(حاشية ابنِ ماجه)

[2] (يشفع الشهيد) أى تقبل شفاعته (في سبعين من أهل بيته) أى: فيغفر لهم بشفاعته(بذل المجهود في حل سنن ابى داؤد، ج٩ص٨٣، كتاب الجهاد، باب: في الشهيد يشفع)

(يشفع يوم القيامة الشهيد) في سبيل الله (في سبعين) إنسانا (من أهل بيته) شمل الأصول والفروع والزوجات وغيرهم من الأقارب ويحتمل أن المراد بالسبعين التكثير وفيه أن الإحسان إلى الأقارب أفضل منه إلى الأجانب(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٠٠١٢، حرف الياء)

"يشفع الشهيد في سبعين من أهل بيته (د) عن أبي الدرداء (ح) ."

(يشفع الشهيد) في الآخرة (في سبعين من أهل بيته) يؤذن له في هذا القدر من آله، ويحتمل أن له شفاعة أخرى في قوم آخرين، ويحتمل أن هذا العدد ليس حصرا بل مبالغة (عن أبي الدرداء) رمز المصنف لحسنه .(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، تحت رقم الحديث ٩٩٩٤، حرف الياء)

ورنہ خود شہید ہونے والا شہادت کے اجر وثواب سے محروم ہوسکتا ہے، پھر اس کو دوسروں کے لیے شفاعت کا استحقاق کیسے حاصل ہوگا؟

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى فِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ، فَأُتِىَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى قُتِلْتُ: قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَرِئٌ، فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِىَ فِى النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِىَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: مَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ فِيْكَ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ، وَقَرَأْتُ فِيْكَ الْقُرْآنَ فَقَالَ كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ : هُوَ عَالِمٌ، فَقَدْ قِيْلَ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ، فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِىَ فِى النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ، فَأُتِىَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: مَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيْهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَوَّادٌ، فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِىَ فِى النَّارِ (مسند أحمد، رقم الحديث ۸۲۷۷) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے، ایک تو وہ آدمی جو شہید ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ اس پر (اپنی عطا کردہ) نعمتیں شمار کرائے گا، وہ ان سب نعمتوں کا اعتراف کرے گا، اللہ پوچھے گا کہ پھر تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے آپ کی راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ میں شہید ہوگیا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تُو نے اس لئے قتال کیا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے، سو وہ (دنیا میں) کہا جاچکا (اب یہاں تیرے لئے کوئی اجر وثواب نہیں ہے) اس کے بعد حکم ہوگا، اور اسے چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، دوسرا وہ آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا ہوگا اور قرآن پڑھ رکھا ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اپنی نعمتوں کو شمار کروائے گا اور وہ ان سب کا اعتراف کرے گا، اللہ پوچھے گا کہ تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم حاصل کیا اور تیری رضا کے لئے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لئے قرآن پڑھا، اللہ فرمائے گا کہ تُو جھوٹ بولتا ہے، تُو نے علم اس لئے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے، سو وہ کہا جاچکا اور تُو نے قرآن اس لئے پڑھا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو وہ (دنیا میں) کہا جاچکا، اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ تیسرا وہ آدمی ہوگا، جس پر اللہ نے کشادگی فرمائی ہوگی، اور اسے ہر قسم کا مال عطاء فرمایا ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ اس کے سامنے اپنی نعمتوں کو شمار کروائے گا اور وہ ان سب کا اعتراف کرے گا، اللہ پوچھے گا کہ پھر تُو نے ان نعمتوں میں کیا عمل سرانجام دیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے آپ کے ہر پسندیدہ راستہ میں مال خرچ کیا، اور آپ کا پسندیدہ کوئی راستہ

نہیں چھوڑا، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ تجھے بڑا سخی کہا جائے، سو وہ کہا جا چکا۔ اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیا جائے گا (مسند احمد)

جو لوگ اللہ کی رضا کے علاوہ، شہرت، دولت اور عورت وغیرہ کی خاطر جہاد وقتال کرتے ہیں، ان کو مذکورہ حدیث کو سامنے رکھ کر اپنی اصلاح کا سامان کرنا چاہئے، اور جہاد وقتال میں شرعی اصول وقواعد کو ملحوظ رکھنا چاہئے، اور اپنی مغفرت اور اپنے خاندان والوں کی شفاعت حاصل ہونے کی نعمت کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے، ورنہ تو ''مرغی اپنی جان سے گئی اور کھانے والے کو مزہ نہ آیا'' والی بات ہوگی۔

اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(فصل نمبر5)

آخرت میں نابالغ فوت شدہ اولاد کی شفاعت

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مومن بندے کی اولاد، نابالغ ہونے کی حالت میں فوت ہوجائے، اور وہ مومن اس پر صبر کرے، تو وہ اولاد آخرت میں اپنے والدین کی شفاعت کا ذریعہ بنے گی، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ ہر بچہ ایمان کی حالت میں پیدا ہوتا ہے، اور نابالغی کی حالت میں وہ اپنے والدین کا محتاج ہوتا ہے، اور والدین بھی اپنی نابالغ اولاد سے خصوصی شفقت ومحبت والا تعلق رکھتے ہیں، اوروہ نابالغی کی حالت میں اولاد کے فوت ہونے پر سخت صدمہ اٹھاتے ہیں، اس صدمہ پر صبر کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ، نابالغ فوت شدہ اولاد کی آخرت میں شفاعت کوقبول ومنظور فرمائے گا۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كُنَّا فِيُ بَيُتِ عَائِشَةَ فَدَخَلَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ ،فَقَالَ: مَا مِنُ مُسُلِمَيُنِ يَمُوُتُ لَهُمَا ثَلاثَةُ أَطُفَالٍ لَمُ يَبُلُغُوا الُحِنُثَ إِلَّا جِيءَ بِهِمُ حَتّٰى يُوُقَفُوُا عَلٰى بَابِ الُجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُمُ:اُدُخُلُوا الُجَنَّةَ فَيَقُوُلُوُنَ:أَنَدُخُلُ وَلَمُ يَدُخُلُ أَبَوَانَا، فَقَالَ لَهُمُ:فَلَا أَدُرِيُ فِي الثَّانِيَةِ، اُدُخُلُوُا الُجَنَّةَ وَأَبَوَاكُمُ، قَالَ:فَذٰلِكَ قَوُلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ " فَمَا تَنُفَعُهُمُ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيُنَ " قَالَ:نَفَعَتِ الُآبَاءَ شَفَاعَةُ أَوُلَادِهِمُ (مسند

إسحاق بن راهويه، رقم الحديث ۲۰۷۴، ج۴ص ۲۵۱،ما يروى عن أم حبيبة زوج النبى صلى الله عليه وسلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور فرمایا کہ جن دو مسلمانوں کے تین بچے فوت ہوجائیں، جو ابھی تک بالغ نہیں ہوئے تھے، تو اُن (بچوں) کو قیامت کے دن لایا جائے گا، اور ان (بچوں) کو جنت کے دروازے پر کھڑا کر دیا جائے گا، پھر ان (بچوں) سے کہا جائے گا کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ، تو وہ (بچے) یہ کہیں گے کہ کیا ہم داخل ہوجائیں، اور ہمارے والدین داخل نہ ہوں، تو اللہ ان کو شاید دوسری مرتبہ یہ فرمائے گا کہ تم بھی جنت میں داخل ہوجاؤ، اور تمہارے والدین بھی، پھر فرمایا کہ اللہ عزوجل کا (سورہ مدثر میں) ارشاد ہے کہ ''فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيۡنَ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مومن) والدین کو ان کی اولاد کی شفاعت نفع دے گی (مسند اسحاق بن راہویہ)

اس حدیث کی سند کے دوسرے شواہد بھی موجود ہیں، اس لیے یہ حدیث سند کے اعتبار سے معتبر ہے۔ [1]

---

[1] قال الدكتور سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثرى:
وقال إسحاق :أنـا الـنـصر بن شـميل، ثنا ابن صمعة، ثنامحمد بن سيرين عن حبيبة أو أم حبيبة قالت :كنا فى بيت عائشة فدخل رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فقال :ما من مسـلـميـن يموت لهما ثلاثة من الولد أطفال لم يبلغوا الحنث، إلا جىء بهم حتى يوقفوا عـلـى باب الجنة، فيقال لهم :ادخـلـوا الـجـنة أنتم وآباؤكم، فذلك قوله تعالى :(فما تنفعهم شفاعة الشافعين)فعقب قال :نفعت الآباء شفاعة أولادهم.
درجته :رجـالـه ثـقـات إلا ابـن صمعة فصدوق تغير بآخره، والحديث بشواهده صحيح لغيره.
تخريجه:أخرجه إسحاق فى المسند (2074 :251 /4)، بهذا الإسناد والمتن.
وأخرجه ابن سعد فى الطبقات (446 /8) عن محمد بن عبد الله الأنصارى حدثنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ جس مومن بندے کے تین بچے نابالغی کی حالت میں فوت ہوگئے، تو وہ آخرت میں اپنے والدین کی شفاعت کا ذریعہ بنیں گے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أبان بن صمعة به.
وله شاهد من حديث أبی هريرة بلفظ "لا يموت لأحد من المسلمين ثلاثة من الولد فتمسه النار إلا تحلة القسم "أخرجه البخاری (6656)، ومسلم .(2632)
ومن حديث أبی ذر "ما من مسلمين يموت لهما ثلاثة من الولد لم يبلغوا الحنث إلا أدخلهما الله الجنة بفضل رحمته إياهم "أخرجه أحمد (151 /5)، والنسائی (24 /4)، والطبرانی فی الصغير (895)، وابن حبان 2940))، والبيهقی .(171 /9)
ومن حديث أنس من احتسب ثلاثة من صلبه دخل الجنة أخرجه البخاری (1248)، وأحمد .(152 /3)
ومن حديث ابن مسعود من قدم ثلاثة من الولد لم يبلغوا الحنث إلا كانوا له حصنا حصينا من النار أخرجه ابن ماجه (1606)، والترمذی .(1061)(حاشية المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية،ج۱۵،ص۴۱۸،۴۱۹،سورة المدثر،تحت رقم الحديث ۳۷۷۲)

وقال الالبانی:
(ما من مسلمين يموت لهما ثلاثة أطفال لم يبلغوا الحنث،إلا جیء بهم حتی يوقفوا علی باب الجنة، فيقال لهم :ادخلوا الجنة، فيقولون :أندخل ولم يدخل أبوانا؟ !فيقال لهم- فلا أدری فی الثانية :-ادخلوا الجنة وآباؤكم، قال :فذلک قول الله عز وجل :(فما تنفعهم شفاعة الشافعين) ؛ قال :نفعت الآباء شفاعة أولادهم).
أخرجه إسحاق بن راهويه فی "مسنده "(4/230/2) : أخبرنا النضر بن شميل :نا أبان بن صمعة :نا محمد بن سيرين عن حبيبة -أو أم حبيبة -قالت:كنا فی بيت عائشة، فدخل رسول الله -صلی الله عليه وسلم -، فقال ... :فذكره.
وهكذا أخرجه ابن سعد فی "الطبقات "(8/446) فقال :أخبرنا محمد بن عبد الله الأنصاری :حدثنا أبان بن صمعة قال :سمعت محمد بن سيرين -ودخل علينا فی السجن علی يزيد بن أبی بكر (ة) -فقال :حدثتنی حبيبة :أنها كانت فی بيت النبی -صلی الله عليه وسلم -، فجاء النبی -صلی الله عليه وسلم ... -الحديث إلی قوله : "ادخلوا أنتم وآباؤكم "دون ما بعده، وزاد :فقالت عائشة للمرأة :أسمعت؟ فقالت: نعم.
وأخرجه الطبرانی فی "المعجم الكبير "(24/224/570) ، وأبو نعيم فی "معرفة الصحابة "(2/342/2) من طرق أخری عن أبان بن صمعة مختصرا به.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض دوسری احادیث وروایات میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

اور بعض روایات میں تین بچوں کی تعداد کا ذکر نہیں آیا، جبکہ بعض روایات میں دو اور بعض میں ایک بچے کے متعلق بھی اس طرح کی فضیلت کا ذکر آیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم أخرجه الطبرانی من طریقین عن عبد الرزاق قال :سمعت هشام بن حسان یحدث عن محمد بن سیرین عن یزید بن أبی بکرة قال :حدثتنی حبیبة أنها کانت عند عائشة ـ الحدیث إلی قوله":ادخلوا أنتم و آباؤکم الجنة ."

وقال الهیثمی فی "المجمع "(3/7)": رواه الطبرانی فی "الکبیر"، ورجاله رجال "الصحیح "، خلا یزید بن أبی بکرة، ولم أجد له ترجمة، وأعاده بإسناد آخر، ورجاله ثقات، ولیس فیه (یزید بن أبی بکرة) ، والله أعلم !"

قلت :یزید بن أبی بکرة الثقفی؛ ذکره ابن سعد فی أولاد أبی بکرة الثقفی رضی الله عنه؛ فی کتابه "الطبقات "(7/191) ، ولم یترجم له .وأورده ابن حبان فی "الثقات " (5/534) ، وقال":روی عنه أهل البصرة."

فالعجب من الهیثمی کیف خفی علیه هذا، ومن کتبه "ترتیب ثقات ابن حبان !"وأما المنذری؛ فکأنه کان علی علم بهذا التوثیق؛ فقد رأیته یقول فی "الترغیب" (3/91/10)- وقد ساقه بلفظ عبد الرزاق ":-رواه الطبرانی فی "الکبیر "بإسناد حسن جید."

وأنا أخشی أن یکون ذکر (یزید بن أبی بکرة) بین ابن سیرین وحبیبة خطأً من عبد الرزاق أو غیره؛ لروایة أبان بن صمعة الخالیة منه، وبخاصة روایة ابن سعد عنه؛ فإنها صریحة بأن ابن سیرین حدث به یزید بن أبی بکرة فی السجن، ولذلک قال ابن سعد عقبها ":هکذا رواه محمد بن سیرین عن (حبیبة) ، ولم ینسبها، فلا ندری :هی بنت سهل أو غیرها؟." !

قلت :بل هی (حبیبة بنت أبی سفیان) ؛ کما جاء مصرحا به فی روایة الأنصاری عند الطبرانی، وأورد الحدیث تحت اسمها .وذکر أبو نعیم أنها خادمة عائشة، وجاء فی آخر حدیثها عنده:فقالت لی عائشة :أسمعت؟ قلت :نعم، قالت :فاحفظی إذا.

وهکذا أخرجه الحسن بن سفیان فی "مسنده"؛ کما فی "الإصابة"، وجزم بأنها (حبیبة بنت أبی سفیان) ، ورد علی من ظن خلاف ذلک؛ فراجعه إن شئت.

وأبان بن صمعة -وهو الأنصاری -وثقه جمع، وروی له مسلم حدیثا واحدا -متابعة:- "اعزل الأذی عن طریق المسلمین "، ومضی تخریجه برقم (2372) ، وغایة ما قیل فیه أنه کان اختلط، ولذلک قال ابن عدی فی "الکامل "(1/392)": له من الروایات قلیل، وإنما عیب علیه اختلاطه لما کبر، ولم ینسب إلی الضعف؛ لأن مقدار ما یرویه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرۃ مزنی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ابْنٌ لَهُ، فَقَالَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مستقيم غير منكر؛ إلا أن يدخل فی حديثه شیء بعدما تغير واختلط ."
قلت :ويدل على استقامة حديثه هذا -وأنه قد حفظه -أمران:
أحدهما :متابعة هشام بن حسان المتقدمة عند عبد الرزاق.
والآخر :أن له شواهد، فأذكر بعضها:
-1عن أبی حسان قال :قلت لأبی هريرة :إنه قد مات لی ابنان، فما أنت محدثی عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بحديث تطيب به أنفسنا عن موتانا؟ قال :نعم:
"صغارهم دعاميص الجنة، يتلقى أحدهم أباه -أو قال :أبويه -فيأخذ بثوبه -أو قال : بيده-، كما آخذ أنا بصنفة ثوبک هذا، فلا يتناهى -أو قال :فلا ينتهی -حتى يدخله الله وأباه الجنة."
أخرجه مسلم (8/40) ، وأحمد (2/510) . وروى منه البخاری فی "الأدب المفرد" (47/145) إلى قوله" :صغاركم دعاميص الجنة ."
- 2قال ابن سيرين أيضا:
جاء الزبير بابنه عبد الله إلى النبی -صلى الله عليه وسلم -، فقال النبی -صلى الله عليه وسلم ":-ما من مؤمنين يموت لهما ثلاثة إلا أدخلهم الله الجنة، فيقول لهم :ادخلوا الجنة، فيقولون :وآباؤنا؟ !فيقال لهم فی الثالثة :وآباؤكم ."
أخرجه عبد الرزاق (11/139/20138) ، وإسناده ثقات؛ فهو صحيح مرسل.
-3عن قرة المزنی فی قصة وفاة ابن صغير له، وتعزية النبی -صلى الله عليه وسلم - إياه، وفيه قوله -صلى الله عليه وسلم ":-يا فلان !أيهما كان أحب إليک :أن تمتع به عمرک، أو لا تأتی غدا إلى باب من أبواب الجنة إلا وجدته قد سبقک يفتحه لک؟ ! ".
قال :يا نبی الله !بل يسبقنی إلى باب الجنة فيفتحها لی؛ لهو أحب إلی !قال":فذاک لک ."فقال رجل من الأنصار :يا رسول الله !جعلنی الله فداک !أله خاصة أو لكلنا؟ قال":بل لكلكم ."
صححه الحاكم والذهبی،، وهو مخرج فی "أحكام الجنائز "(ص205) ، وصححه الحافظ أيضا فی "الفتح "(3/121)(سلسلة الأحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۳۴۱۶)

لَـهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُحِبُّهُ؟فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَحَبَّكَ اللّٰهُ كَمَا أُحِبُّهُ، فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ مَا فُعِلَ ابْنُ فُلَانٍ ؟قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَاتَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِيْهِ، أَمَا تُحِبُّ أَنْ لَّا تَأْتِيَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، إِلَّا وَجَدْتَهُ يَنْتَظِرُكَ ؟فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَهُ خَاصَّةٌ أَمْ لِكُلِّنَا ؟ قَالَ: بَلْ لِكُلِّكُمْ(مسند احمد، رقم الحديث ١٥٥٩٥) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتا تھا، اور اس آدمی کے ساتھ اس کا ایک بیٹا بھی ہوتا تھا، پس اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟ تو اُس آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ سے ایسی محبت فرمائیں، جیسی کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں (یعنی میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں) پھر (چند دن بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو مفقود (یعنی غیر موجود) پایا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں کے بیٹے کو کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ فوت ہوگیا، تو نبی صلی

---

[1] قال البوصيری:
رواه أبو داود الطيالسی ، وأحمد بن حنبل بسند الصحيح ، وابن حبان فی صحيحه (اتحاف الخيرة المهرة، رقم الحديث ١٨٥٤ ، كتاب الجنائز ، باب موت الاولاد)

وقال الهيثمی:
رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ج٣ص ١٠ ، تحت رقم الحديث ٣٩٩٣، باب فيمن مات له ابنان)

وقال المنذری:
رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح وابن حبان فی صحيحه باختصار قول الرجل أله خاصة إلى آخره (الترغيب والترهيب، رقم الحديث ٣٠٦٣، كتاب الجهاد)

وقال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير صحابيه فلم يخرج له سوى البخاری فی "الأدب المفرد"، وأصحاب السنن(حاشية مسند احمد)

اللہ علیہ وسلم نے اس کے والد سے فرمایا کہ کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آپ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے پر بھی آئیں، تو آپ اپنے بیٹے کو اُس دروازے پر اپنا منتظر پائیں (یعنی یہ بات یقیناً تمہیں پسند ہے)

پھر ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ فضیلت اس آدمی کے لیے خاص ہے، یا ہم سب کے لیے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب کے لیے ہے (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے نابالغ فوت شدہ اولاد کی فضیلت معلوم ہوئی کہ وہ اولاد، اپنے والدین کے لیے جنت کے دروازوں پر استقبال کے لیے موجود ہوگی۔

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیث

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّهُ يُقَالُ لِلْوِلْدَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: يَا رَبِّ حَتّٰى يَدْخُلَ آبَاؤُنَا وَأُمَّهَاتُنَا، قَالَ: فَيَأْبُوْنَ، قَالَ: فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَا لِيْ أَرَاهُمْ مُحْبَنْطِئِيْنَ، اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: يَا رَبِّ آبَاؤُنَا، قَالَ: فَيَقُوْلُ: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٩٧١) [1]

---

[1] قال الهيثمي:
رواه أحمد ورجاله ثقات . (مجمع الزوائد، ج۳ص ۱۱، رقم الحديث ۴۰۰۰، باب فيمن مات له ابنان)
وقال شعيب الارنؤوط:
إسناده جيد، رجاله ثقات رجال الصحيح غير شرحبيل بن شفعة، فقد ذكره ابن حبان وابن خلفون في "الثقات"، وهو من شيوخ حريز، وشيوخه كلهم ثقات كما ذكر أبو داود، وقال الحافظ في "التقريب": "صدوق. قلنا: وهو من رجال ابن ماجه. أبو المغيرة: هو عبد القدوس بن الحجاج الخولاني، وحريز: هو ابن عثمان (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: قیامت کے دن بچوں کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا، تو وہ بچے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہم اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گے، جب تک کہ ہمارے ماں باپ جنت میں داخل نہ ہوں، وہ بچے جنت میں داخل ہونے سے انکار کریں گے، پھر (کچھ وقفہ کے بعد) اللہ عزوجل فرمائے گا کہ یہ جنت میں داخل ہونے میں کیوں دیر لگا رہے ہیں، تم جنت میں داخل ہو جاؤ، تو وہ بچے کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے ماں باپ؟ تو پھر اللہ فرمائے گا کہ تم اور تمہارے ماں باپ سب جنت میں داخل ہو جاؤ (مسند احمد)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ دنیا میں مومن بندہ کی نابالغی کی حالت میں فوت شدہ اولاد، آخرت میں اپنے والدین کی شفاعت کا ذریعہ بنے گی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَمُوتُ بَيْنَهُمَا ثَلَاثَةُ أَوْلَادٍ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُمَا اللّٰهُ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمُ الْجَنَّةَ، قَالَ: يُقَالُ لَهُمْ: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ، فَيَقُولُونَ: حَتّٰى يَدْخُلَ آبَاؤُنَا، فَيُقَالُ: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ (سنن النسائی، رقم الحديث ١٨٧٦، كتاب الجنائز، باب من يتوفى له ثلاثة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی دو مسلمانوں (والدین) کے تین نابالغ بچے، ان کی زندگی میں وفات پا جائیں، تو اللہ ان کو اپنے فضل سے جنت میں داخل فرما دے گا، چنانچہ ان (بچوں) سے کہا جائے گا کہ جاؤ! جنت میں چلے جاؤ، وہ عرض کریں گے (اے اللہ عزوجل) ہم اس وقت تک جنت میں قدم نہیں

رکھیں گے، جب تک کہ ہمارے والدین جنت میں داخل نہیں ہوں گے، اس پر (اللہ عزوجل) ارشاد فرمائے گا کہ جاؤ! تم اور تمہارے ماں باپ جنت میں داخل ہو جاؤ (نسائی)

اس حدیث سے بھی مذکورہ فضیلت معلوم ہوئی۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ قَدَّمَ ثَلَاثَةً لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ ، كَانُوا لَهُ حِصْنًا حَصِينًا مِّنَ النَّارِ،فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ:قَدَّمْتُ اِثْنَيْنِ ؟ قَالَ:وَاِثْنَيْنِ ،فَقَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَبُو الْمُنْذِرِ سَيِّدُ الْقُرَّاءِ: قَدَّمْتُ وَاحِدًا ؟ قَالَ:وَوَاحِدٌ، وَلٰكِنْ ذَاكَ فِيْ أَوَّلِ صَدْمَةٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۴۰۷۷،ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۵۹۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین نابالغ بچوں کو آگے بھیج دیا (یعنی تین نابالغ بچوں کے فوت ہونے پر صبر کیا) تو وہ اس کے لیے جہنم سے حفاظت کا مضبوط قلعہ ثابت ہوں گے، حضرت ابوالدرداء نے عرض کیا کہ میں نے تو دو بھیجے ہیں (یعنی میں نے تو دو نابالغ بچوں کے فوت ہونے پر صبر کیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو بھی جہنم سے حفاظت کا مضبوط قلعہ ثابت ہوں گے، پھر حضرت ابی بن کعب؛ ابوالمنذ رسید القراء نے عرض کیا کہ میں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لانقطاعه، أبو عبيدة لم يسمع من أبيه عبد الله بن مسعود، ولجهالة حال أبي محمد مولى عمر بن الخطاب – وقيل: محمد بن أبي محمد – كما في الرواية الآتية، وتقدم الكلام عنه في الرواية . (3554)وبقية رجاله ثقات(حاشية مسند احمد)

نے تو ایک بھیجا ہے (یعنی میں نے تو ایک نابالغ بچے کے فوت ہونے پر صبر کیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بھی جہنم سے حفاظت کا مضبوط قلعہ ثابت ہوگا، لیکن یہ فضیلت اس وقت ہے، جب ابتدائی صدمہ پہنچنے کے وقت صبر کیا ہو (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کا ایک بچہ بھی نابالغی کی حالت میں فوت ہوا، تو وہ بھی مومن والدین کے لیے آخرت میں عذابِ جہنم سے حفاظت وشفاعت کا ذریعہ ہوگا۔

لیکن شرط یہ ہے کہ والدین نے اولاد کے فوت ہونے کے بعد ابتدا سے ہی صبر کیا ہو، اور اس کے والدین، ایمان کی حالت میں فوت ہوئے ہوں۔

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ مَاتَ لَہٗ ثَلَاثَۃٌ مِنَ الْوَلَدِ، فَاحْتَسَبَھُمْ، دَخَلَ الْجَنَّۃَ، قَالَ: قُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ، قَالَ مَحْمُوْدٌ: فَقُلْتُ لِجَابِرٍ: أَرَاکُمْ لَوْ قُلْتُمْ وَاحِدًا، لَقَالَ: وَاحِدٌ، قَالَ: وَأَنَا وَاللّٰہِ أَظُنُّ ذَاکَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۴۲۸۵) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے تین بچے فوت ہوگئے، اور اس نے اُن کے فوت ہونے پر صبر کیا، تو اللہ اُس کو جنت میں داخل فرمائے گا، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر دو فوت ہوجائیں، تو

---

[1] قال الھیثمی: رواہ أحمد ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد، ج۳ص۷، رقم الحدیث ۳۹۸۱، باب فیمن مات لہ ابنان)

وقال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ، وھذا إسناد حسن، رجالہ ثقات رجال الصحیح غیر محمد بن إسحاق، فقد روی لہ أھل السنن. محمد بن إبراھیم: ھو ابن الحارث التیمی (حاشیۃ مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کے فوت ہونے پر بھی؛ حضرت محمود راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ اگر تم ایک کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے بارے میں بھی یہی فضیلت بیان فرماتے؛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میرا گمان بھی یہی ہے (مسند احمد)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يُتَوَفّٰى لَهُمَا ثَلَاثَةٌ إِلَّا أَدْخَلَهُمَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ إِيَّاهُمَا، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْ اثْنَانِ؟ قَالَ: أَوْ اثْنَانِ، قَالُوْا: أَوْ وَاحِدٌ؟ قَالَ: أَوْ وَاحِدٌ؟ ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ إِنَّ السِّقْطَ لَيَجُرُّ أُمَّهٗ بِسَرَرِهٖ إِلَى الْجَنَّةِ إِذَا احْتَسَبَتْهُ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٠٩٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی دو مسلمان (یعنی میاں، بیوی) ایسے ہوں، کہ اُن کی تین اولادیں فوت ہوگئیں، تو اللہ تعالیٰ اُن دونوں (والدین) کو اُن بچوں کے فوت ہونے پر صبر کرنے کی وجہ سے اپنی رحمت کے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے

---

[1] قال الهيثمی: رواه أحمد والطبرانی فی الكبير وفيه يحيى بن عبيدالله التيمی ولم أجد من وثقه ولا جرحه (مجمع الزوائد، ج٣ص٩، رقم الحديث ٣٩٩١، باب فيمن مات له واحد)

وقال المنذری: رواه أحمد والطبرانی وإسناد أحمد حسن أو قريب من الحسن (الترغيب والترهيب، رقم الحديث ٣٠٦٤، كتاب النكاح وما يتعلق بها)

وقال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره دون قصة السقط فی آخره، وهذا إسناد ضعيف لضعف يحيى التيمی، وهو يحيى بن عبد الله بن الحارث الجابر (حاشية مسند احمد)

رسول! اگر دو بچے فوت ہوں تو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو فوت ہوں تو تب بھی، پھر لوگوں نے عرض کیا کہ اگر ایک فوت ہو تو؟ رسول اللہ نے فرمایا کہ ایک فوت ہو تو تب بھی؛ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، ساقط شُدہ حمل اپنی ماں کو اپنی نال کے ذریعے سے کھینچ کر جنت میں لے جائے گا، جبکہ اُس کی ماں نے حمل کے ساقط ہونے پر صبر کیا ہو (مسند احمد)

نال، ناف کے ساتھ جڑی ہوئی اُس نالی کو کہا جاتا ہے، جس کے ذریعے سے جنین یعنی حمل والے بچے کے پیٹ میں غذاء پہنچتی ہے۔ [1]

پس جس عورت کا حمل معتدبہ زمانہ گزرنے کے بعد ساقط ہو جائے، اور وہ اُس پر صبر کرے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَجر کی اُمیدوار رہے، تو وہ حمل بھی اُس کو جنت میں پہنچانے کا ذریعہ ہوگا، کیونکہ یہ بھی والدین کے لیے صدمے کا باعث ہوتا ہے۔ [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام کی حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ:

---

[1] والسرر :بسين مهملة وراء محركًا هو ما تقطعه القابلة، وما بقى بعد القطع فهو السرة (إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة ، ج۲ص۴۴۶، تحت رقم الحديث ۱۸۵۴،كتاب الجنائز،باب موت الاولاد)

[2] (إن السقط) بالكسر أشهر من أختيه، وهو مولود غير تام .(ليجر أمه) أى :ليسحبها. (بسرره) بفتحتين وكسرها لغة فى السين، وهو ما تقطعه القابلة من السرة على ما فى القاموس، وفى النهاية :ما يبقى بعد القطع اهـ .والأول أظهر ;لأن الله تعالى يعيد جميع أجزاء الميت كالأظافر المقلوعة، والأشعار المقطوعة والقلفة، وغيرها .(إلى الجنة) وفيه إشارة بالغة إلى أن هذا الطفل الذى ليس له بالقلب كبير تعلق إذا كان هذا ثوابه فكيف بثواب من تعلق القلب به تعلقا كليا، حتى صار أعز من النفس عندها؟ !وأما تفسير ابن حجر :السرر بالمصران المتصل بسرته وبطن أمه، فغريب مخالف للعلة .(إذا احتسبته) أى :إذا عدت أمه موته ثوابا، وصبرت على فراقه احتسابا(مرقاة المفاتيح،ج۳ص۱۲۵۲، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت)

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَخٍ بَخٍ، لَخَمْسٌ مَا أَثْقَلَهُنَّ فِي الْمِيْزَانِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ يُتَوَفّٰى فَيَحْتَسِبُهُ وَالِدَاهُ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٥٦٦٢) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری سُن لو، خوشخبری سُن لو، میزانِ عمل میں پانچ چیزیں بہت زیادہ بھاری ہیں، ایک لآ الٰہ الا اللہ، اور دوسرے اللہ اکبر، اور تیسرے سبحان اللہ، اور چوتھے الحمد للہ، اور پانچویں نیک اولاد جو فوت ہوجائے، اور اُس پر اس کے والدین ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے صبر کریں (مسند احمد)

اس حدیث سے بالغ اور صالح اولاد کے فوت ہونے پر صبر کرنے کی عظیمُ الشان فضیلت معلوم ہوئی۔ [2]

---

[1] قال الهيثمي: رواه أحمد ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، ج ا ص ٤٩، تحت رقم الحديث ١٤٥، باب في الايمان بالله واليوم الآخر)

وقال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح، والمولى الذي لم يسم هو أبو سلمى راعي رسول الله صلى الله عليه وسلم، كما سيأتي في التخريج، وزيد: هو ابن سلّام بن أبي سلام الحبشي، وأبو سلام: هو ممطور الحبشي (حاشية مسند احمد)

[2] (بخ بخ) كلمة تقال للمدح والرضا وتكرر للمبالغة فإن وصلت جرت ونونت وربما شددت (لخمس) من الكلمات (ما أثقلهن) أي أرجحهن (في الميزان) التي توزن بها أعمال العباد يوم التناد (لا إله إلا الله وسبحان الله والحمد لله والله أكبر) يعني أن ثوابهن يجسد ثم يوزن فيرجح على سائر الأعمال وكذا يقال في قوله (والولد الصالح) أي المسلم (يتوفى للمرء المسلم فيحتسبه) عند الله تعالى قال الديلمي :الاحتساب أن يحتسب الرجل الأجر بصبره على ما أصابه من المصيبة.

(البزار) في مسنده (عن ثوبان) مولى النبي صلى الله عليه وسلم قال الهيثمي :حسن يعني البزار إسناده إلا أن شيخه العباس ابن عبد العزيز البالساني لم أعرفه (ن حب ك) في الدعاء والذكر (عن أبي سلمى) راعي رسول الله صلى الله عليه وسلم حمصي له صحبة وحديث في أهل الشام ورواه عنه أيضا ابن عساكر وقال :يعرف بكنيته ولم يقف على اسمه وقال غيره اسمه حريث (حم عن أبي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رہا یہ شبہ کہ پہلے معلوم ہو چکا کہ شفاعت کرنے والے کا مومن وموحد ہونا ضروری ہے، جبکہ نابالغ بچہ تو شرعی احکام کا مکلّف ہی نہیں ہوتا، پھر اس کو شفاعت کا حق کیونکر دیا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث کے مطابق ہر بچہ فطرتِ اسلام وتوحید پر پیدا ہوتا ہے، مزید براں وہ مکلّف نہ ہونے کی وجہ سے گناہوں سے پاک ومعصوم بھی ہوتا ہے، اس لیے نابالغ بچے کی شفاعت کرنا ایسا ہی ہوگیا، جیسا کہ مومن وموحد، نیک صالح بالغ شخص کا شفاعت کرنا۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ (مسلم، رقم الحديث ٢٦٥٨ "٢٢" كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة وحكم موت أطفال الكفار وأطفال المسلمين)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ:عَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمَعْتُوْهِ حَتّٰى يَعْقِلَ (مسند احمد ،رقم الحديث ٢٤٧٠٣ ،سنن النسائی، رقم الحديث ٣٤٣٢) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلم (یعنی مکلّف ہونے کے حکم) کو تین

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أمامة) قال الحاكم :صحيح وأقره الذهبی ورواه أيضا الطبرانی من حديث سفينة قال المنذری : ورجاله رجال الصحيح(فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير،للمناوی، تحت رقم الحديث ٣١٢٩)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده جيد(حاشية مسند احمد)

افراد سے اٹھالیا گیا ہے، ایک بچہ سے، جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوجائے، دوسرے سونے والے سے، جب تک کہ وہ بیدار نہ ہوجائے، تیسرے پاگل سے، جب تک کہ وہ صاحبِ عقل نہ ہوجائے (مسند احمد، نسائی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچپن اور نابالغی کی حالت میں جس مسلمان کی اولاد فوت ہوجائے، وہ اس کے لیے آخرت میں شفاعت اور بخشش ومغفرت کا ذریعہ اور عظیم فضیلت کا باعث ہوگی، اور دو اولادوں کے فوت ہونے پر ایک کے فوت ہونے سے زیادہ اور تین اولادوں کے فوت ہونے پر دو کے فوت ہونے سے زیادہ فضیلت حاصل ہوگی؛ کیونکہ تین کے فوت ہونے پر زیادہ بڑا صدمہ اور دو کے فوت ہونے پر اس سے کم اور ایک کے فوت ہونے پر اس سے بھی کم صدمہ ہوتا ہے، اور جتنا بڑا صدمہ ہو، اس پر صبر کا اُسی کے اعتبار سے اَجر ہوتا ہے۔

یہ فضیلت تو نابالغ اولاد کے فوت ہونے کی صورت میں ہے، اور اگر بالغ اولاد ہو، اور وہ فوت ہوجائے، تو اس پر صبر کرنے پر بھی اجروثواب ہے، خاص طور پر جبکہ وہ نیک بھی ہو، تو اس کا ثواب بہت عظیم ہے۔

لیکن یہ شرط بہرحال ضروری ہے کہ اولاد کے فوت ہونے پر شروع سے ہی صبر کیا ہو، جو خوش قسمت اور سعادت مند والدین ہی کے حصے میں آتا ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(فصل نمبر 6)

نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی شفاعت

بعض احادیث میں مخصوص تعداد میں مومن بندوں کے کسی مومن وموحد کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی صورت میں میت کے لیے شفاعت واستغفار کرنے پر شفاعت قبول کیے جانے کا ذکر آیا ہے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَا مِنْ مَیِّتٍ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ أُمَّۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَبْلُغُوْنَ مِائَۃً، کُلُّھُمْ یَشْفَعُوْنَ لَہٗ، إِلَّا شُفِّعُوْا فِیْہِ (مسلم، رقم الحدیث ۹۴۷ "۵۸ "کتاب الجنائز، باب من صلی علیہ مائۃ شفعوا فیہ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی میت ایسی نہیں، جس کی نمازِ جنازہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت ادا کرے، جن کی تعداد سو ہو جائے، اور وہ سب اس کے لئے (بخشش ومغفرت کی) شفاعت کریں، اور ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول نہ کی جائے (مسلم)

مذکورہ حدیث میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی شکل میں میت کے لیے دعائے مغفرت کرنے کو شفاعت کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ نمازِ جنازہ پڑھنے والے بھی دراصل اللہ کے سامنے میت کی بخشش ومغفرت کی درخواست کرتے ہیں۔

مذکورہ حدیث میں سو افراد کے شفاعت کرنے یعنی نمازِ جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ مَاتَ ابْنٌ لَهُ بِقُدَيْدٍ ،أَوْ بِعُسْفَانَ ،فَقَالَ: يَا كُرَيْبُ، انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهُ مِنَ النَّاسِ، قَالَ:فَخَرَجْتُ، فَإِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوا لَهُ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ:تَقُولُ هُمْ أَرْبَعُونَ؟ قَالَ:نَعَمْ،قَالَ: أَخْرِجُوهُ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ، فَيَقُومُ عَلٰى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا، لَا يُشْرِكُونَ بِاللّٰهِ شَيْئًا، إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيهِ (مسلم، رقم الحديث ۹۴۸ ”۵۹“ كتاب الجنائز، باب من صلى عليه أربعون شفعوا فيه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا ”مقامِ قدید یا عسفان“ میں انتقال ہوگیا، تو انہوں نے فرمایا کہ اے کریب! دیکھو اس کے لئے کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں، میں نکلا تو کچھ لوگ جمع ہو چکے تھے، میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے اندازے میں وہ چالیس افراد ہیں؟ ابنِ کریب نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میت کو (نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے) نکال لاؤ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے، اور اس کے جنازہ میں چالیس ایسے آدمی شریک ہو جائیں، جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہ ہوں، تو اللہ ان کی شفاعت کو اس میت کے حق میں قبول فرمالیتا ہے (مسلم)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

مَا مِنْ أَرْبَعِيْنَ مِنْ مُؤْمِنٍ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمُؤْمِنٍ، إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٤٨٩ ، كتاب الجنائز، باب ما جاء فيمن صلى عليه جماعة من المسلمين) [1]

ترجمہ: جو چالیس مومن، کسی مومن کے لیے استغفار کریں، تو اللہ ان کی شفاعت کو قبول فرماتا ہے (ابن ماجہ)

نمازِ جنازہ میں چونکہ میت کے لیے استغفار کیا جاتا ہے، اس لیے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت میں نمازِ جنازہ کا ذکر ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں استغفار کرنے کا ذکر ہے۔

جن روایات میں زیادہ تعداد کا ذکر ہے، بعض محدثین نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ وہ پہلے کی روایات ہوں، اور بعد میں چالیس افراد کی شفاعت کو بھی وہی درجہ دے دیا گیا ہو، جو پہلے سو افراد کی تعداد کو دیا گیا تھا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر زیادہ پختہ ایمان والے، یعنی نیک صالح اور متقی لوگ ہوں گے، تو ان کے تعداد میں کم ہونے کی صورت میں بھی شفاعت کو قبول کیا جاتا ہو، اور عام مومن ہونے کی صورت میں زیادہ تعداد ہو، تو تب ہی شفاعت کو قبول کیا جاتا ہو، یا پھر اخلاص کے ساتھ دعا کرنے نہ کرنے کی وجہ سے بھی تعداد میں فرق پڑ جاتا ہو۔

البتہ بعض حضرات نے فرمایا کہ مذکورہ احادیث و روایات میں سو یا چالیس کی حد بندی مراد

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد (حاشيه سنن ابن ماجه)

نہیں ہے، بلکہ کثرت مراد ہے، یعنی جس مومن بندہ کی نمازِ جنازہ میں مومنوں کی بڑی اور کثیر تعداد شریک ہو، اس کے لیے یہ فضیلت ہے۔

پھر ضروری نہیں کہ مذکورہ شفاعت کی وجہ سے میت کو بالکل عذاب ہی نہ ہو، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے مومن ہونے کی حیثیت سے شفاعت کو قبول کیا جاتا ہو، اور وہ بندہ اگر گناہ گار ہو، تو آخرت میں کچھ سزا پانے کے بعد شفاعت قبول کی جائے، جس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ شروع میں ہی شفاعت قبول کر لی جائے۔ [1]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

---

[1] (وعن عائشة، عن النبى) وفى نسخة صحيحة :أن النبى .(صلى الله عليه وسلم قال :ما من ميت) أى :مسلم كما فى رواية .(تصلى عليه أمة) أى :جماعة من المسلمين .(يبلغون) أى :فى العدد .(مائة كلهم يشفعون) أى :يدعون له .(إلا شفعوا) بتشديد الفاء على بناء المفعول أى : قبلت شفاعتهم .(فيه) أى :فى حقه .قال التوربشتى :لا تضاد بين حديث عائشة وكريب ;لأن السبيل فى أمثال هذا المقام أن يكون الأقل من العددين متأخرا عن الأكثر ;لأن الله تعالى إذا وعد المغفرة لمعنى لم يكن من سنته النقصان من الفضل الموعود بعد ذلک، بل يزيد تفضلا، فيدل على زيادة فضل الله وكرمه على عباده اهـ .ويحتمل أن يكون المراد بهما الكثرة، إذ العدد لا مفهوم له . (رواه مسلم) . قال ابن الهمام :ورواه الترمذى والنسائى اهـ(مرقاة المفاتيح، ج٣ص ١٢٠١، كتاب الجنائز، المشى بالجنازة والصلاة عليها)

وإنما عين المائة والأربعين فى الأحاديث المتقدمة وهو من حيز الكثرة، لأن الشفاعة كلما كثر المشفعون فيها كان أوكد لها، ولا تخلو جماعة من المسلمين لهم هذا المقدار أن يكون فيها فاضل لا ترد شفاعته، أو يكون اجتماع هذا العدد بالضراعة إلى الله شفيعا عنده (شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج٣، ص ٣٠٢، كتاب الاستسقاء، ابواب تقصير الصلاة، باب من صف صفين أو ثلاثة على الجنازة خلف الإمام)

(باب نمبر 3)

روزہ، قرآن اور اس کی سورتوں کی شفاعت

بعض احادیث وروایات میں روزہ، قرآن اور اس کی مختلف سورتوں کی شفاعت کرنے کا ذکر آیا ہے، اس طرح کی چند احادیث وروایات ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَىْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ قَالَ فَيُشَفَّعَانِ (مسند احمد، رقم الحديث ٦٦٢٦، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ٨٨، مستدرک حاكم رقم الحديث ٢٠٣٦) [1]

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.

قال احمد بن أبی بكر بن إسماعيل البوصيری:

رواه أبويعلى الموصلی وفی سنده ابن لهيعة، لكن رواه أحمد بن حنبل والطبرانی فی الكبير ورجالهما رجال الصحيح ورواه ابن أبی الدنيا بإسناد حسن والحاكم وصححه (اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، ج٣ص٦٧، باب فی صوم شهر رمضان وفضله)

وقال الهيثمی:

رواه أحمد والطبرانی فی الكبير، ورجال الطبرانی رجال الصحيح (مجمع الزوائدج٣ص ١٨١، تحت رقم الحديث ٥٠٨١)

وقال فی موضع آخر:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: روزہ اورقرآن دونوں بندے کی شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پوری کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرمایئے (اوراس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرمایئے) اورقرآن کہے گا کہ اے میرے رب! میں نے اس بندے کورات کوسونے سے روکے رکھا تھا، آج میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرمایئے (اوراس کے ساتھ رحمت و مغفرت کا معاملہ فرمایئے)

چنانچہ روزہ اورقرآن دونوں کی شفاعت، اس بندے کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اوراس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرمادیا جائے گا) (مسند احمد، طبرانی، حاکم)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن بندہ کے حق میں روزہ اورقرآن دونوں شفاعت کریں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواه أحمد ، وإسناده حسن على ضعف فى ابن لهيعة ، وقد وثق (مجمع الزوائد، ج١٠ ص ٣٨١، تحت رقم الحديث ١٨٥٤٣ ،باب شفاعة الأعمال)

وقال المنذرى:

رواه أحمد والطبرانى فى الكبير ورجاله محتج بهم فى الصحيح ورواه ابن أبى الدنيا فى كتاب الجوع وغيره بإسناد حسن والحاكم وقال صحيح على شرط مسلم(الترغيب والترهيب ج ٢ ص ٥٠، تحت رقم الحديث ١٤٥٥)

وقال الالبانى:

الحديث لم يتفرد به ابن لهيعة كما يفيده صريح كلام الهيثمى وهو الواقع فقد تابعه عبد الله بن وهب عند ابن نصر فى "قيام الليل "ص١٣ والحاكم ١/٥٥٤وقال: "صحيح على شرط مسلم "ووافقه الذهبى وقد وهما فإن شيخ ابن وهب وكذا ابن لهيعة فيه حيى بن عبد الله ولم يخرج له مسلم شيئا ثم إنه تكلم فيه بعضهم بما لا ينزل حديثه عن رتبة الحسن إن شاء الله تعالى. وجملة القول أن الحديث حسن الإسناد (تمام المنة فى التعليق على فقه السنة، ج١ ،ص٣٩٤، ٣٩٥، الناشر :المكتبة الإسلامية ، دار الراية للنشر)

گے، اور ان کی شفاعت بندے کے حق میں اللہ قبول بھی فرمائے گا۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اِقْرَءُ وا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ، اِقْرَءُ وُا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ، وَسُوْرَةَ آلِ عِمْرَانَ، فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ، أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ، أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ، تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا.

اِقْرَءُ وُا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ، فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ، وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ، وَلَا تَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ (مسلم، رقم الحديث ۸۰۴ "۲۵۲" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة القرآن، وسورة البقرة)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کی تلاوت کیا کرو، کیونکہ قرآن، قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا، دو روشن سورتیں یعنی سورہ بقرہ اور آلِ عمران کی (بطورِ خاص) تلاوت کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن بادلوں یا سائبانوں کی شکل یا پرندوں کی دو صف بستہ ٹولیوں کی شکل میں آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کا دفاع کریں گی۔

سورہ بقرہ کی (بطور خاص) تلاوت کیا کرو، کیونکہ اس کا حاصل کرنا برکت اور چھوڑنا حسرت ہے اور باطل والے (یعنی جادوگر) اس (سورہ بقرہ کے توڑ) کی طاقت نہیں رکھتے (مسلم)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کے حق میں قرآن مجید شفاعت کرے گا، اور قرآن مجید کی دو سورتیں یعنی سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران بطورِ خاص بندۂ مومن کا دفاع اور عذاب سے حفاظت کریں گی۔

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، وَمَاحِلٌ مُصَدَّقٌ، مَنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ، قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ، سَاقَهُ إِلَى النَّارِ (موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان، رقم الحدیث، ۱۷۹۳، کتاب التفسیر، باب اتباع القرآن) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن (اہلِ قرآن کے حق میں) شفاعت کرنے والا اور شفاعت (قبول) کیا ہوا ہے، اور (قرآن، اہلِ قرآن کا) دفاع کرنے والا، اور قرآن مجید تصدیق کیا ہوا ہے، جس نے قرآن کو اپنا پیشوا بنایا (یعنی اس سے رہنمائی حاصل کی) تو یہ اُسے جنت کی طرف لے جائے گا، اور جس نے اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کیا (یعنی اس سے اعراض کیا) تو وہ اُسے جہنَّم میں دھکیل دے گا (موارد الظمآن)

مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید عظیم صفات کا حامل ہے، اور اس کو پیشوا بنانے والے کی یہ شفاعت کرے گا، اور اس کی شفاعت قبول ومنظور بھی کی جائے گی، جس کے نتیجہ میں قرآن مجید، اس کی عذاب سے حفاظت کا سامان کرکے جنت میں پہنچانے کا ذریعہ ہوگا۔

---

[1] قال حسین سلیم اسد الدارانی:
إسناده صحیح، وأبو سفیان هو طلحة بن نافع. والحدیث فی صحیح ابن حبان برقم (۱۲۴) بتحقیقنا. ولیس فیه "شافع" (حاشیة موارد الظمآن)

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِعْمَلُوْا بِالْقُرْآنِ، وَأَحِلُّوْا حَلَالَهُ، وَحَرِّمُوْا حَرَامَهُ، وَاقْتَدُوْا بِهِ، وَلَا تَكْفُرُوْا بِشَيْءٍ مِنْهُ وَمَا تَشَابَهَ عَلَيْكُمْ مِنْهُ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْ بَعْدِيْ كَيْمَا يُخْبِرُوْكُمْ، وَآمِنُوْا بِالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالزَّبُوْرِ، وَمَا أُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ وَلْيَسَعْكُمُ الْقُرْآنُ وَمَا فِيْهِ مِنَ الْبَيَانِ، فَإِنَّهُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ، وَمَا حَلٌّ مُصَدَّقٌ إِلَّا وَلِكُلِّ آيَةٍ نُوْرٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنِّيْ أُعْطِيْتُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ مِنَ الذِّكْرِ الْأَوَّلِ، وَأُعْطِيْتُ طٰهٰ، وَطَوَاسِيْنَ، وَالْحَوَامِيْمَ، مِنْ أَلْوَاحِ مُوْسٰى، وَأُعْطِيْتُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ (مستدرک حاکم،رقم الحدیث ۲۰۸۷، کتاب فضائل القرآن، باب ذکر فضائل سور، وآی متفرقة،المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۵۲۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قرآن کا علم حاصل کرو، اور اس کے حلال کو حلال سمجھو، اور حرام کو حرام سمجھو، اور تم اس کی اقتداء و پیروی کرو، اور تم اس کی کسی چیز کا انکار نہ کرو، اور اس کی جو بات مشتبہ معلوم ہو، تو اسے اللہ کی طرف لوٹا دو، اور میرے بعد اہلِ علم کی طرف لوٹا دو، تاکہ وہ تمہیں اس کے متعلق خبر دیں، اور تم تورات وانجیل اور زبور پر ایمان لاؤ، اور ان چیزوں پر بھی ایمان لاؤ، جو نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، اور چاہئے کہ تمہیں قرآن سمو لے، اور وہ چیزیں، جو اس میں بیان کی گئی ہیں، پس بے شک قرآن شفاعت کرنے والا

[1] قال الحاکم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.

ہے، اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور یہ اللہ کی طرف سے تصدیق کیا ہوا ہے، اور ہر آیت کا قیامت کے دن ایک نور ہوگا، اور مجھے سورہ بقرہ اول ذکر سے عطا کی گئی ہے، اور مجھے طٰہٰ ، اور طواسین اور حوامیم، موسیٰ کی الواح سے عطا کی گئی ہیں، اور مجھے سورہ فاتحہ عرش کے نیچے سے عطا کی گئی ہے (حاکم)

مذکورہ روایت کا مضمون بھی اس سے پہلی روایت کے قریب قریب ہے، اور اس حدیث سے قرآن مجید کا علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی فضیلت واہمیت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ سُوْرَةً مِنَ الْقُرْآنِ ثَلاثُوْنَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهٗ، وَهِيَ سُوْرَةُ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۸۹۱، أبواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورة الملک) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کی ایک سورت جس کی تیس آیات ہیں، وہ آدمی کی شفاعت کرے گی، یہاں تک کہ اس کی مغفرت کردی جائے گی، اور وہ سورت "تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ" ہے (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام احمد نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] قال الترمذی: هذا حدیث حسن.

[2] عن أبی هريرة، عن النبی صلی الله علیه وسلم، أنه قال: إن سورة من القرآن، ثلاثون آية، شفعت لرجل حتی غفر له، وهی: (تبارک الذی بیده الملک) (مسند الإمام أحمد، رقم الحدیث ۷۹۷۵)

قال شعیب الارنوؤط: حسن لغیره (حاشیة مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ سورہ ملک کی تلاوت کرنے والے کے لیے یہ سورت، آخرت میں شفاعت کا باعث بنے گی۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں شفاعت کے بجائے استغفار کرنے کا ذکر ہے، یعنی جو اس سورت کی تلاوت کرے گا، یہ سورت اس کے لیے استغفار کرے گی۔ [2]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ سورہ ملک جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کرانے کا باعث بنے گی۔ [3]

مذکورہ روایات سے سورہ ملک کی فضیلت معلوم ہوئی کہ اس کو تلاوت کرنے والے کے لیے یہ سورت قیامت کے دن شفاعت وحفاظت کرے گی۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن أبی هريرة، عن النبی – صلى الله عليه وسلم – قال: إن سورة فی القرآن ثلاثون آية، شفعت لصاحبها حتى غفر له: (تبارک الذی بيده الملک) (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۷۸۶)

قال شعيب الارنوؤط: حسن لغيره، ورجال إسناده ثقات غير عباس الجشمی فقد روى عنه اثنان وذكره ابن حبان فی "الثقات"، وقال الحافظ ابن حجر فی "التقريب": "مقبول (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] عن أبی هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال ": إن سورة فی القرآن ثلاثون آية تستغفر لصاحبها حتى يغفر له: (تبارک الذی بيده الملک) ؟ فأقر به أبو أسامة وقال: نعم (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۷۸۷، ذكر الأمر بالإكثار من قراءة سورة تبارک الذی بيده الملک)

قال شعيب الارنوؤط: إسناده حسن (حاشية صحيح ابن حبان)

[3] عن أبی هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إن سورة من كتاب الله عز وجل ما هی إلا ثلاثون آية شفعت لرجل فأخرجته من النار وأدخلته الجنة (مستدرک حاكم، رقم الحديث ۳۸۳۸)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، وقد سقط لی فی سماعی هذا الحرف وهی سورة الملک.

و قال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن کو پڑھا، اوراسے یاد کیا، پھراس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام جانا، تو اللہ اسے اس کی برکت سے جنت میں داخل فرمائے گا، اوراسے اپنے گھر والوں میں سے ایسے دس آدمیوں کی شفاعت کا اختیار دے گا، جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی''۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ:

''یہ حدیث غریب ہے، اس کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں، اوراس کی سند صحیح نہیں ہے، اوراس روایت کے ایک راوی ''حفص بن سلیمان ابو عمر بزاز کوفی'' حدیث میں ضعیف قرار دیے گئے ہیں''۔ [1]

نیز مذکورہ حدیث کی سند میں ''کثیر بن زاذان'' نام کے ایک راوی اور بھی موجود ہیں، جن کو مجہول قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

مگراس میں بھی مذکورہ ضعیف راوی ہیں، نیز ''کثیر بن زاذان'' بھی موجود ہیں، جن کو مجہول قرار دیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا علی بن حجر قال: أخبرنا حفص بن سلیمان، عن کثیر بن زاذان، عن عاصم بن ضمرة، عن علی بن أبی طالب، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قرأ القرآن واستظهره، فأحل حلاله، وحرم حرامه أدخله الله به الجنة وشفعه فی عشرة من أهل بیته کلهم قد وجبت له النار.

هذا حدیث غریب لا نعرفه إلا من هذا الوجه ولیس له إسناد صحیح، وحفص بن سلیمان أبو عمر بزاز کوفی یضعف فی الحدیث(سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۹۰۵)

[2] حدثنا عبد الله، حدثنی محمد بن بکار، حدثنا حفص بن سلیمان یعنی أبا عمر القارء، عن کثیر بن زاذان، عن عاصم بن ضمرة، عن علی بن أبی طالب، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " من تعلم القرآن فاستظهره وحفظه أدخله الله الجنة، وشفعه فی عشرة من أهل بیته کلهم قد وجبت لهم النار "(مسند احمد، رقم الحدیث۱۲۷۸)

شیخ شعیب ارنؤوط نے مسند احمد کے حاشیہ میں مذکورہ حدیث کو ''حفص بن سلیمان کوفی'' اور ''کثیر بن زاذان'' کی وجہ سے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''تقریبُ التهذیب'' میں فرمایا کہ ''حفص بن سلیمان کوفی'' فنِ قرائت میں امام شمار ہونے کے باوجود ''متروکُ الحدیث'' ہیں۔ [2]

''حفص بن سلیمان ابو عمر بزاز کوفی'' پر متعدد محدثین نے مختلف طرح کی جرح کی ہے۔

چنانچہ امام احمد نے ایک روایت میں ان کو ''متروکُ الحدیث'' قرار دیا، اور ایک روایت میں ان کے متعلق ''ما بہٖ بأس'' فرمایا۔

اور ابنِ معین نے ان کے متعلق فرمایا ''لیس بثقة''۔

اور علی بن مدینی نے فرمایا ''ضعیف الحدیث وترکته علی عمد''۔

اور امام بخاری نے فرمایا ''ترکوه''۔

اور امام مسلم نے فرمایا ''متروک''۔

اور امام نسائی نے فرمایا ''لیس بثقة ولا یکتب حدیثه، متروک''۔

اور صالح بن محمد بغدادی نے فرمایا ''لایکتب حدیثه و احادیثه کلها مناکیر''۔

اور زکریا بن یحییٰ بن ساجی نے فرمایا کہ ''یہ شخص سماک اور بعض دوسرے حضرات سے باطل احادیث کو روایت کرتا ہے''۔

اور ابوزرعہ نے ان کے متعلق فرمایا ''ضعیف الحدیث''۔

اور ابوحاتم نے ان کے متعلق فرمایا ''لا یکتب حدیثه، هو ضعیف الحدیث، لا

---

[1] إسناده ضعيف جداً لضعف حفص بن سليمان القارء وجهالة كثير بن زاذان (حاشية مسند احمد، تحت رقم الحديث ۱۲۷۸)

[2] حفص بن سليمان الأسدى أبو عمر البزاز الكوفى الغاضرى بمعجمتين وهو حفص بن أبى داود القارء صاحب عاصم ويقال له حفيص متروک الحديث مع إمامته فى القرائة من الثامنة مات سنة ثمانين وله تسعون (تقريب التهذيب، ص ۱۷۲، تحت رقم الترجمة: ۱۴۰۵)

یصدق، ومتروک الحدیث‘‘۔

اور عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش نے ان کے متعلق فرمایا’’کذاب متروک یضع الحدیث‘‘۔

اور حاکم ابواحمد نے فرمایا’’ذاھب الحدیث‘‘۔

اور یحییٰ بن سعید نے شعبہ کے حوالہ سے فرمایا کہ’’مجھ سے حفص بن سلیمان نے کتاب لی، جس کو واپس نہیں کیا، اور وہ لوگوں کی کتب لے کر اس سے نقل کیا کرتا تھا۔

اور ابواحمد بن عدی نے یحییٰ بن معین سے’’حفص بن سلیمان‘‘اور’’ابوبکر بن عیاش‘‘ کے متعلق،’’عاصم‘‘ کی قرائت کو زیادہ جاننے والا اور حفص بن سلیمان کو ابوبکر سے زیادہ اچھا قاری ہونا اور’’حفص بن سلیمان‘‘ کا’’کذّاب‘‘اور ابوبکر کا’’صدوق‘‘ ہونا نقل کیا ہے، پھر ابواحمد بن عدی نے فرمایا کہ’’حفص بن سلیمان‘‘ کی عام مرویات محفوظ نہیں۔ [1]

---

[1] حفص بن سليمان الأسدی أبو عمر البزاز الكوفی القارء، ويقال له: الغاضری، ويعرف بحفيص، وهو حفص بن أبی داود صاحب عاصم بن أبی النجود فی القرائة وابن امرأته وكان معه فی دار واحدة.وقيل فی نسبه: حفص بن سليمان بن المغيرة..........قال محمد بن سعد العوفی، عن أبيه : حدثنا حفص بن سليمان لو رأيته لقرت عيناک فهما وعلما.

وقال أبو علی ابن الصواف ، عن عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه: صالح.

وقال عبد الرحمن بن أبی حاتم ، عن عبد الله بن أحمد فيما كتب اليه عن أبيه: متروک الحديث.

وكذلک قال عمر بن محمد بن شعيب الصابونی، عن حنبل بن إسحاق، عن أحمد بن حنبل .

وقال عثمان بن أحمد بن السماک ، عن حنبل بن إسحاق، عن أحمد بن حنبل: ما به بأس.

وقال علی بن الحسين بن حبان فيما قرأه بخط أبيه، عن يحيى بن معين، زعم أيوب بن متوكل، قال: أبو عمر البزاز أصح قرائة من أبی بكر بن عياش، وأبو بكر أوثق من أبی عمر .قال يحيى: وكان أيوب بن متوكل بصريا من القراء، سمعته يقول هذا.

وقال أبو قدامة السرخسی ، وعثمان بن سعيد الدرامی عن يحيى بن معين: ليس بثقة .

وقال علی ابن المدينی :ضعيف الحديث وتركته علی عمد.

وقال إبراهيم بن يعقوب الجوزجانی :قد فرغ منه من دهر.

وقال البخاری :تركوه.

وقال مسلم :متروک.

وقال النسائی: ليس بثقة ولا يكتب حديثه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی اس حدیث کے سند کے اعتبار سے ضعیف ہونے میں تو شبہ نہیں، اور کئی محدثین کی تصریحات کی روشنی میں شدید ضعیف قرار دینے کی بھی گنجائش ہے، لیکن ہمارے یہاں ایک عرصہ سے مقررین کے زبانِ زدعام ہونے کی وجہ سے یہ حدیث مشہور ہوگئی ہے، ایسی صورت میں اس کی سند کو غیر معمولی ضعیف، بلکہ ضعیف قرار دینے پر ظاہر ہے کہ ایک بڑے طبقے کو وحشت محسوس ہوگی، لیکن علمی دیانت داری اور عنداللہ اس کی جواب دہی کے تقاضہ کی ذمہ داری ظاہر ہے کہ کسی کی وحشت محسوس ہونے سے زیادہ اہم ہے۔

خلاصہ یہ کہ روزہ اور قرآن مجید اور اس کی مخصوص سورتوں کی شفاعت کا کئی احادیث وروایات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال فی موضع آخر: متروک .

وقال صالح بن محمد البغدادی: لا یکتب حدیثه، وأحادیثه کلها مناکیر.

وقال زکریا بن یحیی الساجی :یحدث عن سماک، وعلقمة بن مرثد، وقیس بن مسلم، وعاصم أحادیث بواطیل.

وقال أبو زرعة :ضعیف الحدیث.

وقال عبد الرحمن بن أبی حاتم :سألت أبی عنه، فقال:لا یکتب حدیثه، هو ضعیف الحدیث، لا یصدق، ومتروک الحدیث.

قلت: ما حاله فی الحروف؟ قال: أبو بکر بن عیاش أثبت منه.

وقال عبد الرحمن بن یوسف بن خراش : کذاب متروک یضع الحدیث.

وقال الحاکم أبو أحمد: ذاهب الحدیث.

وقال یحیی بن سعید، عن شعبة : أخذ منی حفص بن سلیمان کتابا فلم یرده، وکان یأخذ کتب الناس فینسخها.

وقال أبو أحمد بن عدی ، عن الساجی، عن أحمد بن محمد البغدادی، عن یحیی بن معین: کان حفص بن سلیمان، وأبو بکر بن عیاش من أعلم الناس بقرائة عاصم، وکان حفص أقرأ من أبی بکر، وکان کذابا، وکان أبو بکر صدوقا .قال أبو أحمد: ولحفص غیر ما ذکرت من الحدیث، وعامة حدیثه عمن روی عنهم غیر محفوظة .

قیل: إنه مات سنة ثمانین ومئة وله تسعون سنة.

وقیل: مات قریبا من سنة تسعین ومئة، قاله أبو عمرو الدانی (تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج۷، ص ۱۰ الی ۱۵ ملخصاً، تحت رقم الترجمة: ۱۳۹۰)

میں ثبوت پایا جاتا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مومن بطورِ خاص رمضان کے فرض روزے اوراس کے علاوہ جتنے بھی ممکن ہوں، سنت اور نفل و مستحب روزوں کے رکھنے کا اہتمام کیا کرے، تا کہ قیامت کے دن روزوں کی شکل میں اس کی شفاعت کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ موجود ہو، اس کے علاوہ شوق وذوق کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کیا کرے، بطورِ خاص سورہ ملک اوراس کے علاوہ سورہ بقرہ اورسورہ آلِ عمران کی وقتاً فوقتاً تلاوت کیا کرے، تا کہ اللہ کے کلام اوراس کی سورتوں کی عظیم شفاعت کی سعادت حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(خاتمہ)

''لَعَّان'' کی شفیع اور شہید ہونے سے محرومی

''لعنت'' عربی میں لفظِ ''لعن'' سے بنا ہے، جس کے لغت میں معنیٰ غضب وغصہ اور ناراضگی کے طور پر دُور کرنے، دُھتکارنے، پھٹکارنے اور ٹھکرانے کے آتے ہیں۔

اور شریعت کی زبان میں لعنت کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور کرنے کے آتے ہیں، جس کا نتیجہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ہونا، اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی رحمت کے قبول ہونے سے محروم ہوجانا ہے۔

سوائے مخصوص صورتوں کے عام حالات میں لعنت کرنا کبیرہ گناہ اور حرام ہے، اور احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں، جن میں یہ وعید بھی شامل ہے کہ لعنت کرنے کے عادی کو آخرت میں شفاعت کا حق نہیں دیا جائے گا۔

آگے اس طرح کی چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ، بَعَثَ إِلٰى أُمِّ الدَّرْدَاءِ بِأَنْجَادٍ مِنْ عِنْدِهٖ، فَلَمَّا أَنْ كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، قَامَ عَبْدُ الْمَلِكِ مِنَ اللَّيْلِ، فَدَعَا خَادِمَهٗ، فَكَأَنَّهٗ أَبْطَأَ عَلَيْهِ، فَلَعَنَهٗ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَتْ لَهٗ أُمُّ الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُكَ اللَّيْلَةَ، لَعَنْتَ خَادِمَكَ حِيْنَ دَعَوْتَهٗ، فَقَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَكُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ

شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسلم،رقم الحديث ۲۵۹۸ "۸۵" كتاب البر والصلة والآداب،باب النهى عن لعن الدواب وغيرها، سنن ابى داؤد، رقم الحديث ۴۹۰۷)

ترجمہ: عبدالملک بن مروان نے حضرت امِّ درداء کی طرف اپنی طرف سے کچھ آرائشی سامان بھیجا، پھر جب ایک رات عبدالملک اٹھا، اور اس نے اپنے خادم کو بلایا، تو اس نے آنے میں دیر کردی، تو عبدالملک نے اس پر لعنت کی، پھر جب صبح ہوئی، تو حضرت امِّ درداء نے اس سے فرمایا کہ میں نے رات کو سنا کہ تم نے اپنے خادم پر لعنت کی، جس وقت تم نے اس کو بلایا، پھر حضرت امِّ درداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لعنت کرنے کے عادی لوگ، شفاعت کرنے والے اور شہید نہیں ہوں گے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ لعنت کرنے کی عادت رکھنے والے قیامت کے دن کسی دوسرے کی شفاعت کرنے کے اہل نہیں ہوں گے، اور نہ ہی کامل شہادت کے اجروثواب کو پاسکیں گے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِنَّ اللَّعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ، وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسلم، رقم الحديث ۲۵۹۸ "۸۶" كتاب البر والصلة والآداب،باب النهى عن لعن الدواب وغيرها)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لعنت کرنے کے عادی، شفاعت کرنے والے اور شہید نہیں ہوں گے (مسلم)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا

صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُوْنَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِيْ لُعِنَ، فَإِنْ كَانَ لِذٰلِكَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلٰى قَائِلِهَا (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۹۰۵، کتاب الادب، باب فی اللعن) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے، تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، پھر اس کے سامنے آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے، تو اس کے سامنے زمین کے دروازے بھی بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ لعنت دائیں اور بائیں چلتی ہے، پھر جب اس کو کوئی جگہ نہیں ملتی، تو وہ اس کی طرف جاتی ہے، جس پر لعنت کی گئی ہے، اگر وہ اس کا اہل ہے، تو ٹھیک، ورنہ وہ لعنت کرنے والے کی طرف واپس لوٹ کر آجاتی ہے (ابوداؤد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، جو کہ آگے آتی ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجْتَمِعُ أَنْ تَكُوْنُوْا لَعَّانِيْنَ صِدِّيْقِيْنَ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۴۷، ورقم الحديث ۱۴۸، کتاب الايمان)

---

[1] قال شعيب الارنؤط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية سنن ابی داؤد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوتیں کہ آپ لعنت کرنے کے عادی ہوں، اور صدیق ہوں (حاکم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَنْبَغِيْ لِصِدِّيْقٍ أَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا (مسلم، رقم الحدیث ۲۵۹۷ "۸۴" کتاب البر والصلة والآداب، باب النهی عن لعن الدواب وغیرها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدیق کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ لعنت کرنے کا عادی ہو (مسلم)

مطلب ظاہر ہے کہ صدیق، جو اللہ تعالیٰ کا انتہائی مقرب بندہ ہوتا ہے، اگر کوئی متقی بندہ لعنت کرنے کا عادی ہو، تو وہ صدیق نہیں ہوسکتا، اگرچہ وہ کتنا ہی دیندار اور متقی و پرہیزگار کیوں نہ ہو، کیونکہ ان دونوں چیزوں کا کسی ایک شخص میں جمع ہونا ممکن نہیں۔

جرموز جہمی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جرموز جہمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَوْصِنِيْ، قَالَ: أُوْصِيْكَ أَنْ لَا تَكُوْنَ لَعَّانًا (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۶۷۸) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ آپ لعنت کرنے والے نہ بنیں (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت سے معلوم ہوا کہ لعنت کرنا اچھا عمل نہیں۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوی (حاشية مسند احمد)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ إِنَّ اللَّعْنَةَ إِذَا وُجِّهَتْ إِلٰى مَنْ وُجِّهَتْ إِلَيْهِ، فَإِنْ أَصَابَتْ عَلَيْهِ سَبِيْلًا، أَوْ وَجَدَتْ فِيْهِ مَسْلَكًا، وَإِلَّا قَالَتْ: يَا رَبِّ، وُجِّهْتُ إِلٰى فُلَانٍ، فَلَمْ أَجِدْ عَلَيْهِ سَبِيْلًا، وَلَمْ أَجِدْ فِيْهِ مَسْلَكًا، فَيُقَالُ لَهَا: ارْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ(مسند احمد، رقم الحديث ۳۸۷۶) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سنا کہ لعنت جب بھیجی جاتی ہے، جس کی طرف بھی بھیجی جاتی ہے، تو اگر اس کا راستہ درست ہوتا ہے، یا وہ راستہ پاتی ہے، تو فبہا، ورنہ وہ لعنت یہ کہتی ہے کہ اے میرے رب! مجھے فلاں کی طرف بھیجا گیا ہے، اور میں اس کی طرف راستہ اور چلنے کی جگہ نہیں پاتی (یعنی وہ اس لعنت کا مستحق نہیں ہے) تو اس لعنت کو کہا جاتا ہے کہ تو اسی کی طرف لوٹ جا، جہاں سے آئی ہے (یعنی جس نے لعنت کی ہے) (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ لعنت انتہائی خطرناک عمل ہے، اور جب تک اس کا کوئی صحیح مستحق نہیں ہوتا، وہ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده محتمل للتحسين(حاشية مسند احمد)

وقال المنذرى:

رواه أحمد وفيه قصة وإسناده جيد إن شاء الله تعالى(الترغيب والترهيب، ج۳ص ۳۱۴، تحت رقم الحديث ۴۲۲۰، كتاب الأدب وغيره الترغيب فى الحياء وما جاء فى فضله والترهيب من الفحش والبذاء)

وقال الهيثمى:

رواه أحمد، وأبو عمير لم أعرفه، وبقية رجاله ثقات، ولكن الظاهر أن صديق ابن مسعود الذى يزوره هو ثقة، والله أعلم(مجمع الزوائد، ج۸ص ۷۴، تحت رقم الحديث ۱۳۰۱۹، باب فيمن لعن ما ليس بأهل اللعنة)

اس کو جا کر نہیں لگتی، بلکہ کہنے والے پر لوٹ کر آ جاتی ہے۔

اس طرح کی حدیث حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی پیچھے گزر چکی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيْءِ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۱۹۷۷، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی اللعنة) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن طعنہ دینے والا، اور لعنت کرنے والا اور فحش گوئی و بدزبانی کرنے والا اور بے غیرت نہیں ہوتا (ترمذی)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۴۵، کتاب الايمان، ورقم الحديث ۱۴۶، مسند البزار، رقم الحديث ۲۰۹۲، الادب المفرد للبخاری، رقم الحديث ۳۰۹) ۲؎

۱؎ قال الترمذی:

هذا حديث حسن غريب، وقد روی عن عبدالله من غير هذا الوجه (حواله بالا)

وقال المنلا علی القاری:

وقال الترمذی :هذا حديث غريب . قال ميرک :ورجاله رجال الصحيحين، سوی محمد بن يحيی شيخ الترمذی، وثقه ابن حبان والدارقطنی (مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۳۰۴۴، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم)

۲؎ قال الحاكم: هذا حديث أسنده جماعة من الأئمة، عن كثير بن زيد، ثم أوقفه عنه حماد بن زيد وحده، فأما الشيخان فإنهما لم يخرجا عن كثير بن زيد وهو شيخ من أهل المدينة من أسلم كنيته أبو محمد لا أعرفه يجرح فی الرواية، وإنما تركاه لقلة حديثه والله أعلم .ولهذا الحديث شواهد بألفاظ مختلفة، عن أبی هريرة وأبی الدرداء وسمرة بن جندب يصح بمثلها الحديث على شرط الشيخين (حواله بالا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کے لئے یہ بات زیب نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو (حاکم، مسند احمد، الادب المفرد)

مطلب یہ ہے کہ مومن کی شان نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو، اس خصلتِ بد سے ہر مؤمن کو بچنا اور باز رہنا چاہئے۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰہِ، وَلَا بِغَضَبِہٖ، وَلَا بِالنَّارِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۹۷۶، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی اللعنة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کی لعنت اور اللہ کے غضب اور جہنم کی لعنت نہ کرو (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ کسی متعین مسلمان پر اللہ کی لعنت کرنا، یا اللہ کا غضب بھیجنا، یا اس کو جہنم کے عذاب کا مستحق قرار دینا، مثلاً جہنمی وغیرہ کہنا، جائز نہیں۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا إِذَا رَأَيْنَا الرَّجُلَ يَلْعَنُ أَخَاهُ، رَأَيْنَا أَنَّهُ قَدْ أَتٰى بَابًا مِّنَ الْكَبَائِرِ

---

[1] قال الترمذی:
وفی الباب عن ابن عباس، وأبی هريرة، وابن عمر، وعمران بن حصين :هذا حديث حسن صحيح(حواله بالا)

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۶۶۷۴) [1]

ترجمہ: ہم جب کسی آدمی کو دیکھتے تھے کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی پر لعنت کر رہا ہے، تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ وہ کبیرہ گناہوں کے دروازہ پر پہنچ گیا ہے (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی متعین مسلمان پر لعنت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۳۸۵، بخاری، رقم الحدیث ۶۱۰۵) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے (مسند احمد، بخاری)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح مومن کو قتل کرنا حرام ہے، اسی طرح اس پر لعنت کرنا بھی حرام ہے، یا جس طرح کا عذاب مومن کو قتل کرنے پر ہے، اسی طرح کا عذاب مومن پر لعنت کرنے پر بھی ہے۔

ہمیں تاسف کے ساتھ یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ موجودہ دور میں بعض حضرات نے دین کے

---

[1] قال المنذری:
رواه الطبرانی بإسناد جيد (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۴۲۱۸، الترهيب من السباب واللعن لا سيما لمعين آدميا)
وقال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الأوسط والكبير بنحوه، وإسناد الأوسط جيد، وفی إسناد الكبير ابن لهيعة، وهو لين (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۳۰۰۹، باب فيمن لعن مسلما أو رماه بكفر)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

نام پر لعنت ملامت کرنے کو اپنی زندگی کا مشغلہ بنا رکھا ہے، ان کی تحریرات، اور بطورِ خاص تقاریر میں، بار بار دوسروں پر لعنت وملامت کا ذکر آتا ہے۔

جبکہ گزشتہ احادیث سے معلوم ہو چکا کہ یہ عادت، اللہ کو پسند نہیں، اور ایسے شخص کو اللہ، شفاعت کاروں کے زمرے میں داخل نہیں فرمائے گا، جس زمرے اور جماعت میں انبیاء، شہداء، صدیقین اور صلحاء شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے حضرات کو توفیق دے کہ وہ اپنے لعنت ملامت کے مزاج کی اصلاح فرما کر صدیقین، شہداء وصالحین کے زمرہ میں اپنے آپ کو داخل کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

خلاصۂ کلام

اس مضمون کے شروع سے اب تک جو بحث کی گئی، اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بطورِ خاص اور اس کے بعد دوسرے نبیوں اور مخصوص مومنوں کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی، یعنی ان کو اللہ کی طرف سے یہ اجازت دی جائے گی کہ وہ مومنوں کے متعلق، اللہ سے بخشش، درجات کی بلندی اور جہنم سے نجات وغیرہ کی درخواست کریں، اور جن افراد واشخاص کو اللہ کی طرف سے اس کی اجازت دی جائے گی، اللہ تعالیٰ اپنی حسبِ مشیت وحکمت شفاعت کاروں کی دعاء قبول فرمائے گا، اور اس کے نتیجہ میں حساب وکتاب میں تخفیف اور آسانی اور عذاب وغیرہ سے نجات حاصل ہوگی۔

اور سب سے پہلی اور بڑی شفاعت، جس کو ''شفاعتِ کبریٰ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کی نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی جائے گی، اور آپ کی شفاعت ودعاء کی قبولیت کی برکت سے، اللہ تعالیٰ آخرت میں جلد حساب وکتاب شروع فرمائے گا، اور جنت میں بھی داخل فرمائے گا، اور پھر درجہ بدرجہ جہنم سے بھی نجات عطاء فرمائے گا۔

جبکہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام نبی بھی اپنے امتیوں کے لیے شفاعت کریں گے، اور فرشتے اور مخصوص نیک بندے بھی مخصوص مومنوں کی کریں گے، جن میں شہید بھی داخل ہیں، لیکن لعنت کرنے کے عادی کو شفاعت کا استحقاق حاصل نہ ہوگا۔

اور شفاعت کرنے اور کیے جانے والوں کے لیے ایمان شرط ہے، اس کے بغیر نہ شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی اور نہ شفاعت کیے جانے کی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نیک بندوں کی شفاعت کا مستحق بنائے۔ آمین۔

فقط وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

محمد رضوان خان 06/ رجب المرجب/ 1440ھ 14/ مارچ/ 2019ء بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

اهلِ فترة وجاهلية

کا حکم

جاہلیت وفترۃ کی حقیقت اور اس سلسلہ میں غلط فہمی کا ازالہ
جاہلیت وفترۃ کے زمانہ میں فوت ہونے والوں کا حکم
دعوتِ انسانی وعقلی اور اس کے حجت ہونے کی بحث
بلوغِ دعوت سے قبل اصول یا فروع کا مکلّف ہونے کے متعلق اہلِ علم کے اقوال
اہلِ جاہلیت کو دعوت پہنچنے اور ان کے مکلّف ہونے پر کلام
اس سلسلہ میں مختلف اقوال، ان کے دلائل اور راجح قول کی تحقیق
مسئلہ ھٰذا پر شاہ ولی اللہ صاحب کے موقف کی وضاحت

مؤلف
مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان
www.idaraghufran.org

نام کتاب: **اھلِ فترۃ وجاھلیۃ کاحکم**

مصنف: **مفتی محمد رضوان خان**

طباعتِ اوّل: **جمادی الاخریٰ 1441ھ، فروری 2020ء**

صفحات: **350**

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی، پاکستان

فون 051-5507270 فیکس 051-5702840

www.idaraghufran.org

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
396	**تمہید** (از مؤلف)
400	(مقدمہ) **جاہلیت و فترۃ کی تعریف**
//	’’جاہلیت‘‘ کی تعریف
404	’’فترۃ‘‘ کی تعریف
410	(فصل نمبر1) **بلوغِ دعوت سے قبل مکلّف ہونے کے متعلق اقوال**
//	قاضی عیاض کا حوالہ
412	ابوعبداللہ حُلیمی کا حوالہ
415	علامہ زمخشری کا حوالہ
416	علاء الدین، محمد بن احمد سمرقندی حنفی کا حوالہ
419	علاء الدین بخاری حنفی کا حوالہ
421	علامہ ابنِ امیر حاج حنفی کا حوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

ایک عرصہ سے بعض متاخرین و معاصرین کے کچھ ایسے مضامین و اقوال نظر سے گزرتے رہے، جن میں فترۃ کے زمانے میں فوت شدہ اور بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے مابین، طویل عرصہ میں اور بالاخص زمانۂ جاہلیت میں فوت شدہ تمام افراد کو بشمول کفارِ قریش و مشرکینِ مکہ، توحید و ایمان کا مکلّف قرار نہ دیے جانے اور ان پر اصولِ شریعت وفروعِ شریعت سے معذور قرار دیے جانے کا حکم لگایا تھا، اور اس کی علت یہ بیان کی گئی تھی کہ یہ فترۃ کے زمانے میں فوت ہوئے، جن کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی، اور ایسے افراد، ایمان و توحید کے مکلّف شمار نہیں ہوتے، جبکہ بعض اہلِ علم نے اس قسم کے افراد کو قیامت کے دن اصحابِ امتحان میں داخل مانا ہے، اور اس سلسلہ میں مختلف احادیث و روایات کو مستدل بنایا ہے، لیکن اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ اور ماتریدیہ و اکثر مشائخِ حنفیہ کے قول کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اگر کسی عاقل، بالغ کو بالفرض کسی نبی کی دعوت نہ پہنچے، مثلاً وہ انسانوں کی آبادی سے الگ تھلگ کسی بیابان میں بالغ ہوا ہو، تو ''عھدِ الست'' کرنے کے بعد اپنی عقل کی بنیاد پر عقلی و مشاہداتی دلائل سے استدلال کر کے، وہ بھی اللہ کی توحید و ربوبیت اور معرفتِ الٰہی کا مکلّف ہے، اگر وہ اپنی عقل سے استدلال کر کے اللہ کی توحید اور اپنی بساط کی حد تک اللہ کی ربوبیت و معرفت کا علم حاصل نہ کرے گا، تو وہ عند اللہ قابلِ مؤاخذہ ہوگا، اگرچہ فروعِ شریعت کی دعوت پہنچنے سے قبل وہ فروعِ شریعت کا مکلّف نہ ہوگا، ماتریدیہ کا بھی یہی قول ہے، اور اس قول ہی کو بعد کے اکثر مشائخِ حنفیہ نے اختیار کیا

ہے، جس کا حنفیہ کی اصولِ فقہ سے متعلق مستند اور بلند پایہ کتب میں ذکر پایا جاتا ہے۔

البتہ معتزلہ کا ایک بڑا طبقہ اصولِ شریعت وفروعِ شریعت کا مکلّف ہونے کے لیے عقل کو حجت سمجھتا ہے، جس کے نزدیک تمام اشیاء کا حسن وقبح، عقل سے معلوم کیا جاسکتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ معتزلہ کا قول ہے، نہ کہ امام ابوحنیفہ یا اہلُ السنۃ مشائخِ حنفیہ وغیرہ کا۔

جبکہ اشاعرہ وشافعیہ اس کے برعکس فروعِ شریعت کی طرح، اصولِ شریعت، اور توحید و معرفت الٰہی کا مکلّف ہونے کے لیے بھی دعوتِ انسانی کے پہنچنے کو ضروری قرار دیتے ہیں، اور دعوتِ عقلی کو کافی نہیں سمجھتے۔

دوسری طرف امام ابوحنیفہ اور ماتریدیہ کے دلائل کے نہایت مستحکم ومضبوط ہونے اور قرآن و سنت سے اس قول کے مؤید ہونے کے باوجود، اس کو جابجا مرجوح قرار دیا جاتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں شافعیہ واشاعرہ کے قول کو راجح قرار دیا جاتا ہے، اور پھر مزید اس غلطی کا ارتکاب کیا جاتا ہے کہ تمام اہلِ فترۃ اور زمانۂ جاہلیت کے لوگوں اور کفار ومشرکین کو بلوغِ دعوت سے قبل فوت ہونے والا قرار دے کر، ایمان وتوحید کا مکلّف ہونے سے معذور قرار دیا جاتا ہے، اور اس قول کو شافعیہ واشاعرہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

حالانکہ ماتریدیہ واشاعرہ اور حنفیہ وشافعیہ کا بنیادی اختلاف اصولی درجہ میں تھا کہ اگر کسی کو بالفرض دعوتِ رسل نہیں پہنچی، تو وہ عقل کی رُو سے توحید ومعرفت الٰہی کا مکلّف ہے یا نہیں؟

لیکن تمام اہلِ فترۃ واہلِ جاہلیت کو دعوت نہ پہنچنے والوں کی فہرست میں شامل کرنے کا قول، نہ تو حنفیہ وماتریدیہ کا ہے اور نہ ہی یہ قول بنیادی طور پر شافعیہ واشاعرہ کا ہے۔

کیونکہ متقدمین اور بالخصوص بعض شافعیہ واشاعرہ نے خود تصریح کی ہے کہ دعوت نہ پہنچنے والے افراد کا وجود، روئے زمین پر عموماً نہیں پایا جاتا، نیز اہلِ جاہلیت اور کفارِ قریش کو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی، اس لیے وہ حنفیہ وشافعیہ اور ماتریدیہ واشاعرہ، سب کے نزدیک ایمان وتوحید

کے مکلّف اور شرک باللہ پر قابلِ مواخذہ تھے۔

اور یہ بات کیسے ممکن ہے کہ بیتُ اللہ، جو کہ زمین پر سب سے پہلا بیت، اور اللہ کا گھر ہے، اور ہدایت کا مرکز ہے، اور اللہ کی توحید و معرفت کا خزینہ ہے، اور زمین پر سب سے افضل بقعہ ہے، اور عظیم قبلہ ہے، جس میں آیاتِ بینات ہیں اور مقامِ ابراہیم ہے، جن کا مشرکینِ مکہ و کفارِ قریش مشاہدہ کیا کرتے تھے، اور وہ حج وعمرہ کیا کرتے تھے، صفا ومروہ کے درمیان سعی کیا کرتے تھے، بیتُ اللہ کی تعمیر و تعظیم کیا کرتے تھے، حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام بلکہ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام سے بھی واقف تھے، اور ''بعثۃُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' سے قبل انہوں نے حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما الصلاۃ السلام کی تصاویر، بیتُ اللہ میں نصب کر رکھی تھیں، ان سب کو ایک عرصۂ دراز تک اللہ کی معرفت و توحید سے نابلد وناواقف اور مزید براں توحید ومعرفت اور ربوبیتِ الٰہی سے معذور قرار دیا جائے، اور تمام ذریتِ آدم کے اللہ کے ساتھ کیے گئے''عھدِ الستُ''اور اس کی تفصیلات کو بھی نظر انداز کر کے یہ قرار دیا جائے کہ اللہ کی طرف سے سینکڑوں سالوں تک عاقل وبالغ رہنے والے لاکھوں افراد کو دعوتِ توحید ور بوبیت نہیں پہنچ سکی، اس لیے وہ دعوت پہنچنے سے پہلے اس کے مکلّف نہیں، پھر اسی کے ساتھ ان آیات ونصوص کو بھی نظر انداز کر دیا جائے، جن میں ہر امت کے لیے رسول ونذیر اور زمانۂ جاہلیت کے مشرکین کے قابلِ مؤاخذہ ہونے کی صاف تصریح ہے۔

بعض متاخرین و معاصرین کی طرف سے اس قسم کے تسامحات کی وجہ سے متعدد نصوص کی مخالفت لازم آ رہی ہے، اور سلف اور بالخصوص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور مشائخِ حنفیہ کی طرف نصوص کی مخالفت کرنے کا الزام عائد ہو رہا ہے، اس قسم کی غلط فہمیوں اور تسامحات کے ازالہ کے لیے بندہ تحقیق کرنے کی ایک عرصہ سے ضرورت محسوس کرتا تھا، لیکن اب سے پہلے تک تحقیق کی نوبت نہیں آ سکی تھی، اور اسی کے ساتھ موضوع بھی کچھ مشکل محسوس ہو رہا تھا، نیز اس موضوع پر تفصیلی وتحقیقی کلام بندہ کو دستیاب نہیں ہو رہا تھا، اور جو کچھ تفصیلی مواد بندہ کی نظر

سے گزرا، اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حنفیہ کے قول کے خلاف دوسرے قول کو یکطرفہ طور پر ذکر کیا گیا تھا، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا گیا تھا، اور نہ ہی ماتریدیہ کے قول اور اس کے دلائل کا کوئی ذکر کیا گیا تھا، حنفیہ کی عام اور موجودہ زمانے میں مشہور کتبِ فقہ میں بھی اس موضوع پر کماحقہٗ کلام دستیاب نہیں، جس کی وجہ سے اس قول کی طرف کئی متاخرین ومعاصرینِ حنفیہ کی بھی نظر نہ پہنچ سکی، بلکہ بعض نے تو اپنی کتب وتحریرات میں امام ابوحنیفہ وماتریدیہ کے بجائے صرف شافعیہ اور اشاعرہ کے قول کو ذکر کرنے پر اکتفاء کیا، اور اختلاف کی طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا، اور اس قول کو اس طرح ذکر کردیا، جیسا کہ اس میں کوئی اختلاف ہی نہ ہو۔

گزشتہ دنوں بندہ کو کچھ ایسے مضامین تحریر کرنے کی نوبت آئی، جن کے ضمن میں اس مسئلہ کو بھی خاص اہمیت حاصل تھی۔

اس لیے بندہ نے اس مشکل موضوع کی تحقیق کرنے کی طرف توجہ کی، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مددِ خاص سے بندہ کے نزدیک ایک مشکل موضوع کی تفصیل وتشریح پر مشتمل قدرے مفصل مواد جمع ہوگیا، جس میں مسئلہ ہٰذا سے متعلق مختلف پہلوؤں کو مقدمہ اور الگ الگ فصلوں میں ترتیب دیا گیا ہے، اور ایک ''ضمیمہ'' بھی شامل کیا گیا ہے، اور اس مضمون کو ''اہلِ فترۃ وجاہلیت کا حکم'' کے عنوان سے موسوم کیا گیا ہے۔

بندہ کو امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کے ذریعہ سے مختلف علمی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکے گا، اور ساتھ ہی اس سلسلہ میں علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کے اقوال اور ان کے دلائل کو سمجھنے میں بھی سہولت پیدا ہوسکے گی۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے، اور قبول کرنے اور افراط وتفریط سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقط. وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

محمد رضوان خان 16/ جمادی الاولیٰ/ 1440ھ 23/ جنوری/ 2019ء بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

(مقدمہ)

جاہلیت وفترۃ کی تعریف

جمہور محدثین، مفسرین واہلِ علم حضرات کے نزدیک ''زمانۂ جاہلیت'' سے مراد اسلام کی آمد اور خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے، اور اس زمانے کے لوگوں کو ''اھلِ جاھلیت'' کہا جاتا ہے۔

اور ''فترۃ'' دو رسولوں کے درمیان انقطاعِ وحی کے زمانہ کو کہا جاتا ہے، خواہ وہ نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے درمیان کا زمانہ ہو، یا دوسرے نبیوں کے درمیان کا زمانہ ہو، اور اس زمانے کے لوگوں کو ''اہلِ فترۃ'' کہا جاتا ہے۔

البتہ بعد کے بعض حضرات نے ''اہلِ فترۃ'' اپنی مخصوص اصطلاح میں، ان لوگوں کو قرار دیا ہے، جن کو کسی نبی ورسول، یا اس کے نائب کی دعوت نہیں پہنچی۔

اس سلسلہ میں محدثین، مفسرین اور اہلِ علم حضرات کے چند حوالہ جات وعبارات ملاحظہ فرمائیں۔

''جاہلیت'' کی تعریف

امام نووی ''صحیح مسلم'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

والمراد بالجاهلية ما كان فى الفترة قبل الإسلام (شرح النووی علیٰ مسلم، ج۲ ص ۱۱۰، کتاب الایمان، باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب والدعاء بدعوی الجاھلیۃ)

ترجمہ: اور ''جاہلیت'' سے مراد، اسلام سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے (شرح النووی)

امام مناوی ''الجامعُ الصغیر'' کی شرح ''فیضُ القدیر'' میں فرماتے ہیں کہ:

(الجاھلیۃ) وھی زمن الفترۃ قبل الإسلام (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۷۶۸۹)

ترجمہ: اور ''جاہلیت'' سے مراد، اسلام سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے (فیض القدیر)

علامہ سفارینی حنبلی ''عمدۃُ الاحکام'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

''الجاھلیۃ'' وھی زمان الفترۃ قبل الإسلام (کشف اللثام شرح عمدۃ الاحکام، ج۳ص ۳۸۲، کتاب الجنائز، الحدیث الثالث عشر)

ترجمہ: اور ''جاہلیت'' سے مراد، اسلام سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے (کشف اللثام)

علامہ سیوطی ''صحیح مسلم'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

والمراد بالجاھلیۃ ما کان فی الفترۃ قبل الإسلام (شرح السیوطی علیٰ مسلم، ج ا ص ۱۱۶، تحت رقم الحدیث ۱۰۳ ''۱۶۵'')

ترجمہ: اور ''جاہلیت'' سے مراد، اسلام سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے (شرح السیوطی)

''مشکاۃُ المصابیح'' کی شرح ''مرعاۃُ المفاتیح'' میں ہے کہ:

أھل الجاھلیۃ وھی زمان الفترۃ قبل الإسلام (مرعاۃ المفاتیح، ج۵ص ۴۶۳، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت)

ترجمہ: اور ''جاہلیت'' سے مراد، اسلام سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے (مرعاۃُ المفاتیح)

علامہ بدرالدین عینی ''صحیح البخاری'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

(الجاھلیۃ) : زمان الفترۃ قبل الإسلام، سمیت بذلک لکثرۃ جھالاتھم (عمدۃُ القاری شرح صحیح البخاری، ج ا ص ۲۰۳، کتاب الایمان، باب المعاصی من أمر الجاھلیۃ ولا یکفر صاحبھا بارتکابھا إلا بالشرک)

ترجمہ: اور ''جاہلیت'' سے مراد، اسلام سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے، اس زمانے

کا نام ''جاہلیت'' اس لیے رکھا گیا کہ اس زمانے میں جہالتوں کی کثرت تھی (عمدۃ القاری)

علامہ قسطلانی ''صحیح البخاری'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

(الجاھلیۃ) وھی زمان الفترۃ قبل الإسلام وسمی بذلک لکثرۃ الجھالات فیہ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ج ۱ ص ۱۱۵، کتاب الایمان، باب المعاصی من أمر الجاھلیۃ ولا یکفر صاحبھا بارتکابھا إلا بالشرک)

ترجمہ: اور ''جاہلیت'' سے مراد، اسلام سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے، اس زمانے کا نام ''جاہلیت'' اس لیے رکھا گیا کہ اس زمانے میں جہالات کی کثرت تھی (ارشاد الساری)

شمس الدین کرمانی ''صحیح البخاری'' کی شرح ''الکواکب الدراری'' میں فرماتے ہیں کہ:

(الجاھلیۃ) زمان الفترۃ قبل الإسلام سمیت بذلک لکثرۃ جھالاتھم (الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، ج ۱ ص ۱۳۷، کتاب الایمان، باب المعاصی من أمر الجاھلیۃ)

ترجمہ: اور ''جاہلیت'' سے مراد، اسلام سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے، اس زمانے کا نام ''جاہلیت'' اس لیے رکھا گیا کہ اس زمانے کے لوگ کثرت سے جہالات میں مبتلا تھے (الکواکب الدراری)

شمس الدین برماوی شافعی ''صحیح البخاری'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

والجاھلیۃ زمان الفترۃ قبل الإسلام، سمی بذلک لکثرۃ الجھالۃ فیہ (اللامع الصبیح بشرح الجامع الصحیح، ج ۱ ص ۲۰۵، کتاب الایمان، باب المعاصی من أمر الجاھلیۃ ولا یکفر صاحبھا بارتکابھا إلا بالشرک)

ترجمہ: اور ''جاہلیت'' سے مراد، اسلام سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے، اس زمانے کا نام ''جاہلیت'' اس لیے رکھا گیا کہ اس زمانے میں جہالت کی کثرت تھی (اللامع الصبیح)

زکریا بن محمد انصاری شافعی ''صحیح البخاری'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

والجاهلية: زمان الفترة قبل الإسلام، وسمى بها لكثرة الجهالة فيه(منحة البارى بشرح صحيح البخارى المسمى تحفة البارى ، ج ۱ ص ۱۸۴ ، كتاب الايمان،باب المعاصى من أمر الجاهلية ولا يكفر صاحبها بارتكابها إلا بالشرك)

ترجمہ: اور ''جاہلیت'' سے مراد، اسلام سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے، اس زمانے کا نام ''جاہلیت'' اس لیے رکھا گیا کہ اس زمانے میں جہالت کی کثرت تھی (منحۃ الباری)

محمد خضر شنقیطی ''صحیح البخاری'' کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

والجاهلية زمان الفترة قبل الإسلام، وسمى بذلك لكثرة الجهالات فيه(كوثر المعانى فى كشف خبايا صحيح البخارى ، ج ۲ ص ۱۱۵ ، كتاب الايمان،باب المعاصى من أمر الجاهلية ولا يكفر صاحبها بارتكابها إلا بالشرك)

ترجمہ: اور ''جاہلیت'' سے مراد، اسلام سے پہلے ''فترۃ'' کا زمانہ ہے، اس زمانے کا نام ''جاہلیت'' اس لیے رکھا گیا کہ اس زمانے میں جہالات کی کثرت تھی (کوثر المعانی)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ ''زمانۂ جاہلیت'' دراصل ''فترۃ'' کے زمانوں پر مشتمل ایک خاص حصے کا نام ہے، اور ان دونوں کے درمیان ''عام خاص مطلق'' کی نسبت ہے، یعنی ''زمانۂ فترۃ'' ''عام مطلق'' ہے، اور ''زمانۂ جاہلیت'' اس ''عام مطلق'' کا ''فردِ خاص'' ہے۔

لہٰذا اگر نصوص میں اہلِ جاہلیت سے متعلق کوئی خاص حکم مذکور ہو، تو وہ اہلِ فترۃ کے اس مخصوص زمانہ سے متعلق ہوگا، ہر زمانے کے تمام اہلِ فترۃ کو وہ حکم شامل نہیں ہوگا، اور اگر نص میں کوئی حکم کسی خاص علت، مثلاً ایمان وتوحید یا کفر وشرک کے ساتھ بیان کیا گیا ہو، تو وہ حکم اپنی اس علت کے ساتھ دائر ہوگا۔

پس اہلِ فترۃ کو زمانۂ جاہلیت کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں۔

اسی طرح اہلِ جاہلیت کے جن لوگوں کے متعلق نصوص میں کوئی مخصوص حکم مذکور ہے، اس میں تمام اہلِ فترۃ کو شامل کرنا بھی درست نہیں۔

’’فترۃ‘‘ کی تعریف

جہاں تک ’’فترۃ‘‘ اور ’’اہلِ فترۃ‘‘ کی تعریف کا تعلق ہے، تو اب اس سلسلہ میں چند حوالہ جات وعبارات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ آلوسی اپنی تفسیر ’’روحُ المعانی‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

والفترة فعلة من فتر عن عمله يفتر فتورا إذا سكن، والأصل فيها الانقطاع عما كان عليه من الجد فى العمل.

وهى عند جميع المفسرين انقطاع ما بين الرسولين (روح المعانی، للألوسی، ج۳،ص ۲۷۴،سورۃ المائدۃ)

ترجمہ: اور ’’فترۃ‘‘ ’’فعلة‘‘ کے وزن پر ’’فتر عن عمله، يفتر فتورا‘‘ سے ماخوذ ہے، جب کوئی چیز ٹھہر جائے، اور ’’فترۃ‘‘ کے اندر بنیادی چیز کسی عمل کی پہلی کوشش سے انقطاع کا پایا جانا ہے۔

اور تمام مفسرین کے نزدیک ’’فترۃ‘‘ دو رسولوں کے درمیان انقطاع کو کہا جاتا ہے

(روح المعانی)

متعدد مفسرین نے سورہ مائدہ کی آیت ’’علٰى فترة من الرسل‘‘ کی تفسیر ’’علٰى انقطاع

من الرسل ‘‘یا’’ ’’علی انقطاع من مجیء الرسل ‘‘ سے فرمائی ہے۔ [1]

اور بعض نے ’’فترۃ‘‘ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’بَینَ الرُّسُل الْمدَّۃُ الَّتِی لَا رَسُول فِیهَا‘‘۔ [2]

اور بعض نے ’’فترۃ‘‘ کی تعریف ’’زمانِ انقطاع الوحی ‘‘ سے فرمائی ہے۔ [3]

علامہ ابنِ حجر عسقلانی ’’صحیح البخاری‘‘ کی شرح ’’فتح الباری‘‘ میں فرماتے ہیں:

وزمان الفترة هو ما بين الرسولين من المدة التى لا وحى فيها (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ا ،ص ١٦٥ ، كتاب الاعتصام،الفصل الخامس فى سياق ما فى الكتاب من الألفاظ الغريبة على ترتيب الحروف مشروحا،حرف الفاء)

ترجمہ: اور ’’فترۃ‘‘ کا زمانہ دو رسولوں کے درمیان اس مدت کا نام ہے، جس میں

---

[1] "على فترة من الرسل"، يقول :على انقطاع من الرسل و"الفترة "فى هذا الموضع الانقطاع= يقول :قد جاء كم رسولنا يبين لكم الحق والهدى، على انقطاع من الرسل.
و"الفترة""الفعلة "من قول القائل":فتر هذا الأمر يفتر فتورا"، وذلك إذا هدأ وسكن. وكذلك "الفترة "فى هذا الموضع، معناها :السكون، يراد به سكون مجىء الرسل، وذلك انقطاعها(جامع البيان فى تأويل القرآن،للطبرى،ج١٠ ،ص١٥٦ ،تفسير سورة المائدة)
على فترة من الرسل، أى :(على) انقطاع من الرسل(تفسير البغوى،ج٢،ص٣٣،تفسير سورة المائدة)
والمعنى :أنه انقطع الرسل قبل بعثه صلى الله عليه وسلم مدة من الزمان .واختلف فى قدر مدة تلك الفترة(فتح القدير،للشوكانى،ج٢،ص٣٠،تفسير سورة المائدة)
وقوله: على فترة من الرسل، أى على انقطاع من مجيئهم مدة ما، والفترة سكون بعد حركة فى جرم، ويستعار ذلك فى المعانى، وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم لكل عمل شدة، ولكل شدة فترة ، وقال الشاعر:وإنى لتعرونى لذكراك فترة
معناه سكون بعد اضطراب، واختلف الناس فى قدر الفترة التى كانت بين عيسى ومحمد صلى الله عليهما (تفسير ابن عطية، ج٢، ص ١٧٢، سورة المائدة، تحت رقم الآية ١٩)

[2] الفترة بين الرسل المدة التى لا رسول فيها(تفسير غريب ما فى الصحيحين البخارى ومسلم،لمحمد بن فتوح ،ص ٣٩١،وفى مسند سلمان الفارسى)

[3] أى على حين فتور من إرسال الرسل وفى زمان انقطاع الوحى .وسميت المدة بين الرسولين من رسل الله فترة لفتور الدواعى فى العمل بتلك الشرائع(غرائب القرآن ورغائب الفرقان،لنظام الدين الحسن بن محمد النيسابورى،ج٢،ص ٥٧١،تفسير سورة المائدة)

وحی کا نزول نہیں ہوتا (فتح الباری)

اورامام رازی نے ''فترۃ'' کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''فترۃ'' انبیاء کی دعوت کے ضعیف ہونے اوراس دعوت میں خلط پیدا ہو جانے پر محمول ہوتی ہے۔ [1]

متعدد اہلِ لغت نے بھی ''فترۃ'' کی تعریف ''ما بین الرسولین من رسل اللہ عزوجل'' سے کی ہے۔ [2]

ان سب تعریفوں کا حاصل وہی ہے، جو علامہ آلوسی اور علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے بیان فرمایا، اوران میں باہم کوئی تعارض نہیں، کیونکہ وحی کا نزول بھی رسول (بمعنیٰ نبی) پر ہوتا ہے، اور جب رسول کا زمانہ منقطع ہوگا، تو وحی کا سلسلہ بھی منقطع ہوگا، اور پہلے نبی کی شریعت میں تحریف کا بھی امکان ہوگا۔

''فترۃ'' کی مذکورہ تعریف، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور نبی آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین زمانہ کو شامل ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے پہلے کے ان دو نبیوں کے مابین زمانہ کو بھی شامل ہوگی، جس میں وحی کا انقطاع رہا ہو۔

البتہ ''فترۃ'' کی یہ تعریف، نبی آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کے زمانے کو شامل نہیں ہوگی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہیں، اور آپ خاتم النبیین ہیں، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ منقطع ہونے کے بجائے مکمل ہوا ہے، اور

---

[1] وتحمل الفترة على ضعف دعوة الأنبياء ووقوع موجبات التخليط فيها (التفسير الكبير، للرازى، ج۱۷، ص ۲۶۱، سورة يونس)

[2] و (الفترة) ما بين الرسولين من رسل الله عز وجل (مختار الصحاح، لزين الدين الرازى، ص۲۳۳، باب الفاء، مادة "ف ت ر")

والفترة: ما بين الرسولين من رسل الله عزوجل (الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية للجوهرى، ج۲، ص۷۷۷، باب الراء، فصل الفاء، مادة " فتر ")

(الجاهلية) ما كان عليه العرب قبل الإسلام من الجهالة والضلالة وفى التنزيل العزيز (وقرن فى بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى) وزمان الفترة بين رسولين (المعجم الوسيط، ج۱، ص ۱۴۴، باب الجيم، مادة "جهل")

قیامت تک اللہ نے آپ پر نازل شدہ وحی کی تحریف سے حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ [1]

جاہلیت اور فترۃ کی مذکورہ تعریف کی بنیاد پر جو لوگ ''جاہلیت'' یا ''فترۃ'' کے زمانے میں فوت ہوں گے، وہ اہلِ جاہلیت یا اصحابِ فترۃ کہلائیں گے۔

لیکن ''فتــرۃ'' کی مذکورہ تعریف سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو لوگ ''فتــرۃ'' کی اس تعریف کا مصداق ہوں، ان سب کو کسی نبی یا اس کے نائب کی دعوت نہ پہنچی ہو، یا وہ اصولِ شریعت وفروعِ شریعت کے مکلّف نہ ہوں، کیونکہ ''فترۃ'' کی مذکورہ تعریف میں اس طرح کی کوئی قید مذکور نہیں، بلکہ اس کی حقیقت صرف ''دو رسولوں کے درمیان انقطاعِ وحی کا زمانہ ہے'' اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر کسی زمانے میں وحی کا سلسلہ منقطع ہو، تو اس سے نہ تو یہ لازم آتا ہے کہ اس سے پہلے نازل شدہ وحی کی کلی یا جزوی طور پر تحریف ہو چکی ہو، اور نہ ہی یہ لازم آتا ہے کہ اس زمانے کے تمام لوگ، کسی نبی یا اس کے نائب کی دعوت سے محروم ہوں، یا اپنی عقل و ادراکِ صحیح کی وجہ سے توحید وربوبیت اور معرفتِ الٰہی کے دلائل پر قادر نہ ہوں۔

البتہ بعض احادیث وروایات میں آخرت میں چند لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے، ان لوگوں کو ''اہلِ فترۃ'' کہا گیا ہے، جن کو اللہ کی طرف سے دعوت نہیں پہنچی، اور ان کے آخرت میں امتحان ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، ان احادیث وروایات کی بنیاد پر بعض حضرات نے ''اھلِ فترۃ'' ایسے لوگوں کو ہی کہہ دیا، اور جن کو دعوت پہنچ چکی ہو، ان پر مذکورہ حضرات نے اھلِ فتــرۃ میں داخل ہونے کا حکم نہیں لگایا۔ [2]

لیکن ظاہر ہے کہ یہ ایک الگ تعریف ہے، جس کا پہلی تعریف سے تعلق نہیں تھا، لیکن بعض متاخرین ومعاصرین نے دونوں قسم کی تعریفوں میں خلط کر کے ''اھلِ فترۃ'' ''نبی صلی اللہ علیہ

---

[1] اور جو بعض حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدائے وحی کے بعد کچھ زمانے تک وحی کا سلسلہ منقطع ہونے کو ''زمانۂ فترۃ'' کہا ہے، وہ مجازاً ہے، جس کو ایک مشابہت کی وجہ سے ''فترۃ'' کہہ دیا گیا ہے، ورنہ یہ بات ظاہر ہے کہ نہ تو وہ دو رسولوں کے درمیان کا زمانہ ہے، اور نہ ہی اس زمانے کے لوگ رسول سے محروم ہیں۔ محمد رضوان۔

[2] مـن بـلـغتـه الدعوة ليس بأهل فترة (فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج۴، ص۹، تحت رقم الحديث ۴۳۸۶، حرف الراء)

وسلم کی بعثت سے پہلے مطلقاً ان تمام فوت شدہ لوگوں کو کہہ دیا، جو حضرت عیسیٰ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے اصل مذہب کی تعلیمات میں تحریف وتغییر کے بعد اور نبی آخر الزمان کی بعثت سے قبل فوت ہوئے، اور اسی کے ساتھ پھر مذکورہ حضرات نے شافعیہ واشاعرہ کے قول کے پیشِ نظر اس زمانے میں فوت ہونے والے سب لوگوں کو دعوتِ توحید نہ پہنچنے کی وجہ سے توحید وایمان سے بھی معذور قرار دے دیا، جس کی وجہ سے متعدد خرابیاں لازم آئیں۔

جس قول میں ''اھلِ فترۃ '' کی دونوں الگ الگ تعریفوں کو جمع کرلیا گیا، اور پھر ان ''اھلِ فترۃ '' پر شافعیہ واشاعرہ کا قول منطبق کر کے حکم لگا دیا گیا، اس کا دلائل کی رُو سے ضعیف بلکہ اضعف ہونا ظاہر ہے، کیونکہ اس کی بنیاد پر شافعیہ واشاعرہ کے نزدیک زمانۂ جاہلیت کے تمام افراد کا ناجی ہونا لازم آتا ہے، خواہ وہ شرک وکفر میں مبتلا کیوں نہ رہے ہوں، جب کہ نصوص سے اس زمانے کے لوگوں کو متعدد رسولوں کی دعوت کا پہنچنا اور اس زمانے کے بہت سے لوگوں کا ایمان وتوحید سے محروم ہونے کی وجہ سے غیر ناجی اور بعض لوگوں کے ایمان وتوحید پر فوت ہونے کی وجہ سے ناجی ہونا بصراحت معلوم ہوتا ہے۔

بلکہ مذکورہ قول کی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد، بالخصوص جب تحریف ہوگئی، تمام اہلِ کتاب کا بھی ناجی ہونا لازم آئے گا، خواہ وہ شرک وکفر میں مبتلا کیوں نہ رہے ہوں، کیونکہ فترۃ کی مذکورہ تعریف ان پر بھی صادق آتی ہے، جب کہ نصوص سے اس زمانے کے بعض اہلِ کتاب کا بھی ایمان وتوحید وغیرہ کو اختیار کرنے کی وجہ سے ناجی اور بعض کا ایمان وتوحید وغیرہ سے محروم ہونے کی وجہ سے غیر ناجی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اسی کے ساتھ بے شمار نصوص میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کے اہلِ کتاب ومشرکین کا متعدد منکرات پر قابلِ مواخذہ ہونا بیان کیا گیا ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ ان کو اگر مکلّف بالفروع قرار نہ دیا جائے، تو کم از کم مکلّف بالاصول یا بالتوحید وغیرہ تو

ضرور قرار دیا جائے۔

بالخصوص جبکہ خود شافعیہ واشاعرہ کی تصریح کے مطابق زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کو ایک نہیں، کئی نبیوں کی دعوت پہنچ چکی تھی، اور توحید کی دعوت پر سب نبیوں کا اتفاق واجماع رہا ہے، اس لیے وہ توحید کے مکلّف اور شرک وغیرہ پر قابلِ مواخذہ تھے، تو اس قول کی شافعیہ واشاعرہ کی طرف نسبت کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

غرضیکہ فترۃ کی خلطِ مبحث پر مشتمل مذکورہ تعریف اور اس پر مرتب کردہ حکم سخت تسامح پر مبنی ہے، اور اس کی وجہ سے جہاں جاہلیت وفترۃ کی اصل تعریف پر زیادتی لازم آرہی ہے، اسی کے ساتھ بے شمار نصوص کی خلاف ورزی بھی لازم آرہی ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تمام اہلِ جاہلیت کے مکلّف بالتوحید وبالاصول نہ ہونے کی کوئی صریح نص نہیں پائی جاتی، جس کا ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں باحوالہ اور مدلل ومفصل ذکر آرہا ہے۔

پھر جب یہ دعویٰ نہ صرف یہ کہ نصوص سے ثابت نہیں، بلکہ متعدد نصوص کے بھی خلاف ہے، اس کو کیونکر درست قرار دیا جاسکتا ہے، اس کو درست قرار دینا، اہلِ علم حضرات کے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(فصل نمبر 1)

بلوغِ دعوت سے قبل مکلّف ہونے کے متعلق اقوال

اس پر تو تمام اہلِ سنت حضرات کا اتفاق ہے کہ اس دنیا میں آنے والے عاقل، بالغ انسان کے فروعِ شریعت کا مکلّف ہونے کے لیے دعوتِ انسانی کا پہنچنا ضروری ہے، لیکن اللہ کی توحید وربوبیت اور فی الجملہ معرفتِ الٰہی کا مکلّف ہونے کے لیے بھی دعوتِ رُسل کا (بلاواسطہ یا بالواسطہ) پہنچنا ضروری ہے، یا اس کے لیے دعوتِ عقل کافی ہے؟ اس میں فقہاء ومتکلمین کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ حنفیہ وغیرہ مکلّف ہونے کے قائل ہیں، جبکہ شافعیہ اور اشاعرہ وغیرہ مکلّف ہونے کے قائل نہیں۔

اس سلسلہ میں چند عبارات وحوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

قاضی عیاض کا حوالہ

قاضی عیاض رحمہ اللہ (المتوفی: 544ہجری) صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

أن من فى أطراف الأرض وجزائر البحر المقطعة ممن لم تبلغه دعوة الإسلام ولا أمر النبى صلى الله عليه وسلم أن الحرج عنه فى عدم الإيمان به ساقط لقوله " :لا يسمع بى "، إذ طريق معرفته والإيمان به صلى الله عليه وسلم مشاهدة معجزته وصدقه أيام حياته، أو صحة النقل بذلك والخبر لمن لم يشاهده وجاء بعده. بخلاف الإيمان بالله وتوحيده الذى يوصل إليه بمجرد النظر

الصحیح ودلیل العقل السلیم (شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض المسمی إکمال المعلم بفوائد مسلم، ج ۱، ص ۴۶۸، باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم إلی جمیع الناس ونسخ الملل بملتہ)

ترجمہ: جو شخص زمین کے ان اطراف واکناف اور سمندر کے ان جزیروں میں ہو، جو الگ تھلگ ہیں، اور اس کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پہنچا، تو اس کے ایمان نہ لانے میں حرج ساقط ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ”اس نے مجھے نہیں سنا“ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور آپ پر ایمان لانے کا طریقہ، آپ کی زندگی میں تو آپ کے معجزہ کا مشاہدہ کرنا ہے، اور آپ کے بعد جس نے اس کا مشاہدہ نہیں کیا، اس کے لیے اس کی نقلِ صحیح یا خبر کا پہنچنا ہے (یہ حکم تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا ہے) برخلاف اللہ پر ایمان لانے اور اللہ کی توحید کے، جس کی طرف صرف نظرِ صحیح اور عقلِ سلیم کی دلیل سے پہنچا جا سکتا ہے (اس کے لیے نقلِ صحیح یا خبر کا پہنچنا ضروری نہیں) (اکمال المعلم)

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کے لیے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بالواسطہ یا بلاواسطہ دعوت کا پہنچنا ضروری ہے، لیکن اللہ پر ایمان لانے اور اللہ کی توحید کا مکلّف ہونے کے لیے نبی کی دعوت کا پہنچنا ضروری نہیں، بلکہ اس کے لیے نظرِ صحیح اور عقلِ سلیم کی دلیل کافی ہے۔

اللہ پر ایمان لانے اور توحید کا مکلّف ہونے کے سلسلے میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جو نظرِ صحیح اور عقلِ سلیم کے کافی ہونے کا حکم بیان فرمایا، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی مشہور قول ہے، اور یہی قول اہلِ عراق اور مشائخِ ماوراء النہر کا بھی ہے، جن میں ان کے رئیس ابو منصور ماتریدی بھی داخل ہیں، اور بعض اہلُ الحدیث کا قول بھی اس کے مطابق ہے، کیونکہ متعدد نصوص میں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرک کے گناہ کو معاف نہ کرنے اور اللہ کی توحید وشرک سے بچنے کے کئی عقلی دلائل کا صاف ذکر آیا ہے۔

جب کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور عام اصحابُ الحدیث، جن کا تعلق اشعریہ وغیرہ سے ہے، اس کے برخلاف، اللہ پر ایمان لانے اور توحید کا مکلّف ہونے کے لیے بھی رسالت پر ایمان کی طرح دعوتِ رُسل کے پہنچنے کو ضروری قرار دیتے ہیں، اور نظرِ صحیح وعقلِ سلیم کو کافی نہیں سمجھتے، کیونکہ بعض نصوص میں بعثتِ رسول سے قبل عذاب نہ ہونے کا ذکر آیا ہے۔

ابوعبداللہ حُلیمی کا حوالہ

ابوعبداللہ حسین بن حسن حلیمی شافعی (المتوفیٰ: 403ھجری) نے ''**المنہاج فی شعب الایمان**'' میں فرمایا کہ:

> ''اگر کوئی قوم زمین کے کونے میں ہو، جس کو کسی نبی کی دعوت نہ پہنچی ہو، تو ان کے متعلق قول یہ ہے کہ ان میں سے جو عاقل، ممیّز ہو، غور وفکر پر قادر ہو، لیکن وہ کسی دین کا قائل نہ ہو، اور اپنے لیے کسی خالق کو نہ پہچانتا ہو، اور نہ اور کوئی رائے رکھتا ہو، بلکہ وہ صرف جانوروں کی طرح زندگی گزارتا ہو، تو وہ کافر ہے۔
>
> اور اگر وہ کسی دین کا عقیدہ رکھتا ہو، تو اگر وہ دین اپنی ذات میں دینِ مستقیم ہو، جیسا کہ نصرانیت، اور وہ تحریف شدہ نصرانیت کا عقیدہ نہ رکھتا ہو، مگر وہ اس سے اس لیے نہیں ہٹا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اس کو نہیں پہنچی، تو یہ مسلمان شمار ہوگا (کیونکہ ہر دینِ مستقیم میں توحید کو مرکزی اہمیت حاصل رہی ہے، اس لیے یہ بھی موحد شمار ہوگا)
>
> اور اگر وہ ایسے دین کا اعتقاد رکھتا ہو، جو کہ اپنی اصل کے اعتبار سے تو دینِ مستقیم تھا، لیکن جو اس دین میں باطل شامل ہوگیا، وہ اس دین پر قائم ہو، تو وہ مسلمان

نہیں (کیونکہ تحریف کی وجہ سے کفر لازم آتا ہے)

اور ہم نے یہ جو کہا کہ ''ان میں سے جو عاقل، ممیّز ہو، غور وفکر پر قادر ہو، لیکن وہ کسی دین کا قائل نہ ہو، اور اپنے لیے کسی خالق کو نہ پہچانتا ہو، اور نہ اور کوئی رائے رکھتا ہو، بلکہ وہ صرف جانوروں کی طرح زندگی گزارتا ہو، تو وہ کافر ہے'' اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ اس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو نہیں سنا، لیکن اس میں شک نہیں کہ اس نے ان انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام میں سے کسی کی دعوت کو سن لیا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کثرت سے ہوئے ہیں، اور ان کی دعوت کا زمانہ بڑا لمبا ہے، اور جو لوگ ان نبیوں پر ایمان لائے، اور ان کی اتباع کی، ان کی تعداد بہت بڑی ہے، اور جنہوں نے ان نبیوں کا انکار کیا، اور ان کی مخالفت کی، تو موافق کی زبان سے خبر اس کو بھی پہنچ گئی۔

اور جب وہ اللہ کی طرف دعوت دینے والی نشانی کو سنے، پھر وہ اپنی عقل سے اس کے صحیح ہونے پر استدلال نہ کرے، جبکہ وہ استدلال کرنے کی اہلیت رکھتا ہو، تو وہ دعوت سے اعراض کرنے والا شمار ہو کر کافر کہلائے گا۔ **واللہ اعلم۔**

اور اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ اس نے نہ تو کبھی کسی دین کو سنا، اور نہ کسی نبی کی دعوت کو سنا، اور نہ ہی اس بات کی معرفت حاصل کی کہ عالم میں معبود کا وجود ہے، اگرچہ ایسے شخص کا وجود مشکل ہے، لیکن اگر ایسے شخص کا وجود تسلیم کر لیا جائے، تو اس کے حکم میں اختلاف ہے، پس جو حضرات عقل کو حجت سمجھتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی حالت میں، اور زمین وآسمان وغیرہ میں غور وفکر کرے، پھر واضح دلائل سے حق کو تلاش کرے، اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا، اور اس سے غفلت اختیار کرے گا، تو وہ دعوت پہنچنے کے بعد اس سے اعراض کرنے والوں کے حکم میں شامل ہوگا۔

اور جو حضرات عقل کو حجت سمجھنے کی رائے نہیں رکھتے، وہ یہ کہتے ہیں کہ عقل اگرچہ معرفت کا ایک ذریعہ ہے، لیکن جب استدلال کا امر آئے گا، تو اس پر یہ لازم ہوگا، اور اگر وہ اس حکم پر ایمان لانے کو ٹھکرا دے گا، تو اس پر عقلی دلیل واجب ہوگی، اور جس طریقہ سے دیگر شرعی احکام، بغیر امر کے لازم نہیں ہوتے، اسی طریقے سے اللہ کی معرفت بھی بغیر امر کے لازم نہیں ہوتی۔

لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ زمر میں) اس بات کی خبر دے دی ہے کہ ''**لا یرضٰی لعبادہ الکفر** ''(یعنی بے شک اللہ اپنے بندوں کے لیے کفر پر راضی نہیں) تو یہ بات صحیح ہوگئی کہ لوگوں سے ایمان کا حکم (دعوت کے انتظار میں) مؤخر نہیں ہوگا، علاوہ ازیں جن کو ایمان کی دعوت نہیں پہنچی، ایسے لوگوں کا (خارج میں) وجود ممکن نہیں ہوگا''۔ [1]

---

[1] إن كـان فى ناحية من الأرض قوم لم تبلغهم الدعوة فالقول فيهم :أن من كان منهم عاقلا مميزا متمكنا من الرأى والنظر، إلا أنه لا يدين دينا، ولا يعرف لنفسه خالقا ولا يعتقد رأيا من الآراء ، وإنما يعيش عيش البهائم، فهو كافر، إن قتله قاتل فلا شىء عليه .

وإن كـان يعتقـد دينـا نظر فإن كان يعتقد دينا مستقيما فى أصله كالنصرانية قبل أن يبدل إلا أنه لم يتحـول عنـه لأن دعـوة نبينـا صـلى الـله عليه وسلم لم تبلغه، فهذا مسلم، إن قتله قاتل فعليه دية مسلم.وسمعت بعض أصحابنا يقول :عليه القود.

فإن كـان يعتقد دينا كان مستقيما فى الأصل إلا أنه يدل على سببه بما خلط من الباطل فليس مسلم وينـظـر فإن كـان ذلک نصرانية أو يهودية مبدأه ففيه ثلث دية المسلم، وإن كان مجوسيا ففيه ديه أهل دينه، وإن كانوا عبدة أو ثان أو معطلين فهم كافر لا حرمة لهم، ولا شىء علم من قتلهم.

وإنـمـا قـلـنـا إن كـان منهم عاقل مميز، إذا رأى ونظر إلا أنه لا يعتقد دينا فهو كافر، لأنه وإن لم يكن يسـمـع دعـوة نبيـنـا صـلـى الـله عليه وسلم، فلا شک أنه سمع دعوة أحد الأنبياء الذين كانوا قبله صـلـوات الـلـه عـلـيـه على كثرتهم، وتطاول أزمان دعوتهم، ووفور عدد الذين آمنوا بهم واتبعوهم، والـذين كفروا بهم، وخالفوهم فإن الخبر قد يبلغ على لسان الموافق، وإذا سمع أية دعوة كانت إلى الـلـه فتـرک أن يستدل بعقله على صحتها، وهو من أهل الاستدلال والنظر كان بذلک معرضا عن الدعوة فكفر والله أعلم.

وإن أمـكـن أن يكون لم يسمع قط بدين ولا دعوة نبى، ولا عرف أن فى العالم من يثبت إلها، ولا يرى أن ذلک يكون فإذ كان، فأمره على الاختلاف :فمن ذهب إلى أن للعقول أحكاما من نحو القطع،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ زمخشری کا حوالہ

علامہ زمخشری (المتوفیٰ: 538 ہجری) سورہ غافر کی مندرجہ ذیل آیت:

قُلْ إِنِّیْ نُهِیْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَاءَ نِیَ الْبَیِّنَاتُ مِنْ رَّبِّیْ وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (سورۃ الغافر، رقم الآیۃ ٦٦)

”کہہ دیجیے آپ کہ بے شک مجھے منع کر دیا گیا ہے یہ کہ میں عبادت کروں، ان کی جن کو پکارتے ہو تم اللہ کے علاوہ، جبکہ آ گئے میرے پاس واضح دلائل، میرے رب کی طرف سے اور حکم دیا گیا ہے مجھے یہ کہ اسلام لاؤں میں، ربُّ العالمین کے لیے“

کے ذیل میں اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

اگر آپ یہ کہیں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کی عبادت اور شرک سے، عقلی دلائل کے ذریعہ سے بھی منع کیا، جس کے نتیجے میں ان کے پاس رب کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فحسن الشیء أو قبحه أو سقوطه، فإنه یقول :أن علی هذا أن ینظر فی حال نفسه ویتکعر فی أنه وجوده علی أی وجه کان أو یقسم ذلک ثوابه وفهمه ثم یستدل علی الصواب منها بالدلائل الواضحة اللائحة بالحق المستنیر بالصدق، وإذ کان ذلک واجبا علیه فأغفله وأعرض عنه کان حکمه حکم المعرض عن الدعوة بعد أن بلغته والله اعلم.

وأما من لا یری هذا الرأی فإنه یقول :العقل وإن کان طریقا إلی المعرفة، فینبغی أن یأتی الأمر بالاستدلال فیلزم، أو یرد الأمر بالإیمان فیجب .وإنما إمکان معرفة الله تعالی بالعقل کإمکان معرفة ما وعد الله به، وإمکان سائر الأعمال التی تصلح لها الأعضاء والجوارح، وإذا کان شیء من ذلک لا یلزم إلا بأمر، فکذلک هذه المعرفة .

وإذا کان کذلک -وقد أخبر الله تعالی :(أنه لا یرضی لعباده الکفر) - صح أن لا یؤخر عنهم الأمر بالإیمان، فلا یمکن إذا وجود من تبلغهم الدعوة إلی الإیمان، ولا معنی لوضع هذه المسألة فیه، والبحث أنه کافر أو مؤمن، والله أعلم(المنهاج فی شعب الإیمان، ج ا ص ١٧٥، ١٧٦، القسم الثامن، باب القول فیمن لم تبلغه الدعوۃ)

طرف سے واضح دلائل آ گئے؟ میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ بے شک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقلی دلائل کے ذریعے سے بھی بتوں کی عبادت اور شرک سے منع کیا تھا، اور عقلی دلائل زیادہ قوی تھے، اوران کی تائید سمعی دلائل کے ذریعے سے کی گئی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں:

”أَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ .وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ“

اوراس کے مثل دوسرے اقوال میں عقلی دلائل پر تنبیہ ہے۔

تو عقلی اور سمعی دونوں قسم کے دلائل کا ذکر کیا، کیونکہ عقلی دلائل کو سمعی دلائل کی تائید کر کے ذکر کرنا، مشرکین کے مذہب کو باطل کرنے میں زیادہ قوت رکھتا ہے، اگرچہ تنہا عقلی دلائل بھی کافی ہیں۔ انتہیٰ۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ زمخشری، توحید کے لیے عقلی دلائل کو بھی کافی سمجھتے ہیں۔

علاء الدین، محمد بن احمد سمرقندی حنفی کا حوالہ

علاء الدین، محمد بن احمد سمرقندی حنفی (المتوفیٰ: 540ہجری) ”**میزانُ الأصول فی نتائج العقول**“ میں فرماتے ہیں کہ:

الكفار مخاطبون بالإيمان، منهيون عن الكفر بعد بلوغ الدعوة وورود الشرع بلا خلاف بين العلماء.

واختلفوا قبل بلوغ الدعوة، بأن كان على شاهق الجبل أو فى

---

[1] فإن قلت :أما نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عبادة الأوثان بأدلة العقل حتى جاء ته البينات من ربه؟ قلت :بلى ولكن البينات لما كانت مقوية لأدلة العقل ومؤكدة لها ومضمنة ذكرها نحو قوله تعالى أتعبدون ما تنحتون والله خلقكم وما تعملون وأشباه ذلك من التنبيه على أدلة العقل -كان ذكر البينات ذكر الأدلة العقل والسمع جميعا، وإنما ذكر ما يدل على الأمرين جميعا، لأن ذكر تناصر الأدلة أدلة العقل وأدلة السمع أقوى فى إبطال مذهبهم، وإن كانت أدلة العقل وحدها كافية (الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل،للزمخشري، ج۴،ص۱۷۷،سورة غافر)

زمان الفترة:

قال عامة مشايخنا من أهل العراق وما وراء النهرو رئيسهم الشيخ الإمام الأجل أبو منصور الماتريدى رحمة الله عليهم: إنهم مخاطبون بالإيمان حتى لو امتنعوا عن ذلك وماتوا عليه فهم من أهل النار، وإذا أقدموا عليه وماتوا عليه فهم من أهل الجنة.

وهو اختيار بعض أهل الحديث كأبى العباس القلانسى والقفال الشاشي والحليمى وغيرهم.

وهذا المذهب مروى عن أبى حنيفة رحمة الله عليه :فإنه ذكر الحاكم الشهيد رحمه الله فى كتاب "المنتقى" عن محمد بن سماعة عن محمد ابن الحسن عن أبى حنيفة رحمهم الله أنه قال: لا عذر لأحد بالجهل بالله تعالى بما يرى من خلق السماوات والأرض وما يرى من خلق نفسه.

وهو قول المعتزلة الذين قالوا إن المعارف استدلالية، وهم معتزلة البصرة ومن تابعهم.

وقال عامة أصحاب الحديث من الأشعرية وغيرهم ومن تابعهم بأنه لا يجب عليهم الإيمان ولايحرم عليهم الكفر، حتى لو ماتوا على الكفر أو على الإيمان قبل بلوغ الدعوة، فهم فى مشيئة الله تعالى :إن شاء عذبهم وإن شاء أدخلهم الجنة.

وهو قول بعض معتزلة بغداد الذين قالوا :إن المعارف ضرورية.

وهو اختيار بعض مشايخ بخارى وغيرهم .غير أنهم قالوا إنهم من

أهل الجنة في الأحوال كلها بمنزلة الصبيان والمجانين (ميزان الأصول في نتائج العقول، ج ١، ص ١٩٠ الىٰ ١٩٢، الفصل الثاني في بيان ما يعرف به الأحكام، الكلام في بيان الكتاب، فصل الامر، وأما القسم الذي يرجع إلى المأمور)

ترجمہ: کفار، ایمان کے مخاطب ہیں، اور کفر سے روکے گئے ہیں، جبکہ دعوت پہنچ چکی ہو، اور شریعت وارِد ہو چکی ہو، اس میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔

البتہ دعوت کے پہنچنے سے پہلے اختلاف ہے، مثلاً کوئی الگ تھلگ پہاڑ پر ہو، یا ''فترۃ'' کے زمانہ میں ہو (اور نبی یا اس کے نائب کی دعوت سے محروم ہو)

اس سلسلہ میں ہمارے اہلِ عراق اور ماوراء النہر کے اکثر مشائخ کا قول یہ ہے، جن کے رئیس شیخ، امام، اجل ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہم ہیں کہ جن کو دعوت نہیں پہنچی، وہ ایمان کے مخاطب ہیں، پس اگر وہ ایمان نہیں لائے، اور ایمان کے بغیر فوت ہو گئے، تو وہ اہلِ نار میں سے ہوں گے، اور اگر وہ ایمان لے آئے، اور ایمان کی حالت میں فوت ہوئے، تو وہ اہلِ جنت میں سے ہوں گے۔

بعض اہلُ الاحادیث حضرات نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، جیسا کہ ابوالعباس قلانسی اور قفال شاشی اور حلیمی وغیرہ نے۔

اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے، کیونکہ حاکم شہید رحمہ اللہ نے کتاب ''المنتقیٰ'' میں محمد بن سماعۃ کی سند سے، انہوں نے محمد بن حسن کی سند سے، انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ سے جہالت، کسی کے لیے عذر نہیں ہے، کیونکہ وہ آسمان اور زمین کی مخلوقات کو دیکھتا ہے، اور اپنے آپ کی پیدائش کو دیکھتا ہے (اور ان سب چیزوں میں اللہ خالق کے وجود اور اس کی وحدانیت کے دلائل ہیں)''

اور یہی قول اُن معتزلہ کا ہے، جن کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی چیزیں

’’استدلالی‘‘ ہیں، اور یہ لوگ دراصل بصرہ کے معتزلہ اور ان کی اتباع کرنے والے ہیں۔

اور اشعریہ وغیرہ کے اکثر اصحابِ حدیث اور ان کے متبعین کا قول یہ ہے کہ جن کو دعوت نہیں پہنچی، ان پر ایمان واجب نہیں، اور ان کو کفر اختیار کرنا حرام نہیں، لہٰذا اگر وہ دعوت کے پہنچنے سے پہلے کفر کی حالت میں فوت ہوگئے، یا ایمان کی حالت میں فوت ہوگئے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں داخل ہیں، وہ چاہے تو ان کو عذاب دے، اور چاہے تو ان کو جنت میں داخل کرے۔

اور یہی ان بغداد کے بعض معتزلہ کا قول ہے، جو اللہ کی معرفت کی چیزوں میں نظریہ ضرورت کے قائل ہیں۔

اور یہی بخارا وغیرہ کے بعض مشائخ کا اختیار کردہ قول ہے، البتہ ان کا قول یہ ہے کہ یہ لوگ تمام حالات میں نابالغ بچوں اور مجنونوں کی طرح اہلِ جنت میں سے ہیں (میزان الاصول)

علاءُالدین بخاری حنفی کا حوالہ

علاءالدین بخاری حنفی (المتوفیٰ: 730ہجری) نے ’’اصــــول البــــزدوی‘‘ کی شرح ’’کشفُ الاسرار‘‘ میں فرمایا کہ:

’’اشعریہ کا استدلال (جو دعوت کے پہنچنے سے پہلے ایمان و توحید کے مکلّف نہ ہونے کے قائل ہیں) ان نصوص سے ہے، جن میں رسول کی بعثت سے پہلے عذاب نہ دیے جانے اور رسول کی بعثت کے بعد کوئی عذر نہ رہنے وغیرہ کا ذکر ہے۔

اور اشعریہ کے علاوہ دیگر حضرات، جو دعوت کے پہنچنے سے پہلے ایمان و توحید کے

لیے عقل کو حجت قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال ان نصوص سے ہے، جن میں دلائلِ عقلیہ سے شرک کی برائی اور اس کے مقابلے میں اللہ کی وحدانیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

اور ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ دعوت کے بعد معجزے کو دلیلِ عقلی کے بغیر نہیں پہچانا جاتا، اور عالم کے حادث ہونے کی واضح نشانیاں، اللہ کی خالقیت اور وحدانیت پر معجزے کی علامات سے زیادہ بڑی دلیل ہیں۔

پھر اس کے بعد علاء الدین بخاری نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں صحیح قول ہمارا ہے، جس میں ہم نہ تو ایک فریق کی طرح عقل کو بذاتِ خود موجب مانتے ہیں، اور نہ دوسرے فریق کی طرح عقل کو بالکل معطل قرار دیتے ہیں، بلکہ اس کے بین بین اس بات کے قائل ہیں کہ عقلی دلائل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی وحدانیت کا انکار کرنا کوتاہی میں داخل ہے، اور فی الجملہ اہلیت کو ثابت کرنے کے لیے عقل کافی ہوتی ہے"۔ [1]

---

[1] تمسكت الأشعرية فيما ذهبوا إليه بقوله تعالى (وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا)نفى العذاب قبل البعثة ولما انتفى العذاب عنهم انتفى عنهم حكم الكفر وبقوا على الفطرة.

وبقوله تعالى (لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل)أخبر أن الحجة كانت قائمة لهم قبل الرسل على تركهم للإيمان فلو كان العقل قبل السمع موجبا لكانت حجة الله تعالى قبل بعثة الرسل تامة فى حقهم وبأن الله تعالى أخبر فى غير موضع أن خزنة النار يقولون للكافرين (ألم يأتكم رسل منكم)فيقولون بلى فتلزمهم الحجة فألزمهم استيجابهم النار بالرسل لا بالعقول وحدها وبقوله تعالى (ذلک أن لم يكن ربک مهلک القرى بظلم)أخبر أن الإهلاک بالعذاب قبل إرسال الرسل كان ظلما ولو كان العقل بنفسه حجة لم يكن كذلک وبأن الله تعالى جعل الهوى غالبا فى النفوس شاغلا للعقول بعاجل المنافع والحظوظ فيخرج الإنسان على ما عليه أصل البنية فى فک عقله عن أسر الهوى وتنبيه قلبه عن نوم الغفلة بلا شرع حرجا أكثر من حرج الصبى العاقل بسبب نقصان عقله لإدراک ما يدركه البالغ ثم ذلک العذر أسقط عن الصبى وجوب الاستدلال بعقله وأسقط عنه الخطاب فلأن يسقط الاستدلال بمجرد العقل قبل إعانة الوحى كان أولى.

وتمسک من جعل العقل حجة موجبة بدون السمع بقصة إبراهيم -عليه السلام -فإنه قال لأبيه (إنى أراک وقومک فى ضلال مبين)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ امیر حاج حنفی کا حوالہ

علامہ ابنِ امیر حاج حنفی (المتوفٰی:879ہجری) اپنی تالیف ’’التقرير والتحبير ‘‘میں، جو کہ علامہ ابنِ ہمام کی اصولِ فقہ سے متعلق ’’التحرير ‘‘ کی شرح ہے، فرماتے ہیں:

(وفى البالغ) الناشئ على شاهق ونحوه إذا (لم تبلغه دعوة لا يكلف به) أى الإيمان (بمجرد عقله ما لم تمض مدة التأمل وقدرها) أى المدة مفوض (إليه تعالى) إذ ليس عليه دليل فإن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكان هذا القول قبل الوحى فإنه قال أراك ولم يقل أوحى إلى ولو لم يكن العقل بنفسه حجة وكانوا معذورين لما كانوا فى ضلال مبين وكذلك استدل بالنجوم فعرف ربه من غير وحى والله تعالى جعل ذلك الاستدلال منه حجة على قومه بقوله عز ذكره (وتلك حجتنا آتيناها إبراهيم على قومه)وبأن الله تعالى عاتب الكفار فى غير موضع بأن لم يسيروا فى الأرض فينظروا كيف كان عاقبة من كان قبلهم وأخبر أن قلوبهم عمى بترك التأمل ولو كانوا معذورين لما عوتبوا بمطلق الترك وبأن الله قال (سنريهم آياتنا فى الآفاق وفى أنفسهم حتى يتبين لهم أنه الحق)ولم يقل نسمعهم ونوحى إليهم.

وقال (أولم يتفكروا فى أنفسهم)أولم ينظروا فى ملكوت السموات والأرض (وفى الأرض آيات للموقنين)(وفى أنفسكم أفلا تبصرون)فى شواهد لها كثيرة .

فثبت أن وجوب الاستدلال لا يتوقف على الوحى وأن العذر ينقطع بالعقل وحده إذ لو لم يكن به كفاية المعرفة لما انقطع به العذر.

وبأن المعجزة بعد الدعوة لا تعرف إلا بدليل عقلى وآيات الحدث فى العالم أدل على المحدث من علامات المعجزة على أنها من الله تعالى فلما كان بالعقل كفاية معرفة المعجزة والرسالة كان به كفاية معرفة الله تعالى بالطريق الأولى ولما كان بالعقل كفاية كان بنفسه حجة بدون الشرع ولزم العمل به كما يجب وبالشرع وبسائر الحجج إذا قامت كذا فى التقويم والأسرار قوله (والقول الصحيح هو قولنا أن العقل) غير موجب بنفسه لا كما قال الفريق الأول وغير مهدر أيضا لا كما قال الفريق الثانى فإن من أنكر معرفة الله تعالى بدلالات العقول وحدها فقد قصر.

ومن ألزم الاستدلال بلا وحى ولم يعذره بغلبة الهوى مع أنه ثابت فى أصل الخلقة فقد غلا بل العقل معتبر لإثبات الأهلية أى أهلية الخطاب إذ الخطاب لا يفهم بدون العقل وخطاب من لا يفهم قبيح فكان العقل معتبرا لإثبات الأهلية(كشف الأسرار شرح أصول البزدوى،لعلاء الدين البخارى الحنفى، ج۴،ص ۲۳۱ ، ۲۳۲،باب معرفة أقسام الأسباب والعلل والشروط،باب بيان العقل)

مضت مدة يعلم ربه بأنه يقدر على ذلك ولم يؤمن يعاقب عليه وإلا فلا وما قيل هى مقدرة بثلاثة أيام اعتبارا بالمرتد فإنه يمهل ثلاثة أيام ليس بقوى لأن مدة التجربة تختلف باختلاف الأشخاص لأن العقول متفاوتة فرب عاقل يهتدى فى زمان قليل ما لا يهتدى إليه غيره فى زمان كثير (فلو مات قبلها) أى المدة (غير معتقد إيمانا ولا كفرا لا عقاب) عليه (أو) مات (معتقدا الكفر) واصفا له أو غير واصف (خلد) فى النار لأن اعتقاد الشرك دليل خطور الصانع بباله ووقوع نوع استدلال منه فلم يبق له عذر (وكذا) يخلد فى النار (إذا مات بعدها) أى المدة (غير معتقد) إيمانا ولا كفرا وإن لم تبلغه الدعوة لأن الإمهال وإدراك مدة التأميل بمنزلة دعوة الرسل فى حق تنبيه القلب من نوم الغفلة فلا يعذر (التقرير والتحبير، لابن أمير حاج، ج۲، ص۹۰، المقالة الثانية فى أحوال الموضوع، الباب الأول فى الأحكام، الفصل الثانى فى الحاكم)

ترجمہ: اور جو شخص آبادی اور لوگوں سے الگ تھلگ جگہ میں پیدا ہو کر بالغ ہوا ہو، اگر اس کو دعوت نہیں پہنچی، تو وہ محض اپنی عقل کی وجہ سے اس وقت تک ایمان کا مکلّف نہیں ہوگا، جب تک اس کو اتنی مدت حاصل نہ ہوجائے، جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرسکتا تھا، پس اگر اس کو اتنی مدت حاصل ہوگئی کہ وہ اپنے رب کو پہچان سکتا تھا، بایں طور کہ اسے اس پر قدرت حاصل ہوگئی، اور وہ ایمان نہیں لایا، تو اس کا مواخذہ کیا جائے گا، ورنہ (یعنی اگر ایمان لے آیا، تو) مواخذہ نہیں کیا جائے گا، اور مرتد پر قیاس کرتے ہوئے یہ جو کہا گیا ہے کہ اس کے تأمل کی مقدار تین دن ہے، کیونکہ مرتد کو بھی تین دن مہلت دی جاتی ہے، تو یہ مضبوط

بات نہیں ہے، کیونکہ تجربہ کی مدت، اشخاص کے اختلاف سے مختلف ہوجاتی ہے، کیونکہ عقلوں میں باہم تفاوت ہوتا ہے، پس بہت سے عاقل، کم وقت میں ہدایت حاصل کرلیتے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں غیر عاقل زیادہ وقت میں بھی ہدایت حاصل نہیں کرپاتے، پس اگر یہ شخص مذکورہ مدت کے حاصل ہونے سے پہلے فوت ہوگیا، اور اس نے نہ ایمان کا اعتقاد رکھا اور نہ کفر کا، تو اس کا مواخذہ نہیں ہوگا، یا وہ کفر کا اعتقاد رکھ کر فوت ہوگیا، خواہ اس کفر کی مخصوص صفت کا عقیدہ رکھتا ہو، یا مخصوص صفت کا عقیدہ نہ رکھتا ہو، تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، کیونکہ شرک کا اعتقاد رکھنا، اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں صانع وخالق کی کھٹک پیدا ہوئی، اور اس نے اس سلسلہ میں استدلال کیا، لہٰذا اس صورت میں اس کا عذر باقی نہیں رہے گا، اور اسی طرح سے اگر مذکورہ مدت حاصل ہونے کے بعد اس حال میں فوت ہوا کہ نہ ایمان کا عقیدہ رکھا، اور نہ کفر کا، تو بھی ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اگرچہ اسے دعوت نہ پہنچی ہو، کیونکہ اس کو مہلت کا ملنا اور تأمل کی مدت کا حاصل ہونا، دل کے غفلت کی نیند سے بیدار ہونے کے حق میں، رسول کی دعوت کے قائم مقام ہے، لہٰذا یہ معذور شمار نہیں ہوگا (التقریر)

علامہ امیر بادشاہ حنفی کا حوالہ

علامہ امیر بادشاہ حنفی (المتوفیٰ:972ہجری) نے بھی ''التحریر'' کی شرح ''تیسیر التحریر'' میں مذکورہ تفصیل ہی بیان فرمائی ہے۔[1]

---

[1] (و) حاصل مختارهما (اى القاضى أبى زيد وشمس الأئمة الحلوانى)(فى البالغ) الناشئ على شاهق ونحوه إذا (لم تبلغه دعوة) أنه (لا يكلف به) أى الإيمان (بمجرد عقله ما لم تمض مدة التأمل وقدرها) أى المدة مفوض (إليه تعالى) فإن مضت مدة علم ربه أنه قدر على ذلك ولم يؤمن يعاقبه عليه وإلا فلا وما قيل من أنها مقدرة بثلاثة أيام اعتبارا بالمرتد فإنه يمهل ثلاثة أيام قياس مع الفارق،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ عابدین شامی کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی (المتوفٰی: 1252ہجری) نے ''ردُّ المحتار ''میں ایک مقام پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص دعوت کے پہنچنے سے پہلے فوت ہوجائے، وہ اشاعرہ کے نزدیک ناجی ہوکر فوت ہوگا، اور ماتریدیہ کے نزدیک اگر اتنی مدت گزرنے سے پہلے فوت ہوجائے، جس میں اس کو تامل کرنا ممکن تھا، پھر اس نے نہ ایمان کا عقیدہ رکھا، نہ کفر کا، تو اس پر مواخذہ نہیں ہوگا، لیکن اگر کفر کا عقیدہ رکھا، یا اتنی مدت گزرنے کے بعد کسی چیز کا عقیدہ اختیار کیے بغیر فوت ہوا، تو پھر مواخذہ ہوگا، انتہٰی۔ [1]

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کا ذکر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والعقول متفاوتة فربما عاقل يهتدى فى زمان قليل إلى ما لا يهتدى إليه غيره فى زمان كثير (فلو مات قبلها) أى تلك المدة (غير معتقد إيمانا ولا كفرا لا عقاب عليه، أو) مات (معتقدا الكفر) واصفا له أو غير واصف (خلد) فى النار لأن اعتقاد الكفر دليل خطور الصانع بباله، ووقوع الاستدلال منه فلم يبق له عذر، (وكذا) يخلد فى النار (إذا مات بعدها) أى المدة (غير معتقد) إيمانا ولا كفرا وإن لم تبلغه الدعوة، لأن الإمهال وإدراك مدة التأمل بمنزلة دعوة الرسول فى حق تنبيه القلب من نومه الغفلة فلا يعذر(تيسير التحرير،لأمير بادشاه الحنفى،ج٢،ص ١٥١،المقالة الثانية :فى أحوال الموضوع،الباب الأول،الفصل الثانى فى الحاكم)

[1] وأما الاستدلال على نجاتهما بأنهما ماتا فى زمن الفترة مبنى على أصول الأشاعرة أن من مات ولم تبلغه الدعوى يموت ناجيا.

أما الماتريدية، فإن مات قبل مضى مدة يمكنه فيها التأمل ولم يعتقد إيمانا ولا كفرا فلا عقاب عليه، بخلاف ما إذا اعتقد كفرا أو مات بعد المدة غير معتقد شيئا.

نعم البخاريون من الماتريدية وافقوا الأشاعرة، وحملوا قول الإمام لا عذر لأحد فى الجهل بخالقه على ما بعد البعثة، واختاره المحقق ابن الهمام فى التحرير، لكن هذا فى غير من مات معتقدا للكفر. فقد صرح النووى والفخر الرازى بأن من مات قبل البعثة مشركا فهو فى النار، وعليه حمل بعض المالكية ما صح من الأحاديث فى تعذيب أهل الفترة بخلاف من لم يشرك منهم ولم يوجد بل بقى عمره فى غفلة من هذا كله ففيهم الخلاف، وبخلاف من اهتدى منهم بعقله كقس بن ساعدة وزيد بن عمرو بن نفيل فلا خلاف فى نجاتهم(رد المحتار، ج٣، ص١٨٥، كتاب النكاح،باب نكاح الكافر)

نہیں کیا، اور نہ ہی حنفیہ کے اختیار کردہ قول کی نشان دہی کی۔

مگر ہم اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول اور حنفیہ کے اختیار کردہ قول کا پہلے باحوالہ ذکر کرچکے ہیں، اور کچھ ذکر آگے آتا ہے۔

علامہ آلوسی کا حوالہ

علامہ آلوسی (المتوفی: 1270ہجری) نے ''تفسیر روح المعانی'' میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اہلِ سنت کے ماتریدیہ اور کثر مشائخِ سمرقند کا قول یہ ہے کہ عقل، حسن اور قبح کا آلہ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے عقل کی نظر کے پیچھے نظرِ صحیح کو پیدا فرمایا، لہٰذا عقلِ صحیح کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا واجب ہے، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بھی مبعوث نہ فرماتا، تو مخلوق پر اللہ کی معرفت پھر بھی واجب ہوتی۔

اور ان (اہلِ سنت کے ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ سمرقند) میں سے بہت سے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دلائل میں سے عقل بھی ایک دلیل ہے، جس کے ذریعے، شریعت کے وارد ہونے سے پہلے استدلال کرنا واجب ہے۔

اور ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ دلائلِ سمعیہ، استدلالِ عقلی کے بغیر حجت نہیں بنتے۔

اور یہ اختلاف اللہ تعالیٰ پر ایمان کے واجب ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے ہے، لیکن فروعِ شریعت (مثلاً نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ) کے متعلق اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس کو بلاواسطہ یا بالواسطہ دعوت نہیں پہنچی، اس کے حق میں

فروعِ شریعت ثابت نہیں ہوں گے۔

اسی طریقہ سے جس کو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاواسطہ یا بالواسطہ دعوت نہیں پہنچی، وہ بھی ہماری شریعت کے احکام کا مکلّف نہیں، کیونکہ فروعِ شریعت کے اثبات میں عقل کو دخل نہیں، جیسا کہ اہلِ عقل پر یہ بات مخفی نہیں۔ [1]

---

[1] وأنت تعلم أن الاستدلال بالآية على تقدير تمامه لا يختص بالمعتزلة بل يشاركهم فى ذلك أحد فريقى الحنفية من أهل السنة وهم الماتريدية وعامة مشايخ سمرقند لأنهم وإن لم يقولوا كالمعتزلة بأن العقل حاكم بالحسن والقبح اللذين أثبتوهما جميعا.
لكنهم قالوا :إن العقل آلة للعلم بهما فيخلقه الله تعالى عقيب نظر العقل نظرا صحيحا وأوجبوا الإيمان بالله تعالى وتعظيمه وحرموا نسبة ما هو شنيع إليه سبحانه حتى روى عن أبى حنيفة رضى الله تعالى عنه أنه قال :لو لم يبعث الله تعالى رسولا لوجب على الخلق معرفته.
وقد صرح غير واحد من علمائهم بأن العقل حجة من حجج الله تعالى ويجب الاستدلال به قبل ورود الشرع، واحتجوا فى ذلك بما أخبر الله تعالى به عن إبراهيم عليه السلام من قوله لأبيه وقومه إنى أراك وقومك فى ضلال مبين .حيث قال ذلك ولم يقل أوحى إلى ومن استدلاله بالنجوم ومعرفة الله تعالى بها وجعلها حجة على قومه وكذاك كل الرسل حاجوا قومهم بحجج العقل كما ينبىء عنه قوله تعالى :قالت رسلهم أفى الله شك فاطر السماوات والأرض .الآية بقوله تعالى :ومن يدع مع الله إلها آخر لا برهان له به.الآية حيث لم يقل ومن يدع مع الله إلها آخر بعد ما أوحى إليه أو بلغته الدعوة.
وبقوله سبحانه خبرا عن أهل النار وقالوا لو كنا نسمع أو نعقل ما كنا فى أصحاب السعير حيث أخبروا أنهم صاروا فى النار لتركهم الانتفاع بالسمع والعقل.
وفيه أنهم لو انتفعوا بالعقول فى معرفة الصانع قبل ورود الشرع لم يصيروا فى النار.
وبأن الحجج السمعية لم تكن حججا إلا باستدلال عقلى.
وبأن دعاء جميع الكفرة إلى دين الإسلام واجب على الأمة ومعلوم أن الدهرية لا يحتج عليهم بكلام الله تعالى ورسوله عليه الصلاة والسلام فلم يبق إلا حجج العقول إلى غير ذلك، وحينئذ يقال لهم:لو وجب على الخلق معرفة الله تعالى والإيمان به قبل بعثة رسول لزم تعذيب الكافر قبلها لإخباره تعالى بأنه لا يغفر الشرك به وقد نفى التعذيب فى الآية فلا وجوب ضرورة انتفاء الملزوم بانتفاء اللازم على نهج ما فعل مع المعتزلة.
والإمام الرازى بعد أن ضعف الاستدلال بالآية وأثبت الوجوب العقلى ذكر فى الآية وجهين، الأول حمل الرسول على العقل، والثانى تخصيص العموم بأن يقال المراد وما كنا معذبين فى الأعمال التى لا سبيل إلى معرفتها إلا بالشرع إلا بعد مجىء الشرع. ثم قال :والذى نرتضيه ونذهب إليه أن مجرد العقل سبب فى أن يجب علينا فعل ما ينتفع به وترك ما يتضرر به ويمتنع أن يحكم العقل عليه تعالى بوجوب فعل أو ترك فعل اهـ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملا علی قاری کا حوالہ

ملا علی قاری رحمہ اللہ (المتوفی: 1014ہجری) فرماتے ہیں:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأنت تعلم ما قيل من حمل الرسول على العقل وهو خلاف استعمال القرآن الكريم، ويبعده توبيخ الخزنة الكفار بقولهم أولم تک تأتيكم رسلكم بالبينات . ولم يقولوا أو لم تكونوا عقلاء ، وحمل الرسول فيه على العقل مما لا يرتضيه العقل، واعتذر هو عن التخصيص بأنه وإن كان عدولا عن الظاهر إلا أنه يجب المصير إليه إذا قام الدليل عليه وقد قام بزعمه.

وأبو منصور الماتريدى ومتبعوه حملوا الآية على نفى تعذيب الاستئصال فى الدنيا، وذهب هؤلاء إلى تعذيب أهل الفترة بترک الإيمان والتوحيد وهم كل من كان بين رسولين ولم يكن الأول مرسلا إليهم ولا أدركوا الثانى، واعتمد القول بتعذيبهم النووى فى شرح مسلم فقال :إن من مات فى الفترة على ما كانت عليه العرب من عبادة الأوثان فى النار وليس فى هذا مؤاخذة قبل بلوغ الدعوة فإن هؤلاء كانت بلغتهم دعوة إبراهيم وغيره من الرسل عليهم السلام والظاهر أن النووى يكتفى فى وجوب الإيمان على كل أحد ببلوغه دعوة من قبله من الرسل وإن لم يكن مرسلا إليه فلا منافاة بين حكمه بأنهم أهل فترة بالمعنى السابق وحكمه بأن الدعوة بلغتهم خلافا للآبى فى زعمه ذلک، نعم إنما تلزم المنافاة لو ادعى أن من تقدمهم من الرسل مرسل إليهم وليس فليس.

وإلى ذلک ذهب الحليمى فقال فى منهاجه :إن العاقل المميز إذا سمع أية دعوة كانت إلى الله تعالى فترک الاستدلال بعقله على صحتها وهو من أهل الاستدلال والنظر كان بذلک معرضا عن الدعوة فكفر ويبعد أن يوجد شخص لم يبلغه خبر أحد من الرسل على كثرتهم وتطاول أزمان دعوتهم ووفور عدد الذين آمنوا بهم واتبعوهم والذين كفروا بهم وخالفوهم فإن الخبر قد يبلغ على لسان المخالف كما يبلغ على لسان الموافق ولو أمكن أن يكون لم يسمع قط بدين ولا دعوة نبى ولا عرف أن فى العالم من يثبت إلها ولا نرى أن ذلک يكون فأمره على الاختلاف فى أن الإيمان هل يجب بمجرد العقل أو لا بد من انضمام النقل، وهذا صريح فى ثبوت تكليف كل أحد بالإيمان بعد وجود دعوة أحد من الرسل وإن لم يكن رسولا إليه، وبالغ بعضهم فى اعتماد ذلک حتى قال : فمن بلغته دعوة أحد من الرسل عليهم السلام بوجه من الوجوه فقصر فى البحث عنها فهو كافر من أهل النار فلا تغتر بقول كثير من الناس بنجاة أهل الفترة مع أخبار النبى صلى الله عليه وسلم بأن آباء هم الذين مضوا فى الجاهلية فى النار اه .والذى عليه الأشاعرة من أهل الكلام والأصول والشافعية من الفقهاء أن أهل الفترة لا يعذبون وأطلقوا القول فى ذلک..........

ثم المفهوم من كلام الأجلة أن النزاع إنما هو بالنسبة لأحكام الإيمان بالله تعالى بخلاف الفروع فلا خلاف فى أنها لا تثبت إلا فى حق من بلغته دعوة من أرسل إليه وهو الظاهر، نعم ما اتفق عليه الملل من الفروع هل هو كالإيمان حتى يجرى فيه النزاع المتقدم فيه نظر، وأما الإيمان بنبينا صلى الله عليه وسلم فليس بواجب على من لم تبلغه دعوته إذ ليس للعقل فى ذلک مجال كما لا يخفى على ذى عقل(تفسير روح المعانى، ج۸، ص۳۸ الیٰ ص ۴۱، ملخصاً، سورة الإسراء)

اس مسئلہ میں معتزلہ کا اکثر اہلُ السنۃ والجماعۃ سے اختلاف ہے، یہاں تک کہ بعض محققین کا تو یہ فرمانا ہے کہ ''صاحبِ فترۃ'' صرف ایسے بیابان جنگل میں پیدا ہونے والے کو کہا جاتا ہے، جس کو صاحبِ نبوت کی بعثت کی خبر نہ پہنچے۔

اسی کے ساتھ اس میں بھی اختلاف ہے کہ کیا مذکورہ شخص بھی عقل کی وجہ سے ''توحیدِ رب'' اور ''شکرِ نعمتِ رب'' اور ''صنعتِ رب'' میں غور کرنے کے وجوب کا مکلّف ہے یا نہیں؟ جس پر پھر دعوت سے قبل قتال کے جائز ہونے اور اس کے قتل پر دیت اور کفارہ کے واجب ہونے نہ ہونے کے مسائل بھی متفرع ہوتے ہیں۔

اور اصل بات تو یہ ہے کہ ''اھلِ فترَۃ'' وہ شخص ہے کہ جو ''اصل فطرتِ توحید'' پر ہو، اور اس سے کفر ظاہر نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ''فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ'' اور جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''کل مولود، یولد علی الفطرۃ'' جس میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ ہر بچہ اپنی عقل کی حالت میں اور اپنی کامل حالت میں جب وہ خالیُ الذہن ہو، توحید کو اختیار کرتا ہے، جیسا کہ ''میثاق'' کے واقعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (جس میں اللہ کی ربوبیت وتوحید اور شرک سے اجتناب کا عہد ہے)

اور اس کی تائید امام فخر الدین رازی کے کلام سے بھی ہوتی ہے (جو عقل کے ذریعے توحید ومعرفتِ الٰہی کے واجب ہونے کے قائل ہیں، اور اس پر انہوں نے متعدد دلائل قائم کیے ہیں) اور اس بات سے بھی تائید ہوتی ہے کہ بعثت سے قبل، بعض اربابِ فترَت کے متعلق مبتلائے عذاب ہونے کی متعدد احادیث میں تصریح آئی ہے، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اور آپ کے دادا عبدالمطلب کے متعلق بھی تصریح ہے، اور ابوطالب کے، عبدالمطلب کے دین پر

فوت ہونے اوراس دین کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہونے کی صحیح احادیث میں تصریح ہے۔

ان سب باتوں سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے۔

اورجلال الدین سیوطی کا یہ کہنا بھی کمزور ہے کہ ”اھلِ فترَۃ“ کو بروز قیامت صرف آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا۔

اگران کے اس دعوے کی صحت کودلیلِ معتبر سے ثابت بھی مان لیا جائے، تب بھی یہ اُن ”اھلِ فترَۃ“ کے ساتھ خاص ہوگا، جن سے فطرتِ توحید یا شرک کا احداث، ظاہر ومعلوم نہ ہو، لیکن جن کا کفر یا ایمان، کتاب وسنت اور ائمہ کے اتفاق سے ثابت ہو، جیسا کہ ”زید بن عمرو بن نفیل“ اوران کے مقابلے میں ”عمرو بن لحی“ وغیرہ، ان کو ”اصحابِ امتحان“ میں داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔انتھیٰ۔ [1]

---

[1] والعجب من الشيخ جلال الدين السيوطى مع إحاطته بهذه الآثار التى كادت أن تكون متواترة فى الأخبار أنه عدل عن متابعة هذه الحجة وموافقة سائر الأئمة وتبع جماعة من العلماء المتأخرين وأورد أدلة واهية فى نظر الفضلاء المعتبرين............

ومنها قول السيوطى إنهما ماتا قبل البعثة وإنهما كانا من أصحاب الفترة.

وهذا كما لا يخفى معارضة لما ثبت فى الكتاب والسنة ومناقضة لما صرح بإشتراكهما فيما سبق من صاحب النبوة فما ذكره من تطويل البحث وتكثير الأدلة غير مفيد له فى هذه القضية مع ظهور التناقض فى كلامه لتحصيل مرامه فإنهما لو كانا من أهل الفترة لما احتاج إلى الإحياء والإيمان بالنبوة بناء على أنهما من أهل النجاة فى الفطرة.

ثم هذه المسألة فيها خلاف المعتزلة وأكثر أهل السنة حتى قال بعض المحققين لا يوجد صاحب الفترة إلا من ولد فى مفازة خالية عن سماع بعثة صاحب النبوة بالكلية. على خلاف فى أنه هل هو مكلف بالعقل توحيد الرب وشكر نعمته ووجوب النظر فى صنعته أم لا.

ومما يتفرع عليه ما ذكره البغوى فى التهذيب. أما من لم تبلغه الدعوة فلا يجوز قتله قبل أن يدعى إلى الإسلام فإن قتل قبل أن يدعى إلى الإسلام وجب فى قتله الدية والكفارة وعند أبى حنيفة رضى الله عنه لا يجب الضمان بقتله.

وقال الغزالى فى البسيط. من لم تبلغه الدعوة يضمن بالدية والكفارة لا بالقصاص على الصحيح لأنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''التفسیر المظھری'' کاحوالہ

''التفسیر المظھری'' میں ہے کہ:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا یبین الحجج ویمھد الشرائع فیلزمھم الحجة -قال الشافعی فی ھذہ الایة دلیل علی انه لا

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

لیس مسلما علی التحقیق وإنما ھو فی معنی المسلم قال ابن الرفعة فی الکفایة لأنه مولود علی الفترة ولم یظھر منه عناد انتھی.

ولا یخفی ما فیه من الدلالة علی أن أھل الفترة ھو الذی یکون علی اصل الفطرة من التوحید ولم یظھر منه من الکفر ما ینافی التفرید کما یدل علیه قوله سبحانه (فطرة الله التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق الله)

وکما ورد فی حدیث کل مولود یولد علی الفطرة فأبواہ یھودانه وینصرانه ویمجسانه الحدیث.

وفیه دلیل علی أن کل مولود فی حال عقله وکمال حالة إذا خلی ھو من طبعه اختار التوحید لله فی الذات والتفرید له فی الصفات کما یدل علیه قصة المیثاق الذی وقع علیه الاتفاق علی ما ھو مقرر فی محله الألیق.ولھذا قال الإمام فخر الدین.من مات مشرکا فھو فی النار وإن مات قبل البعثة لأن المشرکین کانوا قد غیروا الحنیفیة دین إبراھیم واستبدلوا بھا الشرک وارتکبوہ ولیس معھم حجة ولم یزل معلوما من دین الرسل کلھم من أولھم إلی آخرھم قبح الشرک والوعید علیه فی النار وأخبار عقوبات الله لأھله متداولة بین الأمم قرنا بعد قرن فلله الحجة البالغة علی المشرکین فی کل وقت وحین ولو لم یکن إلا ما فطر الله عبادہ علیه من توحید ربوبیة وأنه یستحیل فی کل فطرة وعقل أن یکون معه إله آخر وإن کان سبحانه لا یعذب بمقتضی ھذہ الفطرة وحدھا فلم تزل دعوة الرسل إلی التوحید فی الأرض معلومة لأھلھا فالمشرک مستحق للعذاب فی النار لمخالفته دعوی الرسل وھو مخلد فیھا دائما کخلود أھل الجنة فی الجنة انتھی.

ولا یخفی أن ما ورد عنه صلی الله علیه وسلم فی حق بعض أرباب الفترة من التعذیب یدل دلالة صریحة للرد علی ما علیه بعض الشافعیة من أن أھل الفترة لا یعذبون مطلقا قال وأصله أنه عندھم محجوج علیه بعقله وعندنا ھو غیر محجوج علیه قبل بلوغ الدعوة إلیه.

ومنھا قول السیوطی .إنه ورد فی أھل الفترة أحادیث أنھم یمتحنون یوم القیامة بأن ترفع لھم نار فیقال لھم ادخلوھا فیدخلھا من کان فی علم الله سعیدا لو أدرک العمل ویمتنع من دخولھا من کان فی علم الله شقیا لو أدرک العمل فیقول تبارک وتعالی إیای عصیتم فکیف برسلی بالغیب.

ولا یخفی أن ھذا علی تقدیر صحته وقوته لمعارضة مخالفته.

وإنما یکون فیمن مات من أھل الفترة ولم یعلم حاله من إحداث الشرک أو التوحید علی الفطرة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وجوب قبل البعثة بالعقل -فلا يعذب من لم يبلغه الدعوة على الشرک ولا على شيء من المعاصي وقال ابو حنيفة رحمه الله الحاكم هو الله تعالى لكن العقل قد يدرک بعض ما وجب عليه - وهو التوحيد والتنزيهات والإقرار بالنبوة بعد مشاهدة المعجزات -فهذه الأمور غير متوقفة على الشرع وإلا لزم الدور لان الشرع يتوقف عليها -فيجب على الإنسان إتيان هذه الأمور قبل بعثت الرسل ويعذب المشرک وان لم يبلغه الدعوة(التفسير المظهرى، ج۵،ص۴۲۳،سورة بنى إسرائيل)

ترجمہ: ”اور ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ بھیج دیں ہم رسول کو“ جو دلائل کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما من ثبت كفره بالكتاب والسنة واتفاق الأئمة فلا وجه لإدخاله فى أصحاب الأمتحان للطاعة كورقة بن نوفل وقس بن ساعدة وغيرهما ممن ثبت توحيدهما ولا نحو صاحب المحجن وغيره ممن ثبت شركهما.

وأغرب من هذا أنه استدل بقول الحافظ ابن حجر العسقلانى فى بعض كتبه الظن بآله صلى الله تعالى عليه وسلم يعنى الذين ماتوا قبل البعثة أنهم يطيعون عند الامتحان إكراما له صلى الله عليه وسلم لتقر بهم عينه انتهى.

ووجه الغرابة أن هذه القضية بالطريقة الظنية فى أهل الفترة الحقيقية المبهمية لا تفيد فى المسألة العينية.

وكذا من العجيب ما نسب إلى العسقلانى فى قوله ونحن نرجو أن يدخل عبد المطلب وآل بيته فى جملة من يدخل طائعا فينجو إلا ابا طالب فإنه أدرک البعثة ولم يؤمن وثبت فى الصحيح أنه فى ضحضاح من نار انتهى.

ولا يخفى أن إدخال عبد المطلب فى القصة خارج عن الصحة لما ورد فى صحيح البخارى ومسلم وغيرهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل على أبى طالب عند موته وعنده أبو جهل وابن أبى أمية قائلين أترغب عن ملة عبد المطلب فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرضها عليه ويعيدانه بتلک المقالة حتى قال أبو طالب آخر ما كلمهم أنا على ملة عبد المطلب وأبى أن يقول لا إله إلا الله فنزل (إنک لا تهدى من أحببت ولكن الله يهدى من يشاء)

فهذا يقتضى أن عبد المطلب مات على الشرک بلا شک(أدلة معتقد أبى حنيفة فى أبوى الرسول عليه الصلاة والسلام،للملا على القارى،ص ۸۵ الیٰ ۹۹،الرد على السيوطى)

بیان کرے، اور شریعت کے احکام کو واضح کرے، تو پھر ان پر حجت لازم ہو جاتی ہے، امام شافعی نے فرمایا کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ رسول کی بعثت سے پہلے عقل کے ذریعے سے وجوب نہیں ہوتا، پس جس کو دعوت نہیں پہنچی، تو اس کو شرک پر عذاب نہیں ہوگا، اور نہ گناہوں پر عذاب ہوگا، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حکم دینے والی تو اصل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لیکن عقل اپنے ذمے میں بعض واجبات کا کبھی ادراک کر لیتی ہے، جو کہ توحید اور رب تعالیٰ کی عیوب سے تنزیہہ اور معجزات کے مشاہدے کے بعد نبوت کا اقرار ہے، پس یہ امور شریعت پر موقوف نہیں (بلکہ ان کے لیے عقل کافی ہے) ورنہ تو ''دور'' لازم آئے گا، کیونکہ شریعت (اور دعوتِ رسل) ان چیزوں پر موقوف ہے، لہٰذا انسان پر ان امور کو بجالانا رسول کی بعثت سے پہلے بھی واجب ہے، اور مشرک کو اگر دعوت نہیں پہنچی، تو بھی عذاب دیا جائے گا (التفسیر المظهری)

شیخ نضال آلہ رشی کردی کا حوالہ

شیخ فاضل نضال آلہ رشی کردی لکھتے ہیں کہ:

فنقول ولا قوة الا بالله : مذهب الامام أبی حنيفة رضی الله عنه أن معرفة الانسان ربه عز و جل بعقله واجبة وان لم يرسل الله تعالى الرسل بحيث يعلم أن لهذا الكون موجدا عليما ، ومدبرا قديرا حكيما ، فقد روى أبو يوسف و محمد عن الامام الأعظم رضی الله عنه أنه قال : لو لم يبعث الله للناس رسولا لوجب عليهم معرفته بعقولهم ، ولا عذر لأحد فی الجهل بخالقه لما يرى من خلق السماوات وخلق نفسه وغيره اه .رواه الحاكم الشهيد فی

(المنتقى)، والناطفى فى (الأجناس)، وأبو زيد الدبوسى فى (التقويم)، والهمذانى فى (خزانة الأكمل)، وأبو منصور السمرقندى فى (الميزان)، وهذا كما رأيت نص من الامام رضى الله عنه فى أن الواجب على الناس معرفة الله تعالى بعقولهم وان لم يأتهم رسول من عند الله سبحانه، وما قاله بعضهم من أن الوجوب ههنا بمعنى الانبغاء، أى: أن قول الامام: (لوجب) معناه ينبغى، وليس حقيقة الوجوب، فأجاب عنه العلامة البياضى بقوله: وهو مع كونه خلاف الظاهر يمنعه ما بعده وينادى التعليل ۔ أى: قوله: لما يرى من خلق السماوات ... الخ ۔ على خلافه، وتصريح الأئمة به، فقد صرح الامام أبو زيد الدبوسى فى (التقويم) وفخر الاسلام البزدوى فى (أصوله) بخلود العقاب للناشىء فى الشاهق المدرك لمدة الاستدلال فلم يستدل، فمن الغفول عن تفصيل المنقول التصدى للتوفيق بأن الوجوب عند الماتريدية بمعنى ترجيح العقل الفعل. اهـ (ينظر: "اشارات المرام" للبياضى. ص: ٦٢)

وترجيح العقل هو الانبغاء الذى فسرته لك، وكلام الامام أبى حنيفة رضى الله عنه أعم ممن كان نشأ فى شاهق، فهو يشمل كل من لم تبلغه الدعوة، والامامان: الدبوسى، والبزدوى ذكرا الناشىء فى شاهق تمثيلا، وهذا حكم من لم تبلغه الدعوة أصلا فكيف بمن بلغه دين ابراهيم بل موسى، وعيسى عليهم السلام وعاش بمكة عند البيت الحرام، واعتقد دين ابراهيم عليه السلام، وعظم البيت، وحج وطاف، وسعى ولبى واعتمر، ثم

عـظم الأصنام وجعلها آلهة يتقرب بها الى الله (البـدر الانور شرح الفقه الاكبر، صفحة ۴۰۴،۴۰۵، الكلام في والدی النبی صلی الله عليه وسلم، مطبوعة: دارالنور المبين للنشر والتوزيع،عمان، الاردن، الطبعة الاولىٰ:2017ء)

ترجمہ: پس ہم ''**ولا قوة الا بالله**'' کے ساتھ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ انسان پر اپنے رب عزوجل کو اپنی عقل سے اس حیثیت کے ساتھ پہچاننا واجب ہے کہ اس کائنات کا کوئی ''**موجِد، علیم**'' ہے، اور ''**مدبر، قدیر، حکیم**'' ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے، چنانچہ امام ابو یوسف اور اور امام محمد رحمہا اللہ نے امام اعظم (ابوحنیفہ) رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر اللہ کچھ لوگوں کے پاس کوئی رسول نہ بھیجے، تب بھی ان لوگوں پر اپنی عقلوں کے ذریعہ سے اللہ کی معرفت واجب ہوگی، اور کسی کو اپنے خالق کی جہالت میں معذور قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اس نے آسمانوں کو اور اپنے آپ کو اور کائنات کی دوسری چیزوں کو دیکھ لیا ہے (جو اللہ کے خالق اور واحد ہونے پر دلالت کرتی ہیں)

اس کو حاکم شہید نے ''**المنتقیٰ**'' میں اور ناطفی نے ''**الاجناس**'' میں، اور ابوزید دبوسی نے ''**التقویم**'' میں اور ہمذانی نے ''**خزانۃُ الاکمل**'' میں اور ابومنصور سمرقندی نے ''**المیزان**'' میں روایت کیا ہے، اور آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس تصریح کو دیکھ لیا کہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی معرفت اپنی عقلوں کے ذریعہ سے واجب ہے، اگرچہ ان کے پاس اللہ سبحانہٗ کی طرف سے کوئی رسول نہ آئے، اور بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ یہاں پر وجوب ''**الانبغاء**'' کے معنیٰ میں ہے، یعنی امام ابوحنیفہ کا یہ فرمانا کہ واجب ہے، اس کے معنیٰ ''**ینبغی**'' کے ہیں، یعنی حقیقت میں واجب نہیں ہے، بلکہ مناسب ہے۔ تو اس کا علامہ بیاضی نے یہ

جواب دیا ہے کہ ''ایک تو یہ خلافِ ظاہر ہے، جس کے لیے اس کے بعد کا جملہ مانع ہے، اور اس کا اعلان علت کرتی ہے، یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ ''لما یری من خلق السماوات ...الخ '' یہ مذکورہ حضرات کی تاویل کے خلاف ہے'' اس کے علاوہ ائمہ کی تصریح کے بھی خلاف ہے، چنانچہ امام ابوزید دبوسی نے ''التقویم '' میں اور فخر الاسلام بزدوی نے اپنے ''اصول '' میں اس شخص کے لیے دائمی عذاب کی تصریح فرمائی ہے، جو کسی دور دراز بیابان پہاڑ میں پیدا ہو، اور اتنی مدت پالے، جس میں وہ اللہ کے خالق ہونے پر استدلال کرسکتا تھا، اور اس نے استدلال نہیں کیا، نیز ماتریدیہ سے جو موافقت کی تفصیل منقول ہے کہ ان کے نزدیک وجوب مذکورہ صورت میں اس پر مبنی ہے کہ ''عقل'' کو ''فعل'' پر ترجیح حاصل ہے، اس سے بھی غفلت اختیار کرنا ہے (بیاضی کی ''اشارات المرام'' ملاحظہ فرمائیں)

اور عقل کی ترجیح وہی ''الانبغاء '' ہے، جس کی میں نے آپ کے سامنے تفسیر کی، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کلام عام ہے، اس شخص کو بھی شامل ہے، جو بیابان اور دور دراز پہاڑ میں پیدا ہو، اور ہر اس شخص کو بھی شامل ہے، جس کو دعوت نہ پہنچی ہو، اور امام دبوسی اور امام بزدوی نے دور دراز اور بیابان جنگل میں پیدا ہونے والے کا ذکر بطور مثال کے بیان فرمایا ہے، لیکن یہی حکم اس شخص کا بھی ہے، جس کو سرے سے (توحید کی) دعوت نہیں پہنچی، پس جس شخص کو ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کا دین پہنچ گیا، اور اس نے مکہ میں بیتِ حرام، کے قریب زندگی گزاری، اور ابراہیم علیہ السلام کے دین کا اعتقاد رکھا، اور بیتُ اللہ کی تعظیم کی، اور حج کیا، اور طواف کیا، اور سعی کی اور تلبیہ پڑھا، اور عمرہ کیا، پھر اس کے باوجود بتوں کی تعظیم کی، اور ان بتوں کو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے طور پر معبود بنالیا، تو اس کا

کیا حال ہوگا؟ (یعنی وہ کیونکر شرک میں مبتلا رہنے کی وجہ سے مؤاخذہ وسزا کا مکلّف نہیں ہوگا) (البدر الانور شرح الفقہ الاکبر)

شیخ نضال کی مذکورہ عبارت کے آخری حصے کا مطلب یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں مشرکینِ مکہ اور کفارِ قریش کو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی، جس کی باقیات پر وہ عمل پیرا تھے، اس لیے وہ بالاتفاق، اللہ کی وحدانیت ومعرفت کے مکلّف تھے، اور معذور نہیں تھے۔

جو حضرات توحید کے لیے عقلِ صحیح یا ادراکِ صحیح کو کافی قرار دیتے ہیں، انہوں نے ان نصوص سے بھی استدلال کیا ہے، جن میں توحید کے عقلی دلائل کو بیان کیا گیا ہے، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ توحید کا مکلّف ہونے کے لیے جس طرح نقل حجت ہے، اسی طرح عقل بھی حجت ہے۔

اور مذکورہ اختلاف توحید اور ایمان باللہ کے متعلق ہے، جہاں تک فروعِ شریعت کا تعلق ہے، تو اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ فروعِ شریعت کا مکلّف ہونے کے لیے دعوت یعنی نقل کا پہنچنا ضروری ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کی رسالت پر ایمان لانا بھی داخل ہے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو توحید کی دعوت نہ پہنچی ہو، ان کے توحید کا مکلّف ہونے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور قول کے مطابق، اگر کسی عاقل، بالغ کو توحید کی دعوت نہیں پہنچی، تو بھی وہ عقل ونظر کی وجہ سے توحید کا مکلّف ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ اور اشاعرہ کے نزدیک مکلّف نہیں۔ [1]

---

[1] وعلى مسألة شكر المنعم يتخرج مسألة من لم تبلغه الدعوة ، فعندنا يموت ناجيا(رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب،لتاج الدين السبكي، ج ۱ ،ص ۴۷۴،مباحث الأحكام)

قال الشافعي :ولم يبق من لم تبلغه الدعوة، ولكن لو تصور،لم يجز قتله قبل الإعلام والدعاء إلى الإسلام، ولو قتل،لزمت الكفارة بقتله مطلقا؛ لمكان العذر، بناء على أن العقل وحده لا تقوم به الحجة؛ لقوله تعالى :(وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا)(النجم الوهاج فى شرح المنهاج،لأبى البقاء الشافعي، ج۸،ص ۴۷۲، كتاب الديات)

البتہ جن لوگوں کوکسی بھی نبی کی بلاواسطہ یابالواسطہ دعوت پہنچ گئی، وہ بالاتفاق توحید کے مکلّف ہیں، اور آدمی کسی بھی رسول کی رسالت کا مکلّف اس وقت ہے، جبکہ اسے رسول کی رسالت کی دعوت پہنچی ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جس کو بھی آپ کی دعوت پہنچ چکی، اس کو آپ پر ایمان لانا ضروری ہے۔

اور مختلف ومستند اہلِ علم حضرات کی عبارات وحوالہ جات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور ماتریدیہ واشاعرہ کا یہ اختلاف دعوتِ انسانی کے پہنچنے نہ پہنچنے کے درمیان دائر ہے، قطع نظر اس سے کہ کس زمانے میں کس کو دعوت پہنچی، اور کس کو دعوت نہیں پہنچی، لیکن اس اختلاف سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ امام شافعی اور اشاعرہ اس بات کے قائل ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اہلِ عرب مشرکین کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی تھی، اس لیے وہ شافعیہ اور اشاعرہ کے نزدیک توحید کے مکلّف نہ ہوں، کیونکہ یہ ایک الگ مسئلہ ہے، اور نصوصِ کثیرہ وصحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے ان لوگوں کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مکہ یا اس کے قرب وجوار میں تھے، ان کے متعلق، بالخصوص جن کا نصوص میں مشرک یا کافر یا معذب ہونے کا ذکر ہے، ان کے متعلق راجح یہ ہے کہ ان کو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، بلکہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کی دعوت پہنچ چکی تھی، اس لیے وہ توحید کے مکلّف تھے، اور ان میں جو لوگ شرک وبت پرستی میں مبتلا ہوئے، اور تائب ہوئے بغیر فوت ہوئے، وہ حنفیہ، شافعیہ، ماتریدیہ واشاعرہ، سب کے نزدیک قابلِ مؤاخذہ ہیں، اور ان پر توحید ومعرفتِ الٰہی کے مکلّف نہ ہونے کا حکم لگانا اور پھر اس حکم کی نسبت، شافعیہ اور اشاعرہ کی طرف کرنا بھی درست نہیں، بلکہ غلط فہمی اور تسامح پر مبنی ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(فصل نمبر2)

ایمان وکفر اور توحید وشرک کا حکم

قرآن مجید کی بہت سی آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک وکفر کا گناہ ایسا ہے کہ اگر کوئی اس سے توبہ نہ کرے، اور اسی حالت میں فوت ہوجائے، تو اس کی مغفرت نہیں ہوگی، اور اس کے لیے جہنم کا دائمی عذاب ہوگا، اور جہنم کے دائمی عذاب سے صرف مومن وموحد ہی بچ سکے گا۔

جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو مہمل پیدا نہیں کیا، بلکہ خالص اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، اور اللہ اپنے بندوں سے کفر پر راضی نہیں، اسی وجہ سے دنیا کے جمہور عقلاء، اللہ کے وجود پر متفق ہیں، اور وہ اپنے اپنے طور پر اللہ کی خالقیت وحاکمیت کے معترف اور اس پر یقین رکھتے ہیں، وہ الگ بات ہے کہ اسی کے ساتھ وہ شرک وکفر کا بھی ارتکاب کرتے ہوں۔

اس قسم کی نصوص سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ حنفیہ کے اختیار کردہ قول کی تائید ہوتی ہے۔

سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (سورة المومنون، رقم الآية ١١٥)

ترجمہ: کیا پس، تم گمان کیے ہوئے ہو کہ بس پیدا کردیا ہم نے، تم کو بے کار، اور بے شک تم (ہماری طرف) نہیں لوٹائے جاؤ گے (سورہ مومنون)

سورہ قیامہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (سورة القيامة، رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: کیا گمان کرتا ہے انسان کہ چھوڑ دیا جائے گا مہمل (سورہ قیامہ)

سورہ ذاریات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورة الذاريات، رقم الآية: ٥٦)

ترجمہ: اور نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انس کو، مگر اس لیے کہ وہ عبادت کریں میری (سورہ ذاریات)

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنْ تَكْفُرُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (سورة الزمر، رقم الآية ٧)

ترجمہ: اگر کفر کرو تم، تو بے شک اللہ بے نیاز ہے تم سے، اور نہیں راضی ہے وہ اپنے بندوں کے لیے، کفر سے (سورہ زمر)

اور یہ بات واضح ہے کہ جس مقصد کے لیے اللہ نے انسان کو پیدا کیا، اس مقصد کی خلاف ورزی کا عذاب سخت ہونا چاہئے، جو کہ دائمی عذابِ جہنم کی صورت میں ہے۔

آگے اس سلسلہ میں چند آیات واحادیث ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ بقرہ، سورہ آلِ عمران اور سورہ فاطر کا حوالہ

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ . خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآيات ١٦١، ١٦٢)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور مر گئے، اس حال میں کہ وہ کافر تھے، یہی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے، اور فرشتوں کی، اور تمام لوگوں کی۔ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ اس (لعنت اور اس کی وجہ سے عذاب) میں، نہیں ہلکا کیا جائے گا، ان سے عذاب کو، اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیات میں لعنت اور دائمی عذاب میں مبتلا ہونے اور اس عذاب میں تخفیف نہ ہونے اور مہلت نہ ملنے کی وعید اُن لوگوں کے لیے وارِد ہوئی ہے، جو کفر کی حالت میں فوت ہوجائیں۔ [1]

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِيْنَ (سورة آل عمران، رقم الآية، ۹۱)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے، تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، ان میں سے کسی کی طرف سے زمین بھر سونے کو، اگرچہ وہ فدیہ دے اس کا، یہی لوگ ہیں، جن کے لیے ''عذابِ الیم'' ہے، اور نہیں ہوگا، ان کے لیے کوئی مدد کرنے والا (سورہ آلِ عمران)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ کفر کی حالت میں مرنے والوں کی طرف سے کفر کی وجہ سے ہونے والے عذاب کے بدلہ میں کوئی عوض معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا، اور ان کے لیے عذابِ الیم یعنی دردناک عذاب ہوگا، جس سے نجات و چھٹکارے کے لیے کوئی مددگار بھی نہ ہوگا۔ [2]

سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] (إن الذين كفروا وماتوا وهم كفار) حال (أولئک عليهم لعنة الله والملائكة والناس أجمعين) أى هم مستحقون ذلک فى الدنيا والآخرة والناس قيل عام وقيل المؤمنون (خالدين فيها) أى اللعنة والنار المدلول بها عليها (لا يخفف عنهم العذاب) طرفة عين (ولا هم ينظرون) يمهلون لتوبة أو لمعذرة (تفسير الجلالين، ص ۳۳، سورة البقرة)

[2] (إن الذين كفروا وماتوا وهم كفار فلن يقبل من أحدهم ملء الأرض) مقدار ما يملؤها (ذهبا ولو افتدى به) أدخل الفاء فى خبر إن لشبه الذين بالشرط وإيذانا بتسبب عدم القبول عن الموت على الكفر (أولئک لهم عذاب أليم) مؤلم (وما لهم من ناصرين) مانعين منه (تفسير الجلالين، ص ۷۹، سورة آل عمران)

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَھُمْ نَارُ جَھَنَّمَ لَا یُقْضٰی عَلَیْھِمْ فَیَمُوْتُوْا وَلَا یُخَفَّفُ عَنْھُمْ مِنْ عَذَابِھَا کَذٰلِکَ نَجْزِیْ کُلَّ کَفُوْرٍ (سورۃ فاطر، رقم الآیۃ ۳۶)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہیں قضاء آئے گی ان پر کہ وہ مر جائیں، اور نہیں ہلکا کیا جائے گا، ان سے اس (نارِ جہنم) کے عذاب کو، اسی طرح سے بدلہ دیتے ہیں ہم ہر کافر کو (سورہ فاطر)

مذکورہ آیات سے بھی معلوم ہوا کہ کافروں کو جہنم کا سخت عذاب دیا جائے گا، اور اس عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی اور ہر کافر کی سزا اسی نوعیت کی ہے۔

اور یہ آیات کفار کو عام ہیں، جن میں تمام کفار داخل ہیں، یعنی جو مومن وموحد نہ ہوں۔

سورہ نساء، سورہ مائدہ اور سورہ بینہ کا حوالہ

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَھَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَأُولٰئِکَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْھِمْ وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا . وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّئَاتِ حَتّٰی إِذَا حَضَرَ أَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّیْ تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ أُولٰئِکَ أَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا أَلِیْمًا (سورۃ النسآء، رقم الآیات ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: بس توبہ تو اللہ پر ان لوگوں کے لیے ہے، جنہوں نے عمل کیا برا، جہالت کی وجہ سے، پھر توبہ کرلیتے ہیں وہ قریب میں (یعنی موت کے حاضر ہونے سے پہلے) پس یہی لوگ ہیں کہ متوجہ ہوتا ہے، اللہ ان پر، اور ہے اللّٰہ علیم، حکیم۔ اور نہیں ہے توبہ ان لوگوں کے لیے، جنہوں نے برے اعمال کیے، یہاں تک کہ جب حاضر ہوگئی ان میں سے کسی کے پاس موت، تو کہا اس نے کہ بے شک میں توبہ کرتا ہوں اب، اور نہ (ہی توبہ) ان لوگوں کے لیے ہے، جو مر گئے

اس حال میں کہ وہ کافر تھے، یہی لوگ ہیں کہ تیار کر رکھا ہے، ہم نے ان کے لیے عذابِ الیم (یعنی الم ناک عذاب) (سورہ نساء)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ کفر کی حالت میں فوت ہو جانے والوں کی توبہ قبول نہیں کی جاتی، اوران کے لیے عذابِ الیم ہے۔ [1]

سورہ نساء ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰـهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيْمًا (سورة النساء، رقم الآية ۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ نہیں مغفرت فرماتا اِس کی کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ، اور مغفرت فرما دیتا ہے، اس کے علاوہ جس کے لیے چاہتا ہے، اور جو شرک کرے اللہ کے ساتھ، تو بلاشبہ اس نے گھڑ لیا بڑا گناہ (سورہ نساء)

سورہ نساء ہی میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰـهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (سورة النساء، رقم الآية ۱۱۶)

ترجمہ: بے شک اللہ نہیں مغفرت فرماتا اِس کی کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ، اور مغفرت فرما دیتا ہے اس کے علاوہ، جس کے لیے چاہتا ہے، اور جو شرک کرے اللہ کے ساتھ، تو بلاشبہ گمراہ ہو گیا وہ دور کا گمراہ ہونا (سورہ نساء)

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] (إنما التوبة على الله) أى التى كتب على نفسه قبولها بفضله (للذين يعملون السوء) المعصية (بجهالة) حال أى جاهلين إذا عصوا ربهم (ثم يتوبون من) زمن (قريب) قبل أن يغرغروا (فأولئك يتوب الله عليهم) يقبل توبتهم (وكان الله عليما) بخلقه (حكيما) فى صنعه بهم (وليست التوبة للذين يعملون السيئات) الذنوب (حتى إذا حضر أحدهم الموت) وأخذ فى النزع (قال) عند مشاهدة ما هو فيه (إنى تبت الآن) فلا ينفعه ذلك ولا يقبل منه (ولا الذين يموتون وهم كفار) إذا تابوا فى الآخرة عند معاينة العذاب لا تقبل منهم (أولئك أعتدنا) أعددنا (لهم عذابا أليما) مؤلما (تفسير الجلالين، ص ۱۰۲، سورة النساء)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِىْۤ اِسْرَائِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (سورة المائدة، رقم الآية ٧٢)

ترجمہ: بلاشبہ تحقیق کفر کیا، ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ ہی مسیح مریم کا بیٹا ہے، حالانکہ کہا مسیح نے کہ اے بنی اسرائیل! عبادت کرو تم اللہ کی، جو میرا رب ہے، اور تمہارا رب ہے، بے شک جو شرک کرے گا، اللہ کے ساتھ، تو یقیناً حرام کردے گا، اللہ اس پر جنت کو، اور اس کا ٹھکانہ آگ ہوگا، اور نہیں ہوگا ظالموں کے لیے کوئی مددگار (سورہ مائدہ)

سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ .وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ (سورة الانبياء، رقم الآيات ٢٨، ٢٩)

ترجمہ: جانتا ہے وہ (یعنی اللہ) ان چیزوں کو جو اُن کے آگے ہیں، اور ان چیزوں کو جو ان کے پیچھے ہیں، اور نہیں شفاعت کریں گے وہ (یعنی فرشتے) مگر اسی کے لیے، جس سے راضی ہوگا وہ (یعنی اللہ) اور وہ (یعنی فرشتے) اس (یعنی اللہ) کی خشیت سے ڈرتے ہیں۔ اور جو کوئی کہے، ان (فرشتوں) میں سے کہ بے شک میں معبود ہوں، اُس (اللہ) کے سوا، تو پس جزا دیں گے، ہم اس کو جہنم کی، اسی طرح سے جزا دیتے ہیں، ہم ظالموں کو (سورہ انبیاء)

سورہ بینہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أُولٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (سورة البينة، رقم الآية ٦)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اہلِ کتاب میں سے اور مشرکین میں سے، وہ جہنم کی آگ میں ہوں گے، ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں، یہ لوگ ہی مخلوق میں بدترین ہیں (سورہ بینہ)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ، اپنے ساتھ شرک کے گناہ کو معاف نہیں فرمائے گا، اور اللہ نے مشرک پر جنت کو حرام کر دیا ہے، پس جو شخص مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہو گیا، وہ ہمیشہ کے لیے جنت سے محروم ہوگا، اور جہنم کا مستحق ہوگا، اور اللہ تعالیٰ نے شرک کی حالت میں فوت ہونے والے کا حکم مطلق بیان فرمایا ہے، اس لیے یہ بظاہر زمانہ فترۃ کے لوگوں کو بھی شامل ہے، جس سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ماتریدیہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

بلکہ یہ حکم زمانۂ جاہلیت کے مشرکین و کفار کو بدرجہ اولیٰ شامل ہے، چونکہ نصوصِ کثیرہ کی رُو سے ان کو مختلف انبیاء کی دعوت پہنچ چکی تھی، جیسا کہ الگ فصل میں ذکر کر دیا گیا۔

اس کے علاوہ کئی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص توحید کا عقیدہ رکھنے کی حالت میں فوت ہو جائے، تو اللہ اس کی ایک نہ ایک دن مغفرت کر کے جنت میں داخل فرما دے گا، اگرچہ وہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر جنت میں داخل کیوں نہ ہو۔

اور اس کے برعکس جو شرک کا عقیدہ رکھنے کی حالت میں فوت ہو جائے، وہ جہنم میں داخل ہوگا، اور اس پر جنت حرام ہوگی، یہ احادیث بھی مطلق ہیں، جن میں زمانہ فترۃ وغیرہ کی کوئی قید نہیں، اس لیے یہ احادیث بھی امام ابو حنیفہ اور ماتریدیہ و مشائخِ حنفیہ کے قول کی تائید کرتی ہیں۔

اس طرح کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَلْقٰى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ، وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ، فَيَقُوْلُ لَهُ إِبْرَاهِيْمُ: أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ لَا تَعْصِنِيْ، فَيَقُوْلُ أَبُوْهُ: فَالْيَوْمَ لاَ أَعْصِيْكَ، فَيَقُوْلُ إِبْرَاهِيْمُ: يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ أَنْ لَّا تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزٰى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا إِبْرَاهِيْمُ، مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ؟ فَيَنْظُرُ، فَإِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُلْتَطِخٍ، فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٣٣٥٠، كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله تعالى: واتخذ الله إبراهيم خليلا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم اپنے باپ آزر سے قیامت کے دن ملیں گے، اورآزر کے چہرے پر (اس وقت) سیاہی اورغبار چھایا ہوگا، تو ان سے حضرت ابراہیم فرمائیں گے کہ میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا، ان کے باپ کہیں گے کہ اب میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا، تو حضرت ابراہیم کہیں گے کہ اے میرے رب! تو نے مجھ سے حشر کے دن مجھے رسوا نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا، پس کون سی رسوائی اپنے باپ کی رسوائی سے بڑھ کر ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کردی ہے (اور یہ میرا اٹل فیصلہ ہے) پھر حضرت ابراہیم سے کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے تو وہ (اپنے باپ کو) ایک مذبوح خون میں لتھڑے ہوئے جانور کی شکل میں پائیں گے، پھر اس (یعنی ''آزر'') کے پیروں کو پکڑ کر جہنم میں ڈالا جائے گا (بخاری)

مذکورہ حدیث میں کافروں پر جنت کے حرام ہونے کی تصریح ہے، اور یہ حکم بھی مطلق ہے، بلکہ اصولی درجے کا ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا الْمُوْجِبَتَانِ؟ فَقَالَ: مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ (مسلم، رقم الحديث ۹۳" ۱۵۱ " كتاب الإيمان، باب من مات لا يشرک بالله شيئا دخل الجنة، ومن مات مشر كا دخل النار)

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (جنت اور جہنم کو) واجب کرنے والی کیا چیزیں ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا، وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا، وہ جہنم میں داخل ہوگا (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شرک سے محفوظ ہوکر فوت ہونے والا جنت کا مستحق ہے، اور شرک میں مبتلا ہوکر فوت ہونے والا جہنم کا مستحق ہے۔

اس حدیث کا یہ حکم بھی مطلق ہے، اور ''مشرکٌ دون مشرکٍ'' کی قید سے خالی ہے۔ اس لیے مشرکینِ مکہ کو بدرجہ اولیٰ شامل ہے، اور امام ابوحنیفہ و ماتریدیہ کے نزدیک دعوتِ رسل سے محروم، مگر دعوتِ عقلی پہنچنے والے لوگوں کو بھی شامل ہے۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا: مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ

الْجَنَّةَ (بخاری، رقم الحدیث ۱۲۳۸، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الجنائز، ومن کان آخر کلامه: لا إله إلا الله)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس حال میں مرگیا کہ اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، تو وہ جہنم میں داخل ہوگا، اور میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ بنایا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا (بخاری)

مذکورہ احادیث میں شرک کی حالت میں فوت ہونے سے مراد، ہر قسم کے حقیقی شرک وکفر پر فوت ہونا ہے، اور شرک سے محفوظ ہونے سے مراد توحید اور ایمان کی حالت میں فوت ہونا ہے، اور یہ حدیث بھی مطلق اور عام ہونے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تائید کرتی ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً وَقُلْتُ أُخْرٰى، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا: مَنْ مَاتَ وَهُوَ لَا يَدْعُوْ لِلّٰهِ نِدًّا دَخَلَ الْجَنَّةَ (بخاری، رقم الحدیث ۴۴۹۷، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: ومن الناس من یتخذ من دون الله أندادا یحبونهم کحب الله)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلمہ فرمایا اور دوسرا کلمہ میں کہتا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی معبود کو پکارتا

---

[1] (من مات) فی روایة البخاری من أمتی (لا یشرک بالله شیئا) اقتصر علی نفی الشرک لاستدعائه التوحید بالاقتصار واستدعائه إثبات الرسالة باللزوم إذ من کذب رسل الله فقد کذب الله ومن کذب الله فهو مشرک وهو کقولک من توضأ صحت صلاته أی مع سائر الشروط فالمراد من مات حال کونه مؤمنا بجمیع ما یجب به الإیمان إجمالا فی الإجمالی وتفصیلا فی التفصیلی (دخل الجنة) أی عاقبة أمره دخولها ولا بد وإن دخل النار للتطهیر وفیه دلیل لجواز قیاس العکس وهو إثبات ضد الحکم لضد الأصل ورد لمن خالف فیه من أهل الأصول(فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۹۰۳۹)

تھا، تو وہ جہنم میں داخل ہوگا، اور میں یہ کلمہ کہتا ہوں کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے سوا کسی شریک کو نہیں پکارتا تھا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا (بخاری)

اس حدیث کا مضمون بھی گزشتہ حدیث کے مطابق ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کا مؤید ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۱۷۵۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بنایا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا (مسند احمد)

مذکورہ حدیث میں بھی جنت کا مستحق ہونے کے لیے شرک سے بچنے کی حالت میں فوت ہونے کا ذکر ہے، اور یہ حکم بھی بظاہر تمام عاقل بالغ انسانوں کو شامل ہے، جو بھی شرک سے بچنے کی حالت میں فوت ہوں۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ: اِعْلَمْ أَنَّهُ مَنْ مَاتَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ (مسند احمد، رقم الحدیث ، رقم الحدیث ۱۲۳۳۲) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف عطية: وهو ابن سعد العوفي، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن في المتابعات (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم یہ بات جان لو کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ '' کی گواہی دیتا ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا (مسند احمد)

اس حدیث سے بھی گزشتہ احادیث کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِیْ قَلْبِهٖ وَزْنُ شَعِیْرَةٍ مِنْ خَیْرٍ، وَیَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِیْ قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَیْرٍ، وَیَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِیْ قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَیْرٍ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۴، کتاب الإیمان، باب زیادة الإیمان ونقصانه)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کہہ دے، اور اس کے دل میں ایک جو کے برابر خیر (یعنی ایمان) ہو، وہ جہنم سے نکالا جائے گا، اور جو ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کہے اور اس کے دل میں گیہوں کے ایک دانے کے برابر خیر (یعنی ایمان) ہو، وہ (بھی) جہنم سے نکالا جائے گا اور جو شخص ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کہے، اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر خیر (یعنی ایمان) ہو وہ بھی جہنم سے نکالا جائے گا (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہنم میں سزا پانے والے تمام موحد، عاصی ایک نہ ایک دن جہنم سے نکال لیے جائیں گے۔

لہٰذا جو موحد نہ ہوں گے، وہ جہنم کے دائمی عذاب سے نہیں بچ پائیں گے، خواہ وہ کسی بھی زمان ومکان سے تعلق رکھتے ہوں، کیونکہ توحید کی پابندی ہر زمانے اور ہر علاقے کے لیے ہے۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ وَھُوَ یَعْلَمُ أَنَّہُ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، دَخَلَ الْجَنَّۃَ (مسلم، رقم الحديث ٢٦ "٤٣"كتاب الإيمان، باب من لقى الله بالإيمان وهو غير شاک فيه دخل الجنة وحرم على النار، سنن ابى داؤد، رقم الحديث ٤٦٤) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا یقین رکھتے ہوئے مرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا (مسلم)

مذکورہ حدیث میں "علم" کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس سے مراد "یقین" ہے، اور موحد کی قید سے غیر موحد یعنی مشرک خارج ہوگیا، خواہ وہ کسی علاقے اور زمانے سے تعلق رکھتا ہو۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية سنن ابى داؤد)

[2] (من مات وهو يعلم) أى علما يقينا سواء قدر على الإقرار اللسانى وأقر، أو لم يقدر عليه واكتفى بالقلب، أو جهل وجوبه، أو لم يطالب به، أو أتى به، إذ ليس فيه ما ينفى تلفظه به (أنه لا إله إلا الله) وهذه الكلمة علم لكلمتى الشهادة، ولذا اقتصر عليها (دخل الجنة) إما دخولا أوليا إن لم يصدر عنه ذنب بعد الإيمان، أو أذنب وتاب، أو عفا الله عنه .أو دخولا أخرويا فإن الله لا يضيع أجر من أحسن عملا، أو معناه استحق دخول الجنة .قال الشيخ أبو حامد فى الإحياء: من يوجد منه التصديق بالقلب فقبل أن ينطق باللسان أو يشتغل بالعبادة مات، فهل هو مؤمن بينه وبين الله تعالى؟ ففيه اختلاف، فمن شرط القول لتمام الإيمان يقول: هذا مات قبل الإيمان، وهذا فاسد؛ إذ قال – عليه الصلاة والسلام –: (يخرج من النار من كان فى قلبه مثقال ذرة من الإيمان) وهذا قلبه طافح بالإيمان، ومن صدق بالقلب وساعده الوقت للنطق بكلمتى الشهادة، وعلم وجوبهما، ولكنه لم ينطق بهما، فيحتمل أن يجعل امتناعه عن النطق بمنزلة امتناعه عن الصلاة، ويقال: هو مؤمن غير مخلد فى النار اهـ.

وفيه أنه قياس مع الفارق، فإن الإقرار إما شرط للإيمان، أو شطر، وليس كذلک الصلاة للإيمان، والله أعلم .وكأنه عند الإمام من واجبات الإسلام، وفيه أنه لو كان كذلک لما قيل بكفر أبى طالب، فلو عبر بتركه بدل امتناعه كان له وجه وجيه (مرقاة المفاتيح، ج ١، ص ١١٠، كتاب الإيمان)

عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: فَإِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۲۵، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے حرام کردیا، جہنم پر اس شخص کو، جس نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے (کلمۂ توحید، یعنی) ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہا (بخاری)

اللہ کی رضا حاصل کرنے سے مراد سچے دل اور یقین کے ساتھ اس کلمہ کو کہنا ہے، جس کا دوسری روایات میں ذکر آیا ہے، اس سے منافق کو خارج کرنا مقصود ہے۔

اس حدیث میں بھی جہنم کے حرام ہونے کا ذکر موحد کے لیے آیا ہے، جس سے غیر موحد یعنی مشرک خارج ہوگیا، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (سنن أبی داؤد، رقم الحدیث ۳۱۱۶، کتاب الجنائز، باب فی التلقین) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا آخری کلام ''لا الٰہ الا اللہ'' ہوا، وہ جنت میں داخل ہوگا (ابوداؤد)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، وھذا إسناد حسن (حاشیۃ سنن ابی داؤد)

آخری کلام "لا الٰہ الا اللہ" ہونا اس بات کی علامت ہے کہ وہ شرک سے بری ہو کر اور توحید کی حالت میں فوت ہوا، اسی کا کئی احادیث میں دوسرے انداز میں ذکر آیا ہے، جیسا کہ گزرا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِنِّيْ لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِنْ قَلْبِهِ فَيَمُوْتُ عَلٰى ذٰلِكَ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢٤٢، كتاب الإيمان) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص اس کو سچے دل سے پڑھتے ہوئے اسی حال میں فوت ہو جائے، تو اللہ اس پر جہنم کو حرام کر دے گا، وہ کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" ہے (حاکم)

مذکورہ احادیث بھی اس سے پہلی احادیث کے مضمون کی تائید کرتی ہیں، جن کی توضیح پہلے گزر چکی ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ توحید کا مسئلہ چونکہ ہر آسمانی مذہب اور ہر دین میں ضروری رہا ہے، لیکن رسالت ہر دور میں ادلتی بدلتی رہی، نیز توحید کا مسئلہ بنیادی ہے، جس کے لیے بعض حضرات کے نزدیک دعوتِ انسانی ضروری نہیں، دعوتِ عقلی بھی کافی ہے۔

اس لیے بہت سی احادیث میں توحید کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے، جہاں تک نبی کی رسالت کا

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه بهذا اللفظ ولا بهذا الإسناد. إنما اتفقا على حديث محمود بن الربيع، عن عتبان بن مالك، الحديث الطويل فی آخره "وإن الله قد حرم على النار من قال: لا إله إلا الله الحديث. وقد أخرجاه أيضا من حديث شعبة، وبشر بن المفضل، وخالد الحذاء، عن الوليد أبي بشر، عن حمران، عن عثمان، عن النبي صلى الله عليه وسلم من مات وهو يعلم أن لا إله إلا الله دخل الجنة. وليس فيه ذكر عمر، وله شاهد بهذا الإسناد عن عثمان، ولم يخرجاه"

وقال الذهبی فی التلخيص: على شرطهما.

مسئلہ ہے، تو جس کو کسی بھی زمانے کے نبی کی دعوت پہنچے، اس پر اس زمانے کے نبی کی دعوت کو قبول کرنا بھی ضروری ہوگا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور آپ کی رسالت سب انسانوں کے لیے عام ہے۔

اس لیے نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کی رسالت کا جس کو علم ہو، اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، جیسا کہ اگلی احادیث میں آتا ہے۔

عبادہ بن صامت اور معاذ رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ يَقُوْلُ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٢٠٢، كتاب الإيمان، باب فرض الإيمان) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد، اللہ کے رسول ہیں، تو جہنم کی آگ اس پر حرام ہے (ابنِ حبان)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَادِقًا مِنْ قَلْبِهِ، دَخَلَ الْجَنَّةَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٠٠٣) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ وہ ''لا اله الا الله'' اور ''محمد رسول الله'' کی گواہی سچے دل سے دیتا ہو، وہ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

جنت میں داخل ہوگا (مسند احمد)

سچے دل سے گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں اس کا پختہ یقین ہو، اور شک وشبہ نہ ہو، جس کا دوسری روایات میں ذکر آیا ہے۔

مذکورہ احادیث میں توحید کے ساتھ، رسالت پر ایمان لانے کا ذکر بھی ہے، لیکن رسالت پر ایمان اس وقت تک ضروری نہیں، جب تک اس کو رسالت کی دعوت و بعثت کی خبر نہ پہنچے، جیسا کہ فصل نمبر 4 میں آتا ہے۔ [1]

قرآن مجید کی مذکورہ آیات اور احادیث کے پیشِ نظر، زمانۂ جاہلیت اور فترۃ میں جو لوگ، شرک وکفر پر فوت ہوئے، ان کے لیے بھی کفر وشرک کی مذکورہ وعیدیں شامل ہوں گی، اور جو مومن وموحد ہوں، ان کے لیے مومنوں وموحدوں والی فضیلت ثابت ہوگی۔

اور مذکورہ آیات واحادیث امام ابوحنیفہ اور ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ حنفیہ کے اختیار کردہ قول کی دلیل ہیں، جو مکلّف بالتوحید ہونے کے لیے عقل کو حجت سمجھتے ہیں، کیونکہ مذکورہ توحید وشرک پر مشتمل نصوص مطلق ہیں، جن میں دعوت پہنچنے کی قید وشرط مذکور نہیں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

---

[1] قال الكرماني قوله: (لا إله إلا الله) أي: هذه الكلمة، والمراد هي وضميمتها: محمد رسول الله .قلت: ظاهر الحديث في حق المشرك فإنه إذا قال: لا إله إلا الله، يحكم بإسلامه فإذا استمر على ذلك إلى أن مات دخل الجنة .وأما الموحد من الذين ينكرون نبوة سيدنا محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم أو يدعي أنه مبعوث للعرب خاصة، فإنه لا يحكم بإسلامه بمجرد قوله: لا إله إلا الله، فلا بد من ضميمة محمد رسول الله، على أن جمهور علمائنا شرطوا في صحة إسلامه، بعد التلفظ بالشهادتين، أن يقول: تبرأت عن كل دين سوى دين الإسلام، ومراد البخاري من هذه الترجمة أن من قال: لا إله إلا الله، من أهل الشرك ومات لا يشرك بالله شيئا فإنه يدخل الجنة (عمدة القاري، ج٨، ص ٢ و ٣، كتاب الجنائز)

(فصل نمبر 3)

اللہ کی وحدانیت ومعرفت کے قرآنی عقلی دلائل

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب تک کسی عاقل بالغ شخص کو، کسی رسول کی دعوت نہ پہنچے، تو وہ فروعِ شریعت تو درکنار، اصولِ شریعت، یہاں تک کہ توحید اور اللہ کی معرفت کا بھی مکلّف نہیں ہوتا، خواہ اسے اللہ کی توحید ومعرفت کے دلائل کی اپنی عقل سے ادراک کی صلاحیت کیوں نہ حاصل ہو، اور اس کو اللہ کی توحید ومعرفت کے دلائل میں تامل کا وقت کیوں نہ حاصل ہوا ہو، اس حالت میں خواہ کوئی کفر وشرک کا ارتکاب کرے، اسے معذور اور ناجی سمجھا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اس مشہور قول اور ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ عراق و ماوراء النہر کے قول کی پرزور انداز میں تردید کی جاتی ہے، جس قول کی رُو سے عقل کی بناء پر توحید اور معرفتِ الٰہی کا مکلّف ہونا ثابت ہوتا ہے۔

لیکن ہمیں قرآن وسنت کی نصوص میں غور کرنے سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ عراق وماوراء النہر کے قول کا راجح ہونا ہی معلوم ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر آج تک دنیا میں جتنے بھی مذاہب و ادیان پائے گئے یا پائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ ایسے مذاہب بھی، جن کی نسبت سماوی تعلیم کی طرف نہیں، بلکہ خود ساختہ مذاہب ہیں، وہ سب اپنے اپنے طور پر اور اپنے اپنے انداز میں اس کائنات کے لیے ایک خالق ومالک ہونے کے قائل ہیں، البتہ اسی کے ساتھ ساتھ وہ خالق ومالک وحدہٗ لاشریک کے ساتھ مختلف مخلوقات کو شریک بھی کرتے رہے ہیں۔

اور ایسے افراد واقوام شاذ ہیں، جو اس کائنات کے لیے کسی خالق ومالک کے وجود کو تسلیم نہ کرتے ہوں، جیسا کہ موجودہ دور کے دہری اور کمیونسٹ، لیکن ان کے اس موقف کو عمومی

انداز میں پذیرائی حاصل نہ ہوسکی، اوراس کی بنیادی وجہ، خالق و مالک کے وجود کے ضروری ہونے کے عقلی ونقلی دلائل ہی ہیں، جس کی وجہ سے انسانوں کا سوادِاعظم ،اس کائنات کے خالق و مالک کے وجود کوتسلیم وقبول کرنے پر مجبور ہے، جوایک طرح سے عقلاء کے اجماع کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن ماحول، توارث وتعامل اور پرورش کی گمراہی اور چہار سو پھیلی ہوئی سوسائٹی کی خودساختہ رسوم ومظاہرِ شرک، اس جبلی معرفت کے لیے حجاب اور رکاوٹ بن کر اسے دبادیتے اور چھپادیتے ہیں، اسی کے ساتھ ہر زمانے میں اللہ کی طرف سے نبیوں اوران کے وارثوں ونائبوں کے ذریعہ سے عقلی ونقلی دلائل کی تائید وتبلیغ کا انتظام بھی اہمیت کا حامل ہے، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰی أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ . أَوْ تَقُوْلُوْا إِنَّمَا أَشْرَکَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ . وَكَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (سورة الأعراف، رقم الآيات ١٧٢ الى ١٧٤)

ترجمہ: اور جب لیا آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی ذریت کو، اور گواہ بنایا ان کو اپنے آپ پر کہ کیا نہیں ہوں میں تمہارا رب؟ کہا انہوں نے بے شک! ہم گواہ ہیں، یہ کہ کہوتم قیامت کے دن کہ بے شک ہم اس سے غافل تھے۔ یا کہوتم کہ بس شرک کیا تھا ہمارے آباء نے، اس سے پہلے اور تھے ہم اولاد ان کے بعد، کیا آپ ہلاک کرتے ہیں، ہم کو اس فعل کی وجہ سے، جو باطل لوگوں نے کیا۔ اوراسی طریقہ سے تفصیل سے بیان کرتے ہیں ہم آیات کو، اورتا کہ یہ لوگ (حق کی طرف) رجوع کریں (سورہ اعراف)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ عالمِ ارواح میں اللہ نے خود اپنی دعوتِ توحیدِ ربوبیت کو تمام ذریتِ آدم تک پہنچا دیا ہے، اور کوئی بنی آدم اللہ کی دعوتِ توحیدِ ربوبیت سے محروم نہیں رہا۔ اور اس کے بعد قیامت کے دن شرک میں مبتلا رہنے پر غفلت یا آباء واجداد کی تقلید کو عذر بنانے کی گنجائش باقی نہ رہی، جس کی مزید تفصیل فصل نمبر 6 میں آتی ہے۔

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (سورۃ الزمر، رقم الآیۃ ۷)

ترجمہ: اگر کفر کرو تم، تو بے شک اللہ بے نیاز ہے تم سے، اور نہیں راضی ہے وہ اپنے بندوں کے لیے، کفر سے (سورہ زمر)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں، اور اس میں ''عبادہٖ'' کا لفظ عام ہے، جو ہر عاقل و بالغ کو شامل ہے، جبکہ نابالغ اور غیر عاقل خود ہی فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔

اور جب اللہ اپنے بندوں سے کفر پر راضی نہیں، تو ضروری ہوا کہ وہ کفر و شرک سے منع کرنے والی چیز بھی عطا فرمائے، جو ہمارے نزدیک بنیادی طور پر عقل ہے، جس میں ''عہدِ الستُ'' کے ذریعہ توحیدِ ربوبیت کو اختیار کرنے اور شرک اور اس کے اسباب سے بچنے کا تخم ڈال دیا گیا ہے۔

اور انبیاء اور ان کے نائبین و جانشین اور ورثاء کی دعوت دراصل اسی کی تائید اور حجت پوری کرنے، نیز بندوں کو اللہ کی عبادت کے طور وطریقے بتلانے کے لیے ہے۔

سورہ ذاریات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورۃ الذاریات، رقم الآیۃ: ۵۶)

ترجمہ: اور نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انس کو، مگر اس لیے کہ وہ عبادت کریں

میری (سورہ ذاریات)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے، جس میں اللہ وحدہٗ لاشریک کے معبود ہونے کا عقیدہ رکھنا بنیادی چیز ہے۔

اسی کا اصولی انداز میں اللہ نے ہر بنی آدم سے عہد و پیمان لے رکھا ہے، اور اسی فطرت کے مطابق ہر انسان کو پیدا کر کے دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔

لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، عاقل، بالغ انسان اور جنات کو اس مقصد کو سمجھنے کی صلاحیت بھی عطا فرمائے، جس کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر عقل کو بنایا، اور انبیائے کرام کو اس کی تائید اور حجت پوری کرنے اور عبادت کے طور وطریقوں کو بتلانے کے لیے مقرر ومبعوث فرمایا۔ [1]

سورہ قیامہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى، أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ، ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ، فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ، أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ (سورة القيامة، رقم الآيات ۳۶ الیٰ ۴۰)

ترجمہ: کیا گمان کرتا ہے انسان کہ چھوڑ دیا جائے گا مہمل، کیا نہیں تھا وہ نطفہ منی کا، جس کو ٹپکایا جاتا ہے، پھر ہو گیا وہ لوتھڑا، پھر پیدا کیا اُس (اللہ) نے، پھر اس نے درست کیا، پھر بنایا اس سے جوڑے، یعنی مرد اور عورت کو، کیا نہیں ہے وہ (یعنی اللہ) قادر، اس بات پر کہ زندہ کرے، مُردوں کو (سورہ قیامہ)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کو مہمل نہیں چھوڑا جاتا کہ اسے اللہ کی توحید اور اس کی معرفت کا بھی مکلّف نہ کیا جائے، خواہ ''عھدِ الستُ'' کے ذریعہ عہد و پیمان کر کے اور اس

[1] وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون اى الا لامرهم بعبادتى وادعوهم اليه يعنى للتكليف يؤيده قوله تعالى وما أمروا إلا ليعبدوا إلها واحدا (التفسير المظهرى، ج۹ ص ۹۰، سورة الذاريات)

کے بعد عقل کے ذریعے سے یا نبیوں کی دعوت کے ذریعے سے، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا مقصد اپنی عبادت کو قرار دیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور یہ بات عقل سے بعید ہے کہ اللہ، ایک عاقل بالغ شخص کو پیدا فرمادے، اور عقل وشعور بھی عطا فرمادے، لیکن اسے کم از کم اپنی توحید و معرفت کا مکلّف ٹھہرائے بغیر مہمل چھوڑ دے، جس مقصد کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا، بلکہ اسے اسی فطرت کے مطابق پیدا کیا گیا۔ [1]

''عهدِ الستُ'' کی تفصیل آگے فصل نمبر 6 میں آتی ہے۔

اس کے بعد قرآن مجید کی چند ایسی آیات ذکر کی جاتی ہیں، جن میں اللہ کی وحدانیت و ربوبیت اور اس کی معرفت اور اس کے مقابلہ میں کفر اور بطورِ خاص، شرک کے بطلان کو عقلی دلائل کے ذریعہ سے ثابت کیا گیا ہے، اور ان آیات سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور قول اور ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ عراق وماوراء النہر کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

---

[1] أيحسب الإنسان أن يترك سدى أى هملا لا يؤمر ولا ينهى ولا يكلف فى الدنيا ولا يحاسب فى الآخرة ألم يك نطفة أى ماء قليلا من منى يمنى أى يصيب فى الرحم، والمعنى كيف يليق بمن خلق من شىء قذر مستقذر أن يتكبر ويتمرد عن الطاعة(لباب التأويل، المعروف بالخازن، ج۴، ص ۳۷۴،سورة القيامة)

وقوله تعالى :أيحسب الإنسان أن يترك سدى قال السدى :يعنى لا يبعث .وقال مجاهد والشافعى وعبد الرحمن بن زيد بن أسلم :يعنى لا يؤمر ولا ينهى، والظاهر أن الآية تعم الحالين أى ليس يترك فى هذه الدنيا مهملا لا يؤمر ولا ينهى، ولا يترك فى قبره سدى لا يبعث بل هو مأمور منهى فى الدنيا محشور إلى الله فى الدار الآخرة(تفسير ابن كثير، ج۸، ص ۲۹۱،سورة القيامة)

أيحسب الإنسان أن يترك سدى.أى مهملا لا يؤمر، ولا ينهى، ولا يكلف فى الدنيا ولا يحاسب بعمله فى الآخرة، والسدى فى اللغة المهمل يقال :أسديت إبلى إسداء أهملتها.

واعلم أنه تعالى لما ذكر فى أول السورة، قوله :أيحسب الإنسان ألن نجمع عظامه ،أعاد فى آخر السورة ذلک، وذكر فى صحة البعث والقيامة دليلين الأول :قوله :أيحسب الإنسان أن يترك سدى ،ونظيره قوله :إن الساعة آتية أكاد أخفيها لتجزى كل نفس بما تسعى .وقوله :أم نجعل الذين آمنوا وعملوا الصالحات كالمفسدين فى الأرض أم نجعل المتقين كالفجار .وتقريره أن إعطاء القدرة والآلة والعقل بدون التكليف والأمر بالطاعة والنهى عن المفاسد يقتضى كونه تعالى راضيا بقبائح الأفعال، وذلک لا يليق بحكمته، فإذا لا بد من التكليف والتكليف لا يحسن ولا يليق بالكريم الرحيم إلا إذا كان هناک دار الثواب والبعث والقيامة(التفسير الكبير،للرازى، ج۳۰،ص۷۳۷،سورة القيامة)

سورہ بقرہ، سورہ آلِ عمران اور سورہ صٓ کا حوالہ

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ فِيُ خَلُقِ السَّمَاوَاتِ وَالُأَرُضِ وَاخُتِلَافِ اللَّيُلِ وَالنَّهَارِ وَالُفُلُكِ الَّتِيُ تَجُرِيُ فِي الُبَحُرِ بِمَا يَنُفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنُزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنُ مَّاءٍ فَأَحُيَا بِهِ الُأَرُضَ بَعُدَ مَوُتِهَا وَبَثَّ فِيُهَا مِنُ كُلِّ دَابَّةٍ وَّتَصُرِيُفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الُمُسَخَّرِ بَيُنَ السَّمَاءِ وَالُأَرُضِ لَآيَاتٍ لِّقَوُمٍ يَعُقِلُوُنَ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۶۴)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور رات اور دن کے بدلنے میں، اور کشتیوں میں جو کہ چلتی ہیں سمندر میں، اُن چیزوں کو ساتھ لے کر جو نفع دیتی ہیں لوگوں کو، اور جو کچھ نازل کیا اللہ نے آسمان سے پانی کو، پھر زندہ کر دیا اس (اللہ) نے اُس (پانی) کے ذریعے سے، اُس (زمین) کو موت کے بعد، اور اس (اللہ) نے پھیلا دیا اُس (زمین) میں ہر طرح کے جان دار کو، اور ہواؤں کے چلانے میں، اور بادلوں میں، جو مسخر ہیں، آسمان اور زمین کے درمیان، یقیناً نشانیاں ہیں، اس قوم کے لیے جو عقل والی ہیں (سورہ بقرہ)

مذکورہ تفصیلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عقل والوں کے لیے اپنی معرفت کی ایسی واضح نشانیاں بیان فرمائی ہیں، جن کا تعلق دیکھنے اور برتنے سے ہے، جس سے معلوم ہوا کہ صاحبِ عقل، اس کائنات کی واضح چیزوں کو دیکھ کر اور استعمال کر کے، اپنی عقل کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی حسبِ قدرت معرفتِ الٰہی کا مکلّف ہے، جس کا تخم ''عھدِ الستُ'' کے وقت سے انسان کے خمیر میں رکھا گیا ہے، اور اسی کے مطابق اسے پیدا بھی کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] وهـذه الآيـات ذكرها تعالى على قسمين :قسم مـدرک بالبصائر، وقسم مدرک بالأبصار . فخلق السموات والأرض مدرک بالعقول، وما بعد ذلک مشاهد للأبصار.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَآیَاتٍ لِّأُولِی الْأَلْبَابِ. اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

(سورۃ آل عمران، رقم الآیات ۱۹۰ و ۱۹۱)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور رات اور دن کے بدلنے میں، یقیناً نشانیاں ہیں، عقل والوں کے لیے۔ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے ہونے کی حالت میں، اور بیٹھنے کی حالت میں، اور اپنے پہلوؤں کے بَل، اور غور وفکر کرتے ہیں، آسمان اور زمین کی پیدائش میں (اور کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب! نہیں پیدا کیا آپ نے اس کو باطل (سورہ آلِ عمران)

مذکورہ آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے اختلاف میں عقل اور اس کے ذریعہ سے غور وفکر کرنے والوں کے لیے اپنی معرفت کی نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور فی الجملہ معرفت کے لیے عقل بھی حجت ہے، جس کا پہلے سے عہد بھی لیا جا چکا ہے، اور اسی کے مطابق انسان کو پیدا بھی کیا گیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والمشاهد بالأبصار انتسابه إلى واجب الوجود، مستدل علیه بالعقول، فلذلک قال تعالی: لآیات لقوم یعقلون، ولم یقل :لآیات لقوم یبصرون، تغلیبا لحکم العقل، إذ مآل ما یشاهد بالبصر راجع بالعقل نسبته إلى الله تعالی(البحر المحیط فی التفسیر، ج۲، ص۸۴، سورة البقرة)

اعلم أنه سبحانه وتعالى لما حکم بالفردانیة والوحدانیة ذکر ثمانیة أنواع من الدلائل التی یمکن أن یستدل بها علی وجوده سبحانه أولا وعلى توحیده وبراء ته على الأضداد والأنداد ثانیا(التفسیر الکبیر، للرازی، ج۴، ص۱۵۲، سورة البقرة)

[1] (لآیات لأولی الألباب) الذین یستعملون عقولهم فی تأمل الدلائل(تفسیر القرطبی، ج۴، ص۳۱۰، سورة آل عمران)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ صٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ،ذٰلِکَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ .أَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ . كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْکَ مُبَارَکٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ(سورۃ ص، رقم الآیات ۲۷ الیٰ ۲۹)

ترجمہ: اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان کو اور زمین کو، اور ان چیزوں کو، جو ان کے درمیان ہیں، باطل، یہ گمان ہے ان لوگوں کا جنہوں نے کفر کیا، پس ویل ہے، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا، آگ کا۔ کیا کردیں گے ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کیے، ان کی طرح، جو فساد پیدا کرتے ہیں زمین میں، یا کردیں گے ہم متقیوں کو فجار کی طرح۔ یہ کتاب ہے، نازل کیا ہم نے اس کو آپ کی طرف، مبارک ہے، تاکہ تدبر کریں، وہ اس کی آیات میں، اور تاکہ نصیحت حاصل کریں عقلوں والے (سورہ صٓ)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ آسمان وزمین کی پیدائش باطل نہیں، اس طرح کا گمان کرنے والے کافر اور عذابِ نار اور ویل کے مستحق ہیں، جن کے خلاف آسمان وزمین اور کائنات کی مخلوق ''عھدِ الستُ'' کے موقع پر گواہ ہو چکی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إن فی خلق السماوات والأرض واختلاف الليل والنهار لآيات لأولی الألباب تقدم شرح نظير هذه الجملة فی سورة البقرة .ومعنى لآيات :لعلامات واضحة على الصانع وباهر حكمته، ولا يظهر ذلک إلا لذوی العقول ينظرون فی ذلک بطريق الفكر والاستدلال، لا كما تنظر البهائم(البحر المحيط فی التفسير،ج۳،ص۴۶۸،سورة آل عمران)

وإنما قال فی تلک السورة لآيات لقوم يعقلون .وفی هذه السورة لآيات لأولی الألباب لأن العقل له ظاهر ولب، ففی أول الأمر يكون عقلا وفی كمال الحال يكون لبا(غرائب القرآن ورغائب الفرقان،لنظام الدين الحسن بن محمدالنيسابوری،ج۲،ص۳۲۸،سورة آل عمران)

مذکورہ آیات سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور قول اور ماتریدیہ وغیرہ کے قول کی تائید ہوتی ہے، جو اللہ کی وحدانیت اور معرفتِ الٰہی کے لیے عقل کو حجت سمجھتے ہیں۔

سورہ انعام کا حوالہ

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكَذٰلِكَ نُرِىْٓ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ، فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰى كَوْكَبًا ،قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ،فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ .فَلَمَّا رَاَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّى فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّيْنَ .فَلَمَّا رَاَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّىْ، هٰذَا اَكْبَرُ فَلَمَّا اَفَلَتْ قَالَ يَاقَوْمِ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ . اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (سورۃ الأنعام رقم الآیات : ۷۵ الیٰ ۷۹)

ترجمہ: اور اسی طریقے سے دکھایا ہم نے ابراہیم کو، آسمانوں اور زمین کے عجائب، اور تاکہ ہوجائیں وہ خوب یقین کرنے والوں میں سے، پھر جب ڈھانپ لیا ان کو رات نے، تو دیکھا (ابراہیم نے) ستارے کو، کہا (ابراہیم نے) کہ یہ میرا رب ہے، پھر جب غائب ہوگیا وہ، تو کہا (ابراہیم نے کہ) میں غائب ہونے والے کو پسند نہیں کرتا، پھر جب دیکھا (ابراہیم نے) چاند کو چمکتے ہوئے، تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، پھر جب غائب ہوگیا وہ، تو کہا (ابراہیم نے کہ) اگر نہ ہدایت دیتا مجھے میرا رب، تو یقیناً ضرور ہوجاتا میں بھٹکنے والی قوم میں سے۔ پھر جب دیکھا (ابراہیم نے) سورج کو چمکتے ہوئے، تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، یہ زیادہ بڑا ہے،

پھر جب غائب ہوگیا وہ، تو کہا (ابراہیم نے) کہ اے میری قوم! بے شک میں بریٔ ہوں، ان چیزوں سے، جن کو تم شریک کرتے ہو۔ متوجہ کرلیا میں نے اپنے کو اس کے لیے، جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو، یکسو ہوکر، اور نہیں ہوں میں مشرکین میں سے (سورہ انعام)

مذکورہ آیات میں اللہ کی توحید ومعرفت کے ثبوت اور شرک کی تردید کے عقلی دلائل بیان ہوئے ہیں، جن سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ماتریدیہ وغیرہ کے قول کی تائید ہوتی ہے، جو عقلِ انسانی کی بناء پر، اللہ کی توحید ومعرفت کا مکلّف ہونے کے قائل ہیں، اور ''عھدِ الستُ'' کو اس کی بنیاد قرار دیتے ہیں، جس کے مطابق ہر انسان پیدا ہوا ہے۔

مذکورہ آیت کے ذیل میں ''ابنِ مردویہ'' کے حوالے سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت، بعض کتابوں میں درج کی گئی ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک گناہ گار شخص کے خلاف بددعاء کرنے اور اس کے ہلاک ہونے، اور پھر ایک دوسرے کے خلاف بددعاء کرنے کا ارادہ کرنے کا ذکر ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ممانعت کا ذکر ہے، اور بھی چند باتوں کا اس روایت میں ذکر ہے۔

لیکن اس روایت میں ایک راوی ''سوار بن مصعب'' پائے جاتے ہیں، جن کو محدثین کی ایک جماعت نے ''متروک'' قرار دیا ہے۔[1]

''سوار بن مصعب'' کے متعلق امام احمد نے فرمایا ''لیس بشیئ'' اور یحیٰ بن معین نے فرمایا کہ ''کان اعمٰی ضعیفا'' اور ابنِ معین نے ایک روایت میں فرمایا کہ ''لم یکن

---

[1] عن علی قال" :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما أرى إبراهيم ملكوت السموات والأرض :أشرف على رجل على معصية من معاصى الله، فدعا عليه فهلك، ثم أشرف على آخر فذهب يدعو عليه، فأوحى الله إليه :أن يا إبراهيم إنك رجل مستجاب الدعوة، فلا تدع على عبادى، فإنهم منى على ثلاث :إما أن يتوب فأتوب عليه، وإما أن أخرج من صلبه نسمة تملأ الأرض بالتسبيح، وإما أن أقبضه إلى، فإن شئت عفوت، وإن شئت عاقبت" ."ابن مردويه "وفيه سوار بن مصعب متروك .(كنز العمال فى سنن الأقوال والأفعال،فصل فى لواحقها، رقم الحديث ١٠٤٤٩)

بثقة، ولا یکتب حدیثه ‘‘اورامام بخاری نے ان کو’’**منکر الحدیث**‘‘قرار دیا، اور ابوداؤد نے ان کے’’ثقہ‘‘ہونے کی نفی کی۔ [1]

اورامام احمد اورابوحاتم نے ایک روایت میں ان کو’’**متروکُ الحدیث، ذاھبُ الحدیث، لایکتب حدیثهٗ**‘‘فرمایا، اورابوعبداللہ حاکم نے فرمایا کہ’’یہ اعمش اورعطیہ وغیرہ سے موضوع اور جھوٹی احادیث کو روایت کرتا ہے‘‘اورابنِ عدی نے فرمایا کہ’’اس کی عام روایات محفوظ نہیں ہیں، اور یہ ضعیف ہے‘‘۔ [2]

---

[1] سوار بن مصعب الهمدانی الکوفی الضریر،أحد الضعفاء.
عن: عطیة العوفی، وعمرو بن مرة، وزید بن علی، وأبی إسحاق السبیعی، ومطرف بن طریف، وکلیب بن وائل، وغیرهم،
وعنه: أبو نوح قراد، وشبابة، وأبو الجهم الباهلی، وسوید بن سعید.
قال أحمد: لیس بشیء.
وقال أبو داود: لیس بثقة.
وقال ابن معین: ضعیف، کان یجیئنا إلی منزلنا.
وقال جماعة: متروک.
وقال البخاری: منکر الحدیث.
قلت: وقع لنا من عوالیه فی نسخة أبی الجهم أحادیث منها: عن کلیب بن وائل، عن ابن عمر مرفوعا: " من کذب بالقدر أو خاصمهم فقد کفر بما جئت به "(تاریخ الاسلام للذهبی، ج۴ص۶۳۶، رقم الترجمة ۱۲۴)

[2] سوار بن مصعب الهمدانی أبو عبد الله الکوفی الأعمی المؤذن.
عن عطیة العوفی وجماعة.
وعنه أبو الجهم وغیر واحد.
قال عباس عن یحیی: کان یجیء إلینا لیس بشیء.
وقال البخاری: منکر الحدیث.
وقال النسائی، وغیره: متروک.
وقال أبو داود: لیس بثقة.
قلت: وفی جزء أبی الجهم عنه مناکیر.
منها: عن عطیة، عن أبی سعید رضی الله عنه حدیث: لا یزال الناس حتی یقولوا: هذا الله کان قبل کل شیء فماذا کان قبل الله؟.
محمد بن مصفی: حدثنا یحیی بن سعید العطار حدثنی سوار بن مصعب عن عمرو بن مرة، عن أبی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ اعراف، سورہ یوسف اور سورہ اسراء کا حوالہ

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا، أُولٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۱۷۹)

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً پیدا کیا ہم نے جہنم کے لیے بہت سے جنات میں سے اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عبيدة، عن ابن مسعود رضى الله عنه مرفوعا: بئس القوم قوم يمشى المؤمن فيهم بالتقية والكتمان.
أبو الربيع الزهرانى وأبو الجهم قالا: حدثنا سوار عن كليب بن وائل، عن ابن عمر رضى الله عنهما مرفوعا: من كذب بالقدر، أو خاصمهم فيه فقد كفر بما جئت به.
قلت: مات سنة بضع وسبعين ومئة قد رآه يحيى بن معين , انتهى.
وقد وقع فى كتاب العقيلى فى عزو الحديث المذكور وهم بينته فى ترجمة الذى قبله قريبا سوار بن عبد الله .(3732)
وقد أخرجه ابن عدى عن البغوى، عن أبى الجهم , حدثنا سوار بن مصعب وكذا رويته فى جزء أبى الجهم.
وأخرج العقيلى له من روايته عن عطاء بن السائب، عن أبى عبد الرحمن، عن على أن النبى صلى الله عليه وسلم لم يكن يخرج يوم الفطر حتى يطعم .وقال: إسناده غير محفوظ ويروى بأصلح من هذا من وجه آخر.
وقال أحمد وأبو حاتم: متروك الحديث .زاد أبو حاتم: ذاهب الحديث لا يكتب حديثه.
وقال البزار: لين الحديث.
وقال النسائى فى التمييز: ليس بثقة، ولا يكتب حديثه.
وفى سؤالات المروذى عن أحمد: ليس بشىء.
وقال أبو أحمد الحاكم: ليس بالقوى عندهم.
وقال أبو داود: غير ثقة وكان أعمى مؤذنا.
وقال أبو عبد الله الحاكم: روى، عن الأعمش، وابن أبى خالد المناكير وعن عطية الموضوعات.
وقال ابن عدى: عامة ما يرويه ليس بمحفوظ وهو ضعيف(لسان الميزان، لابنِ حجر، ج۴ص ۲۱۴، رقم الترجمة ۳۷۳۶)

انسانوں میں سے، ان کے دل ہیں، نہیں سمجھتے وہ ان (دلوں) سے، اور ان کی آنکھیں ہیں، نہیں دیکھتے وہ ان (آنکھوں) سے، اور ان کے کان ہیں، نہیں سنتے وہ ان (کانوں) سے، یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں، بلکہ یہ (لوگ چوپاؤں سے بھی) زیادہ گمراہ ہیں، یہ لوگ جو ہیں، یہی غافل ہیں (سورہ اعراف)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے انسانوں اور جنات کو، جن کو اللہ نے، دل، آنکھیں اور کان عطا فرمائے، لیکن وہ ان کا صحیح استعمال نہیں کرتے، چوپاؤں سے بدتر اور غافل ہونے کی وجہ سے، جہنمی بتلایا۔

جس سے معلوم ہوا کہ دل، آنکھ اور کان، ان سب کے ذریعے انسان، اللہ کی وحدانیت اور فی الجملہ معرفتِ الٰہی کا مکلّف ہوتا ہے، اور ان کا صحیح استعمال نہ کرنے اور غفلت اختیار کرنے کی صورت میں قابلِ مواخذہ ہوتا ہے۔

اور دل، آنکھ اور کان یہ سب چیزیں، دراصل عقل وفہم اور ''عھدِ الست'' کو بروئے کار لانے کا ذریعہ ہیں۔

مذکورہ آیت سے بھی امام ابوحنیفہ اور ماتریدیہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

سورہ اعراف میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ وَأَنْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۱۸۵)

ترجمہ: اور کیا نہیں دیکھا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں، اور اس میں کہ پیدا کیا اللہ نے جس چیز کو بھی، اور ممکن ہے کہ ہو قریب ان کی اجل، پس کس بات پر اس کے بعد یہ لوگ ایمان لائیں گے (سورہ اعراف)

مذکورہ آیت میں اللہ نے کافروں سے آسمانوں اور زمین کے زبردست نظامِ حکومت وسلطنت

اور اللہ کی ہر مخلوق میں نظر نہ کرنے کی شکایت فرمائی ہے، اور فرمایا کہ اس کی وحدانیت و معرفت کی ان واضح نشانیوں کے بعد اب کس چیز پر ایمان لائیں گے، جس سے معلوم ہوا کہ عقل کے ذریعہ، انسان پر اللہ کی توحید و معرفت کی وہ حجت پوری ہو جاتی ہے، جس کا عہد و پیمان پہلے ہر انسان، اللہ سے کر چکا ہے۔

پھر اللہ نے مزید فضل کرتے ہوئے اور اپنی عبادت کے طور طریقوں سے آگاہ کرنے کے لیے نبیوں کو برابر اور مسلسل مبعوث فرمایا ہے۔

سورہ اعراف ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ. وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ . وَإِنْ تَدْعُوْهُمْ إِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوْهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُوْنَ .إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ . أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ، قُلِ ادْعُوْا شُرَكَائَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ (سورۃ الاعراف، رقم الآیات ۱۹۱ الیٰ ۱۹۵)

ترجمہ: کیا شریک کرتے ہیں وہ، ان کو جو نہ پیدا کرتے ہیں کسی چیز کو، اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں، اور نہیں استطاعت رکھتے وہ ان (انسانوں) کے لیے نصرت کی، اور نہ اپنے آپ کی وہ مدد کر پاتے ہیں، اور اگر دعوت دو تم ان کو ہدایت کی طرف، تو اتباع نہیں کریں گے وہ تمہاری، برابر ہے تمہارے اوپر یہ کہ خواہ دعوت دو تم ان کو، یا تم خاموش رہو، بے شک وہ جن کو پکارتے ہو تم اللہ کے علاوہ بندے ہیں، تمہاری طرح کے، پس پکارو تم ان کو اور انہیں چاہیئے کہ وہ جواب دیں تمہارے لیے، اگر ہو تم سچے۔

کیا ان کے پاؤں ہیں، چلتے ہوں، وہ ان سے، یا ان کے ہاتھ ہیں، پکڑتے ہوں وہ ان سے، یا ان کی آنکھیں ہیں، دیکھتے ہوں وہ ان سے، یا ان کے کان ہیں، سنتے ہوں، وہ ان سے، کہہ دیجیے کہ پکارو تم اپنے شریکوں کو، پھر تدبیر کرو تم میرے متعلق، پھر مہلت نہ دو تم مجھے (پھر دیکھو کہ مجھے تم اپنے شریکوں سمیت کیا نقصان پہنچا سکتے ہو) (سورہ اعراف)

مذکورہ آیات میں شرک اور بطورِ خاص عرب جاہلیت کی بت پرستی کا مختلف عقلی و مشاہداتی دلائل سے باطل ہونا ثابت کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی بت پرستی کے بطلان پر چیلنج بھی کیا گیا ہے، جس سے اجتناب کرنے کا ہر انسان ''عھدِ الستُ'' کے موقع پر اللہ سے وعدہ و معاہدہ کر کے دنیا میں آیا ہے۔

سورہ اعراف ہی میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ .وَإِنْ تَدْعُوْهُمْ إِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآيات ۱۹۷، ۱۹۸)

ترجمہ: اور وہ کہ جن کو پکارتے ہو تم اللہ کے علاوہ، نہیں استطاعت رکھتے وہ تمہاری مدد کرنے کی، اور نہ وہ اپنی مدد کر پاتے ہیں، اور اگر پکارو تم ان کو ہدایت کی طرف، تو نہیں سنتے وہ، اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ دیکھ رہے ہیں تمہاری طرف، حالانکہ وہ دیکھ نہیں رہے ہوتے (سورہ اعراف)

مذکورہ آیات میں بھی شرک و بت پرستی کے بطلان کے واضح بدیہی اور عقلی دلائل ذکر کیے گئے ہیں، جن کو سمجھنے کے لیے کسی نبی کی دعوت ضروری نہیں، بلکہ اس کے لیے اللہ کی طرف سے لیا گیا ''عھدِ الستُ'' بھی کافی ہے، جس کے مطابق ہر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ (سورۃ یوسف، رقم الآیۃ ۴۰)

ترجمہ: نہیں عبادت کرتے ہو تم اللہ کے علاوہ، مگر چند ناموں کی، جن کے نام رکھ لیے تم نے اور تمہارے آباء نے، نہیں نازل کیا اللہ نے ان کے متعلق کسی دلیل کو (سورہ یوسف)

مذکورہ آیت کا مطلب واضح ہے کہ اللہ کے علاوہ، جن کی عبادت کی جاتی ہے، بطورِ خاص بتوں کی، تو وہ صرف نام نام کی چیزیں ہیں، ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں، نہ ہی ان کی عبادت کی کوئی دلیل اللہ نے زمین پر نازل کی، بلکہ اس نے ان کے خلاف تمام ذریتِ آدم سے عہد بھی لیا، لہٰذا جو کام بلا دلیل بلکہ خلافِ دلیلِ عقلی اور عہد و پیمان کے خلاف ہو، وہ صاحبِ عقل کے لیے کیسے جائز ہوسکتا ہے، اور صاحبِ عقل اس میں کیسے معذور شمار ہو سکتا ہے؟

سورہ یوسف ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ .وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ (سورۃ یوسف، رقم الآیات ۱۰۵، ۱۰۶)

ترجمہ: اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں، گزرتے ہیں یہ لوگ ان پر، لیکن وہ ان (نشانیوں) سے اعراض کرتے ہیں۔ اور نہیں ایمان لاتے ان میں سے اکثر، اللہ پر، مگر وہ مشرک ہیں (سورہ یوسف)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی وحدانیت اور معرفت کی آسمان اور زمین میں بہت ساری نشانیاں ہیں، جن سے کافروں کا بھی گزر ہوتا ہے، لیکن وہ ان سے اعراض کرتے ہیں، اور اکثر اللہ پر ایمان نہیں لاتے، مگر وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، جو اللہ پر ایمانِ صحیح کے

منافی ہے۔[1]

سورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا (سورة الإسراء،رقم الآية ٥٦)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ پکارو، تم ان کو کہ گمان کرتے ہو تم، اس (اللہ) کے مقابلے میں، تو وہ مالک نہیں ہوں گے، تکلیف کو دور کرنے کے تم سے، اور نہ ہی (کسی حالت کو) بدلنے کے (سورہ اسراء)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے مقابلہ میں جن کو شریک بنا رکھا ہے، وہ عبادت کرنے والوں سے نہ تو کسی تکلیف کو دور کرنے کی قدرت رکھتے اور نہ ہی کسی حالت کو بدلنے کی طاقت رکھتے ہیں، لہٰذا ان کو اللہ کے ساتھ شریک بنانا عقل اور اس سے پہلے کیے گئے، عہد و میثاق کی رو سے، بدیہیُ البطلان ہے۔

---

[1] وكأين من آية وكثير من اية أصله كاى عدد شئت من الدلائل الدالة على وجود الصانع وحكمته وكمال قدرته وتوحيده فى السماوات والأرض يمرون اى الكفار عليها اى على تلك الآيات ويشاهدونها وهم عنها معرضون.اى والحال انهم يعرضون عنها– يعنى انهم يرون اثار الأمم الهالكة وغير ذلك من العبر ولا يتفكرون فيها ولا يعتبرون بها.

وما يؤمن أكثرهم بالله اى يقرون بوجوده وخالقيته إلا وهم مشركون .يعنى فى حال من الأحوال الا فى حال اشراكهم فى العبادة غيره تعالى به– فانهم كانوا إذا سئلوا من خلق السموات والأرض قالوا الله– وإذا سئلوا من ينزل من السماء ماء قالوا الله– ومع ذلك كانوا يعبدون الحجارة و يقولون مطرنا بنوء كذا– وعن ابن عباس انه قال انها نزلت فى تلبية المشركين من العرب كانوا يقولون فى تلبيتهم لبيك اللهم لبيك لا شريك لك الا شريكا هو لك تملكه وما ملك– وقال عطاء هذا فى الدعاء حيث نسوا ربهم فى الرخاء– فاذا أصابهم البلاء أخلصوا الدعاء فإذا ركبوا فى الفلك دعوا الله مخلصين له الدين فلما نجاهم إلى البر إذا هم يشركون– وفى نحو ذلك من الأحوال– وقيل معناه إلا وهم مشركون باتخاذ الأحبار أربابا مطاعا فى خلاف ما امر الله به– او مشركون بنسبة التبنى اليه تعالى– او القول بالنور والظلمة– ومن جملة الشرك ما يقوله القدرية من اثبات قدرة الخلق للعبد– وانما التوحيد ما يقوله اهل السنة لا خالق الا الله(التفسير المظهرى، ج٥ص٢٠٥، ٢٠٦، سورة يوسف)

سورہ رعد کا حوالہ

سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَابِ وَالَّذِیْ أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ الْحَقُّ وَلٰکِنَّ أَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ .اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَجْرِیْ لِأَجَلٍ مُسَمًّی یُدَبِّرُ الْأَمْرَ یُفَصِّلُ الْآیَاتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَاءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ .وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی اللَّیْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیَاتٍ لِقَوْمٍ یَتَفَکَّرُوْنَ .وَفِی الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَغَیْرُ صِنْوَانٍ یُسْقٰی بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْأُکُلِ إِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیَاتٍ لِقَوْمٍ یَعْقِلُوْنَ (سورة الرعد، رقم الآیات ۲ الیٰ ۴)

ترجمہ: یہ کتابُ اللہ کی آیتیں ہیں، اور وہ جو نازل کیا گیا آپ کی طرف، آپ کے رب کی طرف سے، حق ہے، اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ وہی ہے، جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے، دیکھتے ہو تم ان (آسمانوں) کو، پھر مستوی ہوا، وہ (اللہ) عرش پر، اور مسخر کیا اس (اللہ) نے سورج کو، اور چاند کو، ہر ایک چل رہا ہے، مقررہ مدت کے لیے، تدبیر کرتا ہے وہ (اللہ) حکم کی، تفصیل سے بیان کرتا ہے آیات کو، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو، اور وہی ہے جس نے پھیلا دیا زمین کو، اور پیدا کر دیا اس میں پہاڑوں کو اور نہروں کو، اور ہر طرح کے پھلوں سے، پیدا کر دیا اُس (زمین) میں دو دو جوڑے، ڈھانپ لیتا

ہے وہ رات کو دن میں، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، اس قوم کے لیے، جو غور وفکر کرے۔ اور زمین میں قطعات ہیں، مختلف قسم کے، اور باغات ہیں انگوروں کے، اور کھیتی ہے، اور کھجور ہے کئی شاخوں والی، اور بغیر شاخوں والی، سیراب کیا جاتا ہے ایک ہی پانی سے، اور فضیلت دیتے ہیں ہم اُن (پھلوں) کے بعض کو بعض پر کھانے میں، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، اس قوم کے لیے جو عقل والی ہو (سورہ رعد)

مذکورہ آیات میں اللہ کی توحید ومعرفت کو مشاہداتی اور عقلی دلائل سے بیان کیا گیا ہے، جس کے ساتھ کہیں فرمایا گیا کہ ان میں یقین کرنے والوں کے لیے واضح نشانیاں ہیں، کہیں غور و فکر کرنے والوں کے لیے واضح نشانیوں کا ذکر کیا گیا اور کہیں عقل والوں کے لیے واضح نشانیوں کا ذکر کیا گیا، جو سب ایک طرح سے ''عهدِ الستُ'' کی ہی یاددھیانی ہیں، اور ان سب چیزوں کا تعلق عقل سے ہے۔

سورہ رعد ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَىْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ إِلَّا فِىْ ضَلَالٍ. وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلَالُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ. قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ أَفَاتَّخَذْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمَاتُ وَالنُّوْرُ أَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورة الرعد، رقم الآيات ١٤ الىٰ ١٦)

ترجمہ: اور وہ کہ جن کو پکارتے ہیں یہ، اللہ کے علاوہ، نہیں جواب دیتے وہ، ان

کے لیے کسی چیز کا، مگر اس طرح جیسا کہ پھیلانے والا اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف، تاکہ پہنچ جائے وہ (پانی) اس کے منہ میں، حالانکہ نہیں ہے، وہ (پانی) اس (کے منہ) تک پہنچنے والا، اور نہیں ہے کافروں کی پکار، مگر گمراہی میں۔ اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہیں وہ چیزیں، جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، خوشی سے اور بغیر خوشی کے، اور ان کے سائے بھی صبح اور شام (سجدہ کرتے ہیں) کہہ دیجیے کہ کون ہے آسمانوں اور زمین کا رب، کہہ دیجیے کہ اللہ ہی ہے، کہہ دیجیے کہ کیا بنالیا تم نے اس (اللہ) کے مقابلہ میں اولیاء کو، جو مالک نہیں ہیں اپنے آپ کے لیے نفع کے اور نہ ضرر کے، کہہ دیجیے کہ کیا برابر ہوتا ہے، اندھا اور دیکھنے والا، کیا برابر ہوتی ہیں اندھیریاں اور نور، کیا بنالیا انہوں نے اللہ کے لیے شریکوں کو، جنہوں نے پیدا کیا ہو، اس (اللہ) کی مخلوق کی طرح، پس مشتبہ ہوگئی ہو مخلوق، ان پر، کہہ دیجیے کہ اللہ خالق ہے ہر چیز کا، اور وہ تنہا ہے، قہار ہے (سورہ رعد)

مذکورہ آیات میں شرک و بت پرستی کے بطلان کو واضح عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے، جن سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ کی وحدانیت و معرفت عقلی و مشاہداتی دلائل سے ثابت ہے، اسی طرح اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور بطورِ خاص مشرکین مکہ کی بت پرستی بھی عقلی و مشاہداتی اور بدیہی دلائل اور خود انسانوں کی طرف سے کیے گئے عہد و پیمان کے خلاف ہے۔

سورہ نحل کا حوالہ

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هُوَ الَّذِیْ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ . يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ . وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ

وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ. وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ (سورة النحل، رقم الآيات ۱۰ الیٰ ۱۳)

ترجمہ: وہی ہے جس نے نازل کیا آسمان سے پانی کو، تمہارے لیے، اس سے پینا بھی ہے، اور اس سے درخت بھی ہوتے ہیں، جس میں چراتے ہو تم (اپنے جانوروں کو) اُگاتا ہے وہ تمہارے لیے اس کے ذریعے سے کھیتی کو، اور زیتون کو، اور کھجور کو، اور انگوروں کو، اور ہر طرح کے پھلوں کو، بے شک اس میں یقیناً نشانی ہے اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرتی ہے۔ اور مسخر کیا اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو، اور سورج اور چاند کو، اور ستارے مسخر ہیں اس کے حکم سے، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے، جو عقل رکھتی ہے۔ اور وہ چیزیں جو پیدا کیں اُس نے تمہارے لیے زمین میں، اس حال میں کہ مختلف ہیں ان کے رنگ، بے شک اس میں یقیناً نشانی ہے، اس قوم کے لیے جو نصیحت پکڑتی ہے (سورہ نحل)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت و معرفت کے آفاقی اور زمینی عقلی دلائل کو ذکر کر کے غور وفکر کرنے اور نصیحت پکڑنے والوں کو متوجہ کیا ہے، ان دلائل کا تعلق بھی عقل سے ہے، جس کے لیے کسی نبی کی دعوت ضروری نہیں، بلکہ عقل کی دعوت کافی ہے، جو کسی نئی چیز کی نہیں، بلکہ پہلے سے کیے گئے عہد و پیمان ہی کو یاد دلانے کے لیے ہے۔

سورہ نحل میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاللّٰهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ. وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِمَّا فِي بُطُوْنِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِيْنَ. وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيْلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا إِنَّ فِي ذٰلِكَ

لَـآيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ .وَأَوْحٰى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًـا وَّمِـنَ الشَّـجَـرِ وَمِـمَّـا يَعْـرِشُـوْنَ.ثُـمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَـاسْلُـكِـىْ سُبُـلَ رَبِّكِ ذُلُـــلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُـهٗ فِيْهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَّتفكَّرُوْنَ (سورة النحل، رقم الآيات ٦٥ الىٰ ٦٩)

ترجمہ: اور اللہ نے نازل کیا آسمان سے پانی کو، پھر زندہ کیا اس (اللہ) نے اس (پانی) کے ذریعے سے زمین کو، اس کی موت کے بعد، بے شک اس میں یقیناً نشانی ہے، اس قوم کے لیے جو سنتی ہو۔ اور بے شک تمہارے لیے چوپاؤں میں یقیناً عبرت ہے، سیراب کرتے ہیں ہم تم کو، اس چیز سے، جو ان کے پیٹوں میں ہے، گوبر اور خون کے درمیان سے، جو خالص دودھ ہے، خوش گوار ہے وہ پینے والوں کے لیے۔ اور کھجور کے، اور انگوروں کے پھلوں سے، بناتے ہو تم اس سے شراب کو اور عمدہ رزق کو، بے شک اس میں یقیناً نشانی ہے، اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہو۔ اور وحی کی آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف، یہ کہ بنا تُو، پہاڑوں میں گھروں کو، اور درختوں میں، اور اُن میں جو لوگ اونچی چھتریاں بناتے ہیں۔ پھر کھا تُو، ہر طرح کے پھلوں سے، پھر چلی جا تُو اپنے رب کے صاف راستوں پر، نکلتا ہے ان کے پیٹوں میں سے مشروب (یعنی شہد) مختلف ہوتے ہیں اس کے رنگ، اس میں شفا ہے لوگوں کے لیے، بے شک اس میں یقیناً نشانی ہے، اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرتی ہے (سورہ نحل)

مذکورہ آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید ومعرفت کے مشاہداتی وعقلی دلائل کو ذکر فرما کر عقل والوں اور غور وفکر کر کے عقل کو استعمال کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی ہے۔

ان آیات سے بھی توحیدِ الٰہی ومعرفتِ الٰہی کا عقل ومشاہدہ سے معلوم کرنا ظاہر ہوتا ہے، جو کہ

''عھدِ الستُ''ہی کی تذکیر ہے۔

سورہ انبیاء، سورہ مومنون اور سورہ صآفات کا حوالہ

سورہ انبیا میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَمِ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ .لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (سورة الأنبياء ، رقم الآيات : ۲۱ و ۲۲)

ترجمہ: کیا بنا لیا انہوں نے ، معبودوں کو زمین سے کہ وہ زندہ کریں گے؟ اگر ہوتے ، اِن دونوں (یعنی آسمان اور زمین) میں معبود، اللہ کے علاوہ، تو یقیناً فاسد ہو جاتے ، یہ دونوں (آسمان اور زمین) پس پاک ہے اللہ، جو عرش کا رب ہے، اُن چیزوں سے کہ یہ صفت بیان کرتے ہیں (سورہ انبیاء)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک و بت پرستی کے بطلان کے واضح عقلی دلائل کو مختصر انداز میں بیان فرمایا ہے، اور یہ وہی شرک ہے، جس سے بچنے کا تمام ذریتِ آدم، اللہ سے عہد و پیمان کر چکی ہے۔

سورہ انبیاء میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ (سورة الأنبياء، رقم الآية ۴۳)

ترجمہ: کیا ہیں اُن کے لیے معبود، جو روکتے ہیں ان کو، ہمارے مقابلے میں؟ نہیں استطاعت رکھتے وہ، اپنی ذات کی مدد کرنے کی، اور نہ ان کا ہماری طرف سے، ساتھ دیا جائے گا (سورہ انبیاء)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقابلہ میں شریک بنانے والوں کے باطل ہونے کو عقلی

دلیل سے ثابت فرمایا ہے، اور یہ وہی شرک ہے، جس کے بطلان پر اللہ کی ربوبیت کا عہدو پیمان کر کے ہر بنی آدم دنیا میں آیا ہے۔

سورہ انبیاء میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالُوْا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا يَاإِبْرَاهِيْمُ .قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْأَلُوْهُمْ إِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ .فَرَجَعُوْا إِلٰى أَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ .ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُوْنَ . قَالَ أَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ .أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(سورة الأنبياء، رقم الآيات ٦٢ الیٰ ٦٧)

ترجمہ: کہا انہوں نے کہ کیا تو نے ہی کیا یہ ہمارے معبودوں کے ساتھ اے ابراہیم؟ کہا اس (ابراہیم) نے، بلکہ کیا یہ سب کچھ ان کے اس بڑے نے، پس تم سوال کرلو اُن سے، اگر وہ بولتے ہوں۔ پس لوٹے وہ اپنے آپ کی طرف، پھر کہا انہوں نے (اپنے آپ سے) کہ بے شک تم خود ہی ظلم کرنے والے ہو۔ پھر وہ سر بگریباں ہوئے (اور کہنے لگے کہ) یقیناً آپ کو معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ کہا اس (ابراہیم) نے کہ کیا تم عبادت کرتے ہو، اللہ کے مقابلے میں ان کی کہ نفع نہیں پہنچاتے وہ تم کو کسی چیز کا، اور نہ ضرر پہنچاتے تم کو، اُف ہے تمہارے لیے اور ان کے لیے، جن کی تم عبادت کرتے ہو، اللہ کے مقابلے میں، کیا پس تم عقل نہیں رکھتے (سورہ انبیاء)

مذکورہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف سے شرک و بت پرستی کے بطلان کے ایسے عقلی و مشاہداتی دلائل کو ذکر کیا گیا ہے، جن سے بت پرست، مشرکین بھی لاجواب اور مبہوت ہو گئے۔

سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (سورة المومنون، رقم الآية ۹۱)

ترجمہ: نہیں بنایا، اللہ نے کوئی بیٹا، اورنہیں ہے اس کے ساتھ کوئی معبود، ورنہ یقیناً لے جاتا، ہر معبود، ان چیزوں کو، جو پیدا کیں اس نے، اور یقیناً چڑھائی کرتے، ان میں سے بعض، بعض پر، پاک ہے، اللہ ان چیزوں سے، جو یہ بیان کرتے ہیں (سورہ مومنون)

مطلب یہ ہے کہ اگر ''نعوذ باللہ تعالیٰ'' اللہ کے کوئی اولاد، یا اللہ کے ساتھ کوئی اور شریک ہوتا، تو یقیناً ان میں سے ہر ایک کی مخلوق بھی ہوتی، اور ایسی صورت میں ہر ایک، دوسرے کی مخلوق کو نیست ونابود کرنے کی کوشش کرتا، اور ایک معبود، دوسرے معبود کے خلاف چڑھائی کرتا، جس سے نظامِ عالَم، تباہ وبرباد ہوجاتا۔

اور جب ایسا نہ ہوا، تو اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں۔

سورہ صافات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ . وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (سورة الصافات، رقم الآيات ۹۵، ۹۶)

ترجمہ: کہا اس (ابراہیم) نے کیا عبادت کرتے ہو تم، ان کی جنہیں تراشتے ہو تم، اور اللہ نے پیدا کیا تم کو، اور ان کو جو عمل کرتے ہو تم (سورہ صافات)

مطلب یہ ہے کہ جن بتوں کو انسان خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہیں اور وہ انسانوں کے بنانے سے مخصوص شکل میں وجود اختیار کرتے ہیں، ان کو معبود بنالینا، عقلِ سلیم کے خلاف ہے، کیونکہ معبود تو خالق ہوتا ہے، نہ کہ مخلوق، اور مخلوق بھی ایسی کہ نہ چل سکے، اور نہ ہِل جُل

سکے۔

مذکورہ آیت بھی عقلی طور پر شرک اور بت پرستی کے بطلان کی واضح دلیل ہے، جس میں اللہ سے اصولی انداز میں کیے گئے عہد و پیمان ہی کی یاد دھیانی ہے۔

سورہ حج، سورہ فرقان اور سورہ عنکبوت کا حوالہ

سورہ حج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّـذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوا لَهٗ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ (سورة الحج، رقم الآية ۷۳)

ترجمہ: بے شک وہ جن کو پکارتے ہو تم، اللہ کے علاوہ، ہرگز پیدا نہیں کر سکتے وہ مکھی کو، اگرچہ جمع ہو جائیں وہ اُس کے لیے، اور اگر چھین لے ان سے مکھی کوئی چیز، تو نہیں چھڑا سکتے وہ اس (چیز) کو، اس (مکھی) سے، ضعیف ہے، طالب اور مطلوب (سورہ حج)

مذکورہ آیت میں شرک، اور بطورِ خاص بت پرستی، جس میں کفارِ قریش مبتلا تھے، اس کے بطلان کے بالکل بدیہی اور عقلی دلائل کو بیان کیا گیا ہے، جس کو ہر صاحبِ عقل اپنی عقل کا صحیح استعمال کر کے معلوم کر سکتا ہے، اور جس نے اللہ کے سامنے کائنات کو گواہ بنا کر عہد و پیمان بھی کر رکھا ہو، اس کے لیے اپنی عقل سے اس عہد و پیمان کو یاد کرنا کوئی بھی مشکل نہیں۔

سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيَاةً وَّلَا نُشُوْرًا (سورة الفرقان، رقم الآية ۳)

ترجمہ: اور بنالیا انہوں نے اس (اللہ) کے مقابلے میں معبودوں کو، نہیں پیدا کرسکتے وہ کسی چیز کو، اور انہی کو پیدا کیا جاتا ہے، اور نہیں ہیں مالک وہ اپنی ذات کے لیے نقصان کے، اور نہ نفع کے، اور نہیں ہیں مالک، وہ موت کے اور نہ زندگی کے، اور دوبارہ اٹھنے کے (سورہ فرقان)

اور سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ (سورة العنكبوت، رقم الآية ۴۱)

ترجمہ: مثال اُن کی جن کو بنالیا انہوں نے اللہ کے مقابلے میں اولیاء، مکڑی کی سی مثال ہے، جس نے بنایا گھر، اور یقیناً گھروں میں کمزور ترین، یقیناً مکڑی کا گھر ہے (سورہ عنکبوت)

مذکورہ آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش کے بت پرستی پر مشتمل شرک کے بطلان کے بدیہی عقلی دلائل کو بیان فرمایا ہے، جن کے ذریعہ ہر ادنیٰ صاحبِ عقل بت پرستی کے بطلان کو معلوم کرسکتا ہے، البتہ اگر وہ خود اپنی عقل کو استعمال نہ کرے، اور اس سلسلہ میں اللہ سے کیے گئے عہد و پیمان کو بھی یاد نہ کرے، تو اس میں کسی کا کیا قصور ہے؟

اور مکڑی کے گھر کی مثال سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں میں، سب سے کمزور ترین شرک، بت پرستی والا ہے، کیونکہ بت بے جان اور بے حس چیزیں ہیں، جن کو معبود بنانا انتہائی گھٹیا اور صریح و بدیہہ خلافِ عقل، شرک ہے۔

سورہ روم کا حوالہ

سورہ روم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا

بَيۡنَهُمَا إِلَّا بِالۡحَقِّ وَأَجَلٍ مُسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمۡ لَكَافِرُوۡنَ (سورة الروم، رقم الآية ۸)

ترجمہ: کیا نہیں غور وفکر کیا انہوں نے اپنی ذات میں، نہیں پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو، اور ان چیزوں کو جو ان دونوں کے درمیان ہیں، مگر حق کے ساتھ، اور مقررہ مدت تک، اور بے شک لوگوں میں سے اکثر اپنے رب کی ملاقات سے یقیناً انکار کرتے ہیں (سورہ روم)

مذکورہ آیت میں انسانوں کو اپنے اندر اور آسمان وزمین اور ان کے مابین کی مخلوقات میں غور وفکر کر کے اللہ کی توحید ومعرفت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، جس کا تعلق مشاہدہ وعقل سے ہے، اور یہ تمام مخلوقات جس طرح دنیا میں اللہ کی وحدانیت ومعرفت کی دلیل ہیں، اسی طرح ’’عھدِ الستُ‘‘ کی گواہ بھی ہیں۔

سورہ روم میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يُخۡرِجُ الۡحَيَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَيِّ وَيُحۡيِ الۡأَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ . وَمِنۡ آيَاتِهِ أَنۡ خَلَقَكُمۡ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ . وَمِنۡ آيَاتِهِ أَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِنۡ أَنۡفُسِكُمۡ أَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡا إِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ،إِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ . وَمِنۡ آيَاتِهِ خَلۡقُ السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضِ وَاخۡتِلَافُ أَلۡسِنَتِكُمۡ وَأَلۡوَانِكُمۡ إِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلۡعَالِمِيۡنَ . وَمِنۡ آيَاتِهِ مَنَامُكُمۡ بِاللَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَابۡتِغَاؤُكُمۡ مِنۡ فَضۡلِهِ إِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ . وَمِنۡ آيَاتِهِ يُرِيۡكُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحۡيِيۡ بِهِ الۡأَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا إِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ (سورة الروم، رقم الآيات : ۱۹ الیٰ ۲۴)

ترجمہ: نکالتا ہے وہ زندہ کو مُردہ سے، اور نکالتا ہے وہ مُردہ کو زندہ سے، اور زندہ کرتا ہے وہ، زمین کو اس کی موت کے بعد، اور اسی طریقے سے نکالا جائے گا تم کو۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ پیدا کیا اس نے تم کو مٹی سے، پھر اب تم بشر ہو کر پھیل رہے ہو۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ پیدا کیا اس نے تمہارے لیے، تمہاری نفسوں سے ازواج کو، تاکہ سکون حاصل کرو تم ان کی طرف، اور کر دیا اس نے تمہارے درمیان مودت اور رحمت کو، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں کی اور زمین کی پیدائش ہے، اور تمہاری زبانوں کا اور تمہارے رنگوں کا مختلف ہونا ہے، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، سب عالم والوں کے لیے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا ہے، رات میں اور دن میں اور تمہارا تلاش کرنا ہے، اس کے فضل کو، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، اس قوم کے لیے جو سنتی ہو۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ دکھاتا ہے تم کو بجلی، خوف کے طور پر اور امید کے طور پر، اور نازل کرتا ہے وہ آسمان سے پانی کو، پھر زندہ کر دیتا ہے وہ، اس کے ذریعے سے زمین کو، اس کی موت کے بعد، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، اس قوم کے لیے جو عقل والی ہو (سورہ روم)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید و معرفت کے انتہائی واضح دلائل کو بیان فرمایا ہے، اور بار بار غور و فکر کرنے والوں اور سب عالم والوں اور سننے والوں کے لیے اور عقل والوں کے لیے واضح نشانیاں ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور ان سب چیزوں کا تعلق عقل و مشاہدہ سے ہے، جس کے لیے کسی نبی کی دعوت ضروری نہیں، بلکہ ''عھدِ الستُ'' کو یاد کرنا بھی کافی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ اللہ کی وحدانیت و معرفت کے لیے ''عھدِ الستُ'' ہونے کے

بعد دعوتِ عقلی بھی کافی ہے، دعوتِ انسانی ضروری نہیں۔

البتہ مزید حجت قائم کرنے اور ہر طرح کے عذر و معذرت کا خاتمہ کرنے اور اللہ کے رضا کے طریقوں یعنی فروعِ شریعت کے لیے، دعوتِ انسانی کی بہر حال ضرورت ہے۔

سورہ لقمان کا حوالہ

سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَأَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ بَلِ الظَّالِمُوْنَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ لقمان، رقم الآیۃ ۱۱)

ترجمہ: پس دکھاؤ تم مجھ کو کہ کیا پیدا کیا انہوں نے، جو اُس (اللہ) کے علاوہ ہیں، بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں (سورہ لقمان)

سورہ لقمان میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ اللَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی اللَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ إِلٰی أَجَلٍ مُّسَمًّی وَّأَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ .ذٰلِکَ بِأَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ .أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمْ مِنْ آیَاتِہٖ إِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیَاتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ .وَإِذَا غَشِیَھُمْ مَوْجٌ کَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجَّاھُمْ إِلَی الْبَرِّ فَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمَا یَجْحَدُ بِآیَاتِنَا إِلَّا کُلُّ خَتَّارٍ کَفُوْرٍ (سورۃ لقمان، رقم الآیات ۲۹ الیٰ ۳۲)

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تو نے کہ بے شک اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں، اور داخل کرتا ہے وہ، دن کو رات میں، اور مسخر کیا اس نے سورج کو اور چاند کو، ہر ایک

چل رہا ہے مقررہ مدت تک، اور بے شک اللہ ان چیزوں کی جو تم عمل کرتے ہو، خوب خبر رکھنے والا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے، اور بے شک وہ چیزیں کہ پکارتے ہو تم، اُس (اللہ) کے علاوہ کو، باطل ہیں، اور بے شک اللہ ہی بہت بلند ہے، بہت بڑا ہے۔ کیا نہیں دیکھا تو نے کہ بے شک کشتیاں چلتی ہیں سمندر میں، اللہ کی نعمت کو لے کر، تاکہ دکھائے وہ تم کو اپنی نشانیوں میں سے، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، ہر اس شخص کے لیے، جو خوب صبر کرنے والا ہو، خوب شکر کرنے والا ہو۔ اور جب ڈھانک لیتی ہے ان (انسانوں) کو موج سایوں کی طرح، تو پکارتے ہیں وہ، اللہ کو، خالص کرنے والے ہو کر اسی کے لیے دین کو، پھر جب نجات دے دیتا ہے وہ (یعنی اللہ) اُن کو، خشکی کی طرف، تو بعض ان میں سے درست ہوتے ہیں، اور نہیں انکار کرتا ہماری نشانیوں کا، مگر ہر وہ شخص جو نہایت غدار ہو، نہایت ناشکرا ہو (سورہ لقمان)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے شرک و بت پرستی کے بطلان کو عقلی و مشاہداتی طور پر ثابت فرمایا اور شرک و بت پرستی میں مبتلا لوگوں کو ظالم اور کھلی گمراہی میں مبتلا قرار دیا اور پھر اس کے بعد کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت و معرفت کے عقلی دلائل کو بیان فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی واضح فرما دیا کہ مشرکین کو اللہ کی ذات، بلکہ وحدانیت کا اعتراف تھا، لیکن اس کے باوجود وہ کفر و شرک کر کے ظالم و ناشکرے بنے رہے، اور اللہ سے کیے گئے عہد و میثاق کی بھی پرواہ نہیں کی۔

سورہ فاطر اور سورہ زمر کا حوالہ

سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ .اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَ کُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ (سورۃ فاطر، رقم الآیات ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: داخل کرتا ہے وہ، رات کو، دن میں، اور داخل کرتا ہے وہ، دن کو، رات میں، اور مسخر کیا اس نے سورج کو اور چاند کو، ہر ایک چل رہا ہے، مقررہ مدت کے لیے، یہ تمہارا اللہ ہے، جو تمہارا رب ہے، اسی کے لیے ملک ہے، اور جن کو پکارتے ہو تم، اس کے علاوہ، نہیں مالک ہیں وہ گٹھلی کی باریک جھلی کے، اگر پکارو تم، ان کو، تو نہیں سنیں گے وہ، تمہاری پکار کو، اور اگر سن لیں وہ، تو جواب نہیں دیں گے وہ، تمہارے لیے (سورہ فاطر)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت اور وحدانیت کی عقلی نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے، اس کے ساتھ ہی اللہ کے ساتھ جن چیزوں، خاص طور پر بتوں کو جو شریک بنایا جاتا ہے، جس میں کفارِ قریش مبتلا تھے، ان کے بطلان کے مشاہداتی دلائل بھی بیان فرمائے ہیں، جو عقلی دلائل ہیں، اور ''عھدِ الست'' کی ہی یادگار ہیں۔

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَاءَ قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ (سورۃ الزمر، رقم الآیۃ ۴۳)

ترجمہ: کیا بنالیا انہوں نے اللہ کے علاوہ شفاعت کاروں کو؟ کہہ دیجیے کہ کیا اگر نہ تو مالک ہوں وہ، کسی چیز کے، اور نہ ہی سمجھتے ہوں وہ (پھر بھی ان کو شفاعت کار بنانا عقل کے موافق ہے؟) (سورہ زمر)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقابلہ میں شریک بنانے کے بطلان کی عقلی دلیل بیان

فرمائی ہے، اس قسم کی آیات سے بھی اللہ کی وحدانیت اور اس کی معرفت کا عقل سے مکلّف ہونا ثابت ہوتا ہے، جو سب ''عهدِ الستُ'' کی تشریح وتفصیل ہے۔

سورہ فصلت اور سورہ ذاریات کا حوالہ

سورہ فصلت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (سورة فصلت، رقم الآية ۵۳)

ترجمہ: عن قریب دکھادیں گے ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں، اور ان کی ذات میں، یہاں تک کہ واضح ہوجائے گا، ان کے لیے، یہ کہ وہ (یعنی اللہ) برحق ہے، کیا کافی نہیں ہے آپ کے رب کی وہ بات کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے (سورہ فصلت)

مذکورہ آیت میں آج کے زمانے سے پہلے قرآن مجید کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ نے بہت جلد انسانوں کو اپنی معرفت کی نشانیاں آفاق میں اور خود انسانوں کے اندر دکھلا دینے کا وعدہ فرمایا ہے، اور آج کے دور میں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ سائنسی لحاظ سے بڑی تیزی کے ساتھ مشاہدہ میں آرہا ہے، جو کہ مشاہداتی وعقلی نشانیاں ہیں، نیز بہت سی نشانیاں اس سے پہلے بھی زمین میں اور خود انسان کی ذات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر کی جاچکی ہیں۔

جیسا سورہ ذاریات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ .وَفِيْ أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (سورة الذاريات، رقم الآيات ۲۰، ۲۱)

ترجمہ: اور زمین میں نشانیاں ہیں، یقین کرنے والوں کے لیے۔ اور تمہاری ذات میں بھی، کیا پس نہیں دیکھتے ہو تم (سورہ ذاریات)

مذکورہ آیات میں زمین اورانسانوں کی ذات میں اللہ کی معرفت کی مشاہداتی اورعقلی نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور جب خود انسان کے اندر بھی اللہ کی معرفت کی نشانیاں ہیں، اور انسان کو معرفتِ الٰہی کا مکلّف قرار دیا گیا ہے، تو پھر عاقل انسان کے لیے اللہ کی معرفت کتنی قریب اور آسان ہوگی، اس کا اندازہ ہر شخص لگا سکتا ہے۔

سورہ جاثیہ کا حوالہ

سورہ جاثیہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْن. وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ. وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِّزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيَاحِ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ(سورة الجاثية، رقم الآيات : ٣ الیٰ ٥)

ترجمہ: بے شک آسمانوں میں اور زمین میں یقیناً نشانیاں ہیں، مومنوں کے لیے۔ اورتمہاری پیدائش میں، اور جن جانوروں کو پھیلایا اس نے، نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو یقین کرے۔ اور رات اور دن کے اختلاف میں، اور اس میں جو نازل کیا اللہ نے، آسمان سے رزق (یعنی پانی) کو، پھر زندہ کردیا اس نے اس کے ذریعے سے زمین کو، اس کی موت کے بعد، اور ہواؤں کے بدلنے میں نشانیاں ہیں، اس قوم کے لیے جو عقل والی ہے (سورہ جاثیہ)

سورہ جاثیہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِأَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي

الْأَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ إِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (سورة الجاثية، رقم الآیات : ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: اللہ، وہ ہے، جس نے مسخر کیا، تمہارے لیے سمندر کو، تاکہ چلیں کشتیاں اس میں، اس کے حکم سے، اور تاکہ تلاش کرو تم، اس کے فضل کو، اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور مسخر کیا اس نے تمہارے لیے، ان چیزوں کو، جو آسمانوں میں ہیں، اور جو زمین میں ہیں، سب کو اپنے حکم سے، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرے (سورہ جاثیہ)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے سمندروں میں کشتیوں کے چلنے اور آسمان وزمین کی چیزوں کے انسانوں کے لیے مسخر کرنے کو یقین کرنے والوں، عقل والوں اور غور وفکر کرنے والوں کے لیے اپنی معرفت کی نشانیاں قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ جس کو معرفتِ الٰہی کے عقلی دلائل میں غور وفکر و تامل کا وقت ملا، تو وہ توحیدِ الٰہی اور فی الجملہ معرفتِ الٰہی کا مکلّف ہے، اور اس سے امام ابوحنیفہ، ماتریدیہ اور حنفیہ کے اختیار کردہ قول کی تائید ہوتی ہے۔

ہم نے سرسری طور پر صرف ان آیاتِ قرآنی کو ذکر کیا ہے، جن میں اللہ کی وحدانیت و معرفت اور ربوبیت کے عقلی ومشاہداتی دلائل کا ذکر ہوا ہے، ورنہ قرآن مجید کی مختلف آیات سے اللہ کے خالق اور دوبارہ زندہ کرنے اور دوسری کئی صفات کے دلائل بھی عقلی ومشاہداتی ہیں، اس موقع پر ان کو ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی خصوصاً مکی سورتوں کی بیش تر آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی معرفت کے ثبوت اور اس کے برعکس اللہ کے مقابلہ میں شریک بنالینے کے بطلان کے عقلی دلائل کا ذکر ہوا ہے، جن کے ذریعہ سے عاقل شخص، اللہ کی وحدانیت و معرفت اور شرک کے بطلان پر بآسانی استدلال کرسکتا ہے، بطورِ خاص جبکہ وہ اس کا اللہ سے عہد و میثاق بھی کرچکا ہے۔

اس لیے امام ابوحنیفہ اور ماتریدیہ کا توحید اور معرفتِ الٰہی کے لیے عقل کو حجت قرار دینا اور اس کے لیے دعوت پہنچنے کو ضروری قرار نہ دینا، قرآن مجید کی کثیر نصوص سے مؤید ہے، اور اس قول کو نصوص کے خلاف قرار دینا، ہمارے نزدیک راجح نہیں، وہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مزید حجت قائم کرنے اور فروعِ شریعت اور اللہ کے معبود ہونے کے تقاضوں پر عمل کرنے کے طریقوں سے آگاہ کرنے کے لیے، انبیائے کرام کی دعوت کے سلسلہ کو قائم فرمایا، اور عام طور پر روئے زمین کا کوئی قابلِ ذکر قطعہ اور کوئی زمانہ انبیائے کرام کی دعوت سے خالی نہیں چھوڑا۔ جس کی وجہ سے انسان کی پیدائش کے مقصدِ عبادت کا معطل اور کفر وشرک کا قابلِ مؤاخذہ نہ ہونا لازم آئے۔

بطورِ خاص بیت اللہ، مکہ مکرمہ اور اس کے اطراف میں ابتدائے آفرینش سے اللہ نے ہدایت ودعوت کے سلسلہ کو جاری وساری اور قائم رکھا، بلکہ بیت اللہ کو پورے عالم کی ہدایت کا ذریعہ اور اپنی معرفت کی اہم نشانی قرار دیا۔

پس اس علاقہ میں بسنے والے مشرکین وکفار کو توحیدِ الٰہی ومعرفتِ الٰہی سے بے خبر اور اس کا غیر مکلّف کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(فصل نمبر 4)

سماع بالرسل کے بعد ایمان بالرسل کا حکم

اس کے بعد عرض ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر ایمان لانے کا حکم بیان فرمایا ہے، اور رسولوں کے درمیان تفریق کر کے بعض رسولوں پر ایمان لانے اور بعض پر ایمان نہ لانے سے منع فرمایا ہے، اسی کے ساتھ رسول کی اطاعت واتباع کا بھی حکم فرمایا ہے۔

اور ہر نبی ورسول کی بنیادی دعوت، توحید کی رہی ہے، اور کوئی نبی ورسول بھی ایسا نہیں گزرا کہ جس نے ''لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللہُ'' کی دعوت نہ دی ہو، اسی کے ساتھ ہر نبی نے اپنی یا اپنے سے پہلے نبی ورسول کی شریعت کے فروعی احکام کی بھی تبلیغ کی، لیکن ہر شخص یا ہر قوم کے پاس کسی نبی ورسول کا براہِ راست پہنچنا ضروری نہیں، بلکہ معتبر ذریعہ سے اس نبی ورسول کی طرف سے دعوت کا پہنچ جانا بھی کافی ہے، یہاں تک کہ اگر کسی کے پاس نبی ورسول کی نبوت ورسالت اور اس کی پیش کردہ شریعت کی تفصیل نہ پہنچے، تو اس نبی ورسول پر ایمان لانے کے لیے معتبر ذریعہ سے اس نبی ورسول کی نبوت ورسالت کا سن لینا کافی ہے، اس کے بعد اس نبی ورسول کی نبوت ورسالت پر اجمالی یا تفصیلی ایمان نہ لانے کا عذر قابلِ قبول نہیں۔

چنانچہ کئی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ نبی ورسول پر ایمان لانے کا مکلّف ہونے کے لیے اس کو سن لینا، یعنی اس کی نبوت ورسالت کی معتبر ذریعے سے خبر پہنچ جانا کافی ہے۔

پس جن جن رسولوں کا علم ہو جائے، ان کو اللہ کا رسول ماننا ضروری ہے، ورنہ اجمالی طور پر اتنا ایمان لانا کافی ہے کہ اللہ نے جو رسول بھی بھیجے، ہم سب ان پر ان کی اپنی اپنی شان کے مطابق ایمان لاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں چند نصوص واحادیث ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ بقرہ، سورہ آلِ عمران، سورہ نساء اور سورہ حدید کا حوالہ

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٨٥)

ترجمہ: ایمان لایا رسول، اس چیز پر، جو نازل کیا گیا، اس کی طرف، اس کے رب کی طرف سے (یعنی قرآن مجید) اور سب مومن (بھی) ہر ایک ایمان لایا اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، نہیں تفریق کرتے ہم، اس کے رسولوں میں سے، کسی کے درمیان (سورہ بقرہ)

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَإِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيْمٌ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ١٧٩)

ترجمہ: اور لیکن اللہ منتخب کر لیتا ہے، اپنے رسولوں میں سے، جس کو چاہتا ہے، پس تم ایمان لاؤ، اللہ پر، اور اس کے رسولوں پر، اور اگر تم ایمان لاؤ گے، اور تقویٰ اختیار کرو گے، تو تمہارے لیے اجرِ عظیم ہوگا (سورہ آلِ عمران)

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا (سورة النساء، رقم الآية ١٣٦)

ترجمہ: اور جو کفر کرے گا اللہ کے ساتھ، اور اس کے فرشتوں کے ساتھ، اور اس کی کتابوں کے ساتھ، اور اس کے رسولوں کے ساتھ، اور آخرت کے دن کے ساتھ،

تو وہ گمراہی میں پڑ جائے گا، دور کی گمراہی میں (سورہ نساء)

سورہ نساء ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّـذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ أَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا. أُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا. وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ أُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (سورۃ النساء، رقم الآیات ۱۵۰ الیٰ ۱۵۲)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں، اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ، اور ارادہ کرتے ہیں اس کا کہ تفریق کریں، اللہ کے درمیان اور اس کے رسولوں کے درمیان، اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے بعض پر، اور کفر کیا ہم نے بعض کا، اور ارادہ کرتے ہیں وہ، اس کا کہ بنالیں اس کے درمیان راستہ۔ یہ لوگ ہی کافر ہیں برحق، اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لیے اہانت والے عذاب کو۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، اور نہیں تفریق کی انہوں نے ان میں سے کسی کے درمیان، یہی لوگ ہیں، عنقریب عطا کریں گے ہم ان کو ان کے اجر، اور ہے اللہ غفور، رحیم (سورہ نساء)

سورہ نساء ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (سورۃ النساء، رقم الآیۃ ۱۷۱)

ترجمہ: پس ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر (سورہ نساء)

سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّـذِيْـنَ آمَـنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ أُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ

رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (سورة الحديد، رقم الآية ١٩)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، یہ لوگ ہی صدیق ہیں اور شہداء ہیں، اپنے رب کے نزدیک، ان کے لیے ان کا اجر ہے، اور ان کا نور ہے، اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور تکذیب کی ہماری آیات کی، یہ لوگ ہی جہنم والے ہیں (سورہ حدید)

سورہ حدید ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ (سورة الحديد، رقم الآية ٢٨)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، ڈرو تم اللہ سے، اور ایمان لاؤ تم اس کے رسولوں پر (سورہ حدید)

مذکورہ آیات سے نہ صرف یہ کہ اللہ کے رسول پر ایمان لانے کا حکم معلوم ہوتا ہے، بلکہ اسی کے ساتھ تمام رسولوں پر ایمان لانے اور ان کے درمیان تفریق نہ کرنے کا حکم بھی معلوم ہوتا ہے، اور اس کی خلاف ورزی پر کفر کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

جبکہ قرآن مجید کی آیات سے رسول کی بنیادی دعوت کا ''دعوتِ توحید'' ہونا، اور بہت سی آیات سے اللہ کے رسول کی اتباع واطاعت کا حکم بھی معلوم ہوتا ہے۔

جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

---

[1] لا نفرق بين أحد من رسله أولهم آدم عليه السلام وخاتمهم وأفضلهم نبينا محمد صلى الله عليه وعليهم أجمعين ولا يجوز تعيين العدد فى الايمان بالنبيين لان الله سبحانه قال منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك والعدد انما ورد فى بعض أحاديث الآحاد وذا لا يفيد القطع ومبنى الايمان على القواطع - كلهم معصومون من الصغائر والكبائر يصدق بعضهم بعضا لا خلاف بينهم فى الايمانيات انما الخلاف فى فروع الأعمال بناء على نسخ الاحكام(التفسير المظهرى، ج ١، ص ٤٧٤ ، سورة البقرة)

سورہ نحل اور سورہ انبیاء کا حوالہ

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ (سورة النحل، رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: اور البتہ یقیناً بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول کو، یہ (بنیادی حکم دے کر) کہ عبادت کرو تم اللہ کی، اور اجتناب کرو طاغوت سے، پس ان میں سے وہ بھی ہوئے، جن کو ہدایت دے دی اللہ نے، اور ان میں سے وہ بھی ہوئے کہ ثابت ہوگئی ان پر گمراہی (سورہ نحل)

سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (سورة الانبياء، رقم الآية ٢٥)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول کو، مگر وحی کی ہم نے اس کی طرف اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے میرے، پس تم عبادت کرو میری ہی (سورہ انبیاء)

مذکورہ دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ نے تمام رسولوں کے ذریعے سے توحیدِ الٰہی وعبادتِ الٰہی کی دعوت دلوائی ہے۔

سورہ نساء، سورہ یٰسٓ اور کئی دوسری آیات کا حوالہ

اب رسول کی اتباع واطاعت کے واجب ہونے کے سلسلہ میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ (سورۃ النسآء، رقم الآیۃ ۶۴)

ترجمہ: نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول بھی، مگر اس لیے کہ اطاعت کی جائے اس کی، اللہ کے حکم سے (سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس رسول اور جس نبی کو اپنے بندوں کی طرف بھیجتا ہے، تو اسی غرض کے لئے بھیجتا ہے کہ اللہ کے حکم کے موافق بندے ان کا کہا مانیں اور عمل کریں۔

سورہ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِیۡنَ (سورۃ یٰسٓ، رقم الآیۃ ۲۰)

ترجمہ: اتباع کرو تم، رسولوں کی (سورہ یٰسٓ)

حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کے اپنی قوم سے خطاب میں اتباع اور اطاعت دونوں کا ذکر موجود ہے۔

چنانچہ سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہے کہ:

فَاتَّبِعُوۡنِیۡ وَ اَطِیۡعُوۡۤا اَمۡرِیۡ (سورۃ طٰہٰ، رقم الآیۃ ۹۰)

ترجمہ: پس اتباع کرو تم میری، اور اطاعت کرو میرے حکم کی (سورہ طٰہٰ)

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوۡہُ وَاَطِیۡعُوۡنِ. یَغۡفِرۡ لَکُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ (سورۃ نوح رقم الآیات ۳، ۴)

ترجمہ: یہ کہ عبادت کرو تم اللہ کی، اور ڈرو تم اس سے، اور اطاعت کرو تم میری، مغفرت فرمادے گا وہ، تمہارے لیے تمہارے گناہوں کی (سورہ نوح)

اور فرمایا کہ:

” فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ“ (سورۃ الشعرآء، رقم الآیۃ ۱۰۸)

ترجمہ: ڈرو تم اللہ سے، اور اطاعت کرو تم میری (سورہ شعراء)

حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ "(سورة الشعرآء ،رقم الآیات ۱۲۶،و ۱۳۱)

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ "(سورة الشعرآء ،رقم الآیات ۱۴۴،و ۱۵۰)

حضرت لوط علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ" (سورة الشعراء،رقم الآیة ۱۶۳)

حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ" (سورة الشعراء،رقم الآیة ۱۷۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ " (سورة الزخرف،رقم الآیة ۶۳)

نیز کئی آیات میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اللہ کی اطاعت دراصل رسول کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اور رسول کی اطاعت دراصل اللہ ہی کی اطاعت ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ(سورة النسآء ، رقم الآیة ۸۰)

ترجمہ: اور جس نے اطاعت کی رسول کی، تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی (سورہ نساء)

ایک اور مقام پر ارشادِ الٰہی ہے کہ:

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ (سورة آل عمران ، رقم الآیة ۳۲)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ اطاعت کرو تم، اللہ کی اور رسول کی (سورہ آلِ عمران)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آیات میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم ایک ساتھ مذکور ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ(سورة آل عمران، رقم الآية ۱۳۲)

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ(سورة النسآء، رقم الآية ۵۹)

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ(سورة الانفال، رقم الآية ۲۰)

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ(سورة الانفال، رقم الآية ۴۶)

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (سورة النور، رقم الآية ۵۴)

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ(سورة محمد، رقم الآية ۳۳)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ(سورة المجادلة، رقم الآية ۱۳)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (سورة التغابن، رقم الآية ۱۲)

مذکورہ آیات سے رسول کی اطاعت واتباع کا ضروری ہونا معلوم ہوا، اور اس سے پہلی آیات سے رسولوں پر ایمان لانا اور ان کے درمیان تفریق نہ کرنا اور ہر رسول کی بنیادی دعوت ’’دعوتِ توحید کا ہونا‘‘ معلوم ہو چکا۔

اب یہ سوال باقی رہ گیا کہ کیا رسول پر ایمان لانے کے لیے، اس کی اجمالی دعوت کا پہنچ جانا، یا اس کا معتبر ذریعے سے علم ہو جانا، کافی ہے، تو احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا يَسْمَعُ بِیْ أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُوْدِیٌّ، وَلَا نَصْرَانِیٌّ، ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِیْ أُرْسِلْتُ بِهٖ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ(صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۵۳ "۲۴۰" كتاب الايمان، باب وجوب إيمان أهل

الکتاب برسالۃ الإسلام)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی ، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ جو کوئی بھی میرے متعلق اس امت میں سے سنے، خواہ یہودی (یعنی اسرائیلی) ہو یا نصرانی (یعنی عیسائی) اور پھر وہ مر جائے، اور وہ ان چیزوں پر ایمان نہ لائے، جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، تو وہ شخص آگ (یعنی جہنم) والوں میں سے ہی ہوگا (مسلم)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يَسْمَعُ بِىْ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَلَا يَهُوْدِىٌّ وَلَا نَصْرَانِىٌّ، وَلَا يُؤْمِنُ بِىْ إِلَّا دَخَلَ النَّارَ، فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ: أَيْنَ تَصْدِيْقُهَا فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ حَتّٰى وَجَدْتُ هٰذِهِ الْآيَةَ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ، فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ، قَالَ: اَلْأَحْزَابُ الْمِلَلُ كُلُّهَا (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۳۰۹، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ ھود) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بھی اس امت میں سے مجھے سن لے، اور جو کوئی یہودی اور نصرانی بھی مجھے سن لے، اور وہ مجھ پر ایمان نہ لائے، تو وہ جہنم میں داخل ہوگا (ابنِ عباس کہتے ہیں کہ) پھر میں نے اس کی کتاب اللہ سے تصدیق چاہی، تو میں نے سورہ ھود کی اس آیت کو پایا ''وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ '' یعنی'' جو شخص بھی احزاب میں سے نبی کا انکار کرے، تو آگ اس کا ٹھکانا ہے'' اور ''احزاب '' تمام اقوام ہیں (حاکم)

---

[1] قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ .
وقال الذھبی فی التلخیص: علی شرط البخاری ومسلم.

مفسرین سے بھی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کی تائید ہوتی ہے۔[1]

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَمِعَ بِیْ مِنْ أُمَّتِیْ أَوْ یَھُوْدِیٌّ أَوْ نَصْرَانِیٌّ فَلَمْ یُؤْمِنْ بِیْ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٩٥٣٦)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری امت میں سے مجھے سنا، یا کسی یہودی (یعنی اسرائیلی) یا نصرانی (یعنی عیسائی) نے سنا، اور پھر وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا، تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا (مسند احمد)

مذکورہ احادیث کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے، اس لیے اس حدیث کی سند میں تھوڑا بہت ''ضعف'' نقصان دہ نہیں۔

اور مطلب مذکورہ احادیث کا یہ ہے کہ جس کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچ جائے، اور اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت ہوجائے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت قیامت تک سب لوگوں کے لیے عام ہے اور نبی کی رسالت پر ایمان میں ''کُلُّ مَا جَاءَ بِہٖ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' پر ایمان لانا بھی داخل ہے، خواہ اجمالی

---

[1] ومن يكفر به اى محمد صلى الله عليه وسلم او بالقران من الأحزاب من اهل الملل كلها فالنار موعده(التفسير المظهرى، ج٥ص٧٧، سورة هود)

ومن يكفر به يعنى بمحمد صلى الله عليه وسلم من الأحزاب يعنى من جميع الكفار وأصحاب الأديان المختلفة فتدخل فيه اليهود والنصارى والمجوس وعبدة الأوثان وغيرهم والأحزاب الفرق الذين تحزبوا وتجمعوا على مخالفة الأنبياء فالنار موعده يعنى فى الآخرة (تفسير الخازن، ج٢ص٤٧٨، سورة هود)

طور پر، جب تک تفصیل معلوم نہ ہو، اور خواہ تفصیلی طور پر، جب تفصیل معلوم ہو جائے۔ ۱؎

۱؎ قال شعیب الارنؤوط:

صحیح لغیره، وهذا إسناد ضعیف لانقطاعه، سعید بن جبیر لم یسمع أبا موسی الأشعری، فقد وُلد سعید سنة 46هـ، وتُوفی أبو موسی نحو الخمسین علی أحد الأقوال، وقد أشار إلی إرسال روایة سعید عن أبی موسی البزارُ، والحافظُ فی "التقریب ."وبقیة رجاله ثقات رجال الشیخین.

وأخرجه الطیالسی (509) ، والبزار فی "مسنده "(16)" زوائد"، والنسائی فی "الکبری "(11241) - وهو فی "التفسیر "(261) - والطبریُ فی "تفسیره" (18079) ، وأبو نُعیم فی "الحلیة 4/308 "من طرق عن شعبة، بهذا الإسناد.

قال البزار :لا نعلم أحداً رواه عن النبی صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إلا أبو موسی، بهذا الإسناد، ولا أحسب سمع سعیدٌ من أبی موسی .قال الهیثمی :هو فی الصحیح عن أبی هریرة .قلنا :سلف فی "المسند "من حدیث أبی هریرة برقم (8203) ، وإسناده صحیح علی شرط الشیخین.

وأخرجه ابن حبان (4880) من طریق أبی الولید، عن شعبة، به، بلفظ" :من سمعَ یهودیاً أو نصرانیاً دخل النار ."وقد بوَّب علیه ابن حبان بقوله :إیجاب دخول النار لمن أَسْمَعَ أهل الکتاب ما یکرهونه .فتعقَّبه الحافظُ فی "إتحاف المهرة 10/24-25 "، فقال :وهذا فیه نظر کبیر، وهو غلطٌ نشأ عن تصحیف، ...وکأنَ الروایة التی وقعت لابن حبان مختصرة" :من سَمعَ بی فلم یُؤمن دخل النار یهودیاً أو نصرانیاً "فتحرف علیه، وبوَّب هو علی ما تحرَف، فوقع فی خطأ کبیر .قلنا :وقد فاتنا أن نُنبه علی ذلک فی صحیح ابن حبان، فیُستدرک من هنا.

وأخرجه مطولاً سعید بن منصور فی "سننه "(التفسیر) (1084) عن أبی عوانة، عن أبی بشیر، به .

وأخرجه مطولاً عبدُ الرزاق فی "تفسیره2/303 "، والطبری فی "تفسیره "(18073) و (18075) و (18076) من طریق أیوب، عن سعید بن جبیر، به.

وأورده الهیثمی فی "المجمع8/261 "، وقال :رواه الطبرانی واللفظ له، وأحمد بنحوه، ورجالُ أحمد رجالُ الصحیح، والبزارُ أیضاً باختصار.وسیرد برقم (19562).

قال السندی :قوله :من أمتی، أی :من غیر أهل الکتاب من الأمیین، ولکونه صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ من الأمیین أضافهم إلیه.

أو یهودی :بالجر عطف علی أمتی، أی :أو من أهل الکتاب، والمرادُ أنَّ کل من بلغته دعوتُه صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وثبتت عنده رسالتُه، یجب علیه الإیمانُ به، أمیاً کان، أو کتابیاً، فإن لم یؤمن به لم یدخل الجنة، وعُلم منه عمومُ رسالته صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إلی الکُل، والله تعالی أعلم(حاشیة مسند احمد)

بعض دوسری احادیث سے تائید

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اس کا سن کر آپ پر ایمان لانے کے واجب ہونے کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے، جن میں قبر میں دفن ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال ہونے اور مومن کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے اقرار کا ذکر ہے، اور کافر کے متعلق یہ مضمون ہے کہ:

”لَا أَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا، فَیَقُوْلُ: لَا دَرَیْتَ، وَلَا تَلَیْتَ، وَلَا اهْتَدَیْتَ“

”میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں سے ان (نبی) کے متعلق کچھ کہتے ہوئے سنا تھا، تو فرشتہ (اس کافر سے) کہتا ہے کہ نہ تو نے سمجھا، اور نہ اتباع کی، اور نہ ہدایت پائی“ [1]

بعض دوسری روایات میں اس سے ملتے جلتے الفاظ ہیں۔ [2]

---

[1] عن أبی سعید الخدری، قال: شهدت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم جنازة، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " أیها الناس إن هذه الأمة تبتلی فی قبورها، فإذا الإنسان دفن فتفرق عنه أصحابه، جائه ملک فی یده مطراق فأقعده، قال: ما تقول فی هذا الرجل؟ فإن كان مؤمنا قال: أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله، فیقول: صدقت ثم یفتح له باب إلی النار، فیقول: هذا كان منزلک لو كفرت بربک، فأما إذ آمنت فهذا منزلک، فیفتح له باب إلی الجنة، فیرید أن ینهض إلیه فیقول له: اسكن ویفسح له فی قبره، وإن كان كافرا أو منافقا یقول له: ما تقول فی هذا الرجل؟ فیقول: لا أدری سمعت الناس یقولون شیئا، فیقول: لا دریت، ولا تلیت، ولا اهتدیت، ثم یفتح له باب إلی الجنة فیقول: هذا منزلک لو آمنت بربک، فأما إذ كفرت به فإن الله عز وجل أبدلک به هذا، ویفتح له باب إلی النار، ثم یقمعه قمعة بالمطراق یسمعها خلق الله كلهم غیر الثقلین "فقال بعض القوم: یا رسول الله، ما أحد یقوم علیه ملک فی یده مطراق إلا هیل عند ذلک، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت "(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۱۰۰۰، عن ابی سعید)

قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، ولهذا إسناد حسن، رجاله ثقات رجال الصحیح غیر عباد بن راشد (حاشیة مسند احمد)

[2] عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " إذا قبر المیت – أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں، جن کو طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کیا جارہا۔
علامہ طیبی وغیرہ نے مذکورہ احادیث میں ''یسمع'' کا ''خبر'' کے معنیٰ میں ہونا زیادہ مناسب قرار دیا ہے، یعنی ''جس کو میری رسالت کی خبر پہنچی'' تا کہ سماع کے علاوہ دوسرے ذرائع کو بھی شامل ہو جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال: أحدكم – أتاه ملكان أسودان أزرقان، يقال لأحدهما: المنكر، وللآخر: النكير، فيقولان: ما كنت تقول فى هذا الرجل؟ فيقول: ما كان يقول: هو عبد الله ورسوله، أشهد أن لا إله إلا الله، وأن محمدا عبده ورسوله، فيقولان: قد كنا نعلم أنك تقول هذا، ثم يفسح له فى قبره سبعون ذراعا فى سبعين، ثم ينور له فيه، ثم يقال له، نم، فيقول: أرجع إلى أهلى فأخبرهم، فيقولان: نم كنومة العروس الذى لا يوقظه إلا أحب أهله إليه، حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك، وإن كان منافقا قال: سمعت الناس يقولون، فقلت مثله، لا أدرى، فيقولان: قد كنا نعلم أنك تقول ذلك، فيقال للأرض: التئمى عليه، فتلتئم عليه، فتختلف فيها أضلاعه، فلا يزال فيها معذبا حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك "(سنن الترمذى، رقم الحديث ۱۰۷۱)

[1] والأظهر أن يضمن (يسمع) معنى أخبرنا فتعدى بالباء ، كقوله (تعالى :((ما سمعنا بهذا فى آبائنا الأولين) أى ما أخبرنا سماعا، وهو آكد؛ لأن الإخبار أعم من أن يكون سماعا أو غير سماع، فالمعنى ما أخبر برسالتى أو يبعثى أحد ولم يؤمن إلا كان من أصحاب النار(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج۲،ص۴۴۸، كتاب الإيمان)

ثم قيل :الباء زائدة، أو بمعنى "من "، والأظهر أنها لتأكيد التعدية كما فى قوله تعالى :(ما سمعنا بهذا) أو ضمن معنى الإخبار أى :ما يسمع مخبرا ببعثى، وحاصل المعنى لا يعلم رسالتى ((أحد)) أى :ممن هو موجود أو سيوجد "((من هذه الأمة)) أى :أمة الدعوة، و "من "تبعيضية، وقيل : بيانية ((يهودى ولا نصرانى)) : صفتان لـ "أحد - "وحكم المعطلة وعبدة الأوثان يعلم بالطريق الأولى -أو بدلان عنه، بدل البعض من الكل، وخصا لأن كفرهما أقبح، وعلى كل لا زائدة لتأكيد الحكم ((ثم يموت)) : فيه إشارة إلى أنه ولو تراخى إيمانه ووقع قبل الغرغرة نفعه ((ولم يؤمن بالذى أرسلت به)) أى :من الدين المرضى، والجملة حال أو عطف ((إلا كان)) أى :فى علم الله، أو بمعنى يكون، وتعبيره بالمضى لتحقق وقوعه، وهو استثناء مفرغ من أعم الأحوال ((من أصحاب النار)) أى ملازميها بالخلود فيها، وأما الذى سمع وآمن فحكمه على العكس، وأما الذى لم يسمع ولم يؤمن فهو خارج عن هذا الوعيد، ثم اعلم أن "لا "فى " :لا يسمع "بمعنى "ليس "، و "ثم يموت "عطف على "يسمع "المثبت، "ولم يؤمن "عطف على يموت، أو حال من فاعله وليس لنفى هذا المجموع، وتقديره :ليس أحد يسمع به ثم يموت ولم يؤمن، أو غير مؤمن كائنا من أصحاب شىء إلا من أصحاب النار(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ۱، ص۷۷، كتاب الإيمان)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سننے یا خبر دیے جانے سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا نبوت ورسالت کی خبر کا معلوم ہونا ہے، اور نبی کی نبوت پر ایمان کے ضمن میں وہ تمام احکام بھی شامل ہیں، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اسی لیے بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ ''وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ'' کہ وہ ان چیزوں پر ایمان نہیں لایا، جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

قاضی عیاض رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 544ہجری) مذکورہ حدیث کی تشریح ''جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سن کر ایمان لانے کا ذکر ہے'' میں فرماتے ہیں کہ:

فيه دليل على أن من فى أطراف الأرض وجزائر البحر المقطعة ممن لم تبلغه دعوة الإسلام ولا أمر النبى صلى الله عليه وسلم أن الحرج عنه فى عدم الإيمان به ساقط لقوله " :لا يسمع بى "، إذ

---

[1] "لا يسمع بى"؛ أى :بمبعثى أو بنبوتى "أحد من هذه الأمة "المراد به أمة الدعوة، فاللام للاستغراق أو للجنس.

"يهودى ولا نصرانى "صفتان لـ (أحد)، أو بدلان عنه بدل البعض عن الكل.

"ثم يموت ولم يؤمن"؛ أى :يموت غير مؤمن "بالذى أرسلت به "وهو القرآن، أو الدين الحنيفى.

"إلا كان من أصحاب النار "فيه إشارة إلى أن الإيمان بجميع أحكام الإسلام واجب(شرح مصابيح السنة للإمام البغوى، ج ا ،ص ٣٣، كتاب الإيمان)

فإن قيل :ينبغى أن لا يكون كافرا من لم يدرك زمن النبى عليه السلام ولم يسمع كلامه بترك الإيمان به؛ لأن النبى -عليه السلام -قال" :لا يسمع بى"، وهذا الرجل لم يسمع منه.

قلنا :ليس المراد من قوله " :يسمع بى "أن يسمع هو منه، بل المراد :وصول كلامه إليه ولو كان بواسطة كتاب أو شخص، ألا ترى أن من خالف كتاب سلطان أو رسوله يستوجب عقوبة ذلك السلطان؟

وتعظيم الرسول تعظيم الله تعالى وعصيانه عصيان الله تعالى، فكذلك تعظيم ألفاظ رسول الله عليه السلام، وتعظيم العلماء الذين هم نوابه وورثته =تعظيم الله، وعصيانهم عصيان الله؛ لأنهم يدعون الخلق إلى الله تعالى، كما أن الرسول يدعو الخلق إلى الله تعالى لا إلى نفسه، ألا ترى أنه -عليه السلام -قال" :ثم يموت ولم يؤمن بالذى أرسلت به"، ولم يقل :ثم يموت ولم يؤمن بى، وحيث ذكر الإيمان بالرسول فالمراد منه :الإيمان بما جاء به الرسول، ولكنه لا يحصل الإيمان بما جاء به الرسول إلا بتصديق الرسول عليه السلام(مرقاة المفاتيح فى شرح المصابيح، ج ا، ص ٧٤، كتاب الإيمان)

طريق معرفته والإيمان به صلى الله عليه وسلم مشاهدة معجزته وصدقه أيام حياته، أو صحة النقل بذلك والخبر لمن لم يشاهده وجاء بعده.

بخلاف الإيمان بالله وتوحيده الذى يوصل إليه بمجرد النظر الصحيح ودليل العقل السليم (شرح صحيح مسلم للقاضى عياض المسمى إكمال المعلم بفوائد مسلم، ج ا، ص ۴۶۸، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم إلى جميع الناس ونسخ الملل بملته)

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص زمین کے ان اطراف واکناف اور سمندر کے ان جزیروں میں ہو، جو الگ تھلگ ہیں، اور اس کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پہنچا، تو اس کے (نبی کی رسالت پر) ایمان نہ لانے میں حرج ساقط ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ''اس نے مجھے نہیں سنا'' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور آپ پر ایمان لانے کا طریقہ، آپ کی زندگی میں تو آپ کے معجزہ کا مشاہدہ کرنا ہے، اور آپ کے بعد جس نے اس کا مشاہدہ نہیں کیا، اس کے لیے اس کی نقلِ صحیح یا خبر کا پہنچنا ہے (یہ حکم تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا ہے)

برخلاف اللہ پر ایمان لانے اور اللہ کی توحید کے، جس کی طرف صرف نظرِ صحیح اور عقلِ سلیم کی دلیل سے پہنچا جا سکتا ہے (اس کے لیے نقلِ صحیح، یا خبر کا پہنچنا ضروری نہیں) (اکمال المعلم)

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کے متعلق سن کر ایمان لانے کا جو حکم ہے، وہی حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے زمانے کے لوگوں کے لیے بھی، اس زمانے کے نبی کے متعلق سن کر ایمان لانے کا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (المتوفی:1353ہجری) نے ''صحیح البخاری'' کی

شرح ''فیضُ الباری ''میں نبی کی نبوت ورسالت پر ایمان کا مکلّف ہونے کی نہایت محققانہ بحث فرمائی ہے، جس میں اس سلسلہ میں وارِد مختلف نصوص جمع ہوجاتی ہیں، چنانچہ اس مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے علامہ کشمیری نے فرمایا کہ:

تمام انبیاء کی بعثت، توحید کے حق میں عام ہے، لہٰذا تمام نبیوں کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ جس کو چاہیں، توحید کی طرف دعوت دیں، خواہ وہ انبیاء، اِن لوگوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہوں، یا ان کی طرف مبعوث نہ کیے گئے ہوں، اور لوگوں پر ان نبیوں کی دعوت کو قبول کرنا واجب ہے، جس سے کسی حال میں انکار کی گنجائش نہیں، اگر وہ انکار کریں گے، تو (کفر کی وجہ سے) جہنم کے مستحق ہوں گے۔

پھر اگر وہ (نبیوں کی دعوتِ توحید کو قبول کرنے والے) لوگ کسی نبی کی دعوت پہنچنے سے پہلے، شریعتِ سماوی کے مطابق عبادت کرتے تھے، تو ان پر اُس دوسرے نبی کی شریعت میں داخل ہونا واجب نہیں، جب تک انہیں اس نبی کی شریعت بھی نہ پہنچے، اور جب اس نبی کی شریعت پہنچ جائے، تو پھر اس نبی کی شریعت کے مطابق عبادت کرنا بھی واجب ہے، اس صورت میں پہلی شریعت کو منسوخ سمجھا جائے گا۔

اور اگر اس سے پہلے ان لوگوں کے پاس کوئی شریعتِ سماوی نہیں تھی، تو پھر اس نبی کی (دعوتِ توحید قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اس نبی کی) شریعت میں داخل ہونا بھی واجب ہے، خواہ وہ نبی اس کی طرف دعوت نہ دے۔

یہ حکم تو ان لوگوں کے متعلق تھا، جن کو کسی مخصوص نبی کی دعوت پہنچ چکی۔

اور جن لوگوں کو کسی مخصوص نبی کی دعوت نہیں پہنچی، لیکن انہیں کسی بھی نبی کی خبر پہنچ گئی، تو بھی اس نبی پر ایمان لانا واجب ہوگا، اگر وہ ایمان لائے، تو نجات کے مستحق ہوں گے، اور اگر انکار کیا تو ہلاک ہوجائیں گے۔

اور یہ تمام حکم (جس میں کسی نبی کی دعوتِ توحید وشریعت پر ایمان کا ذکر کیا گیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری شریعت کی آمد سے پہلے کا ہے، لیکن اس آخری شریعت

کے بعد کسی کے لیے اس آخری شریعت سے انحراف کسی حال میں بھی جائز نہیں، اللہ تعالیٰ کے (سورہ آلِ عمران میں) اس قول کی وجہ سے کہ:

”وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ“

کہ جو بھی اسلام کے علاوہ کسی دین کو اختیار کرے گا، تو اس سے ہرگز اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور خلاصہ تمام بحث کا یہ ہے کہ توحید کی دعوت، کسی نبی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اس میں تمام انبیاء شریک ہیں اور یہ عام مطلق ہے اور شریعت کی طرف دعوت، نبی آخر الزمان کے ساتھ اس اعتبار سے خاص ہے کہ اس کی طرف تمام روئے زمین کو دعوت دینا واجب ہے اور یہ خلفائے راشدین کے ہاتھوں پوری ہو چکی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت پر ہر اس شخص کو ایمان لانا واجب ہے، جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچ جائے، ایسی صورت میں کسی دوسرے نبی پر ایمان لانا، نجات کے لیے کافی نہیں۔

جہاں تک دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا تعلق ہے، تو ان کی شریعت کی دعوت اپنی اپنی اقوام کے ساتھ خاص تھی، اور ان کا دوسری اقوام کو دعوت دینا امرِ اختیاری تھا، ان پر فرض نہیں تھا، جیسا کہ گزرا، انتھٰی۔ [1]

---

[1] والذی ظهر لی :أن بعثة الأنبياء كلهم عامة فی حق التوحيد كما صرح به ابن دقيق العيد، بمعنى أنه يجوز لهم أن يدعو إليه من شاؤوا سواء كانوا مبعوثين إليهم أم لا .ويجب على القوم إجابة دعوتهم ولا يسع لهم الإنكار بحال، فإن أنكروا استحقوا النار.

بقی أنه ماذا معيار بلوغ الدعوة وأنه هل يشترط التبليغ إلى كل نفس أو مصر على رؤس الأشهاد؟ أو كفى له التبليغ إلى من حضره، فذلک مما لا علم لنا به .وإذا فالتعبير الأوفى أن يقال :إن من تحقق التبليغ فيهم بأی نحو كان فإنه يعد كافرا بالجحود، سواء كان ذلک النبی بعث إليهم أم لا .ثم إن كانوا متعبدين بشريعة سماوية من قبل لا يجب عليهم الدخول فی شريعته .ما لم تبلغهم الدعوة إلى الشريعة أيضا، فإن بلغت وجب التعبد بها أيضا، ويحمل ذلک على نسخ شريعة المدعو له، فإن لم تكن عندهم شريعة سماوية من قبل، وجب عليهم الدخول فی شريعته بدون دعوة إليها، هذا فيمن بلغت إليهم دعوة نبی بخصوصها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا تحقیق انتہائی جامع ہے، جس میں تمام نصوص اور احادیث پر عمل پایا جاتا ہے۔

چنانچہ تمام انبیاء کی بعثت کے توحید کے حق میں عام ہونے کا ثبوت پیچھے قرآنی آیات کے ذیل میں گزر چکا ہے، اور نبیوں پر ایمان لانے کے متعلق بھی آیات گزر چکی ہیں، جن سے تمام نبیوں کی دعوتِ توحید پر ایمان لانے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

اور نبی کی شریعت پہنچنے اور اس کی دعوت سے متعلق جو تفصیل علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی، اس کی تائید اِن آیات سے ہوتی ہے، جن میں نبی کی اتباع واطاعت کا حکم ہے، ظاہر ہے کہ اتباع واطاعت میں فروعِ شریعت کی اتباع واطاعت بھی داخل ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اس کے عام ہونے اور ہر ایک کے لیے اس کے واجبُ القبول اور

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وأما الذين لم تبلغ إليهم الدعوة بخصوصها، ولكن بلغ إليهم خبر ذلك النبى كسائر الأخبار تحمل من بلد إلى بلد، يجب عليهم الإيمان به أيضا، فإن آمنوا به نجوا وإن أبوا هلكوا.

وتكون معاملتهم مع ذلك النبى كمعاملتنا مع سائر الأنبياء عليه الصلاة والسلام، أعنى التصديق فقط .ولا يجب عليهم التعبد بشريعته بمجرد بلوغ خبره إذا كانوا على شريعة نبى من قبل .وهذا كله قبل هذه الشريعة الآخرة، وأما بعدها فلا يسع لأحد الانحراف عنها بحال :(ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه)

وبالجملة دعوة التوحيد لا تختص بنبى دون نبى، بل هى عامة مطلقا .وأما الدعوة إلى شريعته فخاصة بالنبى صلى الله عليه وسلم بمعنى أنه يجب أن يدعو إليها جميع من فى الأرض، وقد تمت على أيدى الخلفاء الراشدين .وأما سائر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام فكانت دعوتهم إلى شرائعهم مقصورة على أقوامهم وتبليغ من سواهم كان فى اختيارهم، ولم يكن فريضة عليهم.

والسر فى شهرة عموم بعثة هذين النبيين أنه لم يبعث لمناقضة الكفر غير هذين .أما موسى وعيسى عليهما الصلاة والسلام فإنهما بعثا إلى بنى إسرائيل وكانوا مسلمين نسبا فإنهم من أولاد يعقوب عليه الصلاة والسلام، بخلاف نوح عليه الصلاة والسلام فإنه أول من ناقض الكفر، ولذا لقب بنى الله، وكذلك إبراهيم عليه الصلاة والسلام أول من رد على الصابئين وأسس الحنفية.

والنبى إذا رد على شىء يكون عاما لجميع البلاد وهذه مقدمة ينبغى أن يبحث عنها أن النبى إذا رد على شىء فهل يقتصر رده على من بعث إليهم أو يعم لمن فى الأرض .وهذا فى باب العقائد ظاهر، فإنها مشتركة فى الأديان كلها فيعم الرد قطعا، وأما فى الشريعة ففيه نظر، فالعموم من هذه الجهة، وللقوم أجوبة أخرى فليراجعه من الفتح(فيض البارى على صحيح البخارى، ج ا، ص ۲۸۰، ۲۸۱، كتاب العلم، باب تعليم الرجل أمته وأهله)

واجبُ الاتباع ہونے کی تائید اُن نصوص سے ہوتی ہے، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے عموم اور آپ کے خاتم النبیین ہونے اور ''لا الٰہ الا اللہ'' کے ساتھ ''محمد رسول اللہ'' کی شہادت دینے کا ذکر کیا گیا ہے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اجمالی سب کو پہنچ گئی، تو آپ کی رسالت اور مکمل شریعت پر ایمان لانا اور اس کو واجبُ الاتباع اور نجات کا واحد راستہ سمجھنا بھی سب پر ضروری ہوگیا، اور ایسی صورت میں جس طرح کفار، کو اصولِ شریعت کے ترک پر عذاب ہوگا، اسی کے ساتھ جمہور کے نزدیک فروعِ شریعت کے ترک پر بھی عذاب ہوگا، جو کہ ترکِ عقیدہ اور ترکِ ایمان سے اضافی ہوگا، جس کی تفصیل ہم نے اپنے دوسرے رسالہ ''کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم'' میں بیان کردی ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تمام سابقہ ادیان و مذاہب منسوخ ہو چکے ہیں، اور جس کو بھی نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی اجمالی خبر معتبر طریقہ پر پہنچ گئی، جو کہ ہمارے نزدیک اس وقت پورے روئے زمین پر بسنے والی اقوام کو پہنچ چکی ہے۔ [1]

---

[1] ولا أعلم أحدا لم تبلغه الدعوة اليوم إلا أن يكون من وراء عدونا الذين يقاتلونا أمة من المشركين فلعل أولئك أن لا تكون الدعوة بلغتهم وذلك مثل أن يكونوا خلف الروم أو الترك أو الخزر أمة لا نعرفهم(كتاب الأم،للشافعي، ج۴،ص ۲۵۳، مسائل فى الجهاد والجزية ،كتاب الحكم فى قتال المشركين ومسألة مال الحربى)

مسألة قال ويقاتل أهل الكتاب والمجوس، ولا يدعون، لأن الدعوة قد بلغتهم ويدعى عبدة الأوثان قبل أن يحاربوا أما قوله فى أهل الكتاب والمجوس :لا يدعون قبل القتال .فهو على عمومه؛ لأن الدعوة قد انتشرت وعمت، فلم يبق منهم من لم تبلغه الدعوة إلا نادر بعيد. وأما قوله: يدعى عبدة الأوثان قبل أن يحاربوا .فليس بعام، فإن من بلغته الدعوة منهم لا يدعون، وإن وجد منهم من لم تبلغه الدعوة، دعى قبل القتال، وكذلك إن وجد من أهل الكتاب من لم تبلغه الدعوة، دعوا قبل القتال.

قال أحمد إن الدعوة قد بلغت وانتشرت، ولكن إن جاز أن يكون قوم خلف الروم وخلف الترك، على هذه الصفة، لم يجز قتالهم قبل الدعوة(المغنى لابن قدامة، ج۹،ص ۲۱۰، كتاب الجهاد،مسألة يقاتل أهل الكتاب والمجوس ولا يدعون إلى الإسلام)

وفى تعليقة الطرطوشى من لم تبلغه الدعوة بحال كمن فى جزيرة(منح الجليل شرح مختصر خليل، ج۱۹ ،ص ۱۴۷ ،باب فى بيان أحكام الدماء والقصاص وما يتعلق بذلك)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إنما لا يجوز أن يقاتل من لم تبلغه الدعوة فى ابتداء الإسلام أما فى زماننا فلا حاجة إلى الدعوة لأن الإسلام قد فاض واشتهر فما من زمان أو مكان إلا وقد بلغه بعثة النبى -صلى الله عليه وسلم - ودعاؤه إلى الإسلام(الجوهرة النيرة، ج٢،ص ٢٥٨، كتاب السير)

قالوا :كان هذا فى ابتداء الإسلام حين لم ينتشر الإسلام ولم يستفض وأما بعد ما استفاض وعرف كل مشترک إلى ماذا يدعى يحل القتال قبلها ويقام ظهورها مقامها، كذا فى (المحيط) قال الشارح :وهذا صحيح ظاهر(النهر الفائق شرح كنز الدقائق،ج٣،ص ٢٠٣، كتاب الجهاد)

[1] مذکورہ آیت کے ضمن میں بعض تابعین مثلاً حضرت مجاہد اور حضرت حسن سے مروی ہے کہ "جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، تو نبی کا بھی ذکر کیا جاتا ہے" اور ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے، لیکن اس کی سند میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے۔

أخبرنا عبد الله بن محمد بن سلم، قال: حدثنا حرملة، قال: حدثنا بن وهب، قال: أخبرنى عمرو بن الحارث، أن دراجا حدثه عن أبى الهيثم،عن أبى سعيد الخدرى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: " أتانى جبريل، فقال: إن ربى وربک يقول لک: كيف رفعت ذكرک؟ قال: الله أعلم .قال: إذا ذكرت ذكرت معى"(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٣٣٨٢، كتاب الزكاة،باب ذكر الإخبار عن إباحة تعداد النعم للمنعم على المنعم عليه فى الدنيا)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف، دراج – وهو ابن سمعان أبو السمح– فى حديثه عن أبى الهيثم – وهو سليمان بن عمرو والليثى– ضعف(حاشية صحيح ابنِ حبان)

حدثنا ابن عيينة ، عن ابن أبى نجيح ، عن مجاهد :(وإنه لذكر لک ولقومک) يقال : ممن هذا الرجل ؟ فيقال :من العرب ,فيقال :من أى العرب ؟ فيقال :من قريش : (ورفعنا لک ذكرک) لا أذكر إلا ذكرت :أشهد أن لا إله إلا الله ، وأشهد أن محمدا رسول الله.

حدثنا شريک بن عبد الله ، عن ابن شبرمة ، عن الحسن :فى قوله (ألم نشرح لک صدرک) : بلى ، ملء حكما وعلما (ووضعنا عنک وزرک الذى أنقض ظهرک) ، قال :ما أثقل الحمل الظهر (ورفعنا لک ذكرک) بلى ، لا يذكر إلا ذكرت معه(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ٣٢٣٤٧، ٣٢٣٤٨)

فصل فى إشاعة الله عز وجل بذكر محمد صلى الله عليه وسلم قبل أن يخلقه "قال الله عز وجل فيما أخبر أنه كلم به موسى بن عمران عليه السلام :(ورحمتى وسعت كل شىء فسأكتبها للذين يتقون ويؤتون الزكاة والذين هم بآياتنا يؤمنون الذين يتبعون الرسول النبى الأمى الذى يجدونه مكتوبا عندهم فى التوراة والإنجيل)قرأ الآية إلى آخرها، قال :(وإذ قال عيسى ابن مريم يا بنى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تو اس کو بالاجماع توحید ومعرفتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اور اس کے ضمن میں ''کُلُّ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ '' پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، اور ان دونوں کے مجموعہ کو مختصر الفاظ میں:

''اَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ''

سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے کئی احادیث میں مذکورہ دونوں چیزوں کی گواہی پر ہی نجات کا مدار رکھا گیا ہے۔

اور اسی بنا پر اس دنیا سے ''بعثۃُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم '' کے بعد فوت ہونے والے ہر فردِ بشر سے عالمِ برزخ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی سوال کیا جاتا ہے، خواہ کوئی مومن ہو یا کافر، جس کے متعلق کافر کی طرف سے صرف سننے اور ایمان نہ لانے کا جواب دیا جاتا ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جبکہ ہر انسان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی کم از کم اجمالی دعوت پہنچ چکی ہو۔

لہٰذا بعض حضرات کا یہ کہنا کہ اگر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کی اجمالی دعوت سے آگاہ ہو چکا، لیکن وہ آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لایا، البتہ توحید کے اصولوں پر عمل پیرا رہا، اور اپنے مذہب کے مطابق فروعی احکام انجام دیتا رہا، جیسا کہ یہودی وعیسائی، تو وہ بھی ناجی شمار ہوگا، یہ موقف کسی طرح بھی درست نہیں، جس پر متعدد محققین نے مدلل و مفصل کلام کیا ہے، اور ہم نے بھی اپنی بعض دوسری تالیفات میں اس پر قدرے روشنی ڈالی ہے، جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، البتہ اس پر کچھ کلام آگے ''ضمیمہ'' میں ذکر کر دیا گیا ہے، وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ إسرائيل إني رسول الله إليكم مصدقا لما بين يدى من التوراة ومبشرا برسول يأتي من بعدى اسمه أحمد)وقال :(ورفعنا لک ذکرک)فقيل فى بعض التفسير : إنه شهره قبل خلقه وأعلى ذكره في الأولين قبل أن يخرجه نبيا فى الآخرين "(شعب الايمان للبيهقي، ج۳ص۵، باب حب النبى صلى الله عليه وسلم)

(فصل نمبر5)

اہلِ جاہلیت کے مکلّف ہونے کی نصوص

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے، جولوگ جاہلیت کے زمانے میں فوت ہوگئے، اگر وہ کفر وشرک کی حالت میں فوت ہوئے، تو دلائل کی رُو سے راجح یہ ہے کہ ان کا حکم بھی کافروں ومشرکوں والا ہے، اور وہ اصولی اعتبار سے کفر وشرک کی سزا کے مستحق ہیں، سوائے ان لوگوں کے، جن کا خاتمہ توحید وایمان پر ہوا۔

امام ابوحنیفہ اور ماتریدیہ کے نزدیک تو اگرچہ دعوتِ انسانی بھی نہ پہنچی ہوتی، تب بھی یہی حکم تھا، لیکن مشرکین عرب کو مختلف نبیوں کی دعوت بھی پہنچ چکی تھی، اس لیے وہ بالاتفاق توحید و ایمان کے مکلّف تھے، متقدمین اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اس میں کوئی قابلِ ذکر اختلاف نہیں، البتہ صرف بعض متاخرین ومعاصرین سے اس سلسلہ میں تسامح ہوا، جو معاصرین کی غلط فہمی کا سبب بنا، اس سلسلہ میں چند نصوص ملاحظہ فرمائیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ چند اہلِ علم حضرات کی تصریحات کا ذکر کیا جائے گا۔

سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران کا حوالہ

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۱۰۹)

ترجمہ: چاہتے ہیں بہت سے اہلِ کتاب میں سے، یہ کہ لوٹا دیں وہ تم کو، تمہارے

ایمان کے بعد، کفار ہونے کی حالت میں، ان کی طرف سے حسد کی وجہ سے، بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ہے، ان کے لیے حق (سورہ بقرہ)

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یَـٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ أُوْتُوْا الْکِتَابَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ إِیْمَانِکُمْ کَافِرِیْنَ (سورة آل عمران، رقم الآیة ۱۰۰)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے! اگر اطاعت کرو گے تم کسی فریق کی، ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی، تو وہ لوٹا دیں گے تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر ہونے کی حالت میں (سورہ آل عمران)

یعنی بہت سے اہلِ کتاب کی یہ خواہش تھی کہ جو مسلمان دورِ جاہلیت کے کفر سے نکل کر ایمان لا چکے تھے، ان کو وہ دورِ جاہلیت کے اسی کفر پر لوٹا دیں، اس لیے ان کی اتباع کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا۔

اور کفر پر لوٹائے جانے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دورِ جاہلیت میں جو لوگ توحید سے محروم تھے، ان پر کفر کا حکم جاری ہوگا۔ [1]

بعض احادیث میں بھی کفر کی طرف لوٹنے کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

سورہ بقرہ میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَیْنَا عَلَیْهِ آبَائَنَا

---

[1] ود أی تمنی کثیر من أهل الکتاب یعنی الیهود لو یردونکم أی یا معشر المؤمنین من بعد إیمانکم کفارا أی ترجعون إلی ما کنتم علیه من الکفر حسدا أی یحسدونکم حسدا(لباب التأویل فی معانی التنزیل، المعروف بالخازن، ج ۱، ص ۷۰، سورة البقرة)

یحاجون فی الله یخاصمون فی دینه من بعد ما استجاب له الناس ودخلوا فی الإسلام، لیردوهم إلی دین الجاهلیة، کقوله تعالی ود کثیر من أهل الکتاب لو یردونکم من بعد إیمانکم کفارا (الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، للزمخشری، ج ۴، ص ۲۱۷، سورة الشوری)

أَوَلَوُ كَـانَ آبَـاؤُهُمُ لا يَعُقِلُوُنَ شَيُئًا وَّلَا يَهُتَدُوُنَ (سورة البقرة، رقم الآية ١٧٠)

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے ان کو کہ اتباع کرو تم، اس چیز کی، جس کو نازل کیا اللہ نے، تو کہتے ہیں وہ کہ بلکہ اتباع کریں گے ہم اس کی کہ پایا ہم نے اس پر اپنے آباء کو، کیا اگر ان کے آباء، کسی چیز کی عقل نہیں رکھتے تھے، اور نہ وہ ہدایت پر تھے (پھر بھی یہ ان کی اتباع کریں گے) (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ مکہ کے آباء کے ہدایت پر نہ ہونے یعنی کفر وضلالت پر ہونے کا حکم لگایا ہے، جو زمانۂ جاہلیت سے تعلق رکھتے ہیں۔

اور ساتھ ہی ان کو بے عقل بھی قرار دیا، تاکہ معلوم ہو کہ بے عقلوں کی اتباع کرنا کوئی عقل مندی نہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس طرح کی آیات میں حقیقی عقل کی نفی مقصود نہیں کہ جس سے بے وقوف اور مجنون وپاگل ہونا مراد ہو، بلکہ عقل کا صحیح استعمال نہ کرنا مراد ہے۔

سورہ آلِ عمران اور سورہ جمعہ کا حوالہ

قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدُ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمُ رَسُوْلًامِّنُ اَنْفُسِهِمُ يَتْلُوْا عَلَيْهِمُ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمُ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ .وَاِنْ كَانُوْا مِنُ قَبْلُ لَفِيُ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورة آل عمران، رقم الآية ١٦٤)

ترجمہ: البتہ یقیناً احسان کیا اللہ نے مومنوں پر، جب بھیجا ان میں رسول، ان ہی میں سے، جو تلاوت کرتا ہے ان پر اس (اللہ) کی آیات کی، اور تزکیہ کرتا ہے ان کا، اور تعلیم دیتا ہے، ان کو کتاب کی اور حکمت کی، اگرچہ تھے وہ، اس سے پہلے

یقیناً کھلی گمراہی میں (سورہ آلِ عمران)

اورسورہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ.وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

(سورة الجمعة ، رقم الآية ۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے بھیجا غیر پڑھے لکھوں میں رسول کو ان میں سے، جو تلاوت کرتا ہے، ان پر اس کی آیات کی، اور تزکیہ کرتا ہے ان کا، اور تعلیم دیتا ہے، ان کو کتاب کی اور حکمت کی، اگرچہ تھے وہ، اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں

(سورہ جمعہ)

مذکورہ آیات میں صریح طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے لوگوں کے کھلی گمراہی میں ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، جس سے مراد کفر وشرک اور بت پرستی وغیرہ میں مبتلا ہونا ہے۔

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کفر وشرک کا ارتکاب کرنے والے معذور نہیں تھے، بلکہ وہ کم از کم اللہ تعالیٰ کی توحید اور معرفت کے مکلّف تھے، یا تو اللہ کی طرف سے ''عهدِ الستُ'' کے موقع پر دعوت پہنچ جانے کی وجہ سے، یا اپنی دعوتِ عقل کی بنیاد پر، یا پھر دعوتِ رسل کی بنیاد پر، یعنی پہلے نبیوں کی دعوت پہنچ جانے کی وجہ سے۔

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مشرکین، عقل یا نقل کی وجہ سے مکلّف نہ ہوتے، بلکہ معذور اور غیر مکلّف بالتوحید شمار ہوتے، تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی کا مرتکب قرار نہ دیا جاتا۔ [1]

---

[1] وإن كانوا يعني وانهم يعني العرب كانوا من قبل بعثته – صلى الله عليه وسلم – لفى ضلال مبين ظاهر بطلانه حيث يعهدون الحجارة ويأكلون الجيفة ويقولون ويعتقدون مالا يقبل العقل والنقل (التفسير المظهرى، ج ۹ ص ۲۷۵، سورة الجمعة)

وإن كانوا من قبل يعني من قبل بعثة الرسول صلى الله عليه وسلم لفى ضلال مبين يعني لفى جهالة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ انعام کا حوالہ

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ (سورۃ الأنعام، رقم الآیۃ ۱۳۷)

ترجمہ: خوشنما بنادیا ہے مشرکین میں سے اکثر کے لیے ان کے اولاد کے قتل کرنے کو، ان کے شرکاء نے، تاکہ وہ (شرکاء) ان (مشرکین) کو ہلاک کردیں، اور تاکہ التباس پیدا کردیں، ان پر ان کے دین میں (سورہ انعام)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اپنی اولاد کو قتل کرنے کی مذمت بیان فرمائی ہے کہ ان کو اس چیز پر ان کے شریکوں نے ابھارا، اور ان کے دین میں انہوں نے التباس پیدا کیا۔

اور اولاد کو قتل کرنے کا سلسلہ زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا، جن پر ان کے شرکاء نے التباس پیدا کیا تھا، ان کو اللہ تعالیٰ نے مشرک قرار دیا، اور جب خود اللہ نے ان کو مشرک قرار دیا، تو اللہ اور اس کے رسول نے مشرک کا جو حکم بیان فرمایا کہ اس کی ہرگز بخشش نہ ہوگی، اس پر جنت حرام ہوگی، اور دائمی جہنم کا عذاب ہوگا، اس حکم میں یہ مشرکین بھی داخل ہوں گے۔

سورہ انعام ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صوحیرۃ عن الھدی عمیا لا یعرفون معروفا ولا ینکرون منکرا فھداھم اللہ بنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم (تفسیر الخازن، ج ۱ ص ۳۱۵، سورۃ آلِ عمران)

وإن کانوا من قبل أی من قبل إرسال محمد صلی اللہ علیہ وسلم لفی ضلال مبین(تفسیر الخازن، ج۴ص ۲۸۹، سورۃ الجمعۃ)

وإن کانوا من قبل لفی ضلال مبین، أی ما کانوا قبل بعثۃ الرسول إلا فی ضلال مبین یعبدون الأوثان (تفسیر البغوی، ج۵ص ۸۱، سورۃ الجمعۃ)

وإن کانوا من قبل لفی ضلال مبین ظاھر لأنھم کانوا عبدۃ الأصنام وکانوا فی ضلال مبین وھو الشرک، فدعاھم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم إلی التوحید والإعراض عما کانوا فیہ(التفسیر الکبیر للرازی، ج۳۰ص۵۳۸، سورۃ الجمعۃ)

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ، كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ (سورة الانعام، رقم الآية ۱۴۸)

ترجمہ: عن قریب کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا کہ اگر چاہتا اللہ، تو نہ شرک کرتے ہم، اور نہ ہمارے آباء، اور نہ حرام کرتے ہم کسی چیز کو، اسی طرح سے تکذیب کی، ان لوگوں نے جو اِن سے پہلے تھے، یہاں تک کہ چکھ لیا انہوں نے ہماری پکڑ (یعنی عذاب) کو۔ کہہ دیجیے کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے، تو نکالو تم اس کو ہمارے لیے، نہیں اتباع کرتے ہو تم، مگر گمان کی، اور نہیں ہو تم مگر تخمینے پر چلتے ہو (سورہ انعام)

مذکورہ آیت میں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مشرکینِ مکہ کے شرک کا اعتراف ہے، اسی طرح ان کی طرف سے اپنے آباء واجداد کے متعلق بھی شرک کا اعتراف ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے فوت ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اِن سب کو مکذبین کی فہرست میں شمار کیا۔

جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جو لوگ شرک میں مبتلا تھے، وہ توحیدِ الٰہی سے معذور نہیں تھے، بلکہ وہ ''عهدِ الستُ'' کی دعوت، یا اپنی عقل کی دعوت، یا دعوتِ رسل پہنچ جانے، یا ان سب امور کی وجہ سے شرک سے بچنے اور توحید کو اختیار کرنے کے مکلّف تھے۔

سورہ آلِ عمران اور سورہ توبہ کا حوالہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو جو توحید وایمان سے محروم تھے، گمراہ قرار دیا ہے،

اوران کے حقیقت کو سمجھنے کا معترف قرار دیا ہے۔

چنانچہ سورہ آلِ عمران میں ایک موقع پر اہلِ کتاب کے حق کو باطل کے ساتھ تلبیس کرنے سے منع فرمایا، اوران کے حق کو چھپانے کی شکایت فرمائی، اوراسی کے ساتھ ان کے حقیقت سے واقف ہونے کا بھی ذکر فرمایا۔ [1]

سورہ آلِ عمران ہی میں ایک اور موقع پر فرمایا کہ اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے، توان کے لیے بہتر ہوتا، ان میں سے بعض تو ایمان لائے، لیکن اکثر اس سے محروم رہے۔ [2]

اورسورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کے شرک کی تردید کی ہے، اورفرمایا کہ ان کو خالص اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ [3]

اس قسم کی نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل، یہود ونصاریٰ توحید وایمان کے مکلّف تھے، جس کی خلاف ورزی پر وہ قابلِ مواخذہ ہیں۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانے کو''فتـرۃ''اور اس زمانے کے لوگوں کو اصحابِ فتـرۃ قرار دیا جائے، اور پھر اسی کے ساتھ اصحابِ فتـرۃ کو دعوت نہ پہنچنے کی وجہ سے توحید وایمان کا مکلّف قرار نہ دیا جائے، تو اس زمانے کے اہلِ کتاب بھی اصولی طور پر اس میں داخل ہونے چاہییں، اوراگر ان کو اصحابِ فترۃ کے مذکورہ مفہوم میں داخل مانا جائے گا، تو مذکورہ اوراس جیسی بہت سی نصوص کی مخالفت لازم آئے گی۔

---

[1] يَـاأَهْـلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ۷۱)

[2] وَلَـوْ آمَـنَ أَهْـلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ(سورة آلِ عمران، رقم الآية ۱۱۰)

[3] وَقَـالَـتِ الْيَهُـودُ عُـزَيْـرٌ ابْـنُ الـلَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِـأَفْـوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ .اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَـانَهُـمْ أَرْبَـابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (سورة التوبة، رقم الآيات ۳۰، ۳۱)

سورہ عنکبوت اور سورہ زخرف کا حوالہ

سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ .اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ .وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (سورة العنكبوت، رقم الآيات ۶۱ الیٰ ۶۳)

ترجمہ: اور اگر آپ سوال کریں، ان (مشرکین) سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو، اور مسخر کیا سورج کو اور چاند کو، تو یقیناً ضرور کہیں گے وہ کہ اللہ نے، پس کہاں بھٹکے ہوئے ہیں وہ۔ اللہ پھیلاتا ہے رزق کو، جس کے لیے چاہتا ہے، اپنے بندوں میں سے، اور تنگ کرتا ہے، اس کے لیے، بے شک اللہ ہر چیز کو خوب اچھی طرح جاننے والا ہے۔ اور اگر آپ سوال کریں، ان (مشرکین) سے کہ کس نے نازل کیا آسمان سے پانی کو، پھر زندہ کر دیا اس نے، اس پانی کے ذریعے سے زمین کو، اس کی موت کے بعد، تو یقیناً ضرور کہیں گے وہ کہ اللہ نے، کہہ دیجیے کہ تمام تعریفیں، اللہ ہی کے لیے ہیں! بلکہ اکثر لوگ نہیں سمجھتے (سورہ عنکبوت)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین، شرک کی حالت میں بھی، اللہ کے وجود اور اس کے خالق ہونے اور آسمانوں اور زمینوں پر اس کی حکمرانی کا پختہ یقین رکھتے تھے، اس لیے وہ توحید کے مکلّف تھے، لیکن اس کے باوجود، غیرُ اللہ کے رازق وغیرہ ہونے کا عقیدہ رکھ کر اکثر لوگوں نے شرک کا ارتکاب کیا، اور ان میں سے اکثر نے اپنی عقل کا صحیح استعمال نہیں کیا۔

پس خواہ وہ اپنی دعوتِ عقل کی وجہ سے توحید کے مکلّف ہوں، یا دعوتِ رسل کی وجہ سے مکلّف

ہوں، یا پھر ''عہدِ الست'' کی وجہ سے مکلّف ہوں، بہر حال وہ توحید کو اختیار کرنے اور شرک کو ترک کرنے کے مکلّف تھے، جس کی خلاف ورزی پر وہ قابلِ مؤاخذہ ہیں۔

سورہ عنکبوت ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (سورة العنكبوت، رقم الآية ٦٥)

ترجمہ: پھر جب سوار ہوتے ہیں وہ (مشرکین) کشتیوں میں، تو پکارتے ہیں وہ اللہ کو خالص کرتے ہوئے، اسی کے لیے دین کو، پھر جب نجات دے دیتا ہے وہ (یعنی اللہ) ان کو خشکی کی طرف، تو یکایک وہ شرک کرنے لگتے ہیں (سورہ عنکبوت)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین نہ صرف یہ کہ اللہ کے وجود کا یقین رکھتے تھے، بلکہ وہ عالم میں اس کی قدرت اور تصرف، بلکہ توحید کا عقیدہ بھی رکھتے تھے، اس لیے جب وہ پانی کے اندر کشتیوں میں ہوتے، جہاں ظاہری اسباب میں کوئی نجات کا ذریعہ نہ ہوتا، وہاں شرک کو ترک کر کے خالص توحید کو اختیار کر لیتے تھے، لیکن بعد میں پھر شرک کی طرف لوٹ آتے تھے، پس جب وہ دعوتِ عقل یا دعوتِ رسل کی وجہ سے اللہ کی توحید کا یقین رکھتے تھے، تو توحید کے ترک کرنے اور شرک کے اختیار کرنے پر کیسے معذور قرار پا سکتے ہیں۔

سورہ زخرف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُوْنَ (سورة الزخرف، رقم الآية ٨٧)

ترجمہ: اور اگر سوال کریں آپ اُن (مشرکین) سے کہ کس نے پیدا کیا ان کو، تو یقیناً ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پس کہاں بھٹکے جا رہے ہیں وہ (سورہ زخرف)

یعنی جب مشرکین کو، اللہ کے متعلق اپنے خالق ہونے کا اعتراف ہے، تو پھر شرک کر کے، اللہ کی وحدانیت سے کیوں بھٹکتے ہیں۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کو اللہ کی خالقیت کا اعتراف تھا، خواہ دعوتِ عقل کی وجہ سے ہو یا دعوتِ رسل کی وجہ سے، اس لیے وہ توحید کے مکلّف تھے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ شرک اسی وقت ممکن ہے، جب اللہ کے وجود کو تسلیم وقبول کرنے کے ساتھ کسی اور کو بھی اللہ کا شریک مانا جائے، اسی وجہ سے بعض مشرکینِ مکہ جس طرح بتوں کی طرف نسبت کر کے اپنے نام رکھتے تھے، اسی طرح اللہ کی طرف منسوب کر کے بھی بعض اپنے نام، مثلاً ''عبداللہ'' وغیرہ رکھتے تھے، اور آج بھی مشرکینِ ہند، اللہ کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، اور اس کی طرف نسبت کر کے اپنے نام بھی رکھتے ہیں، لیکن ساتھ ہی شرک بھی کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے اپنے بتوں کی طرف منسوب کر کے بھی اپنے نام رکھتے ہیں۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مشرکین کو اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا یقین صرف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے نہیں ہوا تھا، بلکہ پہلے سے حاصل تھا، ورنہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لے آتے۔

اس لیے زمانۂ جاہلیت کے مشرکین کو دعوتِ توحید نہ پہنچنے کی وجہ سے توحید کا مکلّف نہ سمجھنا درست نہیں۔

سورہ یونس اور سورہ لقمان کا حوالہ

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هُوَ الَّذِىْ يُسَيِّرُكُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ . فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ .يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى

أَنْفُسِكُمْ (سورة يونس، رقم الآيات ۲۲،۲۳)

ترجمہ: وہی ہے، جو سیر کراتا ہے، تم کو، خشکی میں اور سمندر میں، یہاں تک کہ جب ہوتے ہو، تم کشتیوں میں، اور لے کر چلتی ہیں وہ (کشتیاں) اُن کو، موافق ہوا کے ساتھ، اور خوش ہوتے ہیں وہ، آ جاتی ہے اس (کشتی) پر، تیز ہوا، اور آ جاتی ہے ان (کشتی میں سوار لوگوں) کے پاس موج، ہر طرف سے، اور گمان کر لیتے ہیں وہ کہ بے شک وہ گھیراؤ میں آ گئے ہیں، تو پکارنے لگتے ہیں وہ اللہ کو، خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو کہ اگر نجات پا گئے ہم اس سے، تو یقیناً ضرور بالضرور ہو جائیں گے ہم شکر کرنے والوں میں سے۔ پھر جب نجات دے دیتے ہیں، ہم ان کو، تو یکایک وہ بغاوت کرنے لگتے ہیں، زمین میں ناحق، اے لوگو! بس تمہاری بغاوت، تمہاری ذات ہی کے اوپر ہے (یعنی اس کا نقصان تم ہی کو ہوگا) (سورہ یونس)

سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (سورة لقمان، رقم الآية ۲۵)

ترجمہ: اور اگر سوال کریں آپ اُن (مشرکین) سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو، تو یقیناً ضرور کہیں گے کہ اللہ نے (سورہ لقمان)

اور سورہ لقمان ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (سورة لقمان، رقم الآية ۳۲)

ترجمہ: اور جب ڈھانپ لیتی ہے ان کو (سمندر میں سوار ہونے کی حالت میں) موج، سایوں کی طرح، تو پکارتے ہیں وہ اللہ کو، خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے

دین کو، پس جب نجات دے دیتا ہے، وہ (یعنی اللہ) ان کو خشکی کی طرف، تو بعض ان میں سے سیدھے راستے پر ہوتے ہیں (سورہ لقمان)

مذکورہ آیات سے بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کو نہ صرف یہ کہ زمین وآسمان جیسی مخلوق کے متعلق اللہ کے خالق ہونے کی معرفت اور اس کا یقین حاصل تھا، بلکہ ان کو اللہ کی وحدانیت کی بھی معرفت حاصل تھی، اسی لیے وہ مخصوص مصیبت کی حالت میں خالص اللہ کو پکارتے تھے، جس کے بعد بعض لوگ تو راہِ راست پر رہتے تھے، لیکن اکثر لوگ پھر بھی شرک وبت پرستی میں مبتلا رہتے تھے، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں اکثر لوگ شرک میں مبتلا تھے، اور اس سے بہت کم لوگ ہی بچے ہوئے تھے، جن کو انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا ہے، ان میں سے بعض کا ذکر احادیث میں بھی آیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

مذکورہ آیات بھی دن کی روشنی کی طرح مشرکین کو دعوتِ توحید پہنچ جانے اور توحید کا مکلّف ہونے پر دلالت کرتی ہیں، خواہ پھر اس کا ذریعہ، دعوتِ عقل ہو یا دعوتِ رسل، یا اللہ کے ساتھ کیا ہوا ''عهدِ الستُ'' اس سے اصل مقصود پر فرق نہیں پڑتا۔

سورہ فاطر، سورہ صافات اور سورہ انعام کا حوالہ

سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَ هُمْ نَذِيْرٌ لَيَكُوْنُنَّ أَهْدٰى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ فَلَمَّا جَاءَ هُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُوْرًا.

اِسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّءِ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ إِلَّا بِأَهْلِهٖ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (سورة فاطر، رقم الآيات ۴۲ الى ۴۳)

ترجمہ: اور وہ (یعنی مشرکین، بعثة النبی سے قبل) اللہ کی پختہ قسمیں کھاتے تھے

کہ اگر ان کے پاس کوئی نذیر (یعنی اللہ کی طرف سے ڈرانے والا) آیا تو وہ ضرور ہر ایک امت سے زیادہ ہدایت پر ہوں گے، پھر جب آ گیا ان کے پاس ڈرانے والا، تو نہیں زیادہ کیا ان کو مگر نفرت نے، تکبر اختیار کرتے ہوئے زمین میں، اور بُرا مکر کرتے ہوئے، اور نہیں گھیرتا بُرا مکر، مگر اس کے اہل کو ہی، پس نہیں انتظار کر رہے وہ، مگر پہلے لوگوں کی سنت کا، پس ہر گز نہیں پائیں گے آپ، اللہ کی سنت کو بدلنے والا، اور ہر گز نہیں پائیں گے آپ اللہ کی سنت کو پھیرنے والا (سورہ فاطر)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابنِ عطیہ اندلسی نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ کے قول ''اَقْسَمُوْا'' میں ضمیر، کفارِ قریش کی طرف راجع ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات مروی ہے کہ کفارِ قریش اسلام سے پہلے یہود ونصاریٰ کے ایک دوسرے کی تکذیب کرنے میں مواخذہ کیا کرتے تھے، اور یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس رسول آیا، تو ہم ان دونوں اہلِ کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) سے زیادہ ہدایت پانے والے ہوں گے، اور وہ اس پر اہتمام کے ساتھ قسمیں اٹھاتے تھے، اور ''احدی الامم'' سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں''۔ [1]

اور علامہ آلوسی نے مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کفارِ قریش کو یہ بات پہنچ گئی تھی کہ اہلِ کتاب کی ایک جماعت نے اپنے رسول کی تکذیب کی تھی، جس کے جواب میں انہوں نے اہتمام کے ساتھ قسمیں اٹھا کر یہ اظہار کیا تھا کہ اگر ان کے پاس رسول آیا، تو وہ اس رسول کی دعوت قبول کر کے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہدایت

---

[1] الضمير في قوله أقسموا لكفار قريش، وذلك أنه روى أن كفار قريش كانت قبل الإسلام تأخذ على اليهود والنصارى في تكذيب بعضهم بعضا وتقول لو جاء نا نحن رسول لكنا أهدى من هؤلاء وهؤلاء ، وجهد أيمانهم منصوب على المصدر، أي بغاية اجتهادهم، وإحدى الأمم يريد اليهود والنصارى(المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز،لا بن عطية الأندلسي،ج۴،ص۴۴۳،سورة فاطر)

پانے والے ہوں گے، جس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی''۔ [1]

مذکورہ آیت اور اس سے متعلق مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ قریشِ مکہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے رسولوں کی دعوت پہنچ چکی تھی، اسی لیے وہ اہلِ کتاب کے رسولوں کی تکذیب کو برا خیال کرتے تھے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان کی نفرت اور گمراہی میں اضافہ ہو گیا، یعنی پہلے شرک کرتے تھے، بعد میں کفر بھی کیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے رسولوں اور ان کی تکذیب سے باخبر تھے، اور وہ پہلے بھی گمراہ تھے، ورنہ اس میں اضافہ ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں بنتے۔ [2]

---

[1] وأقسموا بالله جهد أيمانهم أى حلفوا واجتهدوا فى الحلف أن يأتوا به على أبلغ ما فى وسعهم لئن جاء هم نذير ليكونن أهدى من إحدى الأمم الضمائر لقريش، وذلك أنهم بلغهم قبل مبعث النبى صلى الله عليه وسلم أن طائفة من أهل الكتاب كذبوا رسلهم فقالوا :لعن الله تعالى اليهود والنصارى أتتهم الرسل فكذبوهم فو الله لئن جاء نا رسول لنكونن أهدى من إحدى الأمم فكان منهم بعد ما كان فأنزل الله تعالى هذه الآية لئن جاء هم جاء على المعنى وإلا فهم قالوا :جاء نا وكذا ليكونن وإحدى بمعنى واحدة، والظاهر أنها عامة وإن كانت نكرة فى الإثبات لاقتضاء المقام العموم، وتعريف الأمم للعهد والمراد الأمم الذين كذبوا رسلهم أى لئن جاء نا نذير لنكونن أهدى من كل واحدة من الأمم اليهود والنصارى وغيرهم فتؤمن جميعا ولا يكذب أحد منا أو المعنى لنكونن أهدى من أمة يقال فيها إحدى الأمم تفضيلا لها على غيرها من الأمم(روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم والسبع المثانى، ج ۱۱،ص۳۷۷،سورة فاطر)

[2] وأقسموا بالله جهد أيمانهم لئن جاء هم نذير ليكونن أهدى من إحدى الأمم فلما جاء هم نذير ما زادهم إلا نفورا، استكبارا فى الأرض ومكر السىء ولا يحيق المكر السىء إلا بأهله فهل ينظرون إلا سنت الأولين فلن تجد لسنت الله تبديلا ولن تجد لسنت الله تحويلا، أولم يسيروا فى الأرض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم وكانوا أشد منهم قوة وما كان الله ليعجزه من شىء فى السماوات ولا فى الأرض إنه كان عليما قديرا، ولو يؤاخذ الله الناس بما كسبوا ما ترك على ظهرها من دابة ولكن يؤخرهم إلى أجل مسمى، فإذا جاء أجلهم فإن الله كان بعباده بصيرا.

الضمير فى وأقسموا لقريش .ولما بين إنكارهم للتوحيد، بين تكذيبهم للرسل.

قيل :وكانوا يلعنون اليهود والنصارى حيث كذبوا رسلهم، وقالوا :لئن أتانا رسول ليكونن أهدى من إحدى الأمم .فلما بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم، كذبوه .لئن جاء هم :حكاية لمعنى كلامهم لا للفظهم، إذ لو كان اللفظ، لكان التركيب لئن جاء نا نذير من إحدى الأمم، أى من واحدة مهتدية من الأمم، أو من الأمة التى يقال فيها إحدى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ صآفات میں بھی مشرکینِ مکہ کی اسی طرح کی بات کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ .لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ . لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ .فَكَفَرُوا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (سورة الصافات، رقم الآيات ١٦٧ الىٰ ١٧٠)

ترجمہ: اور وہ تو کہا کرتے تھے کہ اگر یقیناً ہمارے پاس ذکر ہوتا اولین کا، تو ہوتے ہم اللہ کے مخلص بندے، پھر انکار کیا انہوں نے اس کا، پس عنقریب جان لیں گے وہ (سورہ صافات)

مذکورہ آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مشرکینِ مکہ کی اس بات کا ذکر ہے کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأمم تفضيلا لها على غيرها، كما قالوا :هو أحد الأحدين، وهو أحد الأحد، يريدون التفضيل فى الدهاء والعقل بحيث لا نظير له، وقال الشاعر:

حتى استشاروا فى أحد الأحد ...شاهد يرادا سلاح معد

فلما جاء هم نذير، وهو محمد صلى الله عليه وسلم، قاله ابن عباس، وهو الظاهر .وقال مقاتل :هو انشقاق القمر،ما زادهم :أى ما زادهم هو أو مجيئه .إلا نفورا :بعدا من الحق وهربا منه .وإسناد الزيادة إليه مجاز، لأنه هو السبب فى أن زادوا أنفسهم نفورا، كقوله:فزادتهم رجسا إلى رجسهم ، وصاروا أضل مما كانوا .وجواب لما :ما زادهم، وفيه دليل واضح على حرفية لما لا ظرفيتها، إذ لو كانت ظرفا، لم يجز أن يتقدم على عاملها المنفى بما، وقد ذكرنا ذلك فى قوله :فلما قضينا عليه الموت ما دلهم ، وفى قوله :ولما دخلوا من حيث أمرهم أبوهم ما كان يغنى عنهم .والظاهر أن استكبارا مفعول من أجله، أى سبب النفور وهو الاستكبار، ومكر السيء معطوف على استكبارا، فهو مفعول من أجله أيضا، أى الحامل لهم على الابتعاد من الحق هو الاستكبار والمكر السيء، وهو الخداع الذى ترومونه برسول الله صلى الله عليه وسلم، والكيد له.

وقال قتادة :المكر السيء هو الشرك .وقيل :استكبارا بدل من نفورا، وقاله الأخفش. وقيل :حال، يعنى مستكبرين وماكرين برسول الله صلى الله عليه وسلم والمؤمنين، ومكر السيء من إضافة الموصوف إلى صفته، ولذلك جاء على الأصل :ولا يحيق المكر السيء.

وقيل :يجوز أن يكون ومكر السيء معطوفا على نفورا(البحر المحيط فى التفسير، لابى حيان، ج٩،ص ٤٠، ٤١،سورة فاطر)

وہ پہلوں کے ذکر، یعنی پہلی کتابوں، مثلاً توارۃ اورانجیل وغیرہ کی طرح کی کتاب اپنے پاس ہونے اوراس کی وجہ سے اللہ کے مخلص بندے ہونے کی تمنا ظاہر کیا کرتے تھے، پھر جب اللہ نے قرآن مجید کونازل فرمایا، توانہوں نے اس کاانکارکیا۔ [1]

اس سے بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مشرکینِ مکہ کو یہ علم تھا کہ پہلے آسمانی کتابیں نازل ہوچکی ہیں، اور وہ آسمانی تعلیمات اور رسولوں کی تبلیغ سے بالکل ناواقف نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں بھی مشرکین کی اس بات کاذکرکیاہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَهٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ .أَنْ تَقُوْلُوْا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلٰى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِيْنَ .أَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدٰى

---

[1] والضمير فى ليقولون لكفار قريش، لو أن عندنا ذكرا: أى كتابا من كتب الأولين الذين نزل عليهم التوراة والإنجيل، لأخلصنا العبادة لله، ولم نكذب كما كذبوا.

فكفروا به: أى فجائهم الذكر الذى كانوا يتمنونه، وهو أشرف الأذكار، لإعجازه من بين الكتب. فسوف يعلمون عاقبة كفرهم، وما يحل بهم من الانتقام(البحرالمحيط فى التفسير، ج۹ ص ۱۳۰، سورة الصافات)

وأما قوله: وإن كانوا ليقولون لو أن عندنا ذكرا من الأولين لكنا عباد الله المخلصين فالمعنى أن مشركى قريش وغيرهم كانوا يقولون: لو أن عندنا ذكرا أى كتابا من كتب الأولين الذين نزل عليهم التوراة والإنجيل لأخلصنا العبادة لله، ولما كذبنا كما كذبوا .ثم جائهم الذكر الذى هو سيد الأذكار والكتاب المهيمن على كل الكتب، وهو القرآن فكفروا به .ونظير هذه الآية قوله تعالى: فلما جائهم نذير ما زادهم إلا نفورا (التفسير الكبير، ج۲۶ ص ۳۶۲، سورة الصافات)

وإن كانوا وانهم يعنى كفار مكة كانوا ليقولون.قبل مبعث النبى صلى الله عليه وسلم.

لو ثبت أن عندنا ذكرا من الأولين.اى كتابا من الكتب التى أنزلت عليهم.

لكنا عباد الله المخلصين .يعنى لاخلصنا له العبادة ولم نخالف.

فكفروا به اى بالذكر الذى هو اشرف الاذكار لما جائهم فسوف الفاء للسببية فان الكفر سبب للوعيد يعلمون.عاقبة كفرهم وما يحل بهم من الانتقام ان مخففة للمثقلة واللام هى فارقة وفى ذلك ايماء بانهم كانوا يقولون مؤكدين للقول جازمين فيه فكم بين أولهم وآخرهم(التفسير المظهرى، ج۸ص ۱۵۰، سورة الصافات)

مِنۡهُمۡ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ (سورۃ الانعام، رقم الآیات ۱۵۵ الیٰ ۱۵۷)

ترجمہ: اور یہ کتاب ہے، نازل کیا ہم نے اس کو، جو مبارک ہے، پس اتباع کرو تم اس کا، اور ڈرو تم، تاکہ رحم کیا جائے تم پر، یا تم یہ کہو کہ بس نازل کردی گئی، کتاب دو جماعتوں پر ہم سے پہلے، اور تھے ہم ان کے پڑھنے سے یقیناً غافل، یا یہ کہو کہ اگر نازل کی جاتی ہم پر کتاب، تو یقیناً ہوتے ہم ان سے زیادہ ہدایت والے، پس آ چکی تمہارے پاس کھلی دلیل، تمہارے رب کی طرف سے، اور ہدایت اور رحمت (آ چکی) (سورہ انعام)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو نازل کر کے مشرکین پر پوری حجت قائم کردی گئی، اور ان کے ہر قسم کے عذر و معذرت کا قلع قمع کر دیا گیا۔ [1]

خلاصہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب جاہلیت کے عام مشرکین اور بت پرستوں کو اللہ کی وحدانیت و معرفت اور رسولوں کی رسالت اور آسمانی کتابوں کی خبر پہنچ چکی تھی، اور وہ ان لوگوں میں داخل نہیں تھے، جن کو دعوت نہیں پہنچی، اور ان کے قابلِ مؤاخذہ اور مکلّف بالتوحید ہونے میں حنفیہ، شافعیہ، ماتریدیہ اور اشاعرہ کا اختلاف ہو۔

---

[1] وهـذا خطاب لأهل مكة والمعنى واتقوا يا أهل مكة أن تقولوا إنما أنزل الكتاب والكتاب اسم جنس لأن المراد به التوراة والإنجيل على طائفتين من قبلنا يعنى اليهود والنصارى وإن كنا أى: وقد كنـا وقيـل وإنـه كنـا عن دراستهم يعنى قرائتهم لغافلين يعنى: لا علم لنا بما فيها لأنها ليست بلغتنا. والـمـراد بهـذه الآية إثبات الحجة على أهل مكة وقطع عذرهم بإنزال القرآن على محمد صلى الله عليه وسلم بلغتهم والمعنى: وأنـزلنا القرآن بلغتهم لئلا يقولوا يوم القيامة إن التوراة والإنجيل أنزلا عـلـى طـائـفتين من قبلنا بلسانهم ولغتهم فلم نعرف ما فيهما فقطع الله عذرهم بإنزال القرآن عليهم بـلـغتهـم أو تـقـولـوا لو أنا أنزل علينا الكتاب لكنا أهدى منهم وذلک أن جماعة من الكفار قالوا لو أنـزل علينا ما أنزله على اليهود والنصارى لكنّا خيرا منهم وأهدى وإنما قالوا ذلک لاعتمادهم على صحة عقولهم وجودة فطنهم وذهنهم قال الله عز وجل: فقد جائكم بينة من ربكم وهو رحمة ونعمة أنعم الله بها عليكم (تفسير الخازن، ج ۲ ص ۱۷۴، سورة الانعام)

سورہ صٓ کا حوالہ

سورہ صٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ. إِنْ هٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ ،أَأُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِنْ ذِكْرِيْ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ

(سورۃ صٓ ، رقم الآیات ۷ و ۸)

ترجمہ: (کفار کے بڑے لوگوں نے کہا کہ) نہیں سنا ہم نے اس کو پچھلے دین میں، نہیں ہے یہ، مگر گھڑی ہوئی، کیا نازل کر دیا گیا اس پر ذکر کو، ہمارے درمیان میں، بلکہ وہ ہیں شک میں میرے ذکر سے، بلکہ ابھی تک نہیں چکھا انہوں نے میرا عذاب (سورہ ص)

مشرکینِ مکہ نے یہ عذر پیش کیا کہ ہم نے یہ بات اپنے پچھلے دین میں نہیں سنی، اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے توحید کی وہ بات جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں، یا تو نصاریٰ کے دین میں نہیں سنی، کیونکہ وہ تثلیث کے قائل تھے، یا پھر یہ کہ ہم نے اپنے آبائے قریش کے دین میں یہ بات نہیں سنی، کیونکہ وہ مشرک تھے۔

مشرکین نے اپنے آباء کے موحد نہ ہونے کا اعتراف کیا، اور اس کو بطورِ عذر پیش کیا، لیکن ان کا یہ عذر معتبر نہیں تھا، اس لیے کہ پہلے لوگوں کی تقلید کا عذر غلط ہے، جس کی قرآن مجید کی دوسری آیات میں تردید کی گئی ہے، اور ''عهدِ الستُ'' میں بھی اس کی تردید کی گئی ہے۔

لہٰذا مشرکین کے اس دعوے سے ان کا معذور ہونا لازم نہیں آتا، اسی وجہ سے آخر میں ان کو اللہ نے اپنے عذاب کا مزہ چکھانے کی تنبیہ فرمائی ہے۔ [1]

---

[1] ثم قال :ما سمعنا بهذا في الملة الآخرة والملة الآخرة هي ملة النصارى فقالوا إن هذا التوحيد الذي أتى به محمد صلى الله عليه وسلم ما سمعناه في دين النصارى، أو يكون المراد بالملة الآخرة ملة قريش التي أدركوا آباء هم عليها، ثم قالوا :إن هذا إلا اختلاق افتعال وكذب، وحاصل الكلام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ زمر کا حوالہ

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِتَّخَذُوا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ فِىۡ مَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ (سورة الزمر، رقم الآية ۳)

ترجمہ: بنا لیے انہوں نے (یعنی مشرکین نے) اللہ کے علاوہ، اولیاء (اور وہ یہ کہتے ہیں کہ) نہیں عبادت کرتے ہم ان (اولیاء) کی مگر اس لیے کہ قریب کر دیں ہمیں، اللہ کی طرف، قدرومنزلت کے اعتبار سے، بے شک اللہ فیصلہ کرے گا، ان کے درمیان، اس میں کہ جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں (سورہ زمر)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

من هذا الوجه أنهم قالوا نحن ما سمعنا عن أسلافنا القول بالتوحيد، فوجب أن يكون باطلا، ولو كان القول بالتقليد حقا لكان كلام هؤلاء المشركين حقا، وحيث كان باطلا علمنا أن القول بالتقليد باطل(تفسير الرازى، ج٢٦،ص ٣٦٩،سورة ص)

ما سمعنا بهذا الذى يقوله محمد من التوحيد وكلمة هذا للتحقير فى الملة الآخرة قال ابن عباس والكلبى ومقاتل يعنون بها النصرانية لانها اخر الملل وهم لا يوحدون بل يقولون ثالث ثلاثة وقال مجاهد يعنون ملة قريش ودينهم الذى هم عليه اى ما سمعنا بهذا فى الملّة التى أدركنا عليه آباء نا ويجوز ان يكون ظرفا مستقرا فى محل الحال اى ما سمعنا من اهل الكتاب ولا الكهان هذا اى التوحيد كائنا فى الملة المترقبة التى هى اخر الملل إن هذا إلا اختلاق اى كذب اختلقه..

أأنزل عليه الذكر اى القران الاستفهام للانكار فهو بمعنى النفى فهو تأكيد لمضمون قولهم ان هذا الا اختلاق من بيننا وليس بأكبرنا ولا اكثر منا فى المال والجاه وفيه دليل على ان منشأ تكذيبهم لم يكن الا الحسد وقصور النظر على الحطام الدنيوى قال الله تعالى بل هم فى شك من ذكرى اى القران حيث كذبوا الجائى به إضراب للانكار واثبات للشك لميلهم الى التقليد واعراضهم عن الدليل يعنى ليس عندهم حجة يوجب علما يقينيا بما يقولون انه ساحر كذاب.

بل لما يذوقوا عذاب. ولو ذاقوا ما قالوا ذلك وسيذقونها وحينئذ يزول عنهم الشك ولا ينفعهم وبل للاضراب عن الشك واثبات يقينهم واعتقادهم بانتفاء حقيقة القران فاثبات الشك انما هو بالنظر الى انتفاء الحجة عندهم واثبات اليقين نظرا الى جهلهم المركب وزعمهم الفاسد تعنتا وعنادا -وقيل بل فى الموضعين ابتدائية ليست للاضراب فالجملة الاولى جواب لكلام الكفار والثانية تأكيد للاولى(التفسير المظهرى، ج٨،ص ١٥٦ سورة صٓ)

سورہ زمر ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهٖ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهٖ (سورۃ الزمر، رقم الآیۃ ۳۸)

ترجمہ: اور اگر سوال کریں آپ ان سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو؟ تو یقیناً ضرور کہیں گے وہ کہ اللہ نے، آپ کہہ دیجیے بھلا دیکھو تم، جن کو پکارتے ہو تم، اللہ کے علاوہ، اگر ارادہ کرے اللہ میرے ساتھ کسی ضرر کا، کیا وہ دور کرنے والے ہیں اس ضرر کو، یا ارادہ کرے اللہ میرے ساتھ رحمت کا، کیا وہ روکنے والے ہیں اس کی رحمت کو (سورہ زمر)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکینِ مکہ اور کفارِ قریش کو، اللہ کے معبود و موجود اور خالق ہونے کا علم و اعتراف، بلکہ یقین تھا، لیکن اس کے باوجود وہ اللہ کی قربتِ خاص حاصل کرنے کے لیے دوسروں کو اللہ کے ساتھ شریک کیا کرتے تھے۔

اور غور کیا جائے، تو ہر مشرک کو اللہ کے معبود و موجود ہونے کا علم و اعتراف ہوتا ہے، کیونکہ شرک میں اللہ کے وجود کو تسلیم کرنا لازم ہے، اور دنیا کے تمام مشرکوں کا یہی حال ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ کی طرف سے تمام رسولوں کے ذریعے اپنی خالص عبادت یعنی توحید کی دعوت دی گئی ہے۔

چنانچہ سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ (سورۃ النحل، رقم الآیۃ ۳۶)

ترجمہ: اور البتہ یقیناً بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول کو، یہ کہ عبادت کرو تم اللہ کی،

اوراجتناب کروتم طاغوت سے، پس ان میں سے وہ بھی ہوئے، جن کو ہدایت دے دی اللہ نے، اوران میں سے وہ بھی ہوئے کہ ثابت ہوگئی ان پر گمراہی (سورہ نحل)

اورسورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ(سورۃ الانبیاء، رقم الآیۃ ۲۵)

ترجمہ: اورنہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول کو، مگروحی کی ہم نے اس کی طرف اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبودسوائے میرے، پس تم عبادت کرو میری ہی (سورہ انبیاء)

پھر جاہلیت کے مشرکینِ مکہ اور کفارِ قریش کومعرفتِ الٰہی کی دعوت نہ پہنچنے کی وجہ سے کیسے معذورقرار دیا جاسکتا ہے، قطع نظراس سے کہ وہ دعوتِ انسانی ہو، یادعوتِ عقلی۔ [1]

سورہ بینہ کاحوالہ

سورہ بینہ میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ أَهۡلِ الۡکِتَابِ وَالۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَأۡتِیَهُمُ الۡبَیِّنَةُ.رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتۡلُوۡ صُحُفًا مُّطَهَّرَةً .فِیۡهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ. وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ أُوۡتُوا الۡکِتَابَ إِلَّا مِنۡ بَعۡدِ مَا جَاءَتۡهُمُ الۡبَیِّنَةُ .وَمَا

---

[1] وهـذه الشبهة هـى التى اعتمدها المشركون قديم الدهر وحديثه وجائتهم الرسل صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين بردها والنهى عنها والدعوة إلى إفراد العبادة لله وحده لا شريك له وأن هذا شىء اخترعه المشركون من عند أنفسهم لم يأذن الله فيه ولا رضى به بل أبغضه ونهى عنه ولقد بعثنا فى كل أمة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت، وما أرسلنا من قبلک من رسول إلا نوحى إليه أنه لا إله إلا أنا فاعبدون ، وأخبر أن الملائكة التى فى السموات من الملائكة المقربين وغيرهم كلهم عبيد خاضعون لله لا يشفعون عنده إلا بإذنه لمن ارتضى وليسوا عنده كالأمراء عند ملوكهم يشفعون عندهم بغير إذنهم فيما أحبه الملوک وأبوه فلا تضربوا لله الأمثال .تعالى الله عن ذلک علوا كبيرا(تفسير ابنِ كثير، ج۷ص۷۵، سورة الزمر)

أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ.

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ(سورة البينة ، رقم الآيات، ۱ ،الیٰ۶)

ترجمہ: نہیں تھے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اہلِ کتاب میں سے اور مشرکین میں سے، باز آنے والے، یہاں تک کہ آئے ان کے پاس کھلی دلیل، یعنی رسول، اللہ کی طرف سے، جو تلاوت کرتے ہیں، پاکیزہ صحیفوں کی، جن میں ہیں کتابیں، مضبوط۔

اور نہیں تفرقہ پیدا کیا ان لوگوں نے جنہیں دی گئی کتاب، مگر اس کے بعد کہ آ گئی ان کے پاس کھلی دلیل۔

اور نہیں حکم دیا گیا تھا ان کو، مگر اس کا کہ عبادت کریں وہ اللہ کی، خالص کرنے والے ہو کر، اس کے لیے دین کو، یکسوئی کے ساتھ، اور یہ کہ قائم کریں وہ نماز کو، اور ادا کریں وہ زکاۃ کو، اور یہ مضبوط دین ہے۔

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اہلِ کتاب میں سے اور مشرکین میں سے، وہ جہنم کی آگ میں ہوں گے، ہمیشہ رہیں گے وہ، اس میں، یہ لوگ ہی مخلوق میں بدترین ہیں (سورہ بینہ)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے بعض اہلِ کتاب اور مشرکین کو کافر قرار دیا ہے، اور اہلِ کتاب کے مقابلے میں مشرکینِ مکہ کا نام مشرک رکھا ہے، اور بعد میں یہ بھی فرمایا کہ ان کو اللہ کی وحدانیت اور خالص اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، جس پر انہوں نے عمل نہیں کیا۔

مذکورہ آیات سے بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی کفار، اہلِ کتاب و مشرکین کے پاس اللہ کی دعوت پہنچ چکی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعے اور

زیادہ کھلی دلیل پہنچ گئی، اور حجت تمام ہوگئی۔

تفسیر معارف القرآن عثمانی میں مذکورہ آیات کے خلاصۂ تفسیر میں ہے:

جو لوگ اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے (قبل بعثتِ نبویہ) کافر تھے وہ (اپنے کفر سے ہرگز باز آنے والے نہ تھے، جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آئی (یعنی) ایک اللہ کا رسول جو (ان کو) پاک صحیفے پڑھ کر سناوے، جن میں درست مضامین لکھے ہوں (مراد قرآن ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کفار کا کفر ایسا شدید تھا، اور ایسے جہل میں مبتلا تھے کہ بدون کسی عظیم رسول کے ان کے راہ پر آنے کی کوئی توقع نہ تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی حجت تمام کرنے کے لیے آپ کو قرآن دے کر مبعوث فرمایا) اور (ان کو چاہئے تھا کہ اس کو غنیمت سمجھتے اور اس پر ایمان لے آتے مگر) جو اہلِ کتاب تھے (اور غیر اہلِ کتاب تو بدرجہ اولیٰ) وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد (دین میں) مختلف ہوگئے (یعنی دینِ حق سے بھی اختلاف کیا، اور باہمی اختلاف جو پہلے سے تھے، ان کو بھی دینِ حق کا اتباع کر کے دور نہ کیا) (معارف القرآن عثمانی، ج۸ص۷۹۵، سورہ بینہ، مطبوعہ: ادارۃُ المعارف، کراچی، طبع جدید: 1992 عیسوی)

معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے بہت سے اہلِ کتاب اور اہلِ عرب کفار ومشرک تھے، بلکہ ان کا کفر شدید بھی تھا۔

پھر عرب کے مشرکین اور کفارِ قریش، بالخصوص مشرکینِ مکہ کو ایک لمبے عرصے تک دعوتِ توحید کے نہ پہنچنے کا کیسے حکم لگایا جاسکتا ہے؟ جبکہ وہ بیتُ اللہ کے قریب رہتے تھے، جو عالَم والوں کے لیے ہدایت ہے، اور پوری روئے زمین میں افضل ترین مقام ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیاں ہیں، اور مقامِ ابراہیم ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کی نشانی ہے، اور بیتُ اللہ، روئے زمین پر سب سے پہلا ''بیت'' اور اللہ کا گھر ہے۔

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِلْعَالَمِيْنَ .فِيْهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (سورة آل عمران، رقم الآيات ۹۶، ۹۷)

ترجمہ: بے شک سب سے پہلا گھر جو رکھا گیا ہے، لوگوں کے لئے، یقیناً مکہ میں ہے، جو کہ مبارک ہے، اور ہدایت ہے عالَم والوں کے لئے، اس میں نشانیاں ہیں واضح (جن میں سے ایک) مقامِ ابراہیم ہے، اور جو اس میں داخل ہوگیا، تو وہ امن والا ہے (سورہ آلِ عمران)

حضرت عبداللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ وَاقِفٌ بِالْحَزْوَرَةِ فِيْ سُوْقِ مَكَّةَ، وَاللّٰهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَوْلَا أَنِّىْ أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۷۱۵) [1]

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ حزورہ میں، جو مکہ کے بازار میں واقع تھا، کھڑے ہو کر (بیتُ اللہ کو خطاب کرکے) یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم! بے شک تُو اللہ کی سب سے بہترین زمین ہے اور اللہ عز وجل کو سب سے زیادہ محبوب زمین ہے، اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ، قَالَ: أَمَا وَاللّٰهِ، لَأُخْرُجُ مِنْكِ، وَإِنِّىْ لَأَعْلَمُ أَنَّكِ أَحَبُّ بِلَادِ اللّٰهِ إِلَيَّ وَأَكْرَمُهُ عَلَى

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير أن صحابيه روى له أصحاب السنن سوى أبي داود (حاشية مسند احمد)

اللّٰہِ، وَلَوْلَا أَنَّ أَھْلَکِ أَخْرَجُونِیْ مَا خَرَجْتُ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۲۶۶۲) [1]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے، تو یہ فرمایا کہ خبردار اللہ کی قسم! مجھے تجھ سے نکالا جارہا ہے، اور بے شک میں جانتا ہوں کہ تو اللہ کے شہروں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ومعزز ہے، اور اگر تیرے اہلِ خانہ مجھے نہ نکالتے، تو میں نہ نکلتا (مسند ابی یعلیٰ)

اور زمانۂ جاہلیت میں مشرکین، بیتُ اللہ کا طواف کیا کرتے تھے، اور اس کی تعظیم کے قائل تھے، اور حج وعمرہ کیا کرتے تھے، اور بیتُ اللہ کی تعمیر کرتے تھے، اور اس کو غلاف پہنایا کرتے تھے، اور صفاومروہ کی سعی کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے بیتُ اللہ میں حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی تصاویر بھی نصب کر رکھی تھیں، وغیرہ وغیرہ۔

اور حج وعمرہ کی غرض سے دنیا بھر سے لوگ وہاں پر آتے تھے، جن میں اہلِ کتاب بھی شامل تھے، یہاں تک کہ مشرکینِ مکہ، ان کی خدمت بھی کرتے تھے، ان کو پانی پلاتے تھے، وغیرہ وغیرہ، اس لیے مشرکینِ مکہ کا اہلِ کتاب اور ان کے واسطے سے انبیائے کرام اور آسمانی تعلیمات، بالخصوص ''دعوتِ توحید'' سے بے خبر رہنا بعید ہے۔

پس یہ بات کیسے ممکن ہے کہ ان پر دعوت نہ پہنچنے کا حکم لگایا جائے، اور ان کو توحید کا مکلّف قرار نہ دیا جائے، یہاں تک کہ اُن کو شرک وکفر سے بھی معذور قرار دے دیا جائے؟

اگر یہ بات کسی اور خطے اور علاقے کے لوگوں کے متعلق کہی جاتی، تو کسی درجے میں مؤثر ہوسکتی تھی، لیکن بیتُ اللہ کے قرب وجوار میں رہنے سہنے اور آنے جانے والے لوگوں اور اس کے علاوہ اہلِ کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے ساتھ رہنے والے لوگوں کے متعلق یہ کہنا، عقل سے بالاتر، اور مزید براں نقل کے خلاف ہے۔

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی: رجالہ رجال الصحیح خلا محمود بن خداش وھو ثقۃ (حاشیۃ مسند ابی یعلیٰ)

اس کے علاوہ مشرکینِ مکہ، ایسے علاقوں کا سفر بھی کرتے تھے، جہاں دوسرے انبیائے کرام کے آثار وباقیات بھی موجود تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان آثار سے عبرت حاصل کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

جیسا کہ سورہ صآفات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنَّ لُوطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِينَ. إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ. إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ. ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ. وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِم مُّصْبِحِينَ. وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (سورۃ الصافات، رقم الآیات ۱۳۳ الیٰ ۱۳۸)

ترجمہ: اور بے شک لوط، یقیناً رسولوں میں سے تھے۔ جب نجات دے دی ہم نے ان کو، اور ان کے سب گھر والوں کو، سوائے ایک بوڑھی کے، جو پیچھے رہنے والوں میں تھی۔ پھر ہلاک کر دیا ہم نے، دوسروں کو۔ اور بے شک تم یقیناً طور پر گزرتے ہو، اُن (ہلاک شدہ لوگوں کی بستیوں) پر صبح کے وقت۔ اور رات کے وقت، پس کیا تم عقل نہیں رکھتے (سورہ صافات)

اس سلسلہ میں مزید نصوص اور قرآنی آیات آگے فصل نمبر 6 میں آتی ہیں۔

انس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ نَخْلًا لِبَنِي النَّجَّارِ، فَسَمِعَ صَوْتًا فَفَزِعَ، فَقَالَ: مَنْ أَصْحَابُ هٰذِهِ الْقُبُورِ؟ قَالُوا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ: نَاسٌ مَاتُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ: تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَعَذَابِ النَّارِ، وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۳۴۴۷)[1]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، وهذا إسناد قوی کسابقه (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ ''بنونجار'' کے باغ میں داخل ہوئے، وہاں کچھ آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنیں، تو گھبرا گئے اور فرمایا کہ یہ کن لوگوں کی قبریں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کچھ لوگوں کی قبریں ہیں، جو زمانۂ جاہلیت میں مر گئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ مانگو قبر کے عذاب سے، اور جہنم کے عذاب سے اور دجال کے فتنہ سے (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام احمد نے ایک اور مقام پر بھی روایت کیا ہے، جس میں اہلِ جاہلیت کی قبروں سے عذاب کو سننے کا ذکر ہے۔ [1]

مذکورہ حدیث میں عذابِ قبر میں مبتلا، لوگوں کے زمانۂ جاہلیت میں یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے فوت ہونے کی تصریح ہے۔

ان اہلِ جاہلیت کو اگر اصولِ شریعت یا کم از کم توحید کا مکلّف قرار نہ دیا جائے، تو لازم آئے گا کہ ان کو فروعِ شریعت کی خلاف ورزی پر عذاب ہو رہا تھا، اور فروعِ شریعت پر عذاب کو ثابت مانا جائے، تو اس سے اصولِ شریعت کا بدرجۂ اولیٰ مکلّف ہونا لازم آئے گا، اور بالآخر اصولِ شریعت، جس میں توحید سرِ فہرست ہے، اس کا مکلّف ہونا ثابت ہو جائے گا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطٍ مِّنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ، فِيْهِ أَقْبُرٌ، وَهُوَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ، فَحَادَتْ بِهٖ، وَكَادَتْ أَنْ تُلْقِيَهُ، فَقَالَ: مَنْ يَّعْرِفُ أَصْحَابَ هٰذِهِ الْأَقْبُرِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ،

---

[1] عن أنس بن مالک، قال: أخبرنی بعض من لا أتهمه من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم، أنه قال: بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم وبلال يمشيان بالبقيع، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يا بلال، هل تسمع ما أسمع؟ " قال: لا، والله يا رسول الله ما أسمعه، قال: " ألا تسمع أهل هذه القبور يعذبون؟ " يعنى قبور الجاهلية (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۳۷۱۹)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل فليح (حاشية مسند احمد)

قَوۡمٌ ھَلَکُوۡا فِی الۡجَاھِلِیَّۃِ،فَقَالَ:لَوۡلَا أَنۡ لَّا تَدَافَنُوۡا، لَدَعَوۡتُ اللّٰہَ أَنۡ یُّسۡمِعَکُمۡ عَذَابَ الۡقَبۡرِ(مسند الإمام أحمد ، رقم الحدیث ۲۱۶۵۸) [1]

ترجمہ: ہم مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جس میں قبریں تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے، پس وہ خچر بِدکنے لگا، اور قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرا دے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ان قبر والوں کو پہچانتا ہے؟ تو ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ لوگ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم دفن کرنا نہ چھوڑتے، تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کے عذاب کو سنا دے (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا) (مسند احمد)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں تو عذابِ قبر میں مبتلا اُن لوگوں کے زمانۂ جاہلیت میں فوت ہونے کا ذکر ہے، جبکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی کی صحیح مسلم میں مروی روایت میں عذابِ قبر میں مبتلا اُن لوگوں کے شرک کی حالت میں فوت ہونے کا ذکر ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فَقَالَ:مَنۡ یَّعۡرِفُ أَصۡحَابَ ھٰذِہِ الۡأَقۡبُرِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ:أَنَا، قَالَ:فَمَتٰی مَاتَ ھٰؤُلَاءِ؟قَالَ:مَاتُوۡا فِی الۡإِشۡرَاکِ، فَقَالَ:إِنَّ ھٰذِہِ الۡأُمَّۃَ تُبۡتَلٰی فِیۡ قُبُوۡرِھَا، فَلَوۡلَا أَنۡ لَّا تَدَافَنُوۡا، لَدَعَوۡتُ اللّٰہَ أَنۡ یُّسۡمِعَکُمۡ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ الَّذِیۡ أَسۡمَعُ مِنۡہُ ثُمَّ أَقۡبَلَ عَلَیۡنَا بِوَجۡھِہٖ، فَقَالَ:تَعَوَّذُوۡا بِاللّٰہِ مِنۡ عَذَابِ النَّارِ (مسلم، رقم الحدیث ۲۸۶۷''۶۷''کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:إسنادہ صحیح، رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر أبی نضرۃ -وھو المنذر بن مالک بن قِطُعۃ -فمن رجال مسلم(حاشیۃ مسند احمد)

وأهلها،باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه، وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه)

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ان قبر والوں کو پہچانتا ہے؟ تو ایک آدمی نے کہا کہ میں پہچانتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ کب فوت ہوئے تھے؟ اس شخص نے جواب میں کہا کہ شرک کرنے کی حالت میں فوت ہوئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کو اپنی قبروں میں آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، پس اگر تم دفن کرنا نہ چھوڑتے، تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں اس عذابِ قبر کو سنا دیتا، جس کو میں سنتا ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اللہ کے ذریعہ، عذابِ جہنم سے پناہ طلب کرو (مسلم)

دونوں قسم کی احادیث میں ٹکراؤ نہیں، بلکہ یہ ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، یعنی زمانۂ جاہلیت میں فوت ہونے والے، وہ لوگ مشرک تھے، جن کو عذابِ قبر ہو رہا تھا۔

اُمِّ مبشر رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت اُمِّ مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا فِيْ حَائِطٍ مِّنْ حَوَائِطِ بَنِي النَّجَّارِ، فِيْهِ قُبُوْرٌ مِنْهُمْ، قَدْ مُوِّتُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَسَمِعَهُمْ وَهُمْ يُعَذَّبُوْنَ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ: اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَإِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ؟ قَالَ: نَعَمْ، عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ (مسند الإمام أحمد ، رقم الحديث ٢٧٠٤٤) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسنادٌ رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبى سفيان وهو طلحة بن نافع الواسطي -فمن رجال مسلم، وهو صدوق لا بأس به(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اور میں ''بنی نجار'' کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھی، جس میں ان لوگوں کی قبریں تھیں، جو جاہلیت کے زمانہ میں فوت ہوگئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عذاب دیے جاتے ہوئے سنا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل گئے، اور فرمایا کہ تم اللہ کے ذریعہ، عذابِ قبر سے پناہ طلب کرو، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا واقعی اُن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک! اس طرح سے عذاب دیا جاتا ہے کہ جس کو جانور سنتے ہیں (مسند احمد)

مذکورہ روایت میں بھی عذابِ قبر میں مبتلا ہونے والوں کے متعلق جاہلیت میں فوت ہونے والوں کی تصریح ہے، جو پہلی احادیث کے مفہوم کی تائید کرتی ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

اس طرح کی حدیث مسند احمد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

مذکورہ احادیث میں زمانۂ جاہلیت میں فوت ہونے والوں پر مشرک ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، اوران کے اہلِ فترۃ میں سے ہونے کی وجہ سے معذور شمار نہیں کیا گیا، یا تو اس وجہ سے کہ توحید کا مکلّف ہونے کے لیے عقلِ صحیح وادراکِ صحیح کا ہونا کافی ہے، یا اس وجہ سے کہ جاہلیت کے زمانہ کے لوگوں کو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام وغیرہ

---

[1] أخبرني أبو الزبير، أنه سمع جابر بن عبد الله، يقول: " دخل النبي صلى الله عليه وسلم يوما نخلا لبني النجار، فسمع أصوات رجال من بني النجار ماتوا في الجاهلية يعذبون في قبورهم، فخرج النبي صلى الله عليه وسلم فزعا، فأمر أصحابه أن يتعوذوا من عذاب القبر " (مسند الإمام احمد، رقم الحديث ١٤١٥٢)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

کی دعوت پہنچ چکی تھی۔

اور الفاظِ حدیث کی رُو سے راجح یہی ہے کہ مذکورہ احادیث میں عذابِ قبر میں مبتلا لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے فوت ہوگئے تھے، کیونکہ جاہلیت، اسلام سے قبل کے زمانے کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں تفصیلاً گزرا۔ [1]

بہرحال مذکورہ احادیث و روایات سے زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کا مکلّف ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ أَبٰى أَنْ يَّدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْآلِهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، فَأَخْرَجُوْا صُوْرَةَ إِبْرَاهِيْمَ، وَإِسْمَاعِيْلَ فِىْ أَيْدِيْهِمَا الْأَزْلَامُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

[1] قوله: (فی الشرک) لابد من تقدير ليطابق الجواب السؤال، أی متى ماتوا فی الجاهلية مشركين أم بعدها مؤمنين؟ فأجاب: فی أيام الشرک، أو يقال: متى ماتوا؟ فأجاب أی منذ سنة فی الشرک .و (إن هذه الأمة) أی جنس الإنسان.(غب): الأمة كل جماعة يجمعهم أمر ما، إما دين واحد، أو زمان واحد، أو مكان واحد، سواء كان ذلک الأمر الجامع تسخيرا أو اختيارا(شرح المشكاة للطيبی، ج٢ص ٥٩٢، كتاب الايمان ، باب اثبات عذاب القبر)

(فمتى ماتوا؟) ، أی: فی الجاهلية أو بعدها مشركين أو مؤمنين (قال: فی الشرک) .، أی: فی زمنه أو صفته، وقال ابن حجر: أی بعد بعثتک بدليل قوله: إن هذه الأمة تبتلی فی قبورها أی بالعذاب فيها .قال: وإنما حملته على ذلک ليوافق الأصح أن أهل الفترة لا عقاب عليهم اهـ.

وفيه أن أهل الفترة على ما حققوا فيه نادر الوجود، فكيف يحمل على أهل الشرک (فقال: إن هذه الأمة) ، أی: جنس الإنسان، فهذه إشارة لما فی الذهن وخبره بيان له كهذا أخوک، وأصل الأمة كل جماعة يجمعهم أمر واحد إما دين أو زمان أو مكان(مرقاة المفاتيح ، ج١ ص٢٠٨، كتاب الايمان، باب اثبات عذاب القبر)

والمراد بالجاهلية ما كان فی الفترة قبل الإسلام(شرح السيوطی علىٰ مسلم، ج١ ص١١٦، تحت رقم الحديث ١٠٣"١٦٥")

وَسَلَّمَ: قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ، أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ (صحيح البخاری، رقم الحديث ١٦٠١، كتاب الحج، باب من كبر فی نواحی الكعبة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (فتحِ مکہ کے موقع پر) تشریف لائے، تو آپ نے بیت اللہ میں داخل ہونے سے اس لیے انکار فرما دیا کہ اس میں بت موجود تھے، پس آپ نے ان بتوں کو بیت اللہ سے نکالنے کا حکم فرمایا، صحابۂ کرام نے حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے مجسموں کو نکال دیا، جن کے ہاتھوں میں ''ازلام'' تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ان (مشرکین) کو تباہ کرے، یاد رکھو! اللہ کی قسم! اِن (مشرکین) کو علم تھا کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے کبھی ''إستقسام بالأزلام'' نہیں کیا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ کفارِ قریش یا مشرکینِ مکہ، حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے دین کا اعتقاد رکھتے تھے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر قسم اٹھائی کہ کفارِ قریش کو اس بات کا علم تھا کہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے ''إستقسام بالأزلام'' کا ارتکاب نہیں کیا، اور خود ان کفارِ قریش نے حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے دین میں تغیر وتبدل پیدا کر دیا، ان کے اس طرزِ عمل پر اللہ کے رسول نے لعنت فرمائی، اگر وہ ان اہلِ فترۃ کے مفہوم میں داخل ہوتے، جو توحید و ایمان کے مکلّف نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ان پر لعنت نہ فرماتے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَفْتَخِرُوا بِآبَائِكُمِ الَّذِيْنَ مَاتُوا

فِی الْجَاهِلِيَّةِ، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ، لَمَا يُدَهْدِهُ الْجُعَلُ بِمَنْخَرَيْهِ، خَيْرٌ مِّنْ آبَائِكُمِ الَّذِيْنَ مَاتُوْا فِی الْجَاهِلِيَّةِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۷۳۹) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ان آباء واجداد پر فخر نہ کیا کرو، جو زمانۂ جاہلیت میں مر گئے، اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایک گندگی کا کیڑا اپنی ناک کے نتھنوں سے جو گرد وغبار اُڑاتا ہے، وہ تمہارے ان آباء واجداد سے بہتر ہے، جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے (مسند احمد)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت میں فوت ہونے والوں کی مومنوں کے مقابلہ میں تحسین نہیں فرمائی، اور ظاہر ہے کہ ان سے وہی افراد مراد ہیں، جو شرک کی حالت میں فوت ہوئے، یہی وجہ ہے کہ جو چند افراد توحید کی حالت میں فوت ہوئے، ان کی تحسین فرمائی، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ: مَنْزِلُنَا غَدًا، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، بِالْخَيْفِ الْأَيْمَنِ، حَيْثُ اِسْتَقْسَمَ الْمُشْرِكُوْنَ عَلَى الْكُفْرِ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۷۷۹، ج ۱ ص ۲۳۸) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یومُ الترویہ (یعنی آٹھ ذی الحجہ) سے ایک دن پہلے فرمایا کہ کل ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری منزل (منیٰ میں) مسجدِ خیف کے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۵۳۷، باب الخروج إلى منى وعرفة)

دائیں جانب ہوگی، جہاں مشرکین نے کفر کی حالت میں اپنے (جُوے وغیرہ کے) تیر تقسیم کیے (طبرانی)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے کفر کی حالت میں ''إستقسام بالأزلام'' کرنے کا ذکر فرمایا، یعنی ان کو کافر اور مشرک دونوں قرار دیا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان کفار ومشرکین سے وہ افراد مراد ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کفر وشرک کی حالت میں فوت ہوئے۔

عائشہ اور امِ سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِبْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ، وَيُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ، فَهَلْ ذَاكَ نَافِعُهٗ؟ قَالَ: لَا يَنْفَعُهٗ، إِنَّهٗ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا: رَبِّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ (مسلم، رقم الحديث ۲۱۴ "۳۶۵" كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على الكفر لا ينفعه عمل)

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ''ابنِ جدعان'' جاہلیت کے زمانہ میں صلہ رحمی کیا کرتا، اور مسکین کو کھانا کھلایا کرتا تھا، تو کیا یہ اس کے لیے نفع بخش ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، کیونکہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ:

''**رَبِّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ**'' (مسلم)

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هِشَامَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ كَانَ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيَفُكُّ الْعُنَاةَ، وَيُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَلَوْ أَدْرَكَ

أَسُلَمَ، هَلُ ذٰلِکَ نَافِعُهٗ؟ قَالَ: لَا، إِنَّهٗ كَانَ يُعُطِىُ لِلدُّنُيَا وَذِكُرِهَا وَحَمُدِهَا، وَلَمُ يَقُلُ يَوُمًا قَطُّ ،رَبِّ اغُفِرُ لِىُ يَوُمَ الدِّيُنِ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۶۹۶۵) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ''ھشام بن مغیرۃ'' صلہ رحمی اور مہمان نوازی کیا کرتے تھے، اور قیدیوں کو چھڑایا کرتے تھے، اور کھانا کھلایا کرتے تھے، اور اگر وہ آپ کو پالیتے، تو اسلام لے آتے، کیا ان کو یہ اعمال نفع دیں گے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! وہ دنیا اور اس میں نام آوری اور دنیا میں اپنی تعریف کے لیے دیتا تھا، لیکن اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ:

''رَبِّ اغُفِرُ لِىُ يَوُمَ الدِّيُنِ '' (ابویعلیٰ)

اس طرح کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ جاہلیت کے زمانہ میں ایمان وتوحید کے بغیر عرب کی بت پرستی کی حالت میں فوت ہوگئے، ان کو آخرت میں نیک اعمال فائدہ نہیں دیتے، کیونکہ وہ ایمان سے محروم ہونے اور کفر وشرک کو اختیار کرنے کی وجہ سے اللہ کی طرف سے ثواب کے مستحق ہونے کے بجائے عذاب کے مستحق ہیں۔ [2]

---

[1] قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده صحيح (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

[2] معنى هذا الحديث أن ما كان يفعله من الصلة والإطعام ووجوه المكارم لا ينفعه فى الآخرة لكونه كافرا وهو معنى قوله صلى الله عليه وسلم لم يقل رب اغفر لى خطيئتى يوم الدين أى لم يكن مصدقا بالبعث ومن لم يصدق به كافر ولا ينفعه عمل......وأما الجاهلية فما كان قبل النبوة سموا بذلك لكثرة جهالاتهم والله تعالى أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۳ص۸۷، کتاب الایمان، باب الدليل على أن من مات على الكفر لا ينفعه عمل)

(قول عائشة: هل ذلک نافعه؟) معناه: هل ذلک مخلصه من عذاب الله المستحق بالكفر؟ فأجابها بنفي ذلک، وعلله بأنه لم يؤمن. وعبر عن الإيمان ببعض ما يدل عليه وهو قوله: لم يقل: رب اغفر لى خطيئتى يوم الدين. ويقتبس منه أن كل لفظ يدل على الدخول فى الإسلام اكتفى به، ولا يلزم من أراد الدخول فى الإسلام صيغة مخصوصة مثل كلمتى الشهادة، بل أى شىء دل على صحة إيمانه ومجانبة ما كان عليه اكتفى به فى الدخول فى الإسلام، ولا بد له مع ذلک من النطق بكلمتى الشهادة، فإن النطق بهما واجب مرة فى العمر (المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم، ج ۱ ص ۴۵۹، کتاب الایمان، باب الدليل على أن من مات على الكفر لا ينفعه عمل)

عبداللہ بن زید، ابو سعید خدری اور انس رضی اللہ عنہم کی حدیث

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَا مَعْشَرَ الأَنْصَارِ، أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللَّهُ بِي (صحيح البخارى، رقم الحديث ٤٣٣٠، كتاب المغازى، باب غزوة الطائف، صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٦١ "١٣٩")

ترجمہ: اے انصار کے گروہ! کیا میں نے تم کو بہت زیادہ گمراہی میں مبتلا نہیں پایا تھا، پھر تم کو اللہ نے میرے ذریعے سے ہدایت دے دی (بخاری، مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، أَلَمْ تَكُونُوا أَذِلَّةً فَأَعَزَّكُمُ اللَّهُ؟ قَالُوا: صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، قَالَ: أَلَمْ تَكُونُوا ضُلَّالًا، فَهَدَاكُمُ اللَّهُ؟ قَالُوا: صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (مسند احمد، رقم الحديث ١١٥٤٧) [1]

ترجمہ: اے انصار کے گروہ! کیا تم ذلیل نہیں تھے، پس تم کو اللہ نے عزت عطا فرمائی؟ انصار نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم بہت زیادہ گمراہی میں مبتلا نہیں تھے، پھر تم کو اللہ نے ہدایت دے دی؟ انصار نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير إبراهيم بن خالد، ورباح: وهو ابن زيد الصنعانيين، فمن رجال أبى داود والنسائى، وهما ثقتان (حاشية مسند احمد)

[2] عن أنس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " يا معشر الأنصار، ألم آتكم ضلالا فهداكم الله بى، ألم آتكم متفرقين فجمعكم الله بى، ألم آتكم أعداء فألف الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو اپنی بعثت سے پہلے بہت زیادہ گمراہ قرار دیا، جس سے شرک میں مبتلا ہونا مراد ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں جو لوگ شرک میں مبتلا تھے، وہ شرک کی وجہ سے گمراہ اور قابلِ مواخذہ ہیں۔ [1]

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت

ابراہیم بن سعد کی حضرت زہری سے مروی روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ أَعْرَابِیٌّ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:إِنَّ أَبِیْ كَانَ يَصِلُ الرَّحِمَ، وَكَانَ وَكَانَ، فَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ:فِی النَّارِ، فَكَأَنَّ الْأَعْرَابِیَّ وُجِدَ مِنْ ذٰلِکَ، فَقَالَ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَأَيْنَ أَبُوْکَ؟ قَالَ:حَيْثُ مَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ كَافِرٍ فَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ قَالَ:فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِیُّ بَعْدُ، فَقَالَ:لَقَدْ كَلَّفَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَبًا، مَا مَرَرْتُ بِقَبْرِ كَافِرٍ إِلَّا بَشَّرْتُهٗ بِالنَّارِ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۲۶، ج ۱ ص ۱۴۵) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بین قلوبکم بی ؟ "قالوا: بلی یا رسول اللہ، قال: " أفلا تقولون: جئتنا خائفا فآمناک، وطریدا فآویناک، ومخذولا فنصرناک؟ "فقالوا: بل للہ المن بہ علینا، ولرسولہ(مسند احمد ، رقم الحدیث ۱۲۰۲۱)

قال شعیب الارنؤوط:إسنادہ صحیح علی شرط الشیخین(حاشیۃ مسند احمد)

[1] (یا معشر الأنصار ألم أجدکم ضلالا) بضم الضاد المعجمۃ وتشدید اللام الأولی بالشرک (فھداکم اللہ بی) إلی الإیمان (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری للقسطلانی، ج۶ ص ۴۱۲، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان)

[2] قال الھیثمی: رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر، وزاد: فأسلم الأعرابی، فقال: لقد کلفنی رسول اللہ – صلی اللہ علیہ وسلم – بعناء، ما مررت بقبر کافر إلا بشرتہ بالنار ."ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث ۴۶۱، باب فی اھل الجاھلیۃ)

ترجمہ: ایک (غیر مسلم) دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اوراس نے کہا کہ میرا والد صلہ رحمی کیا کرتا تھا، اور فلاں فلاں اچھے اعمال کیا کرتا تھا، پس وہ کہاں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم میں ہے، اس دیہاتی کو یہ بات کچھ ناگوار گزری، تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے والد کہاں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں بھی تم کسی کافر کی قبر سے گزرو، تو اس کو جہنم کی بشارت دو، پھر وہ دیہاتی اس کے بعد اسلام لے آیا، اوراس نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعب میں ڈال دیا، میں جب بھی کسی کافر کی قبر سے گزرتا ہوں، تو اسے جہنم کی بشارت دیتا ہوں (طبرانی)

مذکورہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت میں فوت ہونے والے کو کافر اور جہنم کا مستحق قرار دیا۔

مذکورہ روایت کو بعض حضرات نے حضرت سالم اوران کے والد کی سند سے بھی روایت کیا ہے، جس میں کافر کے بجائے مشرک کے الفاظ ہیں۔ [1]

جس کے بارے میں بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ اس روایت میں سند کی غلطی ہوئی ہے، اور اصل سند حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ والی ہی ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا محمد بن إسماعيل بن البختري الواسطي، حدثنا يزيد بن هارون، عن إبراهيم بن سعد، عن الزهري، عن سالم، عن أبيه، قال: جاء أعرابي إلى النبي – صلى الله عليه وسلم – فقال: يا رسول الله، إن أبي كان يصل الرحم، وكان وكان، فأين هو؟ قال: " في النار "قال: فكأنه وجد من ذلك، فقال: يا رسول الله، فأين أبوك؟ قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: " حيثما مررت بقبر مشرك فبشره بالنار "قال: فأسلم الأعرابي بعد، وقال: لقد كلفني رسول الله – صلى الله عليه وسلم – تعبا، ما مررت بقبر كافر إلا بشرته بالنار (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۵۷۳)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
رجاله ثقات، وقد أخطأ شيخ ابن ماجه محمَّد بن إسماعيل الواسطي في إسناده، فجعله من حديث سالم عن أبيه، وخالفه غيره فجعله من حديث عامر بن سعد عن أبيه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی سند صحیح ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فقد أخرجه البزار (1089)، وابن السنی فی "عمل اليوم والليلة" (595)، والضياء فی "المختارة" (1005) من طريق زيد بن أخزم، والبزار (1089) من طريق محمَّد بن عثمان بن مخلد الواسطی، كلاهما عن يزيد بن هارون، عن إبراهيم بن سعد، عن الزهری، عن عامر بن سعد، عن أبيه، فذكره.

وأخرجه الطبرانی فی "الكبير" (326) من طريق محمَّد بن موسى بن أبی نعيم الواسطی، والبيهقی فی "الدلائل 192 - 191 /1 " من طريق أبی نعيم الفضل بن دكين، كلاهما عن إبراهيم بن سعد، عن الزهری، عن عامر، عن أبيه.

وقد أعلَّ الدارقطنی الحديث بالإرسال، فقد جاء فی "علله 334 /4 "ما نصه :وسئل عن حديث عامر بن سعد، عن سعد :قال رجل :يا رسول الله، إن أبی كان يحمل الكَل ويفعل ويفعل فی الجاهلية؟ قال" :هو فی النار ."فقال :يرويه محمَّد ابن أبی نعيم والوليد بن عطاء بن الأغر، عن إبراهيم بن سعد، وغيره يرويه عن إبراهيم بن سعد عن الزهری مرسلًا، وهو الصواب(حاشية سنن ابن ماجه، تحت رقم الحديث ۱۵۷۳)

۱؎ قال الالبانی:

"حيثما مررت بقبر كافر فبشره بالنار ."

رواه الطبرانی (1/ 19 /1) حدثنا علی بن عبد العزيز أنبأنا محمد بن أبی نعيم الواسطی أنبأنا إبراهيم بن سعد عن الزهری عن عامر بن سعد عن أبيه قال: جاء أعرابی إلى النبی صلى الله عليه وسلم فقال :إن أبی كان يصل الرحم وكان وكان فأين هو؟ قال :فی النار، فكأن الأعرابی وجد من ذلک فقال :يا رسول الله فأين أبوک؟ قال: فذكره.

قال :فأسلم الأعرابی بعد ذلک، فقال :لقد كلفنی رسول الله صلى الله عليه وسلم تعبا :ما مررت بقبر كافر إلا بشرته بالنار.

قلت :وهذا سند صحيح رجاله كلهم ثقات معروفون، وطرح ابن معين لمحمد ابن أبی نعيم لا يتلفت إليه بعد توثيق أحمد وأبی حاتم إياه، لاسيما وقد توبع فی إسناده، أخرجه الضياء فی "المختارة "(333/1) من طريقين عن زيد بن أخزم حدثنا يزيد بن هارون أنبأنا إبراهيم بن سعد به وقال: "سئل الدارقطنی عنه فقال :يرويه محمد بن أبی نعيم والوليد بن عطاء بن الأغر عن إبراهيم بن سعد عن الزهری عن عامر بن سعد، وغيره يرويه عن إبراهيم بن سعد عن الزهری مرسلا، وهو الصواب.

قلت :وهذه الرواية التی رويناها تقوى المتصل ."

قلت :وزيد بن أخزم ثقة حافظ وكذلک شيخه يزيد بن هارون، فهی متابعة قوية لابن أبی نعيم الواسطی تشهد لصدقه وضبطه، لكن قد خولف زيد بن أخزم فی إسناده فقال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

زہری رحمہ اللہ کی مرسل روایت

عبدالرزاق نے معمر سے اورانہوں نے زہری سے مرسلاً اس طرح روایت کیا ہے کہ:

ایک دیہاتی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میرے والد، یتیموں کی کفالت کیا کرتے تھے، اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرتے تھے، اور فلاں فلاں اچھے اعمال کیا کرتے تھے، ان کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے والد، جاہلیت کے زمانے میں فوت ہوگئے تھے؟ اس دیہاتی نے عرض کیا کہ جی ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، وہ دیہاتی غصے میں آ گیا، اور اس نے کہا کہ آپ کے والد کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جب بھی کسی کافر کی قبر سے گزرو، تو اس کو جہنم کی بشارت سناؤ، اس دیہاتی نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھکا دینے والے عمل کا مکلّف فرمادیا، میں جب بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ابن ماجه (رقم 1573) : حدثنا محمد بن إسماعيل بن البختری الواسطی: حدثنا يزيد بن هارون عن إبراهيم بن سعد عن الزهری عن سالم عن أبيه قال :جاء أعرابی . الحديث بتمامه.

وهذا ظاهره الصحة، ولذلک قال فی "الزوائد "(ق 97/ 2) " : إسناده صحيح رجاله ثقات، محمد بن إسماعيل وثقه ابن حبان والدارقطني والذهبی، وباقی رجال الإسناد علی شرط الشيخين ."

قلت :لكن قال الذهبی فيه " :لكنه غلط غلطة ضخمة ."ثم ساق له حديثا صحيحا زاد فيه "الرمی عن النساء "وهی زيادة منكرة وقد رواه غيره من الثقات فلم يذكر فيه هذه الزيادة .وأقره الحافظ ابن حجر علی ذلک.

قلت :فالظاهر أنه أخطأ فی إسناد هذا الحديث أيضا فقال فيه ..عن سالم عن أبيه والصواب عن عامر بن سعد عن أبيه كما فی رواية ابن أخزم وغيره، وقد قال الهيثمی فی "المجمع "(1/118 - 117) بعد أن ساقه من حديث سعد: "رواه البزار والطبرانی فی "الكبير "ورجاله رجال الصحيح(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٨)

کسی کافر کی قبر سے گزرتا ہوں تو اس کو جہنم کی بشارت سناتا ہوں (عبدالرزاق) [1]

اس روایت میں زمانۂ جاہلیت میں فوت ہونے والے کو اچھے عمل کرنے کے باوجود جہنمی قرار دیا گیا، اور پھر اس کے ساتھ ہی اس سے پہلی روایت کی طرح یہ اصول بھی بیان کیا گیا کہ ہر کافر و مشرک کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ہر کافر و مشرک کے متعلق بیان فرمایا، خواہ وہ زمانۂ جاہلیت میں کیوں نہ فوت ہوا ہو۔

ابنِ عمر اور جریر رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٨٦٨، كتاب الديات، باب قول الله تعالى: ومن أحياها)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے بعد حالتِ کفر میں مت لوٹ جانا (بخاری)

اس طرح کی حدیث حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

اور لوٹنا پہلی حالت کے لیے ہوتا ہے، جو کہ یہاں کفر ہے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت پر تھے۔

---

[1] أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهرى قال جاء أعرابى إلى النبى صلى الله عليه و سلم فقال يا نبى الله إن ابى كان يكفل الأيتام ويصل الأرحام ويفعل كذا فأين مدخله قال هلك أبوك فى الجاهلية قال نعم قال فمدخله النار قال فغضب الأعرابى وقال فأين مدخل أبيك فقال له النبى صلى الله عليه و سلم حيث ما مررت بقبر كافر فبشره بالنار فقال الأعرابى لقد كلفنى رسول الله صلى الله عليه و سلم تعبا ما مررت بقبر كافر إلا بشرته بالنار (جامع معمر بن راشد:مشمولة: مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ١٩٦٨٧)

[2] عن جرير أن النبى صلى الله عليه وسلم قال له فى حجة الوداع: استنصت الناس فقال: لا ترجعوا بعدى كفارا، يضرب بعضكم رقاب بعض (صحيح البخارى، رقم الحديث ١٢١)

اسی طرح کا حکم پیچھے قرآن مجید کی چند آیات کے ضمن میں بھی گزر چکا ہے، ان میں بھی کفر کی طرف لوٹنے کا ذکر ہے، اور یہ احادیث گزشتہ آیات کی طرح، زمانۂ جاہلیت میں کفر میں مبتلا ہونے والوں کے غیر مکلّف ہونے کے بجائے مکلّف ہونے کی دلیل ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلٰى بَنِي النَّجَّارِ، فَجَاءُ وْا مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، وَأَبُوْ بَكْرٍ رِدْفُهٗ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهٗ حَتّٰى أَلْقَى بِفِنَاءِ أَبِيْ أَيُّوْبَ ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ، وَيُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَأَنَّهٗ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَأَرْسَلَ إِلٰى مَلَإٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ: يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا، قَالُوْا: لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ، فَقَالَ أَنَسٌ: فَكَانَ فِيْهِ مَا أَقُوْلُ لَكُمْ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَفِيْهِ خَرِبٌ وَفِيْهِ نَخْلٌ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ، فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوْا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ الْحِجَارَةَ، وَجَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ، وَهُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۴۲۸، كتاب الصلاة، باب: هل تنبش قبور مشركی الجاهلية، ويتخذ مكانها مساجد)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ (ہجرت کر کے) تشریف لائے، تو مدینہ کی بلندی پر ایک قبیلہ میں جس کو بنی عمرو بن عوف کہتے ہیں اترے، اوران لوگوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چوبیس راتیں قیام فرمایا: پھر آپ نے بنی نجار کو بلوا بھیجا، تو وہ تلواریں لٹکائے ہوئے آپہنچے، اب گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی سواری پر ہیں اور ابوبکر آپ کے ساتھ سوار ہیں اور بنی نجار کی جماعت آپ کے گرد ہے، الغرض! آپ نے ابوایوب کے مکان میں اپنا سامان اتارا، آپ یہ اچھا سمجھتے تھے کہ جس جگہ نماز کا وقت آجائے، وہیں نماز پڑھ لیں اور آپ بکریوں کے رہنے کی جگہ میں بھی نماز پڑھ لیتے، جب آپ نے مسجد کی تعمیر کرنے کا حکم دیا، تب بنی نجار کے لوگوں کو آپ نے پیغام بھیجا اور فرمایا کہ اے بنی نجار! اپنے اس باغ کی مجھ سے قیمت طے کرلو، انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت نہ لیں گے، مگر اللہ تعالیٰ سے (یعنی ہم ثواب حاصل کریں گے) حضرت انس کہتے ہیں کہ اس (باغ) میں وہ چیزیں تھیں، جو میں تم سے کہتا ہوں، یعنی مشرکوں کی قبریں اور گڑھے تھے، اوراس میں کھجور کے درخت تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی قبروں کے متعلق حکم دیا کہ وہ کھود ڈالی جائیں، پھر گڑھوں کو برابر کردیا گیا اور درختوں کو کاٹ ڈالا گیا، اوران درختوں کو مسجد کی جانب قبلہ میں نصب کردیا گیا اور ان کی بندش پتھروں سے کردی گئی، صحابہ پتھر لانے لگے اور وہ رجز پڑھتے جاتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ فرماتے جاتے تھے، کہ اے میرے اللہ بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے، پس آپ انصار اور مہاجرین کو بخش دیجیے (بخاری)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت میں فوت ہونے والے لوگوں کی قبروں کو مشرکین کی قبروں سے تعبیر فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ اس زمانے میں فوت ہونے

والے جو لوگ شرک کی حالت میں مبتلا تھے، وہ مشرک شمار ہوں گے، اور مشرک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مغفرت نہ ہونے کا جو فیصلہ سنا دیا ہے، وہی فیصلہ ان کے لیے بھی مقدر ہوگا۔

عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عمر بن میمون رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

حَجَجْنَا مَعَ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نُفِيضَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ، قَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا يَقُولُونَ: أَشْرِقْ ثَبِيرُ، كَيْمَا نُغِيرُ، وَكَانُوا لَا يُفِيضُونَ، حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَخَالَفَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَفَاضَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٠٢٢، كتاب المناسك، باب الوقوف بجمع) [1]

ترجمہ: ہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، پس جب ہم نے مزدلفہ سے لوٹنے کا ارادہ کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مشرکین کہا کرتے تھے کہ ثبیر (پہاڑ) چمک اٹھ تا کہ ہم لوٹیں اور وہ مزدلفہ سے نہیں لوٹتے تھے، جب تک سورج نہ نکلتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی اور آپ (مزدلفہ سے) سورج طلوع ہونے سے پہلے نکلے (ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اہلِ جاہلیت کا نام مشرک رکھا، اور مذکورہ روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم الصلاۃ والسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی، اسی

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، حجاج بن أرطاة– وإن كان مدلسا وقد عنعن– قد توبع.
وأخرجه البخاری (1684) و (3838)، وأبو داود (1938)، والترمذی (911)، والنسائی 5/ 265 من طرق عن أبی إسحاق السبيعی، بهذا الإسناد. وقال الترمذی: حسن صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

لیے وہ ان کی اتباع میں حج کیا کرتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ جاہلیت کے زمانے میں بت پرستی پر فوت ہونے والوں کو مشرک ہونے کا حکم حاصل ہے، اور جو عذاب شرک پر ہے، اسی کے یہ لوگ بھی مستحق ہیں، اور وہ انبیائے کرام کی دعوت سے محروم نہیں۔

ابو ہریرہ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيِّ بْنِ قَمْعَةَ بْنِ خِنْدِفَ أَبَا بَنِيْ كَعْبٍ هٰؤُلَاءِ، يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ (مسلم، رقم الحديث ٢٨٥٦ "٥٠" كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے "عمرو بن لحی بن قمعة بن خندف" کو جو اِن بنی کعب کا باپ تھا، اس کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا ہے (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "عمرو بن لحی" کو اپنے زمانے کے بنو کعب کا باپ قرار دیا، جس کی وفات زمانۂ جاہلیت میں ہوگئی تھی، اور اس کو جہنم کے عذاب میں مبتلا دیکھا، جس کی وجہ اس کا شرک میں مبتلا ہونا، بلکہ عرب میں مخصوص بت پرستی کی بنیاد ڈالنا تھی۔ [1]

---

[1] وقوله " :أخا بنى كعب هؤلاء "كذا رواية العذرى وأكثر رواة الجلودى وعند ابن ماهان " :أبا بنى كعب "وكذلك للطبرى، وهو الصواب .وكذا ذكر الحديث ابن أبى خيثمة ومصعب الزبيرى وغيرهما؛ لأن كعبا هو أحد بطون خزاعة وابنه(شرح صحيح مسلم للقاضى عياض المسمى إكمال المعلم بفوائد مسلم، ج٨، ص٣٨٥، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب النار يدخلها الجبارون، والجنة يدخلها الضعفاء)

وفى حديث عمرو بن لحى بن قمعة ابن خندف" :أبا بنى كعب"كذا فى كتاب مسلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام بخاری رحمہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جونسب بیان فرمایا ہے، اس میں اوپر ''کعب بن لؤی'' کا بھی ذکر آتا ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عمرو بن لحی'' کے متعلق فرمایا کہ یہ شخص دینِ ابراہیمی میں تغیر پیدا کرنے والا پہلا شخص تھا، اسی نے بتوں کے نام پر جانور مختص کرنے کی رسم ایجاد کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کافر اور سخت عذاب کا مستحق قرار دیا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

للطبری وابن ماهان، وعند غيرهما" :أخا بنی كعب "وهو خطأ؛ لأن كعبا أحد بطون خزاعة، وهم بنو عمرو، وبهذا على الصواب ذكره ابن أبی شيبة، ومصعب الزبيری وغيرهما، فصوابه " :أبا بنی كعب "من الأبوة، وانتصب بـ "رأيت "التی فی أول الكلام(مطالع الأنوار على صحاح الآثار،لابن قرقول،ج ا ،ص ۱۸۲ ،حرف الهمزة،الهمزة مع الباء)

وقوله :(أبا بنی كعب) بن لؤی بالنصب بالألف بدل أو عطف بيان لعمرو بن لحی . وقوله :(هؤلاء) فی محل الجر بدل أو صفة لبنی يعنی أن عمرو بن لحی كان أبا وجدا لبنی كعب الحاضرين الآن أی المجودين فی الدنيا .وقوله :(أبا بنی كعب) هو الصحيح الصواب لأن كعبا أحد بطون خزاعة، ووقع فی بعض الروايات (أخا بنی كعب) والصواب الأول أی رأيت عمرو بن لحی جد بنی كعب الموجودين الآن(الكوكب الوهاج شرح صحيح مسلم،ج۲۵ ،ص ۵۴۳ ،كتاب ذكر الموت وما بعده من الجنة والنار وغيرهما،باب غلظ جلد الكافر، وعظم ضرسه)

[1] محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤی بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان(صحيح البخاری، ج۵ص ۴۴ ،كتاب مناقب الأنصار،باب مبعث النبی صلى الله عليه وسلم)

[2] عن أبی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " عرضت على النار فرأيت فيها عمرو بن لحی بن قمعة بن خندف يجر قصبه فی النار وكان أول منغير عهد إبراهيم وسيب السوائب وكان أشبه شیء بأكثم بن أبی الجون الخزاعی "فقال الأكثم: يا رسول الله هل يضرنی شبهه؟ فقال: " إنك مسلم وهو كافر "(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۷۴۹۰)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية صحيح ابنِ حبان)

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح کی حدیث مروی ہے، جس میں ''عمرو بن لحی'' کے متعلق مذکور ہے کہ اس نے سب سے پہلے عرب کو بت پرستی پر ابھارا۔ [1]

''عمرو بن لحی'' نے چونکہ عرب میں مخصوص بت پرستی کی بنیاد ڈالی، اور دینِ ابراہیمی میں تغییر پیدا کی، اس لیے وہ سخت عذاب کا مستحق ہوا، لیکن اس کی شرک وبت پرستی میں پیروی کرنے والے بھی بریٔ الذمہ نہ ہوں گے، کیونکہ جس طرح گمراہ کرنے والا عذاب کا مستحق ہوتا ہے، اسی طرح گمراہ ہونے والا بھی عذاب کا مستحق ہوتا ہے، اگرچہ گمراہ کرنے والے کا عذاب زیادہ شدید ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] عن الطفيل بن أبى بن كعب، عن أبيه رضى الله عنه، قال: بينا نحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى صلاة الظهر والناس فى الصفوف خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يتناول شيئا فجعل يتناوله فتأخر وتأخر الناس، ثم تأخر الثانية فتأخر الناس، فقلت: يا رسول الله رأيناك صنعت اليوم شيئا ما كنت تصنعه فى الصلاة، فقال: إنه عرضت على الجنة بما فيها من الزهرة والنضرة فتناولت قطفا من عنبها ولو أخذته لأكل منه من بين السماء والأرض لا ينقصونه، فحيل بينى وبينه وعرضت على النار فلما وجدت سفعتها تأخرت عنها، وأكثر من رأيت فيها من النساء، إن ائتمن أفشين، وإن سألن ألحفن، وإذا سئلن بخلن، وإذا أعطين لم يشكرن، ورأيت فيها عمرو بن لحى يجر قصبه فى النار، وأشبه من رأيت به معبد بن أكثم الخزاعى فقال معبد: يا رسول الله أتخشى على من شبهه فإنه والدى؟ فقال: لا أنت مؤمن وهو كافر، وهو أول من حمل العرب على عبادة الأصنام(مستدرك حاكم، رقم الحديث ٨٧٨٨)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه "

وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

[2] فى هذا الحديث ما يدل على أن كل مبدء بسنة سيئة كفلا من وزرها من غير أن ينقص ذلك من وزر فاعلها شيئًا، وإنما أرى الله عز وجل رسوله عمرو بن عامر يجر قصبه فى النار -والقصب :المعاء -حتى يزجر بذلك أمته عن أن يسيبوا سائبة أو يسنوا سنة سيئة.

والسائبة :أن الجاهلية كانوا إذا ولدت الناقة عشرة أبطن كلهن إناث سيبت؛ فلم تركب ولم يجز لها وبر، وهذا من عاداتهم القبيحة(الإفصاح عن معانى الصحاح،ليحيى بن هبيرة، ج٦، ص٧٦،مسند أبى هريرة الدوسى رضى الله عنه،الحديث السابع عشر)

اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا کی حدیث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کے صرف مخصوص لوگوں کو ناجی وموحد قرار دیا، جن میں سے ایک شخصیت ''زید بن عمرو بن نفیل'' کی ہے، جو قریشِ مکہ میں امتیازی طور پر مومن وموحد کی شان رکھتے تھے۔

چنانچہ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ وَهُوَ يَقُوْلُ:

مَا مِنْكُمُ الْيَوْمَ أَحَدٌ عَلٰى دِيْنِ إِبْرَاهِيْمَ غَيْرِيْ .

وَكَانَ يَقُوْلُ: إِلٰهِيْ إِلٰهُ إِبْرَاهِيْمَ، وَدِيْنِيْ دِيْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَتْ:وَذَكَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُمَّةً وَحْدَهُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عِيْسٰى (السنن الكبرى،للنسائی، رقم الحديث ۸۱۳۱، کتاب المناقب، باب زيد بن عمرو بن نفيل رضی الله عنه)

ترجمہ: میں نے ''زید بن عمرو بن نفیل'' کو (جاہلیت کے زمانے میں) کعبہ کی طرف اپنی پشت کا سہارا لے کر بیٹھے ہوئے دیکھا، جو یہ کہہ رہے تھے کہ (اے قریش کے گروہ!) تم میں سے آج کوئی بھی میرے علاوہ دینِ ابراہیمی پر نہیں، اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ میرا معبود، ابراہیم کا معبود ہے، اور میرا دین، ابراہیم کا دین ہے۔

حضرت اسماء کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''زید بن عمرو بن نفیل'' کا ذکر کیا، اور فرمایا کہ قیامت کے دن ان کو ایک مستقل امت کی شکل میں اٹھایا جائے گا، جو میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوں گے (السنن الکبریٰ للنسائی)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ”**زید بن عمرو بن نفیل**“ نے بتوں کی عبادت، اور بتوں کے نام پر ذبح شدہ جانوروں کے کھانے کو ترک کر دیا تھا۔ [2]

”**زید بن عمرو بن نفیل**“ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے درمیان مستقل امت کی شکل میں اٹھائے جانے کا ذکر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایات میں بھی آیا ہے۔ [3]

جن میں سے ایک روایت میں ورقہ بن نوفل کے بارے میں بھی یہ آیا ہے کہ وہ قبلہ کی طرف

---

[1] عن أسماء بنت أبي بكر، قالت :لقد رأيت زيد بن عمرو بن نفيل قائما مسندا ظهره إلى الكعبة، يقول :يا معشر قريش ما منكم اليوم أحد على دين إبراهيم غيري ، وكان يحيي الموءودة، يقول للرجل إذا أراد أن يقتل ابنته :مهلا لا تقتلها أنا أكفيك مئونتها ، فيأخذها فإذا ترعرعت قال لأبيها :إن شئت دفعتها إليك، وإن شئت كفيتك مئونتها صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه "(مستدرک حاکم، رقم الحديث ۵۸۵۹)

قال ابوحذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتي:

وقال الحاكم: صحيح على شرط الشيخين"وهو كما قال.

والحديث عند البخاري في الباب معلقاً عن الليث بن سعد عن هشام به لكنه لم يذكر المرفوع فيه (انيس الساري تخريج احاديث فتح الباري، ج ۱۰ ص ۹۴۹، تحت رقم الحديث ۸۲۰، باب حديث زيد بن عمرو بن نفيل)

[2] عن أسماء بنت أبي بكر، قالت: " كان زيد بن عمرو بن نفيل في الجاهلية يقف عند الكعبة، ويلزق ظهره إلى صفحتها، فيقول: يا معشر قريش، ما أجد على الأرض على دين إبراهيم غيري، وكان ترك عبادة الأوثان، وأكل ما ذبح على النصب، وكان يفدي الموؤودة أن تقتل(المعجم الكبير،للطبراني، رقم الحديث ۲۱۶، ج۲۴ص ۸۲)

قال الهيثمي:رواه الطبراني، وإسناده حسن.(مجمع الزوائد ، تحت رقم الحديث ۱۶۱۸۳)

[3] حدثنا سريج بن يونس، حدثنا إسماعيل، عن مجالد، عن الشعبي، عن جابر بن عبد الله، قال: سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن أبي طالب هل تنفعه نبوتك؟ قال: نعم، أخرجته من غمرة جهنم إلى ضحضاح منها .وسئل عن خديجة لأنها ماتت قبل الفرائض وأحكام القرآن، فقال: أبصرتها على نهر من أنهار الجنة في بيت من قصب لا صخب فيه ولا نصب، وسئل عن ورقة بن نوفل، قال: أبصرته في بطنان الجنة عليه سندس، وسئل عن زيد بن عمرو بن نفيل، فقال: يبعث يوم القيامة أمة وحده بيني وبين عيسى عليهما السلام(مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحديث ۲۰۴۷)

رخ کرکے یہ کہا کرتے تھے کہ:

"إلٰهی إله زید، ودینی دین زید"

''میرا معبود، زید کا معبود ہے، اور میرا دین، زید کا دین ہے'' [1]

حضرت ورقہ نے اپنے معبود کو زید بن عمرو کا معبود اور اپنے دین کو زید بن عمرو کا دین قرار دیا۔

اسی قسم کی ایک روایت میں ورقہ بن نوفل کی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین فرمائی۔ [2]

---

[1] حدثنا سعيد بن يحيى بن سعيد بن أبان بن سعيد بن العاص الأموى، نا أبى، نا مجالد، عن عامر، عن جابر رضى الله عنه، قال: قالوا: يا رسول الله، أرأيت ورقة بن نوفل فإنه كان يستقبل القبلة ويقول: إلهى إله زيد، ودينى دين زيد (الآحاد و المثانى لابن ابى عاصم، رقم الحديث ٢٠٢)

قال الهيثمى:

رواه أبو يعلى، وفيه مجالد، وهذا مما مدح من حديث مجالد، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ج٩ص٤١٦، تحت رقم الحديث ١٦١٧٧ ،باب ما جاء فى ورقة بن نوفل وغيره)

وقال الهيثمى ايضاً:

رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح غير مجالد وقد وثق، وهذا من جيد حديثه، وضعفه الجمهور (مجمع الزوائد، ج٩ص٤١٦، تحت رقم الحديث ١٦١٧٨ ،باب ما جاء فى أبى طالب وغيره)

[2] عن جابر بن عبد الله، قال :سئل النبى صلى الله عليه وسلم عن أبى طالب هل تنفعه نبوتک؟ قال :نعم، أخرجته من غمرة جهنم إلى ضحضاح منها .وسئل عن خديجة لأنها ماتت قبل الفرائض وأحكام القرآن، فقال :أبصرتها على نهر من أنهار الجنة فى بيت من قصب لا صخب فيه ولا نصب، وسئل عن ورقة بن نوفل، قال : أبصرته فى بطنان الجنة عليه سندس، وسئل عن زيد بن عمرو بن نفيل، فقال :يبعث يوم القيامة أمة وحده بينى وبين عيسى عليهما السلام(مسند أبى يعلى،رقم الحديث،٢٠٤٧)

قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثرى:

ضعيف بهذا الإسناد؛ لأن مجالد بن سعيد ضعيف لكنه حسن مما قبله وما بعده.

قال البوصيرى (/74 /3أ)، رواه أبو يعلى والبزار ومدار إسناديهما على مجالد وهو ضعيف.

وقال الهيثمى فى المجمع (419 /3)، رواه أبو يعلى وفيه مجالد، وهذا مما مدح من حديث مجالد وبقية رجاله رجال الصحيح.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”زید بن عمرو بن نفیل “ کے بیٹے سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں یہ بھی مروی ہے کہ:

”انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے والد کے بارے میں استغفار کرنے کی اجازت طلب کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی، اوراس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ:

”فإنه يجىء يوم القيامة، أمة وحده“

یعنی” زید بن عمرو بن نفیل ‘قیامت کے دن ایک مستقل امت ہوکر اٹھیں گے“۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال فى رواية البزار التى أشار إليها المصنف رحمه الله: رجاله رجال الصحيح غير مجالد وقد وثق، وهذا من جيد حديثه وضعفه الجمهور (حاشية المطالب العالية، ج١٦ ص ٣٥٢، ٣٥٣، تحت رقم الحديث ٤٠٢٣)

[1] حدثنا محمد بن يحيى القطعى، ثنا أبو داود، ثنا المسعودى، عن نفيل بن هشام، عن أبيه، عن سعيد بن زيد: أنه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إن أبى كان كما قد رأيت، وكما بلغك، ولو أدركك، لآمن بك، فأستغفر له؟ قال: نعم، فإنه يجىء يوم القيامة، أمة وحده.

قال البزار: لا نعلمه يروى عن سعيد بن زيد، إلا بهذا الإسناد (كشف الاستار، رقم الحديث ٢٧٥٣، مناقب زيد بن عمرو)

قال الهيثمي: رواه الطبراني، والبزار باختصار عنه، وفيه المسعودى وقد اختلط، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٦١٧٩، باب ما جاء فى زيد بن عمرو بن نفيل)

حدثنا على بن عبد العزيز، ثنا عبد الله بن رجاء، أنبأ المسعودى، عن نفيل بن هشام بن سعيد بن زيد، عن أبيه، عن جده، قال: خرج ورقة بن نوفل، وزيد بن عمرو يطلبان الدين، حتى مرا بالشام، فأما ورقة فتنصر، وأما زيد فقيل له: إن الذى تطلب أمامك، فانطلق حتى أتى الموصل، فإذا هو براهب، فقال: من أين أقبل صاحب المرحلة؟ قال: من بيت إبراهيم، قال: ما تطلب؟ قال: الدين، فعرض عليه النصرانية فأبى أن يقبل، وقال: لا حاجة لى فيه، قال: أما إن الذى تطلب سيظهر بأرضك، فأقبل وهو يقول: لبيك حقا حقا، تعبدا ورقا، البر أبغي لا الحال، وهل مهاجر كمن قال، عذت بما عاذ به إبراهيم وهو قائم، وأنفى لك اللهم عان راغم مهما تجشمنى، فإنى جاشم، ثم يخر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مستقل امت ہوکر اٹھنے سے مراد یہ ہے کہ اس زمانے میں ان کی توحید وعبادتِ الٰہی کے ہم مشرب، دوسرے لوگ نہ ہوں گے۔

یہ ملحوظ رہے کہ ’’زید بن عمرو بن نفیل ‘‘ کی وفات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے تقریباً پانچ سال قبل، جس سال قریش نے بیت اللہ کو تعمیر کیا، اس سال ہوگئی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ایک مستقل امت ہوکر اٹھنے کا جو فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ ان کے زمانے میں بہت کم لوگ ہی دینِ ابراہیمی اور توحید پر تھے، اور اکثر اہلِ جاہلیت، شرک و کفر میں مبتلا تھے، اور وہ اپنے شرک وکفر پر معذور نہ تھے، بلکہ قابلِ مواخذہ تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ، كَلِمَةُ لَبِيْدٍ:

أَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ ...وَكَادَ أُمَيَّةُ بْنُ أَبِی الصَّلْتِ أَنْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فیسجد للکعبة .قال: فمر زید بن عمرو بالنبی صلی الله علیه وسلم، وزید بن حارثة وهما یأکلان من سفرة لهما، فدعیاه، فقال: " یا ابن أخی، لا آکل مما ذبح علی النصب، قال: فما رؤی النبی صلی الله علیه وسلم یأکل مما ذبح علی النصب من یومه ذلک حتی بعث، قال: وجاء سعید بن زید إلی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله إن زیدا کان کما رأیت – أو کما بلغک – فاستغفر له قال: نعم، فاستغفر له، فإنه یبعث یوم القیامة أمة وحده (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۵۰، ج ۱ ص ۱۵)

قال أبو حذیفة، نبیل بن منصور بن یعقوب بن سلطان البصارة:

قلت: سماع عبد الله بن رجاء من المسعودی قبل اختلاطه، ونفیل بن هشام وأبوه ترجمهما البخاری وابن أبی حاتم فی کتابیهما ولم یذکرا فیهما جرحًا ولا تعدیلا، وذکرهما ابن حبان فی "الثقات " (انیس الساری تخریج احادیث فتح الباری، ج۵ص ۳۶۵۵،تحت رقم الحدیث ۲۴۸۳، حرف الغین)

يُسْلِمَ (بخاری، رقم الحديث ۳۸۴۱، کتاب مناقب الانصار، باب ايام الجاهلية)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے سچا کلمہ جس کو شاعر نے کہا، وہ لبیدؔ کا یہ کلمہ ہے کہ:

خبردار ہر چیز اللہ کے علاوہ باطل ہے، اور قریب ہے کہ امیہ بن ابی صلت اسلام لے آتے (بخاری)

امیہ بن ابی صلت، جن کا پورا نام ''امیہ بن عبداللہ ابی صلت بن ابی ربیعہ بن عوف ثقفی'' ہے، وہ جاہلیت کے شاعروں میں سے ہیں، جو اسلام نہیں لا سکے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام لانے کے قریب قرار دیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ زمانۂ جاہلیت کے دوسرے تمام لوگوں کو مومن وموحد نہیں کہا جائے گا، اوران میں جو کفر وشرک میں مبتلا رہے، ان پر کفر وشرک کا ہی حکم لگایا جائے گا۔

اس سلسلہ میں چند اہلِ علم حضرات کی تصریحات

اب نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانۂ جاہلیت کے کفار ومشرکین کو دعوت پہنچ جانے اوران کے توحید کا مکلّف اور شرک پر قابلِ مواخذہ ہونے سے متعلق چند متقدمین ومتاخرین اہلِ علم حضرات کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں، تاکہ معلوم ہو کہ زمانۂ جاہلیت کے کفار ومشرکین بالاتفاق توحید کے مکلّف اور شرک پر قابلِ مواخذہ تھے، جبکہ دعوت پہنچنے نہ پہنچنے پر مکلّف ہونے نہ ہونے سے متعلق تفصیلی کلام اگلی فصل میں آتا ہے۔

امام نووی کا حوالہ

امام نووی ''صحیح مسلم'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

أن من مات على الكفر فهو فى النار ولا تنفعه قرابة المقربين وفيه أن من مات فى الفترة على ما كانت عليه العرب من عبادة الأوثان

فهـو من أهل النار وليس هذا مؤاخذة قبل بلوغ الدعوة فإن هؤلاء كـانـت قـد بـلـغتهـم دعوة إبراهيم وغيره من الأنبياء صلوات الله تعالى وسلامه عليهم (شرح النووی علیٰ مسلم، ج۳ص ۷۹، کتاب الایمان،باب بیان أن من مات على الكفر فهو فى النار ولا تناله شفاعة ولا تنفعه قرابة المقربين)

ترجمہ: جو شخص کفر کی حالت میں فوت ہوجائے، وہ جہنم کا مستحق ہوگا، جس کو اس کے مقربین کی قرابت اور رشتہ داری فائدہ نہیں دے گی، اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جو شخص زمانۂ فتـرۃ میں اس حالت پر فوت ہوگیا، جس پر عرب کے بت پرست تھے، تو وہ اہلِ جہنم میں سے ہوگا، اور یہ دعوت کے پہنچنے سے پہلے مؤاخذہ نہیں ہے، کیونکہ ان کو حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی (شرح النووی)

امام نووی کی مذکورہ عبارت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ زمانۂ فترۃ میں عرب کی بت پرستی کی حالت میں فوت ہونے والا شرک کی وجہ سے قابلِ مواخذہ ہے، اور یہ شافعیہ واشاعرہ کے نزدیک بلوغِ دعوت سے قبل مواخذہ نہیں، کیونکہ اہلِ جاہلیت کو مختلف انبیائے کرام کی دعوت پہنچ چکی تھی۔

اور جب اہلِ جاہلیت، شافعیہ واشاعرہ کے نزدیک بھی قابلِ مواخذہ ہیں، تو حنفیہ اور ماتریدیہ کے نزدیک کیسے قابلِ مواخذہ نہ ہوں گے، جو مواخذہ کے لیے دعوتِ رسول کو ضروری قرار نہیں دیتے، بلکہ دعوتِ عقل کو بھی کافی قرار دیتے ہیں۔

علامہ زمخشری کا حوالہ

علامہ جاراللہ زمخشری (المتوفیٰ: 538ہجری) فرماتے ہیں:

مـا مـن أمة إلا وقـد بـعـث فيهـم رسـولا يـأمـرهـم بالخير الذى هو

الإيمان وعبادة الله، وباجتناب الشر الذى هو طاعة الطاغوت

(تفسير الزمخشرى، ج۲،ص ۶۰۵، سورة النحل)

ترجمہ: کوئی امت بھی ایسی نہیں ہے، جس میں اللہ نے رسول نہ بھیجا ہو، جو ان کو خیر یعنی ایمان اور اللہ کی عبادت کا حکم فرماتا ہو، اور شر سے اجتناب کا حکم فرماتا ہو

(تفسیر الزمخشری)

اس عمومی حکم میں زمانۂ جاہلیت کے مشرکین بھی داخل ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

ابنِ عطیہ اندلسی کا حوالہ

ابنِ عطیہ اندلسی (المتوفی:542ہجری) اپنی تفسیر میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وأما صاحب الفترة فليس ككافر قريش قبل النبى صلى الله عليه وسلم لأن كفار قريش وغيرهم ممن علم وسمع عن نبوة ورسالة فى أقطار الأرض فليس بصاحب فترة والنبى صلى الله عليه وسلم قد قال أبى وأبوك فى النار ورأى عمرو بن لحى فى النار إلى غير هذا مما يطول ذكره.

وأما صاحب الفترة يفرض أنه آدمى لم يطرأ إليه أن الله تعالى بعث رسولا ولا دعا إلى دين وهذا قليل الوجود اللهم إلا أن يشذ فى أطراف الأرض والمواضع المنقطعة عن العمران (المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز، ج۴،ص ۷۱،سورة طٰه)

ترجمہ: جہاں تک صاحبِ فترۃ کا تعلق ہے، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قریش کے کافر کی طرح نہیں، کیونکہ کفارِ قریش وغیرہ ان لوگوں میں سے تھے، جنہوں نے زمین کے اقطار میں نبوت و رسالت کو جان لیا اور سن لیا تھا، پس وہ صاحبِ ''فترۃ''

نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’میرا اور تمہارا والد جہنم میں ہے‘‘ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’عمرو بن لحی ‘‘ کو جہنم میں دیکھا، اس کے علاوہ بھی ایسی احادیث ہیں، جن کا ذکر طویل ہے (جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے اکثر اہلِ جاہلیت جہنمی ہیں، اگر اس زمانے کے تمام لوگ مکلّف نہ ہوتے، تو پھر مذکورہ لوگوں کے جہنمی ہونے کا کوئی مطلب نہ ہوتا)

اور اگر صاحبِ فترۃ کے بارے میں یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ وہ ایسا آدمی ہے کہ جس کی طرف اللہ نے کوئی رسول مبعوث نہیں کیا، اور نہ اس کو کسی دین کی دعوت دی، تو اس کا وجود بہت قلیل ہے، الَّا یہ کہ کوئی زمین کے کناروں میں اور آبادی سے الگ تھلگ مواقع میں ہو، تو الگ بات ہے (المحرر الوجیز)

اور یہ بات ظاہر ہے کہ مشرکینِ مکہ اور کفارِ قریش زمین کے کنارے میں اور آبادی سے الگ تھلگ کے بجائے، زمین کے مرکز اور بیتُ اللہ کے قریب تھے، جس کے متعلق ’’ھدی للعالمین ‘‘ جیسی صفات وارد ہیں، اگر یہاں کے باشندے بھی مذکورہ بالا نوعیت کے اصحابِ فترۃ میں داخل ہوں، تو پھر اس دور کے دنیا کے کون سے مشرک وکافر بچ پائیں گے۔

ابنِ عطیہ اندلسی کا دوسرا حوالہ

ابنِ عطیہ اندلسی نے ہی اپنی تفسیر میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

’’اللہ تعالیٰ کی دعوت تمام مخلوق کو عام ہے، اگرچہ مخلوق میں ایسے لوگ بھی ہیں، جن کو براہِ راست ’’نذارۃ‘‘ نہیں پہنچی، لیکن ان کو کسی واسطہ سے پہنچ گئی، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی اولاد کی طرف مبعوث کیا گیا، پھر اس کے بعد ’’نذارۃ‘‘ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک منقطع نہیں ہوئی، اور جو آیات، اس بات کو متضمن

ہیں کہ قریش کے پاس کوئی ''نــــذیــــر'' نہیں آیا، تو ان کا مطلب یہ ہے کہ براہِ راست کوئی ''نذیر'' نہیں آیا۔

اور متکلمین نے جو اصحابِ فترۃ وغیرہ کا ذکر کیا ہے، تو وہ علی سبیل الفرض ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی امت ایسی پائی جاتی ہو، جسے زمین میں اللہ کی دعوت نہ پہنچی ہو''۔ [1]

مذکورہ عبارت سے بھی مشرکینِ مکہ وکفارِ قریش کو دعوتِ رسول کا پہنچ جانا معلوم ہوا۔

ابنِ عطیہ اندلسی کا تیسرا حوالہ

ابنِ عطیہ اندلسی ہی اپنی تفسیر میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وقوله ما أتاهم من نذير أى لم يباشرهم ولا رأوه هم ولا آباؤهم العرب، وقوله تعالى :وإن من أمة إلا خلا فيها نذير، يعم من بوشر من النذر ومن سمع به فالعرب من الأمم التى خلت فيها النذر على هذا الوجه لأنها علمت بإبراهيم وبنيه ودعوتهم وهم ممن لم يأتهم نذير مباشر لهم سوى محمد صلى الله عليه وسلم، وقال ابن عباس ومقاتل :المعنى لم يأتهم نذير فى الفترة بين عيسى ومحمد عليهما السلام (المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز، ج۴،ص۳۵۷،سورة القصص)

---

[1] وقوله تعالى :وإن من أمة إلا خلا فيها نذير معناه أن دعوة الله تعالى قد عمت جميع الخلق، وإن كان فيهم من لم تباشره النذارة فهو ممن بلغته لأن آدم بعث إلى بنيه ثم لم تنقطع النذارة إلى وقت محمد صلى الله عليه وسلم، والآيات التى تتضمن أن قريشا لم يأتهم نذير، معناه نذير مباشر، وما ذكره المتكلمون من فرض أصحاب الفترات ونحوهم فإنما ذلك بالفرض لا أنه توجد أمة لم تعلم أن فى الأرض دعوة إلى عبادة الله(المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز،لا بن عطية الأندلسى،ج۴،ص۴۳۶،سورة فاطر)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ''ما أَتاهُم مِنْ نَذِيرٍ'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس براہِ راست نذیر نہیں آیا، اور نہ اس نذیر کو انھوں نے دیکھا، اور نہ ان کے عرب آباء نے دیکھا، اور اللہ تعالیٰ کا سورہ فاطر میں یہ ارشاد کہ:

''وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلا فِيهَا نَذِيرٌ''

یہ عام ہے، اور ان لوگوں کو بھی شامل ہے، جو بالمباشر ڈرائے گئے، اور ان کو بھی شامل ہے، جنہوں نے اس نذیر کی دعوت کو سنا، پس عرب کا تعلق ان اقوام سے ہے کہ جن میں اسی دوسرے طریقہ پر ڈرانے والے گزرے ہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ وہ (یعنی اہلِ عرب) ابراہیم اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو جانتے تھے، اور ان کی دعوت سے بھی واقف تھے، لیکن ان کے پاس ''نذیرِ مباشر'' نہیں آیا، سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور ابنِ عباس اور مقاتل کا یہ قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس حضرت عیسیٰ اور محمد علیہما السلام کے مابین فترۃ کے زمانے میں کوئی نذیر نہیں آیا (المحرر)

مذکورہ عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ کفارِ قریش، دعوتِ رسل اور ''نذیر'' کی نذارت سے محروم نہ تھے۔

امام رازی کا حوالہ

امام رازی (المتوفیٰ: 606ہجری) اپنی تفسیر میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

أن قريشا كانت أمة أمية لم يأتيهم نذير قبل محمد صلى الله عليه وآله وسلم وهو بعيد، فإنهم كانوا من أولاد إبراهيم وجميع أنبياء بني إسرائيل من أولاد أعمامهم وكيف كان الله يترك قوما من وقت آدم إلى زمان محمد بلا دين ولا شرع؟

وإن کنت تقول بأنهم ما جاء هم رسول بخصوصهم يعنى ذلک القرن فلم يكن ذلک مختصا بالعرب بل أهل الكتاب أيضا لم يكن ذلک القرن قد أتاهم رسول وإنما أتى الرسل آباء هم، وكذلک العرب أتى الرسل آباء هم كيف والذى عليه الأكثرون أن آباء محمد عليه الصلاة والسلام كانوا كفارا ولأن النبى أوعدهم وأوعد آباء هم بالعذاب، وقال تعالى :وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا (تفسیر الرازی، ج۲۵،ص۱۳۵،و۱۳۶،سورۃ السجدۃ)

ترجمہ: قریش، ابراھیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، اور بنی اسرائیل کے تمام نبی ان کے چچا کی اولاد میں سے تھے، اور اللہ، آدم علیہ السلام سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک کسی قوم کو بغیر دین اور شریعت کے کیسے چھوڑ سکتا ہے؟

اور اگر آپ یہ کہیں کہ قریش کے پاس خاص اس زمانے میں کوئی رسول نہیں آیا، تو یہ چیز عرب کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ اس میں اہلِ کتاب بھی شامل ہیں، کیونکہ اس زمانے میں ان کے پاس بھی کوئی رسول نہیں آیا تھا، بلکہ ان کے آباء کے پاس ہی رسول آئے تھے، اور اسی طریقہ سے عرب کے آباء کے پاس بھی رسول آئے تھے، اور اکثر اہلِ علم حضرات کا قول یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کفار تھے، اور نبی نے ان کو اور ان کے آباء کو عذاب سے ڈرایا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا سورہ اسراء میں ارشاد ہے کہ ''**وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا**'' (التفسیر الکبیر)

امام رازی کا دوسرا حوالہ

امام رازی اپنی تفسیر میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وقلنا إن المراد أن آباء هم قد أنذروا بعد ضلالهم وبعد إرسال من

تقدم فإن الله إذا أرسل رسولا فما دام فی القوم من یبین دین ذلک النبی ویأمر به لا یرسل الرسول فی أکثر الأمر، فإذا لم یبق فیهم من یبین ویضل الکل ویتباعد العهد ویفشو الکفر یبعث رسولا آخر مقررا لدین من کان قبله أو واضعا لشرع آخر، فمعنی قوله تعالی :لتنذر قوما ما أنذر آباؤهم أی ما أنذروا بعد ما ضلوا عن طریق الرسول المتقدم والیهود والنصاری دخلوا فیه لأنهم لم تنذر آباؤهم الأدنون بعد ما ضلوا (التفسیر الکبیر، ج۲۶،ص۲۵۳،سورة یس)

ترجمہ: ہم یہ کہتے ہیں کہ مشرکین کے آباء کو ان کی گمراہی اور گزشتہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد بھی ڈرایا گیا، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو بھیجتا ہے، تو قوم میں برابر ایسے افراد ہوتے ہیں، جو اس رسول کے دین کو بیان کرتے ہیں، اور اس کا حکم دیتے ہیں، اور اکثر اوقات براہِ راست رسول کو نہیں بھیجا جاتا، پس جب قوم میں کوئی اس نبی کے دین کو بیان کرنے والا باقی نہیں رہتا، اور تمام گمراہ ہوجاتے ہیں، اور لمبا زمانہ گزر جاتا ہے، اور کفر پھیل جاتا ہے، تو اللہ دوسرے رسول کو مبعوث فرماتا ہے، جو یا تو اپنے سے پہلے کے دین کی ہی تقریر کرتا ہے، یا دوسری شریعت کو قائم کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''**لتنذر قوما ما أنذر آباؤهم**'' کا مطلب یہ ہوگا کہ نہیں ڈرایا گیا پہلے رسول کے دین کی راہ سے، گمراہ ہونے کے بعد، جن میں یہود و نصاریٰ بھی داخل ہیں، کیونکہ ان کے قریبی آباء کو بھی گمراہ ہونے کے بعد نہیں ڈرایا گیا (التفسیر الکبیر)

اس سے معلوم ہوا کہ کفارِ قریش و مشرکینِ مکہ کو دعوت پہنچ چکی تھی، اس لیے وہ مکلّف تھے، ورنہ تو اس زمانے میں یہود و نصاریٰ کا بھی مکلّف نہ ہونا لازم آئے گا، کیونکہ ان کی طرف بھی

بالمباشر ''نذیر'' نہیں آیا۔

ابوحیان اندلسی کا حوالہ

ابوحیان اندلسی (المتوفی: 745ہجری) تفسیر ''البحرُ المحیط'' میں فرماتے ہیں کہ:

''اللہ کی طرف سے دعوت، کسی بھی امت سے منقطع نہیں ہوئی، یا تو براہِ راست انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے سے دعوت پہنچتی رہی، یا پھر دوسروں کے واسطے سے منتقل ہوتی رہی، اور یہ سلسلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک جاری رہا۔

اور جن آیات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریش کے پاس کوئی ''نذیر''نہیں آیا، تو ان کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس اور ان کے قریبی آباء کے پاس براہِ راست کوئی نبی نہیں آیا۔

ان آیات کا مطلب یہ نہیں کہ قریش اور ان کے قریبی آباء سے ''نذارۃ''منقطع ہوگئی ہو۔

اور جب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے) ''نذارۃ'' کے آثار ختم ہونا شروع ہوگئے، تو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمادیا۔

اور اہلِ کلام کے اصحابِ علم نے جو''اهلِ فترة'' کی حالت کا ذکر کیا ہے، تو وہ حسبِ فرض ہے، نہ یہ کہ اس کا وجود ہے، لیکن زمین پر کوئی امت بھی ایسی نہیں گزری، جس نے اللہ کی دعوت کو نہ جان لیا ہو۔

اور ''نذیر'' پر اکتفاء کیا گیا ''بشیر'' کا ذکر نہیں کیا گیا، لیکن وہ بھی اس میں شامل ہے، جیسا کہ پہلے ''بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا'' کے الفاظ میں ذکر ہوا''۔ [1]

---

[1] وإن من أمة إلا خلا فيها نذير، الأمة :الجماعة الكثيرة، والمعنى :أن الدعاء إلى الله لم ينقطع عن كل أمة .إما بمباشرة من أنبيائهم وما ينقل إلى وقت بعثة محمد صلى الله عليه وسلم، والآيات التى تدل على أن قريشا ما جاء هم نذير معناه لم يباشرهم ولا آباؤهم القريبين، وإما أن النذارة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابوحیان اندلسی کا دوسرا حوالہ

ابوحیان اندلسی اپنی تفسیر میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

’’ان (کفارِ قریش) اور ان کے آباء کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خصوصیت کے ساتھ کوئی رسول مبعوث نہیں کیا گیا۔

لیکن وہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے مذہب کے مطابق عبادت کرتے تھے، اور وہ اسی حالت پر قائم رہے، یہاں تک کہ ان کے بعض بڑوں نے اس میں تغیّر پیدا کردیا، اور انہوں نے بتوں کی عبادت شروع کردی، اور یہ سلسلہ پھر عام ہوگیا، تو یہ اہلِ عرب اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ضمن میں داخل ہوں گے کہ:

”وإن من أمة إلا خلا فيها نذير “

یعنی ہر امت کے لیے شریعت اور دین ہوا ہے۔

اور نذیر براہِ راست نبی و رسول کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ نذیر اس کو بھی شامل ہے، جو براہِ راست نبی یا رسول کی شکل میں نذیر ہو، اور اس کے علاوہ اس کو بھی شامل ہے، جس نے اس نبی یا رسول کی دعوت کو (کسی سے) سنا ہو، اور ان اہلِ عرب کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ براہِ راست کوئی نذیر، رسول کی شکل میں نہیں آیا، اور ابنِ عباس اور مقاتل نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور محمد علیہما السلام کے مابین فترة کے زمانے میں کوئی رسول نہیں آیا۔

اور علامہ زمخشری نے فرمایا کہ ’’**ما أتاهم من نذير من قبلك** ‘‘ یہ آیت اللہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ انقطعت فلا .ولما شرعت آثار النذرات تندرس، بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم .وما ذكره أهل علم الكلام من حال أهل الفترات، فإن ذلك على حسب الفرض لا أنه واقع، ولا توجد أمة على وجه الأرض إلا وقد علمت الدعوة إلى الله وعبارته .واكتفى بذكر نذير عن بشير، لأنها مشفوعة بها فى قوله :بشيرا ونذيرا، فدل ذلك على أنه مراد، وحذف للدلالة عليه(البحر المحيط فى التفسير، لابى حيان، ج۹،ص۲۸،سورة فاطر)

تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے کہ ''ما أنذر آباؤھم ''اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش کی طرف اللہ نے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا۔

اور اگر آپ یہ شبہ کریں کہ اگر ان کے پاس کوئی نذیر نہ آتا، تو کیا ان پر حجت قائم نہ ہوتی؟

میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ شریعت کے جن احکام کا علم، رسولوں کے ذریعہ سے ہی ہوسکتا ہے، تو ان کے متعلق تو واقعی حجت قائم نہ ہوتی، لیکن اللہ کی معرفت اور اس کی توحید کی حجت نذیر کی آمد سے پہلے بھی قائم ہوجاتی، کیونکہ عقل اس چیز تک پہنچانے والی تھی۔ [1]

---

[1] أخبر تعالى أنه لم يبعث إليهم رسولا بخصوصيتهم قبل محمد صلى الله عليه وسلم، لا لهم ولا لآبائهم، لكنهم كانوا متعبدين بملة إبراهيم وإسماعيل، وما زالوا على ذلك إلى أن غير ذلك بعض رؤسائهم، وعبدوا الأصنام وعم ذلك، فهم مندرجون تحت قوله :وإن من أمة إلا خلا فيها نذير ، أى شريعته ودينه والنذير ليس مخصوصا بمن باشر، بل يكون نذيرا لمن باشره، ولغير من باشره بالقرب ممن سبق لها نذير، ولم يباشرهم نذير غير محمد صلى الله عليه وسلم .وقال ابن عباس، ومقاتل :المعنى لم يأتهم فى الفترة بين عيسى ومحمد، عليهما السلام.

وقال الزمخشرى :ما أتاهم من نذير من قبلك، كقوله :ما أنذر آباؤهم، وذلك أن قريشا لم يبعث الله إليهم رسولا قبل محمد صلى الله عليه وسلم.

فإن قلت :فإذا لم يأتهم نذير، لم تقم عليهم حجة .قلت :أما قيام الحجة بالشرائع التى لا يدرك علمها إلا بالرسل فلا.

وأما قيامها بمعرفة الله وتوحيده وحكمته فنعم، لأن أدلة العقل الموصلة إلى ذلك معهم فى كل زمان .انتهى .والذى ذهب إليه غير ما ذهب إليه المفسرون، وذلك أنهم فهموا من قوله :ما أتاهم، وما أنذر آباؤهم، أن ما نافية، وعندى أن ما موصولة، والمعنى :لتنذر قوما العقاب الذى أتاهم .من نذير :متعلق بأتاهم، أى أتاهم على لسان نذير من قبلك .وكذلك لتنذر قوما ما أنذر آباؤهم :أى العقاب الذى أنذره آباؤهم، فما مفعولة فى الموضعين، وأنذر يتعدى إلى اثنين .قال تعالى :فإن أعرضوا فقل أنذرتكم صاعقة ، وهذا القول جار على ظواهر القرآن .قال تعالى :وإن من أمة إلا خلا فيها نذير ، وأن تقولوا ما جاء نا من بشير ولا نذير فقد جاء كم بشير ونذير، وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا، وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث فى أمها رسولا .

ولما حكى تعالى عنهم أنهم يقولون :أن محمدا صلى الله عليه وسلم افتراه ورد عليهم، اقتصر فى ذكر ما جاء به القرآن على الإنذار، وإن كان قد جاء له وللتبشير ليكون ذلك ردعا لهم، ولأنه إذا ذكر الإنذار، صار عند العاقل فكر فيما أنذر به، فلعل ذلك الفكر يكون سببا لهدايته(تفسير البحر المحيط، ج٨،ص ٤٢٩، ٤٣٠،سورة السجدة)

ابوحیان اندلسی کا تیسرا حوالہ

ابوحیان اندلسی نے ایک مقام پر ابنِ عطیہ سے نقل کیا ہے کہ:

’’اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کفارِ قریش کی طرف کوئی ایسا ’’نذیر‘‘ نہیں بھیجا، جو اِن کو بالمشافہ ڈراتا، اور نہ ان کے زمانے والوں کے لیے بالمشافہ ڈرانے والا بھیجا، اور نہ ان کے قریبی آباء کے لیے بالمشافہ ڈرانے والا بھیجا، البتہ عالم میں نذارت کا وجود تھا، اور عرب میں شعیب اور صالح اور ھود کے ساتھ نذارت کی گئی تھی، اور اللہ کی دعوت اور اس کی توحید ہمیشہ قائم رہی، اس کی طرف دعوت دینے والے سے زمین خالی نہیں رہی، اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نذیر ایسا نہیں آیا کہ جو ان لوگوں کے ساتھ مختص ہو کہ جن کی طرف ہم نے آپ کو بھیجا ہے، اور عرب کے پاس اسماعیل علیہ السلام کی کثرت سے نذارت تھی‘‘۔ [1]

مذکورہ عبارات سے بھی مشرکینِ عرب اور کفارِ قریش کو انبیائے کرام کی دعوت کا پہنچنا اور ان کا توحید کا مکلّف ہونا معلوم ہوا۔

’’التفسیر المظھری‘‘ کا حوالہ

’’التفسیر المظھری‘‘ میں ہے کہ:

یعنی بل قد جاء هم ما اتی آباء هم إسماعيل عليه السّلام وأعقابه من الرسول والكتاب وقد كانت القريش يعترفون بنبوة ابراهيم

---

[1] ومعنى قبلک، قال ابن عطية :أى وما أرسلنا من نذير يشافههم بشىء ، ولا يباشر أهل عصرهم، ولا من قرب من آبائهم .وقد كانت النذارة فى العالم، وفى العرب مع شعيب وصالح وهود .ودعوة الله وتوحيده قائم لم تخل الأرض من داع إليه، وإنما المعنى :من نذير يختص بهؤلاء الذين بقيت إليهم، وقد كان عند العرب كثير من نذارة إسماعيل، والله تعالى يقول :إنه كان صادق الوعد وكان رسولا نبيا ، ولكن لم يتجرد للنذارة، وقاتل عليها، إلا محمد صلى الله عليه وسلم(تفسير البحر المحيط، ج٨،ص ٥٥٩،سورة سبا)

وإسماعيل وفضلهما (التفسير المظهرى، ج٦، ص ٣٩٢، سورة المومنون)

ترجمہ: یعنی ''بلکہ ان (کفارِ قریش) کے پاس وہی چیز آئی ہے، جو اِن کے آباء اسماعیل علیہ السلام اور ان سے پہلے رسولوں اور کتاب کی شکل میں آئی تھی'' اور کفارِ قریش، ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی نبوت اور ان کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے (تفسیر مظہری)

نبیوں کی نبوت اور فضیلت کا اقرار، ان نبیوں کی نبوت وفضیلت کی دعوت پہنچے بغیر ممکن نہیں، خواہ وہ بالواسطہ پہنچی ہو، جو کہ مقصود میں مخل نہیں۔

تفسیر ''معارفُ القرآن'' کا حوالہ

تفسیر ''معارفُ القرآن عثمانی'' میں ہے کہ:

کوئی قوم اور کوئی خطۂ ملک، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور ہدایت کرنے والوں سے خالی نہیں ہوسکتا، خواہ وہ کوئی نبی ہو، یا اس کے قائم مقام، نبی کی دعوت کو پھیلانے والا ہو، جیسا کہ سورۃ یٰسٓ میں نبی کی طرف سے کسی قوم کی طرف پہلے دو شخصوں کو دعوت و ہدایت کے لئے بھیجنے کا ذکر ہے، جو خود نبی نہیں تھے اور پھر تیسرے آدمی کو ان کی تائید ونصرت کے لئے بھیجنا مذکور ہے (تفسیر معارف القرآن، جلد ۵ص ۱۷۶، سورۃ الرعد، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

تفسیر ''معارفُ القرآن'' کا دوسرا حوالہ

تفسیر معارفُ القرآن عثمانی میں ایک مقام پر ہے کہ:

''**لتنذر قوماً ما انذر اباؤهم** '' مراد اس سے عرب ہیں، معنیٰ یہ ہیں کہ ان کے آباء واجداد میں کوئی نذیر یعنی پیغمبر عرصۂ دراز سے نہیں آیا، اور آباء واجداد سے مراد قریبی آباء واجداد ہیں، ان کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھ

حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بعد کتنی صدیوں سے عرب میں کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا، اگرچہ دعوت وتبلیغ اور انذار وتبشیر کا سلسلہ برابر جاری رہا، جس کا ذکر قرآن کریم کی آیت میں بھی ہے، جو خلاصۂ تفسیر میں آ چکی ہے، اور آیت ’’ **ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر** ‘‘ کا بھی یہی مقتضیٰ ہے کہ رحمتِ خداوندی نے کسی قوم وملت کو دعوت وانذار سے کسی زمانے اور کسی خطہ میں محروم نہیں رکھا، مگر یہ ظاہر ہے کہ انبیاء کی تعلیمات ان کے نائبوں کے ذریعہ پہنچنا، وہ اثر نہیں رکھتا، جو خود نبی یا پیغمبر کی دعوت وتعلیم کا ہوتا ہے، اس لئے آیتِ مذکورہ میں عربوں کے متعلق یہ فرمایا گیا کہ ان میں کوئی نذیر نہیں آیا (تفسیر معارف القرآن، جلد ۷ ص ۳۶۳، ۳۶۴، سورہ یٰسٓ، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

تفسیر ’’معارفُ القرآن‘‘ کا تیسرا حوالہ

تفسیر معارف القرآن عثمانی میں ایک مقام پر ہے کہ:

’’ **ما اتاھم من نذیر** ‘‘ نذیر سے مراد اس جگہ رسول ہے، مطلب یہ ہے کہ قریشِ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا تھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انبیاء کی دعوت بھی ان کو اب تک نہ پہنچی تھی، کیونکہ دوسری آیتِ قرآن میں واضح طور پر ارشاد ہے ’’ **و ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر** ‘‘ یعنی کوئی امت اور جماعت دنیا میں ایسی نہیں، جس میں کوئی اللہ سے ڈرانے والا اور اس کی طرف دعوت دینے والا نہ آیا ہو۔

اس آیت میں لفظِ ’’نذیر‘‘ اپنے عام لغوی معنیٰ میں ہے، یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والا، وہ خواہ رسول اور پیغمبر ہو، یا ان کا کوئی نائب، خلیفہ یا عالِم دین، تو اس آیت سے تمام امتوں اور جماعتوں تک توحید کی دعوت پہنچ جانا معلوم ہوتا ہے، وہ

اپنی جگہ صحیح درست اور حق تعالیٰ کی رحمتِ عامہ کا مقتضا ہے (تفسیر معارف القرآن، جلد ۷ص ۵۸، سورہ الم سجدہ، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

مذکورہ عبارات سے بھی کفارِ قریش تک نبیوں کی دعوت کا پہنچ جانا اور ان کا مکلّف بالتوحید ہونا معلوم ہوا۔

مزید تفصیلی حوالہ جات وعبارات اگلی فصل میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام، بالخصوص حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما الصلاۃ والسلام کے آثار، مشرکینِ مکہ کی صرف عبادات کے طور وطریقوں میں ہی نمایاں نہیں تھے، بلکہ ان کے معاملات میں بھی، انبیائے کرام کی تعلیمات کے آثار پائے جاتے تھے، چنانچہ وہ کسی نہ کسی درجے میں حلال وحرام اور جائز وناجائز کے معاملات کو پہچانتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مشرکینِ مکہ نے بیتُ اللہ کی تعمیر کے موقع پر ''حطیم'' کے حصے کو اسی لیے باہر رہنے دیا تھا کہ ان کے پاس حلال طریقے سے کمایا ہوا خرچ کم ہوگیا تھا، لہٰذا ایسے افراد پر کسی نبی کی دعوت نہ پہنچنے کا حکم لگانا، بظاہر خلافِ معقول بات ہے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ دعوتِ عقل ودعوتِ انسانی کے پہنچ جانے کی وجہ سے کم از کم توحید ومعرفتِ الٰہی کے اور فی الجملہ فروعِ شریعت کے مکلّف تھے، اور ان کو اصحابِ فترۃ میں داخل مان کر اور دعوتِ انسانی سے محروم ہونے کی وجہ سے معذور قرار دینا یا اصحابِ امتحان میں داخل کرنا درست نہیں، اسی وجہ سے اس زمانے میں جو چند افراد شرک وکفر سے بچ کر توحید پر قائم اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت سرانجام دیتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ''ناجی'' اور اجر وانعام کا مستحق قرار دیا۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(فصل نمبر 6)

بلوغِ دعوت اور اس سے قبل مکلّف ہونے کی قرآنی آیات

اس سے پہلے مستقل فصل میں اللہ کی وحدانیت ومعرفت کے قرآنی عقلی دلائل کو ذکر کیا جاچکا ہے، جن سے امام ابوحنیفہ اور ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ حنفیہ کے اختیار کردہ قول کی تائید ہوتی ہے، اور ایک مستقل فصل میں زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کے مکلّف ہونے کی نصوص کو بھی ذکر کیا جاچکا ہے۔

اب چند ایسی آیاتِ قرآنی ضروری تشریح وتفسیر کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں، جن سے قبل از دعوت، یا بعد از دعوت، توحید ومعرفتِ الٰہی اور اصولِ شریعت یا فروعِ شریعت کے مکلّف ہونے نہ ہونے پر طرفین سے استدلال کیا جاتا ہے۔

اور ان کی صحیح تفسیر وتشریح اور توضیح وتصریح نہ ہونے یا پھر ایک خاص پہلو کے سامنے ہونے اور اس کے روایت درروایت نقل ہوتے رہنے کی وجہ سے مختلف قسم کی غلط فہمیاں لازم آتی ہیں۔

سورہ نساء اور سورہ مائدہ کا حوالہ

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (سورۃ النسآء، رقم الآیۃ ۱۶۵)

ترجمہ: رسولوں کو بھیجا، جو خوش خبری سنانے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں، تاکہ نہ ہو لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت، رسولوں کے بعد (سورہ نساء)

مذکورہ آیت سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب تک کسی کے پاس رسول نہ پہنچے، اس وقت تک اللہ کی طرف سے بندہ پر کوئی حجت قائم نہ ہوگی، اور نہ ہی کفر وشرک اور بت پرستی وغیرہ پر

مواخذہ ہوگا۔

حالانکہ اولاً تو ہر شخص کے پاس خود کسی رسول کا چل کر پہنچنا اور براہِ راست دعوت دینا کسی کے نزدیک بھی نہ ضروری ہے، اور نہ ہی ممکن ہے، بلکہ اس رسول کی بلا واسطہ یا بالواسطہ دعوت کا پہنچنا کافی ہے۔

دوسرے اس آیت سے تو اِتنا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولوں کی بعثت، اس لیے ہوتی ہے تاکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد لوگوں کی طرف سے اللہ کے سامنے کوئی حجت اور عذر ومعذرت کی گنجائش باقی نہ رہے، ورنہ توحیدِ الٰہی ومعرفتِ الٰہی کے لیے عقل بھی کافی ہے۔

تیسرے یہ مطلب بھی تو ممکن ہے کہ فروعِ شریعت پر عمل پیرا نہ ہونے کے لیے رسولوں کی بعثت سے پہلے حجت پوری نہیں ہوتی، کیونکہ فروعِ شریعت کا علم باتفاقِ اہلُ السنۃ والجماعۃ، دعوتِ عقل کے بجائے، دعوتِ رسل سے ہوتا ہے، اور اس کے بغیر فروعِ شریعت کا مکلّف نہیں ہوتا، برخلاف بعض معتزلہ کے، جو ہر حکمِ شریعت وفروعِ شریعت کے لیے عقل کو حجت قرار دیتے ہیں۔

چوتھے اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے رسولوں کو بھیجنے کی سنت برابر جاری رہی ہے، ورنہ اگر کسی کے پاس بھیجتے، اور کسی کے پاس نہ بھیجتے، تو جن کے پاس نہ بھیجا ہوتا، ان کی اس طرح سے رعایت نہ ہوتی، جس طرح دوسروں کے ساتھ رعایت ہوئی، اور ان کو پھر بھی عذر کی گنجائش رہ جاتی۔

چنانچہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ:

فإن قلت: كيف يكون للناس على الله حجة قبل الرسل، وهم محجوجون بما نصبه الله من الأدلة التى النظر فيها موصل إلى المعرفة، والرسل فى أنفسهم لم يتوصلوا إلى المعرفة إلا بالنظر فى تلك الأدلة، ولا عرف أنهم رسل الله إلا بالنظر فيها؟

قلت: الرسل منبهون عن الغفلة، وباعثون على النظر، كما ترى علماء أهل العدل والتوحيد مع تبليغ ما حملوه من تفضيل أمور الدين وبيان أحوال التكليف وتعليم الشرائع، فكان إرسالهم إزاحة للعلة وتتميما لإلزام الحجة، لئلا يقولوا:لولا أرسلت إلينا رسولا فيوقظنا من سنة الغفلة وينبهنا لما وجب الانتباه له (تفسير الزمخشری، ج ا ص ۵۹۱، سورة النساء)

ترجمہ: اگر آپ یہ شبہ کریں کہ لوگوں کے لیے اللہ پر رسولوں سے پہلے حجت کیسے ہوگی، جبکہ ان پر حجت ان دلائل کے ذریعہ سے قائم ہے، جو اللہ نے اپنی معرفت کی طرف پہنچانے میں غور وفکر کرنے کے متعلق اس کائنات میں پیدا فرمادیے ہیں، اور رسول بھی بذاتِ خود معرفت کی طرف ان دلائل میں غور وفکر کر کے ہی پہنچتے ہیں، اور لوگوں کو ان کا اللہ کے رسول ہونے کی معرفت بھی ان ہی دلائل میں غور وفکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے؟

میں اس پر کہوں گا کہ اللہ کی طرف سے رسول، دراصل غفلت سے تنبیہ کرنے کے لیے اور نظر وفکر پر ابھارنے کے لیے آتے ہیں، جیسا کہ علمائے اہلِ عدل اور علمائے توحید کو آپ دیکھتے ہیں (کہ وہ بھی اپنی دعوت وتبلیغ میں یہی طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں) اسی کے ساتھ رسول اپنے ساتھ دین کے امور اور تکلیف کے احوال کے بیان اور شریعت کی تعلیم پر بھی ابھارتے ہیں، پس رسولوں کا بھیجنا اس علت کو دور کرنے اور الزامِ حجت کی تتمیم کے لیے ہے، تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجے، جو ہمیں غفلت کی نیند سے بیدار کرتے، اور جن چیزوں پر (نبیوں کے ذریعے سے) انتباہ ضروری ہے، ان پر ہمیں متنبہ کرتے (تفسیر الزمخشری)

اور مذکورہ آیت کے ذیل میں تفسیر ''معارفُ القرآن عثمانی'' میں ''خلاصۂ تفسیر'' کے ضمن میں ہے کہ:

(اور) ان سب کو (ایمان پر) خوش خبری (نجات کی) دینے والے اور (کفر پر عذاب کا) خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر اس لئے بھیجا، تاکہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں کے (آنے کے) بعد کوئی عذر (ظاہراً بھی) باقی نہ رہے (ورنہ قیامت میں یوں کہتے کہ بہت سی اشیاء کا حسن وقبح عقل سے معلوم نہ ہوسکتا تھا، پھر ہماری کیا خطا) اور (یوں) اللہ تعالیٰ پورے زور (اور اختیار) والے ہیں (کہ بلا ارسالِ رسل بھی سزا دیتے تو بوجہ اس کے کہ مالک حقیقی ہونے میں منفرد ہیں، ظلم نہ ہوتا اور درحقیقت عذر کا حق کسی کو نہ تھا، لیکن چونکہ) بڑے حکمت والے (بھی) ہیں (اس لئے حکمت ہی ارسال کو مقتضی ہوئی تاکہ ظاہری عذر بھی نہ رہے (معارف القران، ج۲،ص۶۱۰،سورہ نساء'' درذیل خلاصۂ تفسیر''مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

اور تفسیر ''معارفُ القرآن عثمانی'' ہی میں ''معارف ومسائل'' کے ضمن میں ہے کہ:

''رسلاً مبشرین ومنذرین '' اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو برابر بھیجا کہ مومنوں کو خوش خبری سنائیں، اور کافروں کو ڈرائیں، تاکہ لوگوں کو قیامت کے دن اس عذر کی جگہ نہ رہے کہ ہم کو تیری مرضی اور غیر کی مرضی معلوم نہ تھی، معلوم ہوتی تو ضرور اس پر چلتے، سو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو معجزے دے کر بھیجا اور پیغمبروں نے راہِ حق بتلائی، تو اب دینِ حق کے قبول نہ کرنے میں کسی کا کوئی عذر نہیں سنا جاسکتا (معارف القران عثمانی، ج۲،ص۶۱۲،سورہ نساء'' درذیل معارف ومسائل''مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ سورہ نساء کی مندرجہ بالا آیت، اس سلسلہ میں صریح نہیں کہ ارسالِ رسل سے پہلے صرف عقلِ سلیم کی بنیاد پر انسان، توحید ومعرفتِ الٰہی کا مکلّف نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگرچہ عقلی دلائل سے منجانب اللہ توحید کی حجت

پوری ہوجاتی ہے، لیکن انسانوں کی طرف سے عذر ومعذرت کا خاتمہ کرنے اورفروعِ شریعت سے آگاہ کرنے کے لیے رسولوں کو بھیجا جاتا ہے اور یہ رسول برابر ہرامت میں بھیجے جاتے رہے، جیسا کہ دوسری آیات میں تصریح ہے۔

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَاأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَاءَ كُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ (سورة المائدة، رقم الآية ١٩)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! یقیناً آ گیا تمہارے پاس، ہمارا رسول، جو بیان کرتا ہے تمہارے لیے، رسولوں کی فترة پر، یہ کہ کہو تم کہ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی بشیر اور نہ نذیر، پس یقیناً آ چکا تمہارے پاس بشیر اور نذیر (سورہ مائدہ)

اس آیت میں ''فترة'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے متعلق باحوالہ تفصیل پہلے گزرچکی ہے کہ اس سے دو رسولوں کے درمیان انقطاعِ وحی کا زمانہ مراد ہے، جس کے لیے یہ لازم نہیں کہ اس زمانے کے لوگوں کو پہلے نبی کے نائب کے واسطے سے بھی دعوت نہ پہنچی ہو، اور ایسا سمجھنا غلط فہمی پر مبنی ہے۔

مذکورہ آیت میں اہلِ کتاب سے مراد، یہود ونصاریٰ ہیں، اور ان کے پاس دینی احکام کی وضاحت کرنے کے لیے رسول کے آنے سے، نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مراد ہیں، جن کو رسولوں کے انقطاع کے زمانے میں آنا بیان کیا گیا ہے، پھر یہ باور کرایا گیا ہے، تاکہ اہلِ کتاب کی طرف سے بشیر ونذیر کی آمد نہ ہونے کا عذر پیش نہ کیا جائے۔ [1]

---

[1] (يأهل الكتاب قد جاء كم رسولنا) محمد (يبين لكم) شرائع الدين (على فترة) انقطاع (من الرسل) إذ لم يكن بينه وبين عيسى رسول ومدة ذلك خمسمائة وتسع وستون سنة ل (أن) لا (تقولوا) إذا عذبتم (ما جاء نا من) زائدة (بشير ولا نذير فقد جاء كم بشير ونذير) فلا عذر لكم إذا (والله على كل شيء قدير) ومنه تعذيبكم إن لم تتبعوه (تفسير الجلالين، سورة المائدة، تحت رقم الآية ١٩)

مذکورہ آیت میں خطاب، اہلِ کتاب کو ہے، اور زمانۂ فترۃ میں نبی کی بعثت کو اہلِ کتاب کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ جس فترۃ کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے، وہ اہلِ کتاب کے حق میں بھی ثابت ہے۔ اگر اس آیت سے یہ مراد لیا جائے کہ زمانۂ فترۃ میں لوگ، بغیر ارسالِ رُسل کے توحید و معرفتِ الٰہی کے بھی مکلّف نہیں ہوتے، تو اس کی بناء پر پہلے اہلِ کتاب، یعنی یہود و نصاریٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اصولِ شریعت وفروعِ شریعت کا مکلّف نہ ہونا لازم آئے گا، پھر بعد میں غیر اہلِ کتاب کا مکلّف نہ ہونا لازم آئے گا، اور ''لازم'' باطل ہے، اس لیے ''ملزوم'' بھی باطل ہوگا۔

امام رازی نے سورہ مائدہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر کے ضمن میں فرمایا کہ:

الفائدة فی بعثة محمد عليه الصلاة والسلام عند فترة من الرسل هی أن التغيير والتحريف قد تطرق إلى الشرائع المتقدمة لتقادم عهدها وطول زمانها، وبسبب ذلک اختلط الحق بالباطل والصدق بالكذب، وصار ذلک عذرا ظاهر فی إعراض الخلق عن العبادات، لأن لهم أن يقولوا :يا إلهنا عرفنا أنه لا بد من عبادتک ولكنا ما عرفنا كيف نعبد، فبعث الله تعالى فی هذا الوقت محمدا عليه الصلاة والسلام إزالة لهذا العذر، وهو أن تقولوا ما جاء نا من بشير ولا نذير يعنی إنما بعثنا إليكم الرسول فی وقت الفترة كراهة أن تقولوا :ما جاء نا فی هذا الوقت من بشير ولا نذير.

ثم قال تعالى :فقد جاء كم بشير ونذير فزالت هذه العلة وارتفع هذا العذر (التفسیر الکبیر، للرازی، ج ۱۱، ص ۳۳۰، سورۃ المائدۃ، آیۃ ۱۹)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، رسولوں کی فترۃ کے زمانے میں کیے جانے کا

فائدہ یہ تھا کہ پہلی شریعتوں کے زمانے کے قدیم اور لمبا ہوجانے کی وجہ سے ان شریعتوں میں تغییر اور تحریف داخل ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے حق کا باطل کے ساتھ اور سچ کا جھوٹ کے ساتھ اختلاط والتباس ہوگیا تھا، اور بظاہر یہ مخلوق کی طرف سے خالق کی عبادات سے اعراض میں عذر بن گیا تھا، کیونکہ وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے معبود! ہمیں یہ بات تو (دعوتِ عقل یا رسل کی وجہ سے) معلوم ہوچکی تھی کہ آپ کی عبادت ضروری ہے، لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ہم آپ کی عبادت کس طریقہ سے کریں؟

تو اس وقت میں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ عذر دور کرنے کے لیے مبعوث فرمایا، اور اسی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:

”أن تقولوا ما جاء نا من بشير ولا نذير“

یعنی بس ہم نے آپ کی طرف فترة کے زمانے میں رسول کو اس لیے مبعوث کیا، تاکہ تم یہ عذر پیش نہ کرو کہ ہمارے پاس اس وقت میں کوئی بشیر اور نذیر نہیں آیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”فقد جاء كم بشير ونذير“

پس مذکورہ علت زائل ہوگئی، اور یہ عذر دور ہوگیا (تفسیرِ کبیر)

نظام الدین حسن بن محمد نیساپوری (المتوفی: 850 ہجری) نے بھی اپنی تفسیر میں یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ [1]

---

[1] والمقصود أن الرسول بعث إليهم حين انطمست آثار الوحى وتطرق التحريف والتغيير إلى الشرائع المتقدمة وكان ذلك عذرا ظاهرا فى إعراض الخلق عن العبادات، لأن لهم أن يقولوا إلهنا عرفنا أنه لا بد من عبادات ولكنا ما عرفنا كيف نعبدك، فمن الله تعالى عليهم بإزاحة هذه العلة وذلك قوله: أن تقولوا أى كراهة أن تقولوا: ما جائنا من بشير ولا نذير فقد جائكم أى لا تعتذروا فقد جائكم .والحاصل أن الفترة توجب الاحتياج إلى بعثة الرسل والله قادر على ذلك لأنه قادر على كل شىء، فكان يجب فى حكمته ورحمته إرسال الرسل فى الفترات إلزاما للحجج وإقامة للبينات (تفسير النيسابورى، ج۲ص ۵۷۱، سورة المائدة، تحت رقم الآية ۱۹)

اور تفسیر معارف القرآن عثمانی میں، سورہ مائدہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں ہے کہ:

آیتِ مذکورہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر بالفرض کوئی قوم ایسی ہو کہ ان کے پاس نہ کوئی رسول اور نہ کوئی پیغمبر آیا اور نہ ان کے نائبین پہنچے، اور نہ پچھلے انبیاء کی شریعت ان کے پاس محفوظ تھی، تو یہ لوگ اگر شرک کے علاوہ کسی غلط کاری اور گمراہی میں مبتلا ہو جاویں، تو وہ معذور سمجھے جاویں گے، وہ مستحقِ عذاب نہیں ہوں گے۔ اسی لئے حضرات فقہاء کا اہلِ فترۃ کے معاملہ میں اختلاف ہے کہ وہ بخشے جاویں گے یا نہیں؟

جمہور کا رجحان یہ ہے کہ امید اسی کی ہے کہ وہ بخش دیئے جاویں گے، جب کہ وہ اپنے اس مذہب کے پابند رہے ہوں، جو غلط سلط اِن کے پاس حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کی طرف منسوب ہو کر موجود تھا، بشرطیکہ وہ توحید کے مخالف اور شرک میں مبتلا نہ ہوں، کیونکہ مسئلہ توحید کسی نقل کا محتاج نہیں، وہ ہر انسان ذرا سا غور کرے، تو اپنی ہی عقل سے معلوم کرسکتا ہے (معارف القرآن، ج۳ص۹۱، سورہ مائدہ، آیت نمبر۱۹، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی، طبع جدید: 1992 عیسوی)

اس سے معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک راجح یہ ہے کہ زمانۂ فترۃ میں جو کچھ تحریف شدہ شریعت کی تعلیمات کسی کے پاس موجود ہوں، ان میں تو وہ معذور ہے، لیکن توحید کو ترک کرنے میں وہ معذور نہیں۔

پس جب اہلِ کتاب اس زمانۂ فترۃ میں بھی توحید کے مکلّف تھے، جس کا مندرجہ بالا آیت میں بالفاظِ ''فترۃ'' ذکر کیا گیا ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے، انقطاعِ رسل اور انقطاعِ وحی کے زمانے میں، البتہ پہلی شریعت میں تحریف وتغییر ہو جانے والے بعض احکام کہ جن کا تعلق فروعِ شریعت سے ہے، کے مکلّف نہیں تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ عذر بھی دور ہو گیا، تو پھر اس سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ اہلِ کتاب، نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کی بعثت سے پہلے دعوتِ عقل، یا دعوتِ رسل نہ پہنچنے کی وجہ سے اصولِ شریعت، یہاں تک کہ توحید ومعرفتِ الٰہی کے مکلّف نہیں تھے۔

جبکہ بہت سی نصوص سے زمانۂ جاہلیت میں فوت ہونے والوں کے معذب اور اہلِ کتاب کے گمراہ ہونے اور ان کو اس زمانہ میں کیے ہوئے اعمال کا فائدہ نہ پہنچنے کا ثبوت ملتا ہے، جو اپنے مقام پر ذکر کی جا چکی ہیں۔

اور اگر پھر بھی کوئی اس بات پر اصرار کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل، اہلِ کتاب کے توحید واصولِ شریعت ہی کا عذر زائل کرنے کے لیے کی گئی، تو اولاً تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام ہے، اہلِ کتاب کے ساتھ خاص نہیں، دوسرے اس کو ظاہری اور کمزور عذر پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ اگر بالفرض اہلِ کتاب بروزِ قیامت یہ عذر کریں، جیسا کہ ہر مجرم اپنے آپ کو بچانے کے لیے ہر طرح کا عذر ومعذرت کیا کرتا ہے، اور ڈوبتا ہوا، تنکے کا سہارا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ عذر بھی زائل ہوگیا، اور اب کسی قسم کے عذر ومعذرت کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

پس سورہ مائدہ کی مندرجہ بالا آیت کا حاصل بھی اس سے پہلی سورہ نساء کی آیت کے حاصل سے کچھ زیادہ مختلف نہ ہوا، اور اس آیت سے بھی توحید ومعرفتِ الٰہی کا مکلّف ہونے کے لیے دعوتِ رسول کا ضروری ہونا ثابت نہ ہوا۔

سورہ اعراف اور ''عہدِ الستُ'' کا حوالہ

دنیا میں آنے والے ہر انسان کے کم از کم توحید ومعرفتِ الٰہی کا مکلّف ہونے کی زبردست تائید ''عہدِ الستُ'' سے بھی ہوتی ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آنے سے پہلے تمام انسانوں کو اپنی دعوتِ توحید وربوبیت کا ابلاغ فرمادیا تھا، اور دنیا میں آنے والے ہر انسان کو دعوتِ توحید پہنچ چکی ہے، مزید تاکید وتائید عقل عطا فرما کر اور کائنات

میں اپنی ربوبیت وتوحید کے دلائل قائم کر کے فرما دی گئی، اور اس کے ساتھ ساتھ دعوتِ رسل کے سلسلہ کو بھی اپنے فضلِ خاص سے ہر طرح کا عذر ومعذرت زائل کرنے کے لیے منقطع نہ فرمایا۔ اس کی ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِيْنَ (سورة الأعراف، رقم الآية ۱۰۲)

ترجمہ: اور نہیں پایا ہم نے ان (انسانوں) میں سے اکثر کے عہد کو، اور پایا ہم نے ان میں سے اکثر کو یقینی نافرمان (سورہ اعراف)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اکثر انسانوں کے عہد پورا نہ کرنے کی شکایت فرمائی ہے۔ اور اس عہد سے بہت سے مفسرین کے نزدیک مشہور ''عہدِ الستُ'' مراد ہے، جس کا سورہ اعراف ہی کے حوالہ سے آگے ذکر آتا ہے۔ [1]

سورہ اعراف میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ . أَوْ تَقُوْلُوْا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ . وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (سورة الأعراف، رقم الآيات ۱۷۲ الى ۱۷۴)

ترجمہ: اور جب لیا آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی ذریت کو، اور گواہ بنایا ان کو اپنے آپ پر کہ کیا نہیں ہوں میں تمہارا رب؟ کہا انہوں نے بے شک! ہم گواہ ہیں، یہ کہ کہو تم قیامت کے دن کہ بے شک ہم اس سے غافل تھے۔

---

[1] (وما وجدنا لأكثرهم)أى الناس (من عهد)أى وفاء بعهدهم يوم أخذ الميثاق(وإن)مخففة (وجدنا أكثرهم لفاسقين) (تفسير الجلالين، سورة الاعراف، تحت رقم الآية ۱۰۲)

یا کہو تم کہ بس شرک کیا تھا ہمارے آباء نے، اس سے پہلے اور تھے ہم اولاد، ان کے بعد، کیا آپ ہلاک کرتے ہیں، ہم کو اس فعل کی وجہ سے، جو باطل لوگوں نے کیا۔ اور اسی طریقہ سے تفصیل سے بیان کرتے ہیں ہم آیات کو، اور تا کہ یہ لوگ (حق کی طرف) رجوع کریں (سورہ اعراف)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ عالمِ ارواح میں اللہ نے خود اپنی دعوتِ توحیدو ربوبیت کو تمام ذریتِ آدم تک پہنچادیا ہے، اور کوئی بنی آدم اللہ کی دعوتِ توحیدو ربوبیت سے محروم نہیں رہا۔ اور اس کے بعد قیامت کے دن شرک میں مبتلا رہنے پر غفلت یا آباء واجداد کی تقلید کو عذر بنانے کی گنجائش باقی نہ رہی، احادیث سے اس مضمون ومفہوم کی مزید تائید ہوتی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَخَذَ اللّٰهُ الْمِيْثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ بِنَعْمَانَ يَعْنِيْ عَرَفَةَ فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهٖ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَهَا، فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قِبَلًا، قَالَ: (أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ أَوْ تَقُوْلُوْا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۲۴۵۵) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے مقامِ نعمان، یعنی عرفہ کے مقام میں عہد و میثاق کو لیا تھا، حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام پیدا کی جانے والی اولاد کو نکالا تھا، اور ان کو چیونٹیوں کی طرح

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
رجاله ثقات رجال الشيخين غير كلثوم بن جبر، فمن رجال مسلم، ووثقه أحمد وابن معين، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وقال النسائي :ليس بالقوى .ورجح الحافظ ابن كثير في "تفسيره 3/501 "وقفه على ابن عباس(حاشية مسند احمد)

حضرت آدم کے سامنے پھیلا دیا تھا، پھران کی طرف متوجہ ہو کر یہ کلام فرمایا تھا کہ:

”أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ أَوْ تَقُوْلُوْا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ“ (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھیجنے سے پہلے تمام ذریتِ آدم سے اپنی توحیدو ربوبیت کا عہدو میثاق لیا تھا، اور تمام ذریتِ آدم کو بروز قیامت غفلت یا آباء کی تقلید کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہونے کے عذر نہ کرنے سے آگاہ فرمادیا تھا، جس کا تمام ذریتِ آدم نے اقرار کیا تھا۔

امام حاکم نے ایک تفصیلی روایت کے ضمن میں سورہ اعراف کی مذکورہ آیت کے متعلق ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

”قَالَ: فَإِنِّيْ أُشْهِدُ عَلَيْكُمُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرَضِيْنَ السَّبْعَ، وَأُشْهِدُ عَلَيْكُمْ أَبَاكُمْ آدَمَ أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ نَعْلَمْ، أَوْ تَقُوْلُوْا إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ، فَلَا تُشْرِكُوْا بِيْ شَيْئًا، فَإِنِّيْ أُرْسِلُ إِلَيْكُمْ رُسُلِيْ، يُذَكِّرُوْنَكُمْ عَهْدِيْ وَمِيْثَاقِيْ، وَأُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِيْ، فَقَالُوْا: نَشْهَدُ أَنَّكَ رَبُّنَا، وَإِلٰهُنَا لَا رَبَّ لَنَا غَيْرُكَ، وَلَا إِلٰهَ لَنَا غَيْرُكَ“

یعنی ”اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے اوپر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو گواہ بناتا ہوں، اور تمہارے اوپر تمہارے باپ آدم کو بھی گواہ بناتا ہوں، تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں علم نہیں تھا، یا تم یہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے، پس تم میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا، میں تمہاری طرف اپنے رسولوں کو بھیجوں گا، جو تمہیں میرے عہدو میثاق کو یاد دلائیں گے، اور میں تمہارے اوپر اپنی کتابوں کو نازل کروں گا، تو بنی آدم کی ذریت نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک

آپ ہی ہمارے رب ہیں، اور ہمارے معبود ہیں، آپ کے علاوہ نہ کوئی ہمارا رب ہے، اور آپ کے علاوہ نہ کوئی ہمارا معبود ہے''۔ [1]

امام حاکم نے مذکورہ حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، اور علامہ ذہبی نے بھی ''تلخیص'' میں اس کو صحیح کہا ہے۔ [2]

---

[1] أخبرنا أبو جعفر محمد بن علی الشیبانی بالکوفة، ثنا أحمد بن حازم الغفاری، ثنا عبید الله بن موسی، ثنا أبو جعفر عیسی بن عبد الله بن ماهان، عن الربیع بن أنس، عن أبی العالیة، عن أبی بن کعب رضی الله عنه، فی قوله عز وجل (وإذ أخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم وأشهدهم علی أنفسهم) إلی قوله تعالی (أفتهلکنا بما فعل المبطلون) قال " :جمعهم له یومئذ جمیعا ما هو کائن إلی یوم القیامة، فجعلهم أرواحا، ثم صورهم، واستنطقهم، فتکلموا، وأخذ علیهم العهد والمیثاق، وأشهدهم علی أنفسهم، ألست بربکم؟ قالوا :بلی شهدنا أن تقولوا یوم القیامة، إنا کنا عن هذا غافلین، أو تقولوا إنما أشرک آباؤنا من قبل، وکنا ذریة من بعدهم، أفتهلکنا بما فعل المبطلون، قال :فإنی أشهد علیکم السماوات السبع والأرضین السبع، وأشهد علیکم أباکم آدم أن تقولوا یوم القیامة لم نعلم، أو تقولوا إنا کنا عن هذا غافلین، فلا تشرکوا بی شیئا، فإنی أرسل إلیکم رسلی، یذکرونکم عهدی ومیثاقی، وأنزل علیکم کتبی، فقالوا :نشهد أنک ربنا، وإلهنا لا رب لنا غیرک، ولا إله لنا غیرک، ورفع لهم أبوهم آدم فنظر إلیهم، فرأی فیهم الغنی والفقیر وحسن الصورة، وغیر ذلک، فقال :رب لو سویت بین عبادک فقال :إنی أحب أن أشکر، ورأی فیهم الأنبیاء مثل السرج، وخصوا بمیثاق آخر بالرسالة والنبوة فذلک قوله عز وجل (وإذ أخذنا من النبیین میثاقهم ومنک ومن نوح)الآیة .وهو قوله تعالی (فأقم وجهک للدین حنیفا فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله)وذلک قوله (هذا نذیر من النذر الأولی)وقوله (وما وجدنا لأکثرهم من عهد وإن وجدنا أکثرهم لفاسقین)وهو قوله (ثم بعثنا من بعده رسلا إلی قومهم فجاء وهم بالبینات، فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا به من قبل) کان فی علمه بما أقروا به، من یکذب به ومن یصدق به، فکان روح عیسی من تلک الأرواح التی أخذ علیها المیثاق فی زمن آدم فأرسل ذلک الروح إلی مریم حین (انتبذت من أهلها مکانا شرقیا، فاتخذت من دونهم حجابا فأرسلنا إلیها روحنا فتمثل لها بشرا سویا)إلی قوله (مقضیا) فحملته قال :حملت الذی خاطبها وهو روح عیسی علیه السلام "قال أبو جعفر : فحدثنی الربیع بن أنس عن أبی العالیة عن أبی بن کعب قال :دخل من فیها (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۲۵۵)

[2] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه.
و قال الذهبی فی التلخیص: صحیح (حاشیة مستدرک حاکم)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو ”ضیاء الدین ابوعبداللہ مقدسی“ نے بھی روایت کیا ہے، اور اس کو حسن قرار دیا ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں آنے والی بنی آدم کی سب اولاد کو اللہ کی طرف سے وحدانیت وربوبیت کی تبلیغ ہو چکی ہے، اور تمام ذریتِ آدم، اللہ سے شرک نہ کرنے کا عہد و میثاق کر چکی ہے، اور بنی آدم کی طرف سے لاعلمی، غفلت، آبا کی تقلید وغیرہ کے عذر و معذرت کا خاتمہ ہو چکا ہے، اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام، بنی آدم کے پاس اللہ کی وحدانیت و ربوبیت کی شکل میں کسی نئی چیز کی تبلیغ نہیں کرتے، بلکہ اللہ کی طرف سے کی ہوئی اسی توحید و ربوبیت کی تبلیغ کی یاددھیانی کراتے ہیں، اور مزید براں اس کی توحید و ربوبیت کے حقوق کو ادا کرنے کے طور وطریقے بتلاتے ہیں، جن کو فروعِ شریعت کہا جاتا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آباء واجداد کا شرک میں مبتلا ہونا بھی اولاد کے شرک میں مبتلا ہونے کا

---

[1] أخبرنا أبو على عمر بن على بن عمر الزاهد قراء ة عليه ونحن نسمع بالحربية قيل له أخبركم هبة الله بن محمد قراء ة عليه وأنت تسمع نا الحسن بن على أنا أحمد بن جعفر نا عبد الله بن أحمد نا محمد بن يعقوب الربالى نا المعتمر بن سليمان قال سمعت أبى يحدث عن الربيع بن أنس عن رفيع أبى العالية عن أبى بن كعب فى قول الله عز وجل (وإذ أخذ ربك من بنى آدم من ظهورهم ذريتهم) قال جمعهم فجعلهم أرواحا ثم صورهم فاستنطقهم فتكلموا ثم أخذ عليهم العهد والميثاق وأشهدهم على أنفسهم (ألست بربكم) قال فإنى أشهد عليكم السماوات السبع والأرضين السبع وأشهد عليكم أباكم آدم صلى الله عليه وسلم أن تقولوا يوم القيامة لم نعلم بهذا اعلموا أنه لا إله غيرى ولا رب غيرى فلا تشركوا بى شيئا إنى سأرسل إليكم رسلى يذكرونكم عهدى وميثاقى وأنزل عليكم كتبى قالوا شهدنا بأنك ربنا وإلهنا لا رب لنا غيرك ولا إله لنا غيرك فأقروا بذلك ورفع عليهم آدم ينظر فرأى الغنى والفقير وحسن الصورة ودون ذلك فقال رب لولا سويت بين عبادك قال إنى أحببت أن أشكر ورأى الأنبياء فيهم مثل السرج عليهم النور وخصوا بميثاق آخر فى الرسالة والنبوة وهو قوله تبارك وتعالى (وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم) إلى قوله (عيسى ابن مريم) كان فى تلك الأرواح فأرسله إلى مريم فحدث عن أبى أنه دخل من فيها (إسناده حسن)(الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة مما لم يخرجه البخارى ومسلم فى صحيحيهما، رقم الحديث ١١٥٨)

عذر نہیں، جس کا قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی ذکر آیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ (سورة البقرة، رقم الآيات ۱۷۰)

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے، ان (مشرکین) کو کہ اتباع کرو تم اس کی جو نازل کیا اللہ نے، تو وہ کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اتباع کریں گے، اس کی کہ پایا ہم نے جس پر اپنے آباء کو، کیا اگر ان کے آباء کسی چیز کو سمجھتے نہیں تھے، اور نہ ہی ہدایت پر تھے (پھر بھی ان کی اتباع درست ہوگی؟) (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے آباء واجداد کے ہدایت پر ہونے کی نفی فرمائی ہے، اور مشرکین کے اپنے غیر ہدایت یافتہ آباء کی تقلید کو غیر معقول قرار دیا ہے۔

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّلَا سَائِبَةٍ وَّلَا وَّصِيلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ.

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ

(سورة المائدة، رقم الآيات ۱۰۳ و ۱۰۴)

ترجمہ: نہیں بنایا اللہ نے نہ کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ اور نہ کوئی حام، لیکن جن لوگوں نے کفر کیا، باندھتے ہیں وہ، اللہ پر جھوٹ، اور ان کے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے۔

اور جب کہا جاتا ہے ان کو کہ آؤ تم اس کی طرف جو نازل کیا اللہ نے، اور

(آ ؤ) رسول کی طرف، تو کہتے ہیں کہ کافی ہے ہمیں وہ کہ پایا ہم نے اس پر اپنے آباء کو، کیا اگر ان کے آباء کچھ جانتے نہیں تھے، اور نہ ہدایت پر تھے (پھر بھی ان کی اتباع درست ہوگی؟) (سورہ مائدہ)

سائبہ اس جانور وغیرہ کو کہا جاتا ہے، جس کو زمانۂ جاہلیت میں کسی بت وغیرہ کے نام پر نذر مان کر یا نذر مانے بغیر علامت لگا کر یا علامت لگائے بغیر، اس کے لیے مختص کر کے چھوڑ دیا جاتا تھا، اور اس کو استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔

احادیث میں ہے کہ اس طرح کے جانور کو بت کے نام پر مختص کرنے کی سب سے پہلے بنیاد ''عمرو بن لُحَی'' نے ڈالی، جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عمرو بن لُحَی'' کو سخت ترین عذاب میں مبتلا دیکھا۔ [1]

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ''عمرو بن لُحَی'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے، زمانۂ جاہلیت میں فوت ہوگیا تھا۔

لہٰذا جن مشرکینِ عرب نے اپنے آباء میں سے ہونے کی وجہ سے اس کی تقلید کی، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کے اکثر مشرکین عرب، اس وباء میں مبتلا تھے، تو وہ ان شرکیہ حرکات وافعال میں معذور نہ سمجھے جائیں گے۔

سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ .قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا لَهَا عَابِدِينَ .قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (سورة الأنبياء، رقم الآيات ۵۲ الیٰ ۵۴)

ترجمہ: جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ کو اور ان کی قوم کو، کیا ہیں یہ مجسمے، کہ تم ان

---

[1] عن عروة، أن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رأيت جهنم يحطم بعضها بعضا، ورأيت عمرا يجر قصبه، وهو أول من سيب السوائب (بخاری، رقم الحدیث ۴۶۲۴)

کے لیے ٹھہرے ہوئے ہو۔ کہا انہوں نے کہ پایا ہم نے اپنے آباء واجداد کو ان کے لیے ٹھہرنے والے۔ کہا ابراہیم نے بلا شبہ یقیناً ہو تم اور تمہارے آباء واجداد کھلی گمراہی میں (سورہ انبیاء)

مذکورہ آیات میں بھی حضرت ابراہیم کے والد اور ان کی قوم کے آباء واجداد کو گمراہ قرار دیا گیا ہے، جن کی پیروی کرنے کا حضرت ابراہیم کے والد اور ان کی قوم نے عذر پیش کیا تھا۔

مذکورہ ''عھدِ الست'' کی تائید، اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے تمام بندوں کو دینِ حنیف پر پیدا کرنے اور بعد میں شیطان کے بہکا دینے اور شرک میں مبتلا کرنے کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فقَالَ: إِنَّ اللّٰہَ جَلَّ وَعَلا أَمَرَنِیْ أَنْ أُعَلِّمَکُمْ مِمَّا عَلَّمَنِیْ یَوْمِیْ ھٰذَا وَإِنَّہٗ قَالَ لِیْ إِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ کُلَّھُمْ وَإِنَّ کُلَّ مَا أَنْحَلْتُ عِبَادِیْ فَھُوَ لَھُمْ حَلَالٌ وَإِنَّ الشَّیَاطِیْنَ أَتَتْھُمْ فَاجْتَالَتْھُمْ عَنْ دِیْنِھِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَیْھِمُ الَّذِیْ أَحْلَلْتُ لَھُمْ وَأَمَرَتْھُمْ أَنْ یُّشْرِکُوْا بِیْ مَا لَمْ أُنْزِلْ بِہٖ سُلْطَانًا وَّإِنَّ اللّٰہَ أَتٰی أَھْلَ الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ یَّبْعَثَنِیْ فَمَقَتَھُمْ عَرَبَھُمْ وَعَجَمَھُمْ إِلَّا بَقَایَا مِنْ أَھْلِ الْکِتَابِ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۶۵۴، کتاب الرقائق، باب الخوف والتقوی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا، اور فرمایا کہ بے شک اللہ جل شانہٗ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں میں سے کچھ کی تعلیم دے دوں، جن کی اللہ تعالیٰ نے مجھے آج کے اس دن تعلیم دی ہے، چنانچہ اللہ جل شانہٗ نے

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ حسن (حاشیۃ صحیح ابنِ حبان)

مجھے فرمایا کہ میں نے اپنے تمام بندوں کو دینِ حنیف پر پیدا فرمایا، اور میں نے اپنے بندوں کو جن چیزوں میں آزاد چھوڑا، وہ ان کے لیے حلال ہیں، لیکن شیطان نے میرے ان بندوں کے پاس آ کر انہیں ان کے دینِ حنیف سے بہکا دیا، اور ان پر ان چیزوں کو حرام قرار دے دیا، جن کو میں نے ان کے لئے حلال قرار دیا تھا، اور ان کو شیطان نے یہ حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں، جس کی میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، اور میرے مبعوث کرنے سے پہلے اللہ نے زمین والوں کی طرف نظر فرمائی، تو ان کے عرب اور عجم سے (بوجہ کفر و شرک اور معصیت کے) ناراضگی کا اظہار فرمایا، سوائے اہلِ کتاب کے بچے ہوے لوگوں کے (جو دینِ حنیف پر قائم رہے) (ابنِ حبان)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [1]

اور امام طبرانی نے بھی ''المعجم الکبیر'' میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [2]

بہر حال ''عھدِ الست'' سے متعلق مذکورہ آیت اور اس کے پسِ منظر اور دوسری مؤید احادیث سے معلوم ہوا کہ اس عہد و میثاق کے ذریعہ اللہ کی طرف سے اپنی وحدانیت و

---

[1] عن عياض بن حمار المجاشعي، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال ذات يوم في خطبته: " ألا إن ربي أمرني أن أعلمكم ما جهلتم، مما علمني يومي هذا، كل مال نحلته عبدا حلال، وإني خلقت عبادي حنفاء كلهم، وإنهم أتتهم الشياطين فاجتالتهم عن دينهم، وحرمت عليهم ما أحللت لهم، وأمرتهم أن يشركوا بي ما لم أنزل به سلطانا، وإن الله نظر إلى أهل الأرض، فمقتهم عربهم وعجمهم، إلا بقايا من أهل الكتاب(مسلم، رقم الحديث ٢٨٦٥ "٦٣")

[2] حدثنا إبراهيم بن متوية الأصبهاني، ثنا جعفر بن محمد بن جعفر المدائني، ثنا زياد بن عبد الله البكائي، عن محمد بن إسحاق، عن ثور بن يزيد، عن يحيى بن جابر، عن عبد الرحمن بن عائذ الأزدي، عن عياض بن حمار المجاشعي، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوما: " ألا أحدثكم ما حدثني الله عز وجل به في الكتاب: إن الله عز وجل خلق آدم وبنيه حنفاء مسلمين، فأعطاهم المال حلالا لا حرام فيه، وعبدوا الطواغيت(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٩٩٧)

ربوبیت کی تبلیغ ہو چکی ہے، اور کوئی بنی آدم یہاں تک کہ نومولود بچہ بھی اس سے محروم نہ رہا، اسی وجہ سے نومولود کے فطرتِ اسلام وتوحید پر پیدا ہونے کا احادیث میں ذکر آیا ہے، پھر اس کے بعد آباء واجداد کی تقلید، لاعلمی یا غفلت، باعثِ عذر نہیں، اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی تبلیغ اس سابق تبلیغ کی تذکیر و یاددھیانی، تاکید اور مزید براں فروعِ شریعت کی تشریح وتفصیل کے لیے ہے، اور اس عہد ومیثاق کی بناء پر دنیا میں آنے والے انسانوں کی طرف سے توحید کے ترک کرنے، اور شرک کے اختیار کرنے کا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا، خواہ وہ لاعلمی وغفلت کی شکل میں ہو، یا آباء واجداد کو مبتلائے شرک پانے کی شکل میں ہو۔

عہد ومیثاق کا مذکورہ واقعہ اپنی تفصیل کے ساتھ دن کی آب وتاب روشنی کی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ حنفیہ کے قول کی دلیل بنتا ہے، جو دنیا میں آنے والے ہر عاقل کے لیے توحید وربوبیتِ الٰہی کے عقلی دلائل پر قائم ہونے کے قائل ہیں، اور تبلیغِ رسل کو اس کی تذکیر وتائید، نیز فروعِ شریعت سے آگاہی کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ [1]

---

[1] أما قوله تعالى :وأشهدهم على أنفسهم ألست بربكم قالوا بلى فنقول :أما على قول من أثبت الميثاق الأول فكل هذه الأشياء محمولة على ظواهرها، وأما على قول من أنكره قال :إنها محمولة على التمثيل، والمعنى :أنه تعالى نصب لهم الأدلة على ربوبيته، وشهدت بها عقولهم، فصار ذلك جاريا مجرى ما إذا أشهدهم على أنفسنا وإقرارنا بوحدانيته ....أما قوله :أو تقولوا إنما أشرك آباؤنا من قبل قال المفسرون :المعنى أن المقصود من هذا الإشهاد أن لا يقول الكفار إنما أشركنا، لأن آباء نا أشركوا، فقلدناهم فى ذلك الشرك، وهو المراد من قوله :أفتهلكنا بما فعل المبطلون والحاصل :أنه تعالى لما أخذ عليهم الميثاق امتنع عليهم التمسك بهذا القدر.

وأما الذين حملوا الآية على أن المراد منه مجرد نصب الدلائل .قالوا :معنى الآية أنا نصبنا هذه هذه الدلائل، وأظهرناها للعقول كراهة أن يقولوا يوم القيامة إنا كنا عن هذا غافلين فما نبهنا عليه منبه أو كراهة أن يقولوا إنما أشركنا على سبيل التقليد لأسلافنا، لأن نصب الأدلة على التوحيد قائم معهم، فلا عذر لهم فى الإعراض عنه، والإقبال على التقليد والاقتداء بالآباء(التفسير الكبير،لفخر الدين الرازى، ج۱۵،ص ۴۰۲، ۴۰۳،سورة الأعراف)

وقوله ألست بربكم؟ قالوا :بلى شهدنا من باب التمثيل والتخييل .ومعنى ذلك أنه نصب لهم الأدلة على ربوبيته ووحدانيته، وشهدت بها عقولهم وبصائرهم التى ركبها فيهم وجعلها مميزة بين الضلالة والهدى، فكأنه أشهدهم على أنفسهم وقررهم وقال لهم :ألست بربكم؟ وكأنهم قالوا :بلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تفسیر معارفُ القرآن عثمانی میں ہے کہ:

اس عہدِ ازل کے متعلق چند چیزیں اور قابلِ غور ہیں:

اولؔ یہ کہ عہد واقرار کس جگہ اور کس وقت لیا گیا؟

دوسرؔے یہ کہ جب اقرار، اس حال میں لیا گیا کہ آدم (علیہ السلام) کے سوا کوئی دوسرا انسان پیدا بھی نہ ہوا تھا، تو ان کو یہ عقل وعلم کیسے حاصل ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانیں اور اس کے رب ہونے کا اقرار کریں، کیونکہ ربوبیت کا اقرار وہ کرسکتا ہے جس نے شانِ تربیت کا مشاہدہ کیا ہو اور یہ مشاہدہ اس دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہی ہوسکتا ہے؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أنت ربنا، شهدنا على أنفسنا وأقررنا بوحدانيتك .وباب التمثيل واسع فى كلام الله تعالى ورسوله عليه السلام، وفى كلام العرب.

ونظيره قوله تعالى إنما قولنا لشىء إذا أردناه أن نقول له كن فيكون، فقال لها وللأرض ائتيا طوعا أو كرها قالتا أتينا طائعين وقوله:إذ قالت الأنساع للبطن الحق قالت له ريح الصبا قرقار.

ومعلوم أنه لا قول ثم، وإنما هو تمثيل وتصوير للمعنى أن تقولوا مفعول له، أى فعلنا ذلك من نصب الأدلة الشاهدة على صحتها العقول، كراهة أن تقولوا يوم القيامة إنا كنا عن هذا غافلين لم ننبه عليه أو كراهة أن تقولوا إنما أشرك آباؤنا من قبل وكنا ذرية من بعدهم فاقتدينا بهم، لأن نصب الأدلة على التوحيد وما نبهوا عليه قائم معهم، فلا عذر لهم فى الإعراض عنه والإقبال على التقليد والاقتداء بالآباء .كما لا عذر لآبائهم فى الشرك -وأدلة التوحيد منصوبة لهم -فإن قلت :بنو آدم وذرياتهم من هم ؟ قلت :عنى ببنى آدم :أسلاف اليهود الذين أشركوا بالله، حيث قالوا :عزير ابن الله .وبذرياتهم :الذين كانوا فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم من أخلافهم المقتدين بآبائهم .والدليل على أنها فى المشركين وأولادهم:

قوله أو تقولوا إنما أشرك آباؤنا من قبل والدليل على أنها فى اليهود :الآيات التى عطفت عليها هى، والتى عطفت عليها وهى على نمطها وأسلوبها، وذلك قوله وسئلهم عن القرية، إذ قالت أمة منهم لم تعظون، وإذ تأذن ربك، وإذ نتقنا الجبل فوقهم، واتل عليهم نبأ الذى آتيناه آياتنا .أفتهلكنا بما فعل المبطلون أى كانوا السبب فى شركنا، لتأسيسهم الشرك، وتقدمهم فيه، وتركه سنة لنا وكذلك ومثل ذلك التفصيل البليغ نفصل الآيات لهم ولعلهم يرجعون وإرادة أن يرجعوا عن شركهم نفصلها(الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل،للزمخشرى، ج٢،ص١٧٦،١٧٧،سورة الأعراف)

پہلاسوال کہ یہ عہد واقرار کس جگہ اور کس وقت لیا گیا، اس کے متعلق مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت بسند قوی امام احمد، نسائی اور حاکم نے نقل کی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ عہد واقرار اس وقت لیا گیا جب آدم (علیہ السلام) کو جنت سے زمین پر اتارا گیا، اور مقام اس اقرار کا وادی نعمان ہے، جو میدان عرفات کے نام سے معروف ومشہور ہے (تفسیر مظہری) [1]

رہا دوسرا سوال کہ یہ نئی مخلوق جس کو ابھی وجود عنصری بھی پوری طرح عطا نہیں ہوا، وہ کیا سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارا کوئی پیدا کرنے والا اور پروردگار ہے، ایسی حالت میں ان سے سوال کرنا بھی ایک قسم کی نا قابلِ برداشت تکلیف ہے، اور وہ جواب بھی کیا دے سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خالقِ کائنات، جس کی قدرتِ کاملہ نے تمام انسانوں کو ایک ذرہ کی صورت میں پیدا فرمایا، اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ اس نے ان کو عقل وفہم اور شعور وادراک بھی اس وقت بقدرِ ضرورت دے دیا ہو، اور یہی حقیقت ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اس مختصر وجود میں انسان کے تمام قویٰ کو جمع فرما دیا تھا، جن میں سب سے بڑی قوت عقل وشعور کی ہے۔

انسان کے اپنے وجود میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی عظمت وقدرت کی وہ بے شمار نشانیاں ہیں، جن پر ذرا بھی غور کرنے والا اللہ تعالیٰ کی معرفت سے غافل نہیں رہ سکتا،

---

[1] عن ابن عباس، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: " أخذ اللہ المیثاق من ظهر آدم بنعمان – یعنی عرفة – فأخرج من صلبه کل ذریة ذرأها، فنثرهم بین یدیه کالذر، ثم کلمهم قبلا "قال: (ألست بربکم قالوا بلی شهدنا أن تقولوا یوم القیامة إنا کنا عن هذا غافلین أو تقولوا إنما أشرک آباؤنا من قبل وکنا ذریة من بعدهم أفتهلکنا بما فعل المبطلون)(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۴۵۵)

قال شعیب الارنؤوط:

رجاله ثقات رجال الشیخین غیر کلثوم بن جبر، فمن رجال مسلم، ووثقه أحمد وابن معین، وذکره ابن حبان فی "الثقات"، وقال النسائی: لیس بالقوی .ورجح الحافظ ابن کثیر فی "تفسیره 3/501 "وقفه علی ابن عباس(حاشیة مسند احمد)

قرآن کریم کاارشاد ہے: وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ، وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ، یعنی زمین میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، جاننے والوں کے لئے اور خود تمہارے وجود میں بھی، کیا پھر بھی تم نہیں دیکھتے۔

یہاں ایک تیسرا سوال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ازلی عہد و پیمان کتنا ہی یقینی اور صحیح کیوں نہ ہو، مگر کم از کم یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اس دنیا میں آنے کے بعد یہ عہد کسی کو یاد نہیں رہا، تو پھر عہد کا فائدہ کیا ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اسی نوعِ بنی آدم میں بہت سے ایسے افراد بھی ہیں جنہوں نے یہ اقرار کیا ہے کہ ہمیں یہ عہد پوری طرح یاد ہے، حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا کہ یہ عہد و میثاق مجھے ایسا یاد ہے گویا اس وقت سن رہا ہوں، اور بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ جس وقت یہ اقرار لیا گیا میرے آس پاس میں کون کون لوگ موجود تھے؟ ہاں یہ ظاہر ہے کہ ایسے افراد شاذ ونادر کے درجہ میں ہیں، اس لئے عام لوگوں کے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں، جو بالخاصہ اثر رکھتے ہیں، چاہے وہ کام کسی کو یاد رہے یا نہ رہے، بلکہ اس کی خبر بھی نہ ہو، مگر وہ اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں، یہ عہد واقرار بھی ایسی ہی حیثیت رکھتا ہے کہ دراصل اس اقرار نے ہر انسان کے دل میں معرفتِ حق کا ایک بیج ڈال دیا، جو پرورش پا رہا ہے، چاہے اس کو خبر ہو یا نہ ہو، اور اسی بیج کے پھل پھول ہیں کہ ہر انسان کی فطرت میں حق تعالیٰ کی محبت وعظمت پائی جاتی ہے، خواہ اس کا ظہور بت پرستی اور مخلوق پرستی کے کسی غلط پیرایہ میں ہو، وہ چند بدنصیب لوگ جن کی فطرت ہی مسخ ہو کر ان کا عقلی ذائقہ خراب ہو گیا اور میٹھے کڑوے کی پہچان جاتی رہی، ان کے علاوہ باقی ساری دنیا کے اربوں انسان اللہ تعالیٰ کی دھن اور خیال اور عظمت سے خالی نہیں، پھر چاہے مادی خواہشات میں

مبتلا ہو کر یا کسی گمراہ سوسائٹی میں پڑ کر وہ اس کو بھلا دیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **کل مولود یولد علی الفطرۃ، وفی بعض الروایات علی ھذہ الملۃ (اخرجه البخاری ومسلم)** یعنی ہر پیدا ہونے والا دینِ فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو دوسرے خیالات میں مبتلا کر دیتے ہیں، اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندوں کو حنیف یعنی ایک خدا کا ماننے والا پیدا کیا ہے، پھر شیاطین ان کے پیچھے لگ گئے اور ان کو اس صحیح راستہ سے دور لے گئے۔ [1]

اسی طرح بالخاصہ اثر رکھنے والے بہت سے اعمال واقوال ہیں، جو اس دنیا میں بھی انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے جاری ہیں، جن کا اثر یہ ہے کہ ان کو کوئی سمجھے یا نہ سمجھے اور یاد رکھے یا نہ رکھے، وہ بہر حال اپنا کام کرتے اور اپنا اثر دکھلاتے ہیں۔

مثلاً بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت وتکبیر کہنے کی جو سنت، ہر مسلمان جانتا ہے اور بحمد اللہ پورے عالمِ اسلام میں جاری ہے، اگرچہ بچہ نہ کلمات کے معنیٰ سمجھتا ہے، نہ اس کو بڑا ہونے کے بعد یاد رہتا ہے کہ میرے کان میں کیا الفاظ کہے گئے تھے، اس کی حکمت یہی تو ہے کہ اس کے ذریعہ اس اقرارِ ازلی کو قوت پہنچا کر کانوں کی راہ سے دل میں ایمان کی تخم ریزی کی جاتی ہے، اور اسی کا یہ اثر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ بڑا ہونے کے بعد اگرچہ

---

[1] عن عیاض بن حمار المجاشعی، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال ذات یوم فی خطبته: " ألا إن ربی أمرنی أن أعلمکم ما جهلتم، مما علمنی یومی هذا، کل مال نحلته عبدا حلال، وإنی خلقت عبادی حنفاء کلهم، وإنهم أتتهم الشیاطین فاجتالتهم عن دینهم، وحرمت علیهم ما أحللت لهم، وأمرتهم أن یشرکوا بی ما لم أنزل به سلطانا، وإن الله نظر إلی أهل الأرض، فمقتهم عربهم وعجمهم، إلا بقایا من أهل الکتاب(مسلم، رقم الحدیث ۲۸۶۵"۶۳")

یہ اسلام اور اسلامیات سے کتنا ہی دور ہو جائے، مگر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور مسلمانوں کی فہرست سے الگ ہونے کو انتہائی برا سمجھتا ہے، اسی طرح جو لوگ قرآن کی زبان نہیں جانتے، ان کو بھی تلاوتِ قرآن کا حکم شاید اسی حکمت پر مبنی ہے کہ اس سے بھی کم از کم یہ مخفی فائدہ ضرور پہنچ جاتا ہے کہ انسان کے قلب میں نورِ ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

اسی لئے آخر آیت میں ارشاد فرمایا: اَنۡ تَقُوۡلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِيۡنَ یعنی یہ اقرار ہم نے اس لئے لیا ہے کہ تم قیامت کے دن یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے غافل تھے، اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اس ازلی سوال وجواب سے تمہارے دلوں میں ایمان کی بنیاد ایسی قائم ہوگئی کہ ذرا بھی غور وفکر سے کام لو، تو اللہ جل شانہٗ کی ربوبیت کے اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہ رہے گا۔

اس کے بعد دوسری آیت میں ارشاد فرمایا: اَوۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَشۡرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ‌ ۚ اَفَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ، یعنی یہ اقرار ہم نے اس لئے بھی لیا ہے کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ عذر نہ کرنے لگو کہ شرک و بت پرستی تو دراصل ہمارے بڑوں نے اختیار کر لی تھی اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے، کھرے کھوٹے اور صحیح، غلط کو نہیں پہچانتے تھے، اس لئے بڑوں نے جو کچھ کیا ہم نے بھی اسی کو اختیار کر لیا، تو بڑوں کے جرم کی سزا ہمیں کیوں دی جائے۔ حق تعالیٰ نے بتلا دیا کہ دوسروں کے فعل کی سزا تم کو نہیں دی گئی، بلکہ یہ خود تمہاری غفلت کی سزا ہے، کیونکہ اس اقرارِ ازلی نے انسان میں ایک ایسی عقل و بصیرت کا تخم ڈال دیا تھا کہ ذرا بھی غور وفکر سے کام لیتا، تو اتنی بات سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں تھا کہ یہ پتھر جن کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے، یا آگ اور پانی، اور درخت یا کوئی انسان، ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں، جس کو کوئی انسان اپنا

پیدا کرنے والا اور پروردگار یا حاجت روا، مشکل کشا یقین کر سکے۔

تیسری آیت میں اسی مضمون کا بیان اس طرح آیا ہے: وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ، یعنی ہم اسی طرح اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کیا کرتے ہیں تاکہ لوگ غفلت اور کجروی سے باز آ جائیں، مراد یہ ہے کہ آیاتِ الٰہیہ میں ذرا بھی غور کریں، تو وہ اس عہد و میثاق کی طرف لوٹ آئیں، جو اَزل میں کیا گیا تھا، یعنی اللہ جل شانہٗ کی ربوبیت کا اعتراف کرنے لگیں اور اس کے نتیجہ میں اس کی اطاعت کو لازم سمجھیں (معارف القران، ج۴،ص ۱۱۳ تا ۱۱۶، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

بہرحال ''عھدِ ألستُ'' کے واقعہ سے اس بات کی زبردست تائید ہوتی ہے کہ دنیا میں آنے والے تمام انسان، یہاں تک کہ بچے اور پاگل کو بھی اللہ کی طرف سے وحدانیت و ربوبیت کی تبلیغ ہو چکی، مزید فضل یہ کیا گیا کہ جب تک کوئی عاقل و بالغ نہ ہو، اس وقت تک اس کے لیے گنجائش رکھی گئی اور کائنات کو اللہ کی وحدانیت و ربوبیت کی آیاتِ بینات سے بھر دیا گیا، جو انسان کے توحید و ربوبیتِ الٰہی کا مکلّف ہونے کے لیے حجت ہے۔

اور پھر مزید فضل یہ کیا گیا کہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ بھی جاری فرمایا اور کسی امت کو ارسالِ رسل سے محروم نہیں فرمایا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اس لیے کوئی عاقل، بالغ انسان، اللہ کی توحید و معرفت سے معذور شمار نہیں ہو سکتا، اگرچہ بالفرض اس کو کسی رسول کی دعوت بھی نہ پہنچے۔

سورہ یونس، اسراء، طٰہٰ، شعراء اور سورہ قصص کا حوالہ

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا

يُظْلَمُوْنَ (سورة يونس، رقم الآية ٤٧)

ترجمہ: اور ہر امت کے لیے رسول ہے، پس جب آیا ان کا رسول، تو فیصلہ کیا گیا ان کے درمیان انصاف کے ساتھ، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (سورہ یونس)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ ہر اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کا انتظام کیا گیا ہے اور ان کی آمد کے بعد ان کے درمیان فیصلہ کیا گیا۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی (المتوفیٰ: 606 ہجری) فرماتے ہیں کہ:

هذه الآية تدل على أن كل جماعة ممن تقدم قد بعث الله إليهم رسولا والله تعالى ما أهمل أمة من الأمم قط، ويتأكد هذا بقوله تعالى :وإن من أمة إلا خلا فيها نذير.

فإن قيل :كيف يصح هذا مع ما يعلمه من أحوال الفترة ومع قوله سبحانه :لتنذر قوما ما أنذر آباؤهم.

قلنا :الدليل الذى ذكرناه لا يوجب أن يكون الرسول حاضرا مع القوم، لأن تقدم الرسول لا يمنع من كونه رسولا إليهم، كما لا يمنع تقدم رسولنا من كونه مبعوثا إلينا إلى آخر الأبد .

وتحمل الفترة على ضعف دعوة الأنبياء ووقوع موجبات التخليط فيها (التفسير الكبير،للرازى، ج١٧،ص ٢٦١،سورة يونس)

ترجمہ: یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ گزرے ہوئے لوگوں کی ہر جماعت کی طرف اللہ نے رسول کو مبعوث کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے امتوں میں سے کسی امت کو کبھی بھی مہمل نہیں چھوڑا، جس کی تائید اللہ تعالیٰ کے سورہ فاطر میں مذکور اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ "**وإن من أمة إلا خلا فيها نذير**"

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ یہ بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے، باوجودیکہ فترۃ کے احوال معلوم

ہیں، اوراسی کے ساتھ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا سورہ یٰسٓ میں یہ قول بھی ہے کہ ’’لتنذر قوما ما أنذر آباؤھم ‘‘

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ ہم نے جو دلیل ذکر کی، یہ اس بات کو لازم نہیں کرتی کہ رسول، قوم کے ساتھ حاضر بھی ہو، اس لیے کہ رسول کا پہلے گزر جانا اس بات کے لیے مانع نہیں کہ وہ بعد کے لوگوں کے لیے رسول نہ ہو، جیسا کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سے پہلے ہونا، اس بات کے لیے مانع نہیں کہ وہ ہماری طرف اور قیامت تک آنے والے لوگوں کی طرف مبعوث ہوں۔

اور فترۃ کو انبیاء کی دعوت کے ضعیف ہونے اور اس دعوت میں خلط ملط پیدا ہونے والی چیزوں کے واقع ہونے پر محمول کیا جائے گا (یعنی فترۃ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے نبی کی دعوت ضعیف ہوگئی، اور اس کی شریعت میں خلط پیدا ہوگیا، نہ یہ کہ اس زمانے کے لوگوں کے لیے اس کی دعوت بالخصوص توحید کی دعوت، سرے سے باقی نہیں رہی، اور سورہ یٰسٓ کی آیت کا جواب آگے آتا ہے) (تفسیر الکبیر)

اور سورہ یونس کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی (المتوفیٰ: 745ہجری) فرماتے ہیں:

ودلت الآية على أنه تعالى ما أهمل أمة، بل بعث إليها رسولا كما قال تعالى: وإن من أمة إلا خلا فيها نذير .

وقوله: فإذا جاء رسولهم، إما أن يكون إخبارا عن حالة ماضية فيكون ذلک فی الدنيا، ويكون المعنى: أنه بعث إلى كل أمة رسولا يدعوهم إلى دين الله وينبئهم على توحيده، فلما جائهم بالبينات كذبوه، فقضى بينهم أى: بين الرسول وأمته، فأنجى الرسول وعذب المكذبون .وإما أن يكون على حالة مستقبلة أى:

فإذا جائهم رسولهم يوم القيامة للشهادة عليهم قضى بينهم، أى: بين الأمة بالعدل، فصار قوم إلى الجنة وقوم إلى النار، فهذا هو القضاء بينهم قاله: مجاهد وغيره .ويكون كقوله تعالى: وجيء بالنبيين والشهداء وقضى بينهم (تفسير البحرالمحيط، ج٦ص٦٧، سورة يونس)

ترجمہ: اور (سورہ یونس کی مذکورہ) اس آیت نے اس بات پر دلالت کردی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی امت کو مہمل نہیں چھوڑا، بلکہ ہر امت کی طرف رسول کو مبعوث کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا سورہ فاطر میں ارشاد ہے کہ''**وإن من أمة إلا خلا فيها نذير**''

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ''**فإذا جاء رسولهم** ''تو اس میں یا تو ماضی کی حالت کی خبر دینا ہے، تو اس کا تعلق دنیا سے ہوگا، اور مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کی طرف رسول کو بھیجا، جو اُن کو اللہ کے دین کی دعوت دیتا تھا، اور ان کو توحید پر متنبہ کرتا تھا، پس جب وہ رسول اُن کے پاس واضح دلائل کو لے کر آیا، تو انہوں نے اس کی تکذیب کی، پھر ان کے درمیان یعنی رسول اور اس کی امت کے درمیان فیصلہ کردیا گیا، جس کے نتیجے میں رسول (اور اس کے متبعین) کو نجات عطاء کردی گئی، اور تکذیب کرنے والوں کو عذاب میں مبتلا کردیا گیا، اور یا پھر''**فإذا جاء رسولهم** ''میں مستقبل کی خبر دینا مقصود ہے، یعنی جب ان کا رسول قیامت کے دن، ان کے پاس ان پر گواہی دینے کے لیے آئے گا، تو ان کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا، یعنی امت کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا، پس (رسول کی گواہی کے بعد) کوئی قوم جنتی ہوگی، اور کوئی قوم جہنمی ہوگی، بالآخر یہی فیصلہ ان کے درمیان ہوگا، مجاہد وغیرہ کا یہی قول ہے، اور

اس صورت میں یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہوجائے گا کہ ’’وجیء بالنبیین والشهداء وقضی بينهم ‘‘(تفسیرالبحرالمحیط)

اورسورہ یونس کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں نظام الدین حسن بن محمد نیسابوری (المتوفی: 850 ہجری) فرماتے ہیں:

ثم بين أنه ما أهمل أمة من الأمم من رسول فی وقت من الأوقات فقال: ولكل أمة رسول وزمان الفترة محمول على ضعف دعوة النبی صلى الله عليه وسلم المتقدم ووقوع موجبات التخليط فی شرعه .فإذا جاء رسولهم فبلغ فكذبه قوم وصدقه آخرون قضى بينهم بالقسط أی حكم وفصل بالعدل فأنجی الرسول والمصدقون وعذب المكذبون فهذه الآية نظيرة قوله:وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا، ويحتمل أن يقال: المراد ولكل أمة من الأمم يوم القيامة رسول ينسبون إليه ويدعون به فكأنه تعالى يقول: أنا شهيد على أعمالهم ومع ذلک فإنی أحضر فی موقف القيامة، مع كل قوم رسولهم حتى يشهد عليهم بالكفر والإيمان. فإذا جاء رسولهم وشهد لهم أو عليهم قضی بينهم والمراد منه المبالغة فی إظهار العدل والنصفة فتكون الآية كقوله: فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد (تفسير النيسابوری، ج٣ص٥٨٧، ٥٨٨، سورة يونس)

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے (سورہ یونس کی مذکورہ آیت میں) یہ بیان فرمایا کہ اس نے امتوں میں سے کسی امت کو کسی وقت بھی رسول سے مہمل نہیں چھوڑا، چنانچہ فرمایا کہ ’’ولكل أمة رسول ‘‘ اور فترۃ کا زمانہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے ضعیف ہونے اور اس کی شریعت میں خلط پیدا کرنے والی چیزوں کے واقع

ہونے پر محمول ہے، پس جب ان کا رسول آیا، اوراس نے تبلیغ کی، تو کچھ لوگوں نے اس کی تکذیب کی، اور دوسرے لوگوں نے تصدیق کی، تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا گیا، پس رسول اور تصدیق کرنے والوں کو نجات دے دی گئی، اور تکذیب کرنے والوں کو عذاب میں مبتلا کردیا گیا، پس یہ آیت اللہ تعالیٰ کے سورہ اسراء میں مذکوراس قول کی نظیر ہوگی کہ ’’**وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا**‘‘اوراس کا بھی احتمال ہے کہ یہ کہا جائے کہ مطلب یہ ہے کہ امتوں میں سے ہر امت کا قیامت کے دن رسول ہوگا، جس کی طرف انہیں منسوب کیا جائے گا،اوران کے ساتھ بلایا جائے گا،پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ میں ان کے اعمال پر گواہ ہوں،اوراسی کے ساتھ میں قیامت کے دن ہر قوم کے ساتھ اس کے رسول کو حاضر کروں گا، تاکہ رسول ان کے متعلق کفراور ایمان کی گواہی دے، پس جب ان کا رسول آجائے گا،اوران کے حق میں، یاان کے خلاف گواہی دے دے گا، تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا، اوراس سے عدل وانصاف کے اظہار میں مبالغہ مقصود ہے، پس اس صورت میں یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہوجائے گی کہ’’**فکیف إذا جئنا من کل أمة بشهيد**‘‘(تفسیر النیسابوری)

خلاصہ یہ کہ مذکورہ آیت میں ہر اُمت کے رسول، دنیا میں آنے اور دنیا کے اندر فیصلہ کیے جانے کو مراد لیا جائے، یا آخرت میں ہر امت کے رسول آنے اور آخرت میں فیصلہ کیے جانے کو مراد لیا جائے، دونوں صورتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر امت کا ایک رسول ہے،اور کوئی امت، رسول سے محروم نہیں، خواہ اس امت کا وہ رسول بطور مباشر ہو، یا بالواسطہ ہو، یعنی اس کے نائب کے واسطہ سے اس کی رسالت اوراس کی دعوت پہنچی ہو۔

سورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا. وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْرًا. وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ (سورة الاسراء، رقم الآيات ۱۵ الیٰ ۱۷)

ترجمہ: اور نہیں ہیں ہم عذاب دینے والے، یہاں تک کہ بھیج دیں ہم رسول کو۔اور جب ارادہ کیا ہم نے، یہ کہ ہلاک کریں ہم کسی بستی کو، تو حکم دیا ہم نے اس بستی کے خوش حال لوگوں کو، پس نافرمانی کی انہوں نے، اس بستی میں، پھر ثابت ہوگیا، اُن پر (عذاب کا) فیصلہ، پھر تباہ کردیا ہم نے، اس بستی کو، پوری طرح تباہ۔اور کتنوں کو ہلاک کیا ہم نے مختلف زمانوں میں نوح کے بعد (سورہ اسراء)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب تک کسی کی طرف رسول کو مبعوث نہیں کردیا جاتا، اس وقت تک اسے عذاب نہیں دیا جاتا، اور پھر اللہ نے حضرت نوح کے بعد مختلف زمانوں میں ہلاک کرنے کا ذکر فرمایا، جمہور مفسرین کے نزدیک رسول کی بعثت سے پہلے عذاب نہ دینے کا جو مذکورہ آیت میں ذکر ہے، اس سے دنیا کا ایسا عذاب مراد ہے، جس میں کسی قوم کا صفایا کردیا جائے، پھر جس عذاب کا اس آیت میں ذکر ہے، اس کا سبب کفر ہے یا معاصی؟ اس میں بھی اختلاف ہے۔

صاحب ''تفسیرِ مظہری'' نے سورہ اسراء کی مذکورہ آیت کے ذیل میں فرمایا کہ:

''امام شافعی نے فرمایا کہ اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ بعثت سے قبل، عقل کے ذریعہ سے وجوب نہیں ہوتا، پس جس کو دعوت نہیں پہنچی، اس کو نہ تو شرک پر عذاب ہوگا، اور نہ معاصی پر عذاب ہوگا۔

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حاکم ''اللہ'' ہے، لیکن عقل بعض واجبات کا ادراک کرلیتی ہے، جو کہ توحید ہے، اور معجزات کے مشاہدہ کے بعد نبوت کا اقرار ہے، پس یہ امور، شریعت پر موقوف نہیں، اور عاقل، بالغ انسان پر رسول کی بعثت

سے پہلے ان امور کو اختیار کرنا واجب ہے، اور مشرک کو عذاب دیا جائے گا، اگرچہ اس کو (کسی نبی ورسول کی) دعوت نہ پہنچی ہو‘‘۔

(پھر اس کے بعد ’’صاحبِ تفسیرِ مظہری‘‘ نے فرمایا کہ سورہ اسراء کی) مذکورہ آیت کے سلسلہ میں ’’اولیٰ‘‘ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ بعثت سے قبل عذاب کا نہ دیا جانا، معاصی کے ساتھ مخصوص ہے، نہ کہ شرک کے ساتھ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ اپنے ساتھ شرک کرنے والے کی مغفرت نہیں فرمائے گا، اور اس کے علاوہ، جس کی چاہے، مغفرت فرمادے گا، پس سورہ اسراء کی مذکورہ آیت کی تقدیر اس طرح ہوگی کہ:

”ما كنا معذبين على المعاصى حتى نبعث رسولا، يبين لهم ما يتقون“

یعنی ’’ہم گناہوں پر اس وقت تک عذاب نہیں دیتے، جب تک کسی رسول کو نہ بھیج دیں، جو اِن کے لیے (عذاب سے متعلق) وہ باتیں بیان کرے، جن سے وہ ڈریں‘‘

(اس کے بعد صاحبِ تفسیرِ مظہری نے فرمایا کہ) یہ بھی کہا گیا ہے کہ (سورہ سباء کی مذکورہ آیت میں) ’’رسول‘‘ عام ہے، جو ’’بشر‘‘ اور ’’عقل‘‘ دونوں کو شامل ہے، کیونکہ ’’عقل‘‘ بھی اللہ کی طرف سے ’’رسول‘‘ ہے، جس کے ذریعہ سے خیر وشر کا ادراک کیا جاتا ہے، پس جس چیز کا ’’عقل‘‘ ادراک کرے، اور ’’عقل‘‘ واجبات کا ادراک کرنے کے لیے کافی ہے، تو ’’اللہ‘‘ عاقل کو اس کی عدمِ ادائیگی پر عذاب دے گا۔ [1]

---

[1] وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا يبين الحجج ويمهد الشرائع فيلزمهم الحجة -قال الشافعى فى هذه الاية دليل على انه لا وجوب قبل البعثة بالعقل -فلا يعذب من لم يبلغه الدعوة على الشرك ولا على شىء من المعاصى وقال ابو حنيفة رحمه الله الحاكم هو الله تعالى لكن العقل قد يدرك بعض ما وجب عليه -وهو التوحيد والتنزيهات والإقرار بالنبوة بعد مشاهدة المعجزات -فهذه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور سورہ اسراء کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی (المتوفیٰ :745 ہجری) نے فرمایا کہ:

وانتفاء التعذيب أعم من أن يكون فى الدنيا بالهلاك وغيره من العذاب أو فى الآخرة بالنار فهو يشملهما، ويدل على الشمول قوله فى الهلاك فى الدنيا بعد هذه الآية وإذا أردنا. وفى الآخرة فحق عليها القول فدمرناها تدميرا.

وآى كثيرة نص فيها على الهلاك فى الدنيا بأنواع من العذاب حين كذبت الرسل.

وقوله فى عذاب الآخرة كلما ألقى فيها فوج سألهم خزنتها :ألم يأتكم نذير؟ وقالوا :بلى قد جاء نا نذير، وكلما تدل على عموم أزمان الإلقاء فتعم الملقين.

وقوله :وإن من أمة إلا خلا فيها نذير.

وذهب الجمهور إلى أن هذا فى حكم الدنيا، أى أن الله لا يهلك أمة بعذاب إلا من بعد الرسالة إليهم والإنذار.

قال الزمخشرى :فإن قلت الحجة لازمة لهم قبل بعثة الرسول لأن معهم أدلة العقل التى بها يعرف الله وقد أغفلوا النظر وهم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأمور غير متوقفة على الشرع وإلا لزم الدور لان الشرع يتوقف عليها -فيجب على الإنسان إتيان هذه الأمور قبل بعثت الرسل ويعذب المشرك وان لم يبلغه الدعوة..........فالاولى ان يقال ان عدم التعذيب قبل البعثة مخصوص بالمعاصى دون الشرك حيث قال الله تعالى إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء فالتقدير ما كنا معذبين على المعاصى حتى نبعث رسولا يبين لهم ما يتقون -وقيل المراد بالرسول أعم من البشر والعقل فان العقل ايضا رسول من الله يدرك به الخير والشر -فما يدركه العقل ويكفى فى إدراكه من الواجبات يعذب الله العاقل عليها على عدم إتيانها(التفسير المظهرى، ج۵،ص ۴۲۱ الیٰ ص ۴۲۳،ملخصاً،سورة بنى إسرائيل)

متمکنون منه، واستيجابهم العذاب لإغفالهم النظر فيما معهم وكفرهم لذلك ،لا لإغفال الشرائع التى لا سبيل إليها إلا بالتوقيف والعمل بها لا يصح إلا بعد الإيمان.

قلت :بعثة الرسول صلى الله عليه وسلم من جملة التنبيه على النظر والإيقاظ من رقدة الغفلة لئلا يقولوا كنا غافلين، فلولا بعثت إلينا رسولا ينبهنا على النظر فى أدلة العقل انتهى .

وقال مقاتل :المعنى وما كنا مستأصلين فى الدنيا لما اقتضته الحكمة الإلهية حتى يبعث رسولا إقامة للحجة عليهم وقطعا للعذر عنهم، كما فعلنا بعاد وثمود والمؤتفكات وغيرها (تفسير البحرالمحيط، ج۷ص۲۳، ۲۴،سورة الإسراء)

ترجمہ: مذکورہ آیت میں عذاب کی نفی عام ہے، دنیا کے اندر ہلاک وغیرہ کرنے کے عذاب کو بھی شامل ہے، اورآخرت میں جہنم کے عذاب کو بھی شامل ہے،اور دنیا کے عذاب کو شامل ہونے پر اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ''واذا اردنا ''اورآخرت کے عذاب پر یہ ارشاد دلالت کرتا ہے''فحق عليها القول فدمرناها تدميرا''

چنانچہ بہت سی آیتوں میں مختلف قسم کے عذابوں کے ذریعہ سے دنیا میں ہلاکت کو واضح کیا گیا ہے، جب رسولوں کی تکذیب کی گئی۔

اورآخرت کے عذاب کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ:

''كلما ألقى فيها فوج سألهم خزنتها :ألم يأتكم نذير؟ قالوا :بلى قد جاء نا نذير''

اورلفظِ''کلما''عمومِ ازمانِ القاء پر دلالت کرتا ہے،لہٰذا یہ''ملقین''کو

عام ہوگا۔ [1]

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے کہ ’’وإن من أمة إلا خلا فيها نذير ‘‘(جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی عادت یہی ہے کہ وہ رسولوں کی بعثت سے پہلے عذاب نہیں دیتا، لیکن اسی کے ساتھ اللہ نے ہر امت کے لیے رسول بھیجا ہے)

اور جمہور اس طرف گئے ہیں کہ مذکورہ آیت میں دنیا کے عذاب کا حکم مذکور ہے، یعنی اللہ دنیا میں کسی امت کو عذاب کے ذریعے ہلاک نہیں کرتا، مگر ان کی طرف رسول بھیجنے اور ڈرانے کے بعد ہی۔

علامہ زمخشری نے فرمایا کہ اگر آپ یہ شبہ کریں کہ رسول کی بعثت سے پہلے بھی حجت لازم ہوتی ہے، کیونکہ لوگوں کے ساتھ عقلی دلائل ہوتے ہیں، جن کے ذریعے وہ اللہ کو پہچان سکتے ہیں، لیکن وہ غور وفکر کرنے میں غفلت اختیار کرتے ہیں، حالانکہ وہ اس پر قادر ہوتے ہیں، اور وہ عذاب کے مستحق اپنے پاس موجود نظر وفکر میں غفلت اختیار کرنے اور ان کے کفر کرنے کی وجہ سے ہوتے ہیں، نہ کہ شریعت کے ان احکام سے غفلت اختیار کرنے کی وجہ سے، جن کی طرف مطلع ہوئے بغیر پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں، اور ان پر ایمان کے بعد ہی عمل کرنا صحیح ہوسکتا ہے۔

میں اس شبہ کے جواب میں کہوں گا کہ رسول کی بعثت، فی الجملہ غور وفکر پر تنبیہ کرنے اور نومِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ہوتی ہے، تاکہ وہ یہ عذر نہ کرنے بیٹھ جائیں کہ ہم تو غافل تھے، پس ہماری طرف عقلی دلائل میں غور وفکر پر تنبیہ کرنے کے لیے آپ نے رسول کو کیوں نہیں بھیجا، زمخشری کا کلام ختم ہوا۔

---

[1] یعنی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں جب بھی کافروں کے کسی گروہ کو ڈالا جائے گا، تو ہر گروہ، رسولوں کے آنے اور ان کی تکذیب کرنے کا اقرار کرے گا، جس سے معلوم ہوا کہ آخرت میں عذاب رسولوں کی تکذیب کی بناء پر ہوگا، خواہ وہ رسول بالمباشر آئے ہوں، یا بالواسطہ آئے ہوں، یعنی رسولوں کے نائب سے رسول کی دعوت پہنچی ہو، جیسا کہ مشرکینِ مکہ کو پہنچ چکی تھی اور ایسے لوگوں کا وجود نادر ہے، جن کو دعوتِ رسل نہیں پہنچی۔ محمد رضوان۔

اور مقاتل کا قول یہ ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا میں نیست و نابود کرنے والا عذاب نہیں بھیجتے، کیونکہ اللہ کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ یہ عذاب رسول کی بعثت کے بعد ہوتا ہے، تاکہ ان پر حجت قائم ہوجائے، اور ان سے عذر کا بالکلیہ خاتمہ ہوجائے، جیسا کہ ''عاد وثمود اور مؤتفکات'' وغیرہ کے ساتھ ہم نے یہی طرزِ عمل اختیار کیا (تفسیر البحر المحیط)

اور امام رازی نے اپنی ''التفسیر الکبیر'' میں سورہ اسراء کی مذکورہ آیت کے ذیل میں محققانہ مفصل بحث کی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

''جو حضرات مذکورہ آیت سے منعم کے شکر کے عقل کے ذریعہ واجب نہ ہونے بلکہ سمع کے ذریعے واجب ہونے پر استدلال کرتے ہیں، ان کے قول پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ استدلال تو ضعیف ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ اگر وجوبِ عقلی کا اثبات نہیں ہوگا، تو لازماً وجوبِ شرعی کا بھی اثبات نہیں ہوگا، اور یہ (یعنی وجوبِ شرعی کے اثبات کی نفی) باطل ہے، لہٰذا یہ (یعنی وجوبِ عقلی کے اثبات کی نفی) بھی باطل ہے، کیونکہ ان کے درمیان تلازم ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ جب کوئی نبی شریعت لے کر آیا، اور اس نے اپنے متعلق اللہ کے نبی ہونے کا دعویٰ کیا، اور معجزے کا اظہار کیا، تو کیا سننے والے پر اس کا قول سننا، اور اس کے معجزات میں تامل کرنا واجب ہے یا واجب نہیں ہے؟ اگر واجب قرار نہ دیا جائے تو نبوت کا قول باطل ہوجائے گا، اور اگر واجب قرار دیا جائے، تو پھر یا تو عقل کے ذریعے واجب قرار دیا جائے گا، یا شرع کے ذریعے واجب قرار دیا جائے گا؟ اگر عقل کے ذریعے سے واجب قرار دیا جائے، تو وجوبِ عقلی ثابت ہوجائے گا، اور اگر شرع کے ذریعے سے واجب قرار دیا جائے، تو یہ باطل ہے، اس لیے کہ شرع یا تو یہی مدعی ہوگا، یا اس کا غیر ہوگا، اور اول (یعنی اس مدعی کا شرع ہونا) باطل ہے، کیونکہ

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ آدمی یہ کہتا ہے کہ میرے قول کے واجبُ القبول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ میرے قول کا قبول کرنا واجب ہے، تو یہ ایک چیز کا بذاتِ خود اثبات ہے، اور اگر شرع اس مدعی کا غیر ہوگا، تو اس میں بھی اسی طرح کلام ہوگا، جس طریقے سے پہلی صورت میں کلام ہوا ہے، اور یا تو دور لازم آئے گا، یا تسلسل لازم آئے گا، اور یہ دونوں محال ہیں۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب شریعت نے آ کر بعض افعال کو واجب قرار دیا، اور بعض کو حرام قرار دیا، تو واجب اور حرام قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں، مگر یہ کہ وہ یہ کہے کہ اگر آپ نے اس طرح فلاں عمل چھوڑ دیا، یا فلاں عمل کیا، تو میں آپ کو سزا دوں گا، تو ہم کہیں گے کہ یا تو اس پر اس سزا سے احتراز واجب ہوگا یا واجب نہیں ہوگا؟ اگر اس سزا سے احتراز اس پر واجب نہیں ہوگا، تو بہرحال وجوب کے معنیٰ ثابت نہیں ہوں گے، اور یہ باطل ہے، لہٰذا وہ بھی باطل ہے، اور اگر اس پر سزا سے احتراز واجب ہوگا، تو وہ یا تو عقل سے واجب ہوگا یا تو سمع سے واجب ہوگا، اگر عقل سے واجب ہو، تو یہی مقصود ہے، اور اگر سمع سے واجب ہو، تو اس وجوب کے معنیٰ اس پر سزا کی ترتیب کے سبب سے ہی ثابت ہوں گے، اور اس صورت میں معاملہ پہلی تقسیم کی طرف لوٹ آئے گا، اور تسلسل لازم آئے گا، جو کہ محال ہے۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ ترکِ واجب پر سزا کو معاف کرے، اور جب معاملہ اس طرح ہے، تو وجوب کی ماہیت سزا کے بغیر بھی حاصل ہوگی، پس سوائے اس کے کوئی بات باقی نہیں رہی کہ یہ کہا جائے کہ واجب کی ماہیت صرف سزا کے خوف کے حصول کے سبب سے ثابت ہوتی ہے، اور یہ خوف صرف عقل کی بنیاد پر حاصل ہوتا ہے، جس

سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وجوب کی ماہیت صرف اس خوف کے سبب سے حاصل ہوتی ہے، اور یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ یہ خوف محض عقل کے سبب سے حاصل ہوتا ہے، جس سے یہ بات لازم آ گئی کہ وجوب، محض عقل سے حاصل ہوتا ہے۔

لہٰذا وجوبِ عقلی کی نفی کرنا ممکن نہیں۔

اور جب مذکورہ بات ثابت ہوگئی، تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ سورہ اسراء کی مذکورہ آیت میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ ہم آیت کو اس کے ظاہر پر جاری رکھیں، اور یہ کہیں کہ عقل ہی مخلوق کی طرف اللہ کا رسول ہے، بلکہ وہ ایسا رسول ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا، تو انبیاء میں سے کسی کی رسالت مقرر نہ ہوتی، پس عقل ہی اصلی رسول ہے، تو اس صورت میں آیت کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیتے، جب تک کہ ہم عقل کے رسول کو نہ بھیج دیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ ہم آیت کے عموم کو خاص کریں، اور ہم یہ کہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان اعمال پر جن کے وجوب کی معرفت کا راستہ صرف شریعت ہے، شریعت کی آمد کے بعد ہی عذاب دیتے ہیں، اور عموم کو خاص کرنا اگرچہ ظاہر سے عدول کرنا ہے، لیکن دلائل کے قائم ہونے کے وقت ظاہر سے عدول واجب ہوتا ہے، اور ہم نے تینوں دلائل کا قیام بیان کردیا، اور یہ بھی کہ اگر ہم وجوبِ عقلی کی نفی کریں گے، تو اس سے وجوبِ شرعی کی نفی بھی لازم آتی ہے۔ واللہ اعلم''۔ [1]

---

[1] قال أصحابنا وجوب شكر المنعم لا يثبت بالعقل بل بالسمع، والدليل عليه قوله تعالى :وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا وجه الاستدلال أن الوجوب لا تتقرر ماهيته إلا بترتيب العقاب على الترك، ولا عقاب قبل الشرع بحكم هذه الآية، فوجب أن لا يتحقق الوجوب قبل الشرع ثم أكدوا هذه الآية بقوله تعالى :رسلا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام رازی کے مذکورہ محققانہ کلام سے معلوم ہوا کہ اللہ کی وحدانیت وربوبیت عقل کی دعوت سے واجب ہوجاتی ہے، پھر اللہ کو حق ہے کہ وہ مخصوص عذاب، اس وقت تک مؤخر کرے، جب تک انسانی دعوت نہ پہنچ جائے، لہٰذا مذکورہ آیت سے توحید وغیرہ کے عقلی وجوب کی نفی پر استدلال کرنا راجح نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبقوله:ولو أنا أهلكناهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا أرسلت إلينا رسولا فنتبع آياتک من قبل أن نذل ونخزى.

ولقائل أن يقول :هذا الاستدلال ضعيف، وبيانه من وجهين :

الأول :أن نقول :لو لم يثبت الوجوب العقلى لم يثبت الوجوب الشرعى البتة، وهذا باطل فذاک باطل بيان الملازمة من وجوه:

أحدها :أنه إذا جاء المشرع وادعى كونه نبيا من عند الله تعالى وأظهر المعجزة، فهل يجب على المستمع استماع قوله والتأمل فى معجزاته أو لا يجب؟ فإن لم يجب فقد بطل القول بالنبوة وإن وجب، فإما أن يجب بالعقل أو بالشرع، فإن وجب بالعقل فقد ثبت الوجوب العقلى، وإن وجب بالشرع فهو باطل، لأن ذلک الشرع إما أن يكون هو ذلک المدعى أو غيره، والأول باطل لأنه يرجع حاصل الكلام إلى أن ذلک الرجل يقول :الدليل على أنه يجب قبول قولى أنى أقول إنه يجب قبول قولى، وهذا إثبات للشىء بنفسه، وإن كان ذلک الشارع غيره كان الكلام فيه كما فى الأول: ولزم إما الدور أو التسلسل وهما محالان .

وثانيها :أن الشرع إذا جاء وأوجب بعض الأفعال، وحرم بعضها فلا معنى للإيجاب والتحريم، إلا أن يقول :لو تركت كذا وفعلت كذا لعاقبتک فنقول :إما أن يجب عليه الاحتراز عن العقاب أو لا يجب، فلو لم يجب عليه الاحتراز عن العقاب لم يتقرر معنى الوجوب البتة، وهذا باطل فذاک باطل، وإن وجب عليه الاحتراز عن العقاب، فإما أن يجب بالعقل أو بالسمع، فإن وجب بالعقل فهو المقصود، وإن وجب بالسمع لم يتقرر معنى هذا الوجوب إلا بسبب ترتيب العقاب عليه، وحينئذ يعود التقسيم الأول ويلزم التسلسل وهو محال .

وثالثها :أن مذهب أهل السنة أنه يجوز من الله تعالى أن يعفو عن العقاب على ترک الواجب وإذا كان كذلک كانت ماهية الوجوب حاصلة مع عدم العقاب، فلم يبق إلا أن يقال :إن ماهية الواجب إنما تتقرر بسبب حصول الخوف من العقاب، وهذا الخوف حاصل بمحض العقل، فثبت أن ماهية الوجوب إنما تحصل بسبب هذا الخوف، وثبت أن هذا الخوف حاصل بمجرد العقل، فلزم أن يقال :الوجوب حاصل بمحض العقل.

فإن قالوا :ماهية الوجوب إنما تتقرر بسبب حصول الخوف من الذم؟

قلنا :إنه تعالى إذا عفا فقد سقط الذم، فعلى هذا ماهية الوجوب إنما تتقرر بسبب حصول الخوف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام رازی کے مذکورہ محققانہ کلام سے امام ابوحنیفہ، ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ حنفیہ کے اختیار کردہ قول کی تائید ہوتی ہے۔

اور سورہ اسراء کی مذکورہ آیت کے ذیل میں ابوالحسن علی بن محمد ماوردی (المتوفی: 450ہجری) نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ:

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً: فيه وجهان: أحدهما: وما كنا معذبين على الشرائع الدينية حتى نبعث رسولاً مبيناً , وهذا قول من زعم أن العقل تقدم الشرع .الثاني: وما كنا معذبين على شيء من المعاصي حتى نبعث رسولاً داعياً , وهذا قول من زعم أن العقل والشرع جائا معاً .وفى العذاب وجهان: أحدهما: عذاب الآخرة .وهو ظاهر قول قتادة .الثاني: عذاب بالاستئصال فى الدنيا، وهو قول مقاتل (تفسير الماوردى، ج٣، ص ٢٣٤، سورة الاسراء، تحت رقم الآية ١٥)

ترجمہ: ’’وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً‘‘ میں دو احتمالات ہیں، ایک یہ کہ ہم شرائعِ دینیہ پر اس وقت تک عذاب نہیں دیتے، جب تک کہ ہم شرائعِ دینیہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من الذم وذلك حاصل بمحض العقل، فثبت بهذه الوجوه أن الوجوب العقلى لا يمكن دفعه.
وإذا ثبت هذا فنقول :فى الآية قولان :
الأول :أن نجرى الآية على ظاهرها ونقول :العقل هو رسول الله إلى الخلق، بل هو الرسول الذى لولاه لما تقررت رسالة أحد من الأنبياء ، فالعقل هو الرسول الأصلى، فكان معنى الآية وما كنا معذبين حتى نبعث رسول العقل .
والثانى :أن نخصص عموم الآية فنقول :المراد وما كنا معذبين فى الأعمال التى لا سبيل إلى معرفة وجوبها إلا بالشرع إلا بعد مجىء الشرع، وتخصيص العموم وإن كان عدولا عن الظاهر إلا أنه يجب المصير إليه عند قيام الدلائل، وقد بينا قيام الدلائل الثلاثة، على أنا لو نفينا الوجوب العقلى لزمنا نفى الوجوب الشرعى، والله أعلم(التفسير الكبير، للرازى، ج٢٠،ص ٣١٢،٣١٣،سورة الإسراء)

کو بیان کرنے والے رسول کو نہیں بھیج دیتے، اور یہ ان حضرات کا قول ہے، جن کا گمان یہ ہے کہ عقل، شریعت پر مقدم ہے، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ ہم گناہوں میں سے کسی چیز پر عذاب نہیں دیتے، یہاں تک کہ دعوت دینے والے رسول کو نہ بھیج دیں، اور یہ ان حضرات کا قول ہے، جن کا گمان یہ ہے کہ عقل اور شریعت ایک ساتھ آئی ہیں۔

اور عذاب کے متعلق بھی دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس سے عذابِ آخرت مراد ہو، قتادہ کا بظاہر یہی قول ہے، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے دنیا میں عذابِ استئصال مراد ہو، یہ مقاتل کا قول ہے (تفسیر ماوردی)

اور تفسیر ''بیانُ القرآن'' میں، سورہ اسراء کی مذکورہ آیت ''وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِینَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُولًا'' کے ذیل میں ہے کہ:

''مَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ ...الخ'' سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جن قوموں تک رسول کی اصلاً خبر نہیں پہنچی، وہ کفر ومعاصی پر معذب نہ ہوں گے۔ چنانچہ بعض کا یہی مذہب ہے، اور جو بعض اس کے قائل ہیں کہ جن عقائد واعمال کا قبح ''مدرک بالعقل'' ہوسکتا ہے، اور کسی سبب سے ادراک کی تحریک بھی ہوئی، اور زمانہ تأمل وادراک کا بھی ملا، گو بوجہ عدمِ تأمل کے ادراک نہ ہوا ہو، یا یہ کہ ادراک ہوگیا ہو، اور پھر ایسے عقائد واعمال کے مرتکب ہوئے ہوں، وہ معذب ہوں گے، تو ان بعض کا قول بھی اس آیت کے موافق اس طرح ہوسکتا ہے کہ یہ صورت بھی مثل بعثتِ رسل کے ہے، چونکہ فائدہ بعثِ رسل سے یہی امر ہے، پس مقصودِ اصلی آیت میں یہی فائدۂ مشترکہ ہوگا، پس مطلب آیت کا یہ ہوگا ''مَا کُنَّا مُعَذِّبِینَ حَتّٰی نُنَبِّهَهٗ بِالنَّقْلِ اَوْ بِالْعَقْلِ'' (تفسیر بیان القرآن، جلد۶، ص۷۹، سورہ اسراء، آیت نمبر ۱۵، مطبوعہ: ایچ ایم سعید، کراچی)

اور تفسیر معارف القرآن عثمانی میں، سورہ اسراء کی مذکورہ آیت کے ذیل میں ہے کہ:

اس آیت کی بناء پر بعض ائمہ فقہاء کے نزدیک ان لوگوں کو کفر کے باوجود کوئی عذاب نہیں ہوگا، جن کے پاس کسی نبی اور رسول کی دعوت نہیں پہنچی اور بعض ائمہ کے نزدیک جو اسلامی عقائد، عقل سے سمجھے جاسکتے ہیں، مثلاً خدا کا وجود، اس کی توحید وغیرہ، پس جو لوگ اس کے منکر ہوں گے، ان کو کفر پر عذاب ہوگا، اگرچہ ان کو کسی نبی و رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو، البتہ عام معاصی اور گناہوں پر سزا بغیر دعوت وتبلیغِ انبیاء کے نہیں ہوگی۔

اور بعض حضرات نے اس جگہ رسول سے مراد عام لیا ہے، خواہ وہ رسول و نبی ہو، خواہ انسانی عقل، کہ وہ بھی ایک حیثیت سے اللہ کا رسول ہی ہے (معارف القرآن، ج۵ص۴۵۶، سورہ اسراء، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی، طبع جدید: 1991 عیسوی)

اور علامہ محمد زاہد کوثری نے، امام شافعی کی ''احکامُ القرآن'' کے مقدمہ میں فرمایا کہ:

''علمِ توحید کے علماء نے قرآن مجید کی آیات سے نہایت عمدہ استنباطات کیے ہیں، جن میں سے بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی توحید کی معرفت، عقل کے ذریعہ سے واجب ہے، جس کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں کہ:

''إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ''

یہ آیت مطلق ہے، اور رسول کی خبر پہنچنے کی قید سے خالی ہے، لہٰذا شرک کا گناہ کرنے کی وجہ سے اس طرح کا گناہ لازم آئے گا، جس کی مطلقاً معافی نہیں، اس کو رسول کی خبر پہنچی ہو، یا نہ پہنچی ہو، کیونکہ اللہ عزوجل کی توحید کی معرفت میں، عقل کافی ہے۔

اور جو حضرات اس بات کے قائل نہیں، وہ سورہ اسراء میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں کہ:

”وَما كُنّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا“

وہ یہ بات کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول کی طرف سے توحید کی خبر پہنچنے سے پہلے، شرک کرنے پر بھی عذاب نہیں ہے۔

لیکن پہلے حضرات ان قائلین پر یہ کہہ کر نقض کرتے ہیں کہ آپ نے اس آیت میں مذکور عذاب کو، آخرت کے عذاب پر بغیر کسی دلیل کے محمول کرلیا، باوجودیکہ سیاق وسباق سے اس بات کی تعیین ہوتی ہے کہ اس آیت میں عذاب سے مراد، دنیا کی ہلاکت والا عذاب ہے، جو کہ دنیا میں ہوتا ہے، نہ کہ آخرت میں، کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس آیت میں عذاب نہ دینے کو، رسول کی بعثت کے زمانے تک ممتد کیا ہے، پس عذاب کا دیا جانا بھی رسول کی بعثت اور مرسل الیہ کے رسالت کو قبول کرنے سے تمرد اختیار کرنے کے بعد واقع ہوگا، اور یہ دنیا کے اندر ہوتا ہے، لہٰذا یہ عذاب، دنیا کا عذابِ استیصال ہوگا، اور مذکورہ آیت کے سیاق میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول موجود ہے کہ:

”وَإِذا أَرَدْنـا أَنْ نُّهْـلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنا مُتْرَفِيْها فَفَسَقُوْا فِيْها فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْناها تَدْمِيْراً“

جو مامور کے حکم کے قبول کرنے سے فسوق کے وقت میں عذابِ استیصال کا بیان ہے، پس یہ ماسبق کی تفسیر کی دوسری دلیل ہوگی، اس کے علاوہ محققینِ اہلِ کلام توحید کے رسالت پر موقوف ہونے کو قبول نہیں کرتے، کیونکہ اس کی وجہ سے دور لازم آتا ہے، جو کہ مردود ہے“۔ [1]

---

[1] ولعلماء علم التوحيد أيضا استنباطات بديعة من آيات الذكر الحكيم فترى من يقول بوجوب معرفة توحيد الله بالعقل، يحتج بقوله تعالى: (إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء) لإطلاق الآية وخلوها عن قيد بلوغ خبر الرسول فيكون آثما بالشرك إثما غير معفو عنه مطلقا بلغه خبر الرسول أم لم يبلغه لكفاية العقل فى معرفة توحيد الله عز وجل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہرحال سورہ اسراء کی مذکورہ آیت کو جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ماتریدیہ کے قول کے خلاف سمجھا جاتا ہے، اور اس آیت کی بناء پر ان کے قول کی پرزور تردید کی جاتی ہے، گزشتہ تفصیل سے اس کا راجح نہ ہونا ثابت ہوا، اور معلوم ہوگیا کہ سورہ اسراء کی مذکورہ آیت میں مختلف احتمالات ہیں، دنیا کے عذاب کا بھی، آخرت کے عذاب کا بھی، اور اصولِ شریعت کی خلاف ورزی پر عذاب کا بھی، اور فروعِ شریعت کی خلاف ورزی پر عذاب کا بھی، اور رسول کے مفہوم کے عام، یا خاص ہونے کا بھی احتمال ہے۔

اور بظاہر راجح یہی ہے کہ مذکورہ آیت میں اللہ نے اپنی سنت کو بیان کیا ہے کہ وہ رسول کی آمد اور اس کے انکار سے پہلے عذاب نہیں دیتا، اور دوسری آیات سے معلوم ہو چکا کہ اللہ نے ہر امت کے لیے رسول کو بھیجا ہے۔

اسی مفہوم کی تائید آگے آنے والی سورہ طٰہٰ اور سورہ شعراء کی آیت سے بھی ہوتی ہے۔

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهِ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزٰى (سورة طٰهٰ، رقم الآية ۱۳۴)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وترى من لا يقول بذلك يحتج بقوله تعالى (وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا) ويقول دل هذا على أنه لا عذاب بالإشراك قبل بلوغ خبر الرسول بالتوحيد، ونقض القائل الأول على الثانى احتجاجه بالآية قائلا: إنك حملت التعذيب على التعذيب فى الآخرة من غير دليل مع أن السباق والسياق يعينان أن المراد بالتعذيب فى هذه الآية هو التعذيب تعذيب استئصال، وهو يكون فى الدنيا لا فى الآخرة، لأن الله سبحانه مد عدم التعذيب إلى زمن بعث الرسول فيكون التعذيب واقعا بعد البعث وتمرد المرسل إليه عن قبول الرسالة، وذلك فى الدنيا، فيكون هذا العذاب عذاب الاستئصال فى الدنيا، وقوله تعالى فى السياق (وإذا أردنا أن نهلك قرية أمرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميرا)

بيان لعذاب الاستئصال عند فسوق المأمور عن قبول الأمر، فيكون دليلا آخر يفسر ما سبق، على أن محققى أهل الكلام لا يقبلون توقف التوحيد على الرسالة لما يستلزم ذلك من الدور المردود (أحكام القرآن للشافعي، مقدمة :محمد زاهد الكوثرى، ج ۱، ص ۱۳، ۱۴، كلمة عن احكام القرآن)

ترجمہ: اور اگر ہم ہلاک کر دیتے ان کو عذاب کے ذریعے، اس سے پہلے، تو وہ یہ کہتے کہ اے ہمارے رب! کیوں نہیں بھیجا آپ نے ہماری طرف رسول کو، تاکہ ہم اتباع کرتے آپ کی آیات کی، اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوں اور ہم رسوا ہوں (سورہ طٰہٰ)

صاحبِ تفسیرِ مظہری نے ''التفسیر المظہری'' میں مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اگر کفارِ قریش کو ہم اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا بینہ اور تذکیر سے قبل، عذاب کے ذریعہ ہلاک کر دیتے، تو یہ قیامت کے دن یہ کہتے کہ ''اے ہمارے رب! آپ نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا، جو ہمیں توحید کی دعوت دیتا، پھر ہم اس کی اتباع کرتے'' اور جہنم میں داخل ہونے کی ذلت ورسوائی سے بچتے۔

اور یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ پر ایمان لانا اور توحید کو اختیار کرنا رسول کی بعثت سے پہلے بھی عقل مندوں پر واجب ہے، اور اس صورت میں عذاب کے استحقاق کا سبب کفر ہوگا (کیونکہ مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو ان کے کفر کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ان کو ہلاک فرما سکتا تھا) اور رسول کی بعثت صرف اتمامِ حجت اور معذرت کا قلع قمع کرنے اور مزید فضل وانعام کی وجہ سے ہوتی ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول اس کے خلاف ہے (کہ ان کے نزدیک بعثتِ رسول سے قبل اللہ پر ایمان اور توحید کو اختیار کرنا واجب نہیں)'' [1]

---

[1] ولو ثبت أنا أهلكناهم يعنى كفار قريش لاجل اشراكهم بالله بعذاب متعلق باهلكنا من قبله يعنى بعذاب نازل من قبل بعثة محمد صلى الله عليه وسلم او من قبل البينة والتذكير لانها فى معنى البرهان لقالوا يوم القيمة ربنا اى يا ربنا لولا هلا أرسلت إلينا رسولا يدعونا الى التوحيد فنتبع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور سورہ طٰہٰ کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابنِ عطیہ اندلسی نے فرمایا کہ:

''سورہ طٰہٰ کی مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اگر اس کا فرامت کی طرف، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دیتا، تو ان کے لیے یہ حجت ہوتی کہ ''اے ہمارے رب! کیوں نہیں بھیجا آپ نے ہماری طرف رسول کو... الخ'' جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں تین آدمیوں کے قیامت کے دن احتجاج کرنے کا ذکر آیا ہے، جن میں سے ایک فترۃ کی حالت میں ہلاک ہونے والا ہے۔

جہاں تک صاحبِ فترۃ کا تعلق ہے، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قریش کے کفار کی طرح نہیں، کیونکہ کفارِ قریش وغیرہ، ان لوگوں میں سے تھے، جنہوں نے زمین کے اقطار میں نبوت ورسالت کو جان لیا اور سن لیا تھا، پس وہ صاحبِ فترۃ نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میرا اور تمہارا والد جہنم میں ہے'' نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عمرو بن لحی'' کو جہنم میں دیکھا، اس کے علاوہ بھی ایسی احادیث ہیں، جن کا ذکر طویل ہے (جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے بہت سے لوگ جہنمی ہیں، اگر اس زمانے کے تمام لوگ اصحابِ فترۃ میں داخل ہوتے، تو پھر مذکورہ لوگوں کے جہنمی ہونے کا کوئی مطلب نہ ہوتا)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

منصوب بتقدير ان بعد الفاء فى جواب لتخضيض فانه بمعنى الاستفهام آياتک المنزلة على الرسول من قبل ظرف لنتبع أن نذل بالقتل والسبى فى الدنيا ونخزى بدخول النار يوم القيمة او بان نذل يوم القيمة ونخزى فى جهنم.

مسئلة -هذه الاية تدل على ان الايمان بالله والتوحيد واجب على العقلاء قبل بعثة الرسل والكفر حينئذ كان سببا لاستحقاق العذاب وانما بعث الرسل لا تمام الحجة وقطع المعذرة ولمزيد الفضل وبه قال ابو حنيفة رحمه الله خلافا للشافعى رحمه الله(التفسير المظهرى، ج ۶، ص ۱۷۹، سورة طٰه)

اور اگر صاحبِ فترۃ کے بارے میں یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ وہ ایسا آدمی ہے کہ جس کی طرف اللہ نے کوئی رسول مبعوث نہیں کیا، اور نہ اس کو کسی نے دین کی دعوت دی، تو اس کا وجود بہت قلیل ہے، الّا یہ کہ کوئی زمین کے کنارے میں اور آبادی سے الگ تھلگ جگہ میں ہو، تو الگ بات ہے، انتھٰی''۔ [1]

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سورہ طٰہٰ کی مذکورہ آیت سے اللہ پر ایمان اور اس کی توحید کے واجب ہونے کے لیے عقلی دلیل کے کافی ہونے پر بھی استدلال کیا گیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کفارِ قریش کا اُن اصحابِ فترۃ میں سے ہونا ثابت نہیں ہوتا، جن کو کسی نبی کی دعوت نہ پہنچی ہو۔

اور اس تفصیل سے بھی معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت، امام ابوحنیفہ، ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ حنفیہ کے خلاف دلیل نہیں بنتی۔

سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ. ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظَالِمِيْنَ (سورة الشعراء، رقم الآيات ۲۰۸ و ۲۰۹)

---

[1] أخبر الله تعالى نبيه عليه السلام أنه لو أهلك هذه الأمة الكافرة قبل إرساله إليهم محمدا لقامت لهم حجة ربنا لولا أرسلت إلينا رسولا الآية .وروى أبو سعيد الخدرى عن النبى صلى الله عليه وسلم، قال يحتج على الله تعالى يوم القيامة ثلاثة الهالك فى الفترة والمغلوب على عقله والصبى الصغير فيقول المغلوب على عقله رب لم تجعل لى عقلا ويقول الصبى نحوه ويقول الهالك فى الفترة رب لم ترسل إلىّ رسولا ولو جاء نى لكنت أطوع خلقك لك قال فترفع لهم نار ويقال لهم ردوها قال فيردها من كان فى علم الله تعالى أنه سعيد ويكع عنها الشقى فيقول الله تعالى إياى عصيتم فكيف برسلى لو أتتكم أما الصبى والمغلوب على عقله فبين أمرهما.

وأما صاحب الفترة فليس ككافر قريش قبل النبى صلى الله عليه وسلم لأن كفار قريش وغيرهم ممن علم وسمع عن نبوة ورسالة فى أقطار الأرض فليس بصاحب فترة والنبى صلى الله عليه وسلم قد قال أبى وأبوك فى النار ورأى عمرو بن لحى فى النار إلى غير هذا مما يطول ذكره.

وأما صاحب الفترة يفرض أنه آدمى لم يطرأ إليه أن الله تعالى بعث رسولا ولا دعا إلى دين وهذا قليل الوجود اللهم إلا أن يشذ فى أطراف الأرض والمواضع المنقطعة عن العمران(المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز، ج۴،ص ۷۱، ۷۲،سورة طٰهٰ)

ترجمہ: اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو، مگر اس کے لیے ڈرانے والے تھے، نصیحت کے طور پر، اور نہیں ہیں ہم ظلم کرنے والے (سورہ شعراء)

سورہ شعراء کی مذکورہ آیت سے نہ صرف یہ معلوم ہوا کہ جس بستی وآبادی کو بھی اللہ نے ہلاک کیا، اس کے لیے نذیر ضرور ہوئے، بلکہ اسی کے ساتھ مذکورہ آیت سے سورہ اسراء وغیرہ کی پہلے ذکر کردہ آیت کی مزید توضیح بھی ہوگئی۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابوحیان اندلسی ''البحر المحيط فی التفسير ''میں فرماتے ہیں کہ:

ثم أخبر تعالى أنه لم يهلك قرية من القرى إلا وقد أرسل إليها من ينذرها عذاب الله، إن هى عصت ولم تؤمن، كما قال تعالى :وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا .وجمع منذرون، لأن من قرية عام فى القرى الظالمة، كأنه قيل :وما أهلكنا القرى الظالمة (البحر المحيط فى التفسير، ج۸،ص ۱۹۴،سورة الشعراء)

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ اس نے بستیوں میں سے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا، مگر اس کی طرف اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے کو ضرور بھیجا، اگر اس نے نافرمانی کی، اور وہ ایمان نہیں لائی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ اسراء میں فرمایا کہ:

''**وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا**''

اور ''**منذرون**'' جمع کا صیغہ اس لیے لائے کہ ''**من قرية**'' عام ہے، ظالم بستیوں کو، گویا کہ یہ کہا گیا کہ ''نہیں ہلاک کیا ہم نے ظالم بستیوں کو'' (البحر المحیط)

بہرحال سورہ شعراء کی مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا، اس کے لیے ڈرانے والے ضرور ہوئے، خواہ براہِ راست رسولوں کی شکل میں ہوں، یا ان کے نائبین و

جانشین کی شکل میں۔

اور بعض دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر امت کے لیے ارسالِ رسول ہوا ہے، پس دونوں قسم کی آیات کو ملا کر مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے ہر امت کے لیے رسول بھیجا ہے، اور کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا، جب تک انہوں نے اپنے رسول کی تکذیب نہ کر دی ہو۔

واللہ اعلم۔

لٰہذا مذکورہ آیت کو بھی امام ابوحنیفہ اور ماتریدیہ ومشائخِ حنفیہ کے خلاف سمجھنا درست نہ ہوا۔

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ أُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُوْنَ (سورة القصص، رقم الآية ۵۹)

ترجمہ: اور نہیں تھا آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا، یہاں تک کہ بھیج دیا، ان کی مرکزی بستی میں کسی رسول کو، جو تلاوت کرتا ہے، ان پر ہماری آیات کو، اور نہیں تھے ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے، مگر ان بستیوں والے ظالم تھے (سورہ قصص)

سورہ قصص کی مذکورہ آیت بھی اس سے پہلے سورہ اسراء، سورہ طٰہٰ اور سورہ شعراء کی آیات کے مطابق ہے۔

سورہ قصص کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابوحیان اندلسی فرماتے ہیں کہ:

''مذکورہ آیت میں بظاہر لفظِ ''قریٰ'' اُن بستیوں کو عام ہے، جو ہلاک کی گئیں، اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کبھی بھی بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا، جب تک کہ ان بستیوں کے مرکز میں، یعنی ان میں سے بڑی بستی میں کہ جس کی طرف یہ تمام بستیاں رجوع کرتی ہیں، کسی رسول کو مبعوث نہ فرما دے، اور یہ اس لیے ہوتا ہے، تاکہ حجت لازم کر دی جائے، اور عذر و معذرت کا قلع قمع کر دیا جائے، اور ایک احتمال

یہ بھی ہے کہ ''قریٰ'' سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی بستیاں مراد لی جائیں، اور ''اُمُّ القریٰ'' سے ''مکہ مکرمہ'' کو مراد لیا جائے، اور ''رسول'' سے ''خاتمُ الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کو مراد لیا جائے، اور ان کے ''ظلم'' سے ''کفر اور معاصیٰ'' کو مراد لیا جائے''۔ [1]

اور امام رازی نے سورہ قصص کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ:

''جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ بات ذکر فرمائی کہ ان بستیوں کو ان کے رہنے والوں کی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ہلاک کیا گیا، تو ایک سوال تو یہ پیدا ہوا کہ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کفار کو کیوں نہیں ہلاک کیا گیا، جب کہ وہ کفر وعناد میں مستغرق تھے؟ اور دوسرا سوال یہ پیدا ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان کو کیوں نہیں ہلاک کیا گیا، باوجودیکہ یہ لوگ، اللہ تعالیٰ کے کفر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں مبتلا تھے؟

پہلے سوال کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ ''**وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی أمھا رسولا یتلوا علیھم آیاتنا** '' اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول کی بعثت کا نہ ہونا، قوم کے عذر کے قائم مقام ہے، لہٰذا ضروری ہوا کہ ان کی ہلاکت بعثت کے بعد ہی ہو۔ [2]

---

[1] والظاھر أن القری عامة فی القری التی ھلکت، فالمعنی أنه تعالی لا یھلکھا فی کل وقت. حتی یبعث فی أم تلک القری، أی کبیرتھا، التی ترجع تلک القری إلیھا، ومنھا یمتارون، وفیھا عظیمھم الحاکم علی تلک القری .حتی یبعث فی أمھا رسولا، لإلزام الحجة وقطع المعذرة . ویحتمل أن یراد بالقری :القری التی فی عصر الرسول، فیکون أم القری :مکة، ویکون الرسول : محمدا صلی اللہ علیه وسلم، خاتم الأنبیاء ، وظلم أھلھا :ھو بالکفر والمعاصی(البحر المحیط فی التفسیر، ج۸،ص ۳۱۶،۳۱۷،سورۃ القصص)

[2] یعنی رسول کی بعثت سے قبل بھی کفار، اپنے کفر کی وجہ سے ہلاکت والے عذاب کے مستحق ہوتے، لیکن رسول کی بعثت سے پہلے ان کی طرف سے عذر پیش کیا جاسکتا تھا، اس لیے ہم نے عذاب کو مؤخر کیا، لہٰذا اس آیت سے نہ تو توحید وربوبیت کے عقلاً وجوب کی نفی لازم آتی، اور نہ ہی یہ لازم آتا کہ بعثتِ رسل سے پہلے کے لوگ اپنے کفر وشرک میں معذور تھے، کیونکہ ان کے پاس اگرچہ براہِ راست رسول کی بعثت نہیں ہوئی، لیکن رسول کی دعوت تو کسی نہ کسی طرح پہنچی۔ محمد رضوان۔

(پھر امام رازی نے ''قریٰ'' کے متعلق وہی دو مطلب بیان کیے ہیں، جو ابوحیان اندلسی کے حوالے سے پہلے گزرے)

اور دوسرے سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ ''وما کنا مھلکی القری إلا وأھلھا ظالمون'' یعنی ہم بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں، جبکہ بستیوں والے اپنے آپ پر شرک کر کے ظلم کرتے ہیں، لیکن اہلِ مکہ، اس طرح سے نہیں تھے، کیونکہ ان میں سے بعض ایمان لے آئے تھے، اور بعض کے بارے میں اللہ کو علم تھا کہ وہ عنقریب ایمان لے آئیں گے، اور بعض کے بارے میں اللہ کے علم میں تھا کہ وہ تو ایمان نہیں لائیں گے، لیکن ان کی نسلوں میں سے ایمان لانے والے ہوں گے''۔ [1]

نظام الدین حسن بن محمد نیسابوری نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ:

---

[1] ثم إنه سبحانه لما ذكر أنه أهلك تلك القرى بسبب بطر أهلها، فكأن سائلا أورد السؤال من وجهين الأول :لماذا ما أهلك الله الكفار قبل محمد صلى الله عليه وآله وسلم مع أنهم كانوا مستغرقين فى الكفر والعناد؟ الثانى :لماذا ما أهلكهم بعد مبعث محمد صلى الله عليه وآله وسلم مع تمادى القوم فى الكفر بالله تعالى والتكذيب بمحمد صلى الله عليه وآله وسلم؟

فأجاب عن السؤال الأول بقوله :وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث فى أمها رسولا يتلوا عليهم آياتنا وحاصل الجواب أنه تعالى قدم بيان أن عدم البعثة يجرى مجرى العذر للقوم، فوجب أن لا يجوز إهلاكهم إلا بعد البعثة، ثم ذكر المفسرون وجهين أحدهما :وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث فى أمها رسولا أى فى القرية التى هى أمها وأصلها وقصبتها التى هى أعمالها وتوابعها رسولا لإلزام الحجة وقطع المعذرة الثانى :وما كان ربك مهلك القرى التى فى الأرض حتى يبعث فى أم القرى يعنى مكة رسولا وهو محمد صلى الله عليه وآله وسلم خاتم الأنبياء ، ومعنى :يتلوا عليهم آياتنا يؤدى ويبلغ.

وأجاب عن بقوله :وما كنا مهلكى القرى إلا وأهلها ظالمون أنفسهم بالشرك وأهل مكة ليسوا كذلك فإن بعضهم قد آمن وبعضهم علم الله منهم أنهم سيؤمنون وبعض آخرون علم الله أنهم وإن لم يؤمنوا لكنه يخرج من نسلهم من يكون مؤمنا(التفسير الكبير، للرازى، ج۲۵،ص۷،۸،سورة القصص)

''وحی اور تبلیغ سے قبل ہلاک نہ کرنے کی وجہ، حجت کو مضبوط کرنا اور عذر و معذرت کا قلع قمع کرنا ہے''۔ [1]

اور تفسیر معارف القرآن عثمانی میں مذکورہ آیت کے ذیل میں ہے کہ:

''حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْٓ اُمِّھَا رَسُوْلًا '' لفظِ اُم کے مشہور معنیٰ والدہ اور ماں کے ہیں، اور ماں چونکہ تخلیقِ انسانی کی بنیاد ہے، اس لئے لفظِ اُم، اصل اور اساس کے معنیٰ میں بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے، امھا کی ضمیر قُریٰ کی طرف راجع ہے، امھا سے مراد ام القریٰ ہے، یعنی بستیوں کی اصل، اور مدارکار، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا، جب تک اس قوم کے بڑے شہروں میں اپنے کسی رسول کے ذریعے پیغامِ حق نہ پہنچا دے، جب دعوتِ حق پہنچ جائے اور لوگ اس کو قبول نہ کریں، اس وقت ان بستیوں پر عذاب آتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے انبیاء اور رسل عموماً بڑے شہروں میں مبعوث ہوتے ہیں، وہ چھوٹے قصبات و دیہات میں نہیں آتے، کیونکہ ایسے قصبات و دیہات عادتاً شہر کے تابع ہوتے ہیں، اپنی معاشی ضروریات میں بھی، اور تعلیمی ضروریات میں بھی، اور شہر میں جو بات پھیل جائے، اس کا تذکرہ ملحقہ قصبات و دیہات میں خود بخود پھیل جاتا ہے، اسی لئے جب کسی بڑے شہر میں رسول مبعوث

---

[1] ثم کان لسائل أن یقول :ما بال الکفرۃ قبل مبعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یھلکوا مع تمادیھم فی الغی؟ فقال وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی أمھا أی فی القریۃ التی ھی قصبتھا وأصلھا وغیرھا من توابعھا وأعمالھا رسولا یتلوا علیھم آیاتنا بوحی وتبلیغ وذلک لتأکید الحجۃ وقطع المعذرۃ .قال فی الکشاف :یحتمل أن یراد وما کان فی حکم اللہ وسابق قضائہ أن یھلک القری فی الأرض حتی یبعث فی أم القری -یعنی مکۃ -رسولا وھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الأنبیاء .وکان لقائل أن یقول :ما بال الکفار بعد مبعث محمد لم یھلکھم اللہ مع تکذیبھم وجحودھم فقال وما کنا مھلکی القری إلا وأھلھا ظالمون بالشرک وأھل مکۃ لیسوا کذلک فمنھم من قد آمن ومنھم من سیؤمن ومنھم من یخرج من نسلہ من یؤمن(غرائب القرآن ورغائب الفرقان،لنظام الدین الحسن بن محمد النیسابوری، ج۵، ص۳۵۳، سورۃ القصص)

ہوا، اوراس نے دعوتِ حق پیش کردی، تو یہ دعوت ان قصبات و دیہات میں بھی عادتاً پہنچ جاتی ہے، اس طرح ان سب پر اللہ تعالیٰ کی حجت تمام ہو جاتی ہے اور انکاروتکذیب کیا جائے، تو سب پر عذاب آتا ہے (تفسیر معارف القرآن، جلد۶ ص ۶۵۳، سورہ قصص، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

بہرحال سورہ قصص کی مذکورہ آیت، اس سے پہلے سورہ اسراء، سورہ طٰہٰ اور سورہ شعراء کی آیات کے مطابق ہے، اور یہ آیات باہم ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں۔

اوران میں سے کسی آیت سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تردید لازم نہیں آتی، اور رسول یااس کے نائب کی دعوت پہنچنے سے پہلے اللہ کی وحدانیت وربوبیت کے واجب ہونے کی نفی ثابت نہیں ہوتی، بالخصوص جبکہ اللہ کی وحدانیت اور ربوبیت کے عقلی بدیہی دلائل کائنات میں اوپر نیچے اور انسان کے اپنے اندر موجود ہیں، اور ''عھدِ الستُ '' کے موقع پر اللہ کی طرف سے تمام ذریتِ آدم کو دعوتِ توحید ہو چکی ہے۔

سورہ رعد، نحل، فاطر اور سورہ ملک کا حوالہ

پیچھے سورہ یونس کی آیت ''ولکل امة رسول '' میں گزر چکا ہے کہ ہرامت کے لیے اللہ نے رسول کا انتظام کیا ہے، قرآن مجید کی دوسری کئی آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

چند آیات ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيَقُولُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (سورة الرعد، رقم الآية ۷)

ترجمہ: اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ کیوں نہیں نازل کی گئی، ان پر آیت ان کے رب کی طرف سے، بس تُو تو منذِر ہے، اور ہر قوم کے لیے

ھادی ہے (سورہ رعد)

مذکورہ آیت میں ''ھادی'' سے مراد، بعض حضرات نے تو ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کو لیا ہے، اور یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اے محمد! آپ ''منذِر'' ہیں، اور ہر قوم کے لیے ''ھادی'' ہیں۔ [۱]

جبکہ بہت سے حضرات نے ''منذِر'' اور ''ھادی'' کا مصداق الگ الگ قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ صرف ''منذِر'' ہیں، اور یہ کوئی نئی بات نہیں، بلکہ گزشتہ ہر قوم کے لیے ''ھادی'' ہوا ہے۔ [۲]

ابو زید عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی (المتوفیٰ: 875ہجری) نے اپنی تفسیر ''الثعالبی'' میں مذکورہ دونوں قولوں کو دوسرے اقوال پر ترجیح دی ہے۔ [۳]

اور بعض حضرات نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، اور اسی کو اکثر حضرات کا قول قرار دیا ہے۔

---

[۱] قوله تعالى:(إنما أنت منذر ولكل قوم هاد)روى عن ابن عباس وسعيد ومجاهد والضحاك: "الهادى هو الله تعالى "وروى عن مجاهد أيضا وقتادة: " الهادى نبى كل أمة ."وعن ابن عباس أيضا: الهادى الداعى إلى الحق ."وعن الحسن وقتادة وأبى الضحى وعكرمة: " الهادى محمد صلى الله عليه وسلم ."وهذا هو الصحيح لأن تقديره: إنما أنت منذر وهاد لكل قوم، والمنذر هو الهادى والهادى أيضا هو المنذر .(احكام القرآن للجصاص، ج۳ص ۲۳۳، سورة براء ة)

[۲] وهاد: يحتمل أن يكون قد عطف على منذر، وفصل بينهما بقوله لكل قوم، وبه قال: عكرمة، وأبو الضحى .فإن أخذت: ولكل قوم هاد، على العموم فمعناه: وداع إلى الهدى، كما قال: بعثت إلى الأسود والأحمر.

فإن أخذت هاد على حقيقته فكل قوم مخصوص أى: ولكل قوم قائلين هاد .وقيل: ولكل أمة سلفت هاد أى: نبى يدعوهم(تفسير البحر المحيط، ج۶ ص ۳۵۴، سورة الرعد)

[۳] قال عكرمة، وأبو الضحى: المراد ب" الهادى" محمد صلى الله عليه وسلم ،ف "هاد" عطف على منذر كأنه قال: إنما أنت منذر وهاد لكل قوم، و هاد على هذا التأويل: بمعنى داع إلى طريق الهدى، وقال مجاهد وابن زيد: المعنى: إنما أنت منذر، ولكل أمة سلفت هاد، أى: نبى يدعوهم ، أى: فليس أمرك يا محمد ببدع، ولا منكر، وهذا يشبه غرض الآية، وقالت فرقة: الهادى فى هذه الآية: الله عز وجل، والألفاظ تقلق بهذا المعنى، ويعرف أن الله تعالى هو الهادى من غير هذا الموضع، والقولان الأولان أرجح ما تؤول فى الآية(تفسير الثعالبى، ج۳ص ۳۶۱،۳۶۲، سورة الرعد)

چنانچہ ابوالمظفر، منصور بن محمد بن عبدالجبار سمعانی (المتوفیٰ:489ہجری) فرماتے ہیں:

وقوله:(ولكل قوم هاد)فيه أقوال، الأكثرون أن معناه: ولكل قوم نبي يدعوهم إلى الله، والقول الثاني: ولكل قوم هاد، يعني: محمدا وقيل: الهادي هو الله(تفسير السمعاني، ج۳ص ۷۹، سورة الرعد)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ''ولكل قوم هاد'' اس میں مختلف اقوال ہیں، اکثر حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک نبی ہوا ہے، جو ان کو اللہ کی دعوت دیتا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر قوم کے لیے ''هادی'' ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ ''ھادی'' اللہ ہی ہے (تفسیر السمعانی)

ابوالقاسم جاراللہ زمخشری (المتوفیٰ:538ہجری) فرماتے ہیں:

ولكل قوم هاد من الأنبياء يهديهم إلى الدين، ويدعوهم إلى الله بوجه من الهداية(تفسير الزمخشري، ج۲ص ۵۱۴، سورة الرعد)

ترجمہ: اور ہر قوم کے لیے نبیوں میں سے کوئی ''هادی'' ہوا ہے، جو ان کو دین کی طرف ہدایت دیتا ہے، اور ہدایت کے کسی بھی طریقہ سے اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے (تفسیر الزمخشری)

اور تفسیر روح المعانی میں ہے کہ:

ولكل قوم هاد أي نبي داع إلى الحق مرشد إليه بآية تليق به وبزمانه(تفسير روح المعاني للآلوسي، ج۷ص ۱۰۲، سورة الرعد)

ترجمہ: ہر قوم کے لیے ''هادی'' یعنی نبی ہوا ہے، جو حق کی طرف دعوت دیتا ہے، اور ایسی نشانیوں کے ذریعے سیدھا راستہ دکھاتا ہے، جو اس قوم اور اس زمانے کے لائق ہوتی ہیں (روح المعانی)

اور تفسیر ''معارفُ القرآن عثمانی'' میں ہے کہ:

اس آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ کوئی قوم اور کوئی خطۂ ملک، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور ہدایت کرنے والوں سے خالی نہیں ہوسکتا، خواہ وہ کوئی نبی ہو، یا اس کے قائم مقام، نبی کی دعوت کو پھیلانے والا ہو، جیسا کہ سورۃ یٰسٓ میں نبی کی طرف سے کسی قوم کی طرف پہلے دو شخصوں کو دعوت و ہدایت کے لئے بھیجنے کا ذکر ہے، جو خود نبی نہیں تھے اور پھر تیسرے آدمی کو ان کی تائید و نصرت کے لئے بھیجنا مذکور ہے۔

اس لئے اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہندوستان میں بھی کوئی نبی و رسول پیدا ہوا ہو، البتہ دعوتِ رسول کے پہنچانے اور پھیلانے والے علماء کا کثرت سے یہاں آنا بھی ثابت ہے، اور پھر یہاں بے شمار ایسے ہادیوں کا پیدا ہونا بھی ہر شخص کو معلوم ہے (تفسیر معارف القرآن، جلد ۵ص ۱۷۶، سورۃ الرعد، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

بہرحال سورہ رعد کی مذکورہ آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے ہر قوم کے لیے ھادی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اور ھادی کا لفظ نبی اور غیر نبی، دونوں کو شامل ہے، اگر کسی قوم کے پاس نبی نہیں آیا، تو اس کا نائب آیا، اس کو بھی ھادی کہا جاتا ہے۔

اور پہلے جو سورہ رعد کی آیت ذکر کی گئی، جس میں ہر امت کے لیے رسول ہونے کا ذکر تھا، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، نیز آگے آنے والی آیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

فَمِنۡهُمۡ مَنۡ هَدَى اللّٰهُ وَمِنۡهُمۡ مَنۡ حَقَّتۡ عَلَيۡهِ الضَّلَالَةُ (سورۃ النحل، رقم الآیۃ ٣٦)

ترجمہ: اور البتہ یقیناً بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول کو، یہ کہ عبادت کرو تم اللہ کی، اور اجتناب کرو طاغوت سے، پس ان میں سے وہ بھی ہوئے، جن کو ہدایت دے دی اللہ نے، اور ان میں سے وہ بھی ہوئے کہ ثابت ہوگئی ان پر گمراہی (سورہ نحل)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ہر امت میں اپنی وحدانیت وعبادت کی دعوت دینے اور شیطان سے اجتناب کرنے کے لیے رسول کو بھیجا ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

ولقد بعثنا فى كل أمة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت وهذا يدل على أنه تعالى كان أبدا فى جميع الملل والأمم آمرا بالإيمان وناهيا عن الكفر (تفسير الرازى، ج٢٠، ص٢٠٥، سورة النحل)

ترجمہ: ”**ولقد بعثنا فى كل أمة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت**“ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تمام اقوام اور امتوں میں ایمان کا حکم فرماتا رہا ہے، اور کفر سے منع کرتا رہا ہے (تفسیر الرازی)

اور علامہ جار اللہ زمخشری، مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ما من أمة إلا وقد بعث فيهم رسولا يأمرهم بالخير الذى هو الإيمان وعبادة الله، وباجتناب الشر الذى هو طاعة الطاغوت

(تفسير الزمخشرى، ج٢، ص٦٠٥، سورة النحل)

ترجمہ: کوئی امت بھی ایسی نہیں ہے، جس میں اللہ نے رسول نہ بھیجا ہو، جو ان کو خیر یعنی ایمان اور اللہ کی عبادت کا حکم فرماتا ہو، اور شر سے اجتناب کا حکم فرماتا ہو، جس کی خلاف ورزی کہ طاغوت کی اطاعت ہے (تفسیر الزمخشری)

اور سورہ نحل کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں ''معارفُ القرآن عثمانی'' میں ہے کہ:

''وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا'' اس آیت سے نیز دوسری آیت ''وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ'' سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان و پاکستان کے علاقوں میں بھی اللہ کے پیغمبر ضرور آئے ہوں گے۔

خواہ وہ یہیں کے باشندے ہوں، یا کسی دوسرے ملک میں ہوں، اور ان کے نائب اور مبلغ یہاں پہنچے ہوں، اور آیت ''لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتَاھُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ'' سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس امت کی طرف بھیجے گئے ہیں، ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا، اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد بظاہر وہ قومِ عرب ہے، جو آپ کی بعثت ونبوت کی سب سے پہلے مخاطب ہوئی کہ ان میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد سے کوئی رسول نہیں آیا تھا، اسی لئے ان لوگوں کا لقب قرآن کریم میں اُمییّن رکھا گیا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی دنیا میں بھی آپ سے پہلے کوئی رسول نہ آیا ہو، واللہ اعلم (تفسیر معارف القرآن، جلد۵ص ۳۴۷، ۳۴۸، سورۃ النحل، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

خلاصہ یہ کہ سورہ نحل کی مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے، اور جس کے پاس رسول نہیں آیا، اس کے پاس رسول کا نائب آیا، اس کی تائید سورہ یونس اور سورہ رعد کی آیات سے بھی ہوتی ہے، جو پیچھے گزریں، اور آگے آنے والی سورہ فاطر اور سورہ ملک کی آیات سے بھی ہوتی ہے۔

اور یہ تمام تفصیل اس وقت ہے، جبکہ رسول سے انسان کو مراد لیا جائے، اور اگر رسول کا مفہوم عام رکھ کر عقل کو بھی رسول کے مفہوم میں شامل کیا جائے، تو اس کی بھی گنجائش ہوسکتی ہے، جیسا کہ پہلے با حوالہ گزرا۔

سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّـآ اَرۡسَـلۡنٰـکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا. وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡهَا نَذِیۡرٌ

(سورۃ فاطر، رقم الآیۃ ۲۴)

ترجمہ: بے شک بھیجا ہم نے آپ کوحق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر، اور نہیں ہے کوئی امت، مگر گزرا ہے اس میں نذیر (سورہ فاطر)

مذکورہ آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنی امتیں بھی گزریں، ان میں ''نذیر'' بھی گزرے، اور کوئی امت ''نذیر'' کی ''نذارت'' سے محروم نہ رہی، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوگئی، اور آپ تا قیامت تمام اقوامِ عالم کے لیے ''نذیر'' ہیں، کیونکہ آپ کی نبوت ورسالت تا قیامت سب کے لیے عام ہے۔

سورہ فاطر کی مذکور آیت کی تفسیر میں ''ابوحیان'' نے اپنی تفسیر ''البحرُ المحیط'' میں فرمایا کہ:

''اللہ کی طرف سے دعوت، کسی بھی امت سے منقطع نہیں ہوئی، یا تو براہِ راست انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے سے دعوت پہنچتی رہی، یا پھر دوسروں کے واسطے سے منتقل ہوتی رہی، اور یہ سلسلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک جاری رہا۔

اور جن آیات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریش کے پاس کوئی ''نذیر'' نہیں آیا، تو ان کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس اور ان کے قریبی آباء کے پاس براہِ راست کوئی نبی نہیں آیا۔

ان آیات کا مطلب یہ نہیں کہ قریش اور ان کے قریبی آباء سے ''نذارۃ'' منقطع ہوگئی ہو۔

اور جب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے) ''نذارۃ'' کے آثار ختم ہونا شروع ہوگئے، تو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمادیا۔

اور اہلِ کلام کے اصحابِ علم نے جو ''اھلِ فترۃ'' کی حالت کا ذکر کیا ہے، تو وہ حسبِ

فرض ہے، نہ یہ کہ اس کا وجود ہے، کیونکہ زمین پر کوئی امت بھی ایسی نہیں گزری، جس نے اللہ کی دعوت کو نہ جان لیا ہو۔

اور ''نذیر'' پر اکتفاء کیا گیا ''بشیر'' کا ذکر نہیں کیا گیا، لیکن وہ بھی اس میں شامل ہے، جیسا کہ پہلے ''بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا'' کے الفاظ میں ذکر ہوا''۔ [1]

اور ابنِ عطیہ اندلسی نے سورہ فاطر کی مذکورہ آیت کے ذیل میں اپنی تفسیر میں فرمایا کہ:

''مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دعوت، تمام مخلوق کو عام ہے، اگرچہ مخلوق میں ایسے لوگ بھی ہیں، جن کو براہِ راست ''نذارۃ'' نہیں پہنچی، لیکن ان کو کسی واسطہ سے پہنچ گئی، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی اولاد کی طرف مبعوث کیا گیا، پھر اس کے بعد ''نذارۃ'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک منقطع نہیں ہوئی، اور جو آیات، اس بات کو متضمن ہیں کہ قریش کے پاس کوئی ''نذیر'' نہیں آیا، تو ان کا مطلب یہ ہے کہ براہِ راست کوئی ''نذیر'' نہیں آیا۔

اور متکلمین نے جو اصحابِ فترۃ وغیرہ کا ذکر کیا ہے، تو وہ علیٰ سبیل الفرض ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی امت ایسی پائی جاتی ہو، جسے زمین میں اللہ کی

---

[1] وإن من أمة إلا خلا فيها نذير، الأمة :الجماعة الكثيرة، والمعنى :أن الدعاء إلى الله لم ينقطع عن كل أمة .إما بمباشرة من أنبيائهم وما ينقل إلى وقت بعثة محمد صلى الله عليه وسلم، والآيات التى تدل على أن قريشا ما جاء هم نذير معناه لم يباشرهم ولا آباؤهم القريبين، وإما أن النذارة انقطعت فلا .ولما شرعت آثار النذرات تندرس، بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم .وما ذكره أهل علم الكلام من حال أهل الفترات، فإن ذلک على حسب العرض لا أنه واقع، ولا توجد أمة على وجه الأرض إلا وقد علمت الدعوة إلى الله وعبارته .واكتفى بذكر نذير عن بشير، لأنها مشفوعة بها فى قوله : بشيرا ونذيرا، فدل ذلک على أنه مراد، وحذف للدلالة عليه(البحر المحيط فى التفسير، لابى حيان، ج۹، ص۲۸، سورة فاطر)

ملحوظ رہے کہ ابوحیان کی مذکورہ عبارت میں ''علیٰ حسب العرض'' کے الفاظ ہیں، مگر صحیح عبارت ''علیٰ حسب الفرض'' معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ آگے ابنِ عطیہ وغیرہ کے حوالے سے بھی آتا ہے، اور ہم نے اوپر عبارت میں ''علیٰ حسب الفرض'' کے اعتبار سے ہی مفہوم بیان کیا ہے۔ محمد رضوان۔

دعوت نہ پہنچی ہو"۔ [1]

خلاصہ یہ کہ سورہ فاطر کی مذکورہ آیت اس بات کی مقتضی ہے کہ اللہ نے کسی امت کو بھی "نذیر" کی نعمت سے محروم نہیں کیا، اور ہر امت میں "نذیر" گزرا ہے، وہ "نذیر" خواہ نبی کی شکل میں ہو، خواہ اس کے نائب کی شکل میں ہو۔

اور متکلمین نے جو اصحابِ فترۃ کا ذکر کیا ہے، تو وہ ایک فرضی مسئلہ کے طور پر حکم بیان کرنے کے لیے ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا میں کوئی امت "نذیر" سے محروم ہو۔

اس کی تائید گزشتہ کئی آیات سے اور آنے والی بعض آیات سے بھی ہوتی ہے۔

سورہ فاطر ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِىْ كُلَّ كَفُوْرٍ .وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَ كُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَصِيْرٍ (سورۃ فاطر، رقم الآیات ۳۶، ۳۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہیں قضاء آئے گی ان پر کہ وہ مرجائیں، اور نہیں ہلکا کیا جائے گا، ان سے اس (نارِ جہنم) کے عذاب کو، اسی طرح سے بدلہ دیتے ہیں ہم ہر کافر کو، اور وہ چلّائیں گے اس (جہنم) میں، اے ہمارے رب! نکال دیجیے ہم کو، عمل کریں گے ہم نیک، اس

---

[1] وقوله تعالى :وإن من أمة إلا خلا فيها نذير معناه أن دعوة الله تعالى قد عمت جميع الخلق، وإن كان فيهم من لم تباشره النذارة فهو ممن بلغته لأن آدم بعث إلى بنيه ثم لم تنقطع النذارة إلى وقت محمد صلى الله عليه وسلم، والآيات التى تتضمن أن قريشا لم يأتهم نذير، معناه نذير مباشر، وما ذكره المتكلمون من فرض أصحاب الفترات ونحوهم فإنما ذلك بالفرض لا أنه توجد أمة لم تعلم أن فى الأرض دعوة إلى عبادة الله(المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز،لا بن عطية الأندلسى، ج۴، ص۴۳۶، سورة فاطر)

کے علاوہ، جو (پہلے دنیا میں) عمل کرتے تھے ہم (اللہ کی طرف سے جواب دیا جائے گا کہ) کیا نہیں عمر دی تھی ہم نے تم کو اتنی کہ نصیحت حاصل کر لیتا، اس میں وہ، جو نصیحت حاصل کرتا، اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا، پس چکھو تم، پس نہیں ہے ظالموں کے لیے کوئی مددگار (سورہ فاطر)

مذکورہ آیات میں کفار کے عذابِ جہنم کا ذکر ہوا ہے، جس میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ ہر کافر کو اسی طرح کا عذاب دے گا، جس میں نہ قضا آئے گی، اور نہ ہی عذاب کو ہلکا کیا جائے گا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا کہ جب کافر اس عذابِ جہنم سے نکلنے کے لئے واویلا مچائیں گے، اور دوبارہ نکلنے کے بعد اچھے اعمال کرنے کا عذر کریں گے، تو ان کو جواب میں کہا جائے گا کہ تمہیں نصیحت حاصل کرنے کے لئے عمر بھی دی گئی تھی، اور تمہارے پاس نذیر بھی آ گیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر عذابِ جہنم کے مستحق کافر کی طرف اللہ نے نذیر بھیجا ہے، جو عقل اور نقل دونوں صورتوں میں یا کسی ایک صورت میں ہوسکتا ہے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر کے ضمن میں امام رازی نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ کے اس قول ''أولم نعمر کم ما یتذکر'' میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمکین اور امہال ایسی مدت ہے کہ جس میں معرفت کا حاصل کرنا ممکن ہے، جو کہ حاصل ہو چکی اور تم ایمان نہیں لائے، اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ''وجاء کم النذیر'' یعنی ہم نے تم کو عقلیں دی تھیں، اور تمہاری طرف ان لوگوں کو بھیجا تھا، جو معقول چیزوں کی منقول دلیل سے تائید کرتے تھے۔ [1]

اور تفسیر معارف القرآن میں مذکورہ آیت کے ذیل میں ہے کہ:

حاصل آیت کا یہ ہے کہ ہم نے حق و باطل کو پہچاننے کے لئے عقل بھی دی، اس

---

[1] وقال تعالی :أولم نعمرکم ما یتذکر إشارة إلی أن التمکین والإمهال مدة یمکن فیها المعرفة قد حصل وما آمنتم وزاد علیه بقوله :وجاء کم النذیر أی آتینا کم عقولا، وأرسلنا إلیکم من یؤید المعقول بالدلیل المنقول(تفسیر الرازی، ج۲۶، ص ۲۴۴، سورة فاطر)

کے ساتھ اپنے پیغمبر بھی بھیجے، جو حق کی طرف ہدایت کریں، باطل سے بچائیں

(تفسیر معارف القرآن، جلد۷ص ۳۵۲، سورہ فاطر، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

معلوم ہوا کہ کفار کی طرف اللہ نے عقل ونقل کی دونوں دعوتوں، یا کم از کم ایک دعوت کو بھیجنے کا ضرور انتظام کیا ہے۔

لہٰذا کسی امت یا قوم کو نسل در نسل دعوتِ توحید سے محروم سمجھنے اور قرار دینے کا دعویٰ محلِ نظر ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے مابین طویل زمانہ کے لوگوں کے متعلق بعض حضرات اس طرح کا دعویٰ کرتے ہیں۔

سورہ ملک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ . قَالُوا بَلٰى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ . وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ . فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ (سورة الملک، رقم الآيات ۸ الی ۱۱)

ترجمہ: جب جب بھی ڈالا جائے گا اس (جہنم) میں کسی گروہ کو، تو سوال کریں گے ان سے اس (جہنم) کے نگران کہ کیا نہیں آیا تھا، تمہارے پاس کوئی ''نذیر''۔

کہیں گے وہ ہاں بے شک آیا تھا ہمارے پاس ''نذیر''، لیکن جھٹلا دیا تھا ہم نے، اور کہہ دیا تھا ہم نے، نہیں نازل کیا اللہ نے کچھ بھی، تم ہی بڑی گمراہی میں ہو۔

اور کہیں گے وہ، اگر سنا ہوتا ہم نے، یا سمجھا ہوتا ہم نے، تو نہ ہوتے ہم آگ والوں میں سے، پھر اعتراف کریں گے، وہ اپنے گناہ کا، سو پھٹکار ہے آگ والوں پر (سورہ ملک)

سورہ ملک کی مذکورہ آیات میں اولاً تو لفظِ کلّما کے ساتھ کفار کی ہر فوج وگروہ کے جہنم میں

ڈالے جانے پر، ان کے پاس نذیر نہ آنے کے سوال کا ذکر ہے، پھر اس کے جواب میں جہنمیوں کی طرف سے نذیر آنے کے جواب کا ذکر ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ جہنم میں جانے والے تمام کفار کی طرف اللہ تعالیٰ نے نذیر بھیجنے کے سلسلے کو قائم رکھا، اور اس سلسلے کو معطل نہیں فرمایا۔

اور سورہ ملک کی مذکورہ آیت سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جس طرح سے دعوت کو قبول کرنے میں سننے کا دخل ہے، اسی طرح عقل وفہم کو استعمال کرنے کا بھی دخل ہے، جس کی خلاف ورزی پر عنداللہ مؤاخذہ ہوگا، کیونکہ مذکورہ آیات میں جس طرح ''نسمع'' کے الفاظ ہیں، اسی طرح ''نعقل'' کے الفاظ بھی ہیں۔

تفسیر معارف القرآن عثمانی میں مذکورہ آیت کے ذیل میں ہے کہ:

(اور) جب اس میں کوئی گروہ (کافروں کا) ڈالا جاوے گا، تو اس کے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں آیا تھا (جس نے تم کو اس عذاب سے ڈرایا ہو، جس کا مقتضا یہ تھا کہ اس سے ڈرتے اور بچنے کا سامان کرتے، یہ سوال بطورِ توبیخ ہے، یعنی پیغمبر تو آئے تھے اور یہ سوال ہر نئے جانے والے گروہ سے ہوگا، کیونکہ دوزخ میں حسبِ تفاوت مراتبِ کفر سب فرقے کفار کے، یکے بعد دیگرے جاویں گے) وہ کافر (بطورِ اعتراف کے) کہیں گے کہ واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا (پیغمبر) آیا تھا، سو (ہماری شامت تھی کہ) ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ نے (از قبیلِ احکام وکتب) کچھ نازل نہیں کیا (اور) تم بڑی غلطی میں پڑے ہو، اور (وہ کافر فرشتوں سے یہ بھی) کہیں گے کہ ہم اگر سنتے یا سمجھتے (یعنی پیغمبروں کے کہنے کو قبول کرتے اور مانتے) تو ہم اہلِ دوزخ میں (شامل) نہ ہوتے، غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے (تفسیر معارف القرآن، جلد ۸ ص ۵۱۱، سورہ یٰسٓ، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

بہر حال مذکورہ آیات سے بھی معلوم ہوا کہ جہنم میں جانے والے تمام کفار اپنے پاس ''نذیر'' کے آنے کا اقرار کریں گے، اور اس کی وجہ دوسری آیات میں ہے کہ اللہ کی طرف سے ہر امت کی طرف ''نذیر'' اور رسول کو بھیجا گیا ہے، اور کسی امت کو اس سے محروم نہیں رکھا گیا۔

خلاصہ یہ کہ متعدد آیاتِ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے رسول، یا اس کے وارث ونائب کی شکل میں ہر امت کی طرف دعوت بھیجی جاتی رہی۔

پس ہدایت کے مرکز یعنی بیت اللہ کے قرب وجوار میں، سینکڑوں سالوں تک نسل درنسل کفر وشرک کا ارتکاب کرنے والی قوم وامت کے متعلق اللہ کی دعوتِ توحید وربوبیت سے محروم ہونے کا دعویٰ کرنا، غیر معقول وغیر منقول بلکہ خلافِ منقول ہے۔

سورہ مومنون اور سورہ یٰس کا حوالہ

سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَ هُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَائَهُمُ الْأَوَّلِيْنَ. أَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكِرُوْنَ (سورة المومنون، رقم الآيات ٦٨، ٦٩)

ترجمہ: کیا نہیں تدبّر کیا انہوں نے قول میں، یا آئی ان کے پاس وہ چیز، جو نہیں آئی ان کے پہلے آباء کے پاس، کیا نہیں پہچانا، انہوں نے اپنے رسول کو کہ یہ اس کا انکار کرتے ہیں (سورہ مومنون)

مذکورہ آیت کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کا انکار کرنے والے کافروں کے پاس ایسی کوئی نئی اور اجنبی چیز آ گئی ہے، جو اِن کے آباء کے پاس نہیں آئی تھی، یعنی یہ کتاب اور رسول کی بعثت نئی چیز نہیں، ان کے آباء واجداد کے پاس بھی تو پہلے نبیوں کے واسطہ سے یہ چیز پہنچ چکی ہے۔

صاحبِ تفسیرِ مظہری نے ''التفسیر المظہری'' میں مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے

فرمایا کہ:

أم جاء هم ما لم يأت آباء هم الأولين. أم منقطعة بمعنى بل والهمزة الّتى للانكار والمعنى بل لم يجئهم ما لم يأت آباء هم الأولين يعنى بل قد جاء هم ما اتى آباء هم إسماعيل عليه السّلام وأعقابه من الرسول والكتاب وقد كانت القريش يعترفون بنبوة ابراهيم وإسماعيل وفضلهما فمحمّد صلى الله عليه وسلم مثلهما ولا استحالة فى ذلك (التفسير المظهرى، ج٦، ص ٣٩٢، تحت رقم الآية ٦٨ من سورة المومنون)

ترجمہ: ''أَمْ جَاءَ هُمْ ما لَمْ يَأْتِ آبآءَ هُمُ الْأَوَّلِينَ ''میں لفظِ ''أم'' یا تو منقطعہ ہے، اور ''بل'' کے معنیٰ میں ہے، اور ''همزة'' انکار کے معنیٰ میں ہے، اور مطلب یہ ہے کہ ''بلکہ نہیں آئی، ان کے پاس وہ چیز جو نہیں آئی ان کے پہلے آباء کے پاس''، یعنی ''بلکہ ان کے پاس وہی چیز آئی ہے، جو اِن کے آباء اسماعیل علیہ السلام اور ان سے پہلے رسولوں اور کتاب کی شکل میں آئی تھی'' اور کفارِ قریش، ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی نبوت اور ان کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہی کے مثل ہیں، جو کوئی امرِ محال نہیں (تفسیر مظہری)

اور ابوحیان اندلسی نے ''البحرُ المحیط'' میں فرمایا کہ:

أى إرسال الرسل ليس بدعا ولا مستغربا بل جاء ت الرسل الأمم قبلهم، وعرفوا ذلك بالتواتر ونجاة من آمن واستئصال من كذب وآباؤهم إسماعيل وأعقابه من عدنان وقحطان (البحر المحيط فى التفسير، ج٧، ص ٥٧٣، تحت رقم الآية ٦٨ من سورة المومنون)

ترجمہ: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ رسولوں کو بھیجنا کوئی نئی اور اجنبی چیز نہیں ہے،

بلکہ ان (کفارِ قریش) سے پہلی امتوں کے پاس بھی رسول آئے ہیں، جن کو یہ تواتر کے ساتھ پہچانتے ہیں، اور ایمان لانے والوں کی نجات اور تکذیب کرنے والوں کے ہلاک ہونے کو بھی جانتے ہیں، کیونکہ ان کے آباء میں اسماعیل علیہ السلام اور ان سے پہلے کے انبیاء ہیں، جن کا تعلق ''عدنان'' اور ''قحطان'' سے تھا (البحرُ المحیط)

اور امام رازی نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ:

یعتقدوا أن مجیء الرسل أمر علی خلاف العادۃ وھو المراد من قولہ :أم جاء ھم ما لم یأت آباء ھم الأولین وذلک لأنھم عرفوا بالتواتر أن الرسل کانت تتواتر علی الأمم وتظھر المعجزات علیھا و کانت الأمم بین مصدق ناج، وبین مکذب ھالک بعذاب الاستئصال أفما دعاھم ذلک إلی تصدیق الرسول (التفسیر الکبیر، للرازی، ج۲۳،ص ۲۸۶ ،تحت رقم الآیۃ ۶۸ من سورۃ المومنون)

ترجمہ: کفارِ قریش یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رسول کی آمد خلافِ عادت حکم ہے، اور اللہ تعالیٰ کے قول ''أَمْ جاءَ هُمْ ما لَمْ يَأْتِ آباءَ هُمُ الْأَوَّلِين'' سے یہی مراد ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تواتر سے اس بات کو جانتے تھے کہ رسول، امتوں میں تواتر کے ساتھ آتے رہے ہیں، جن کے ذریعہ سے معجزات کا بھی ظہور ہوتا رہا ہے، اور ان امتوں میں تصدیق کرنے والے ناجی ہوئے ہیں، اور تکذیب کرنے والے، عذابِ استیصال کے ذریعہ ہلاک ہوئے ہیں، کیا یہ چیز ان کو رسول کی تصدیق کی دعوت نہیں دیتی؟ (التفسیر الکبیر)

اور ابنِ عطیہ اندلسی نے مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے درجِ ذیل مطلب کو زیادہ واضح قرار دیا ہے:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ''أم جاء هم '' یہ بھی توبیخ ہے، اور مطلب یہ ہے کہ کیا ان کے لیے ایسا نیا حکم آ گیا ہے کہ ان سے پہلے لوگوں میں نہیں تھا، بلکہ ان سے پہلے بھی تو رسول آئے تھے، جیسا کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام وغیرہ، اور اس مطلب کے مراد لینے کی صورت میں یہ بات ممکن ہے کہ گزشتہ امتوں کو آباء قرار دیا جائے، کیونکہ لوگ فی الجملہ پہلے والے، بعد والوں کے آباء ہیں''۔ [1]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مشرکینِ عرب اور کفارِ قریش کو پہلے رسولوں اور آسمانی کتابوں کا علم تھا، اور ہر رسول اور آسمانی کتاب کی بنیادی دعوت توحید کی رہی ہے، جس کا تقاضا ہوا کہ ان کو دعوتِ توحید پہنچ چکی تھی، اور وہ دعوتِ رسل نہ پہنچنے کی وجہ سے شافعیہ و اشاعرہ کے نزدیک بھی شرک میں معذور نہیں تھے۔

سورہ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُوْنَ (سورة يٰسٓ، رقم الآية ٦)

ترجمہ: تاکہ ڈرائیں آپ ایسی قوم کو کہ نہیں ڈرایا گیا ان کے آباء کو، پس وہ غافل ہیں (سورہ یٰس)

مذکورہ آیت سے بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل فوت ہونے والے کفار و مشرکین کو انذار نہیں کیا گیا، لہٰذا وہ شافعیہ و اشاعرہ کے نزدیک اصحابِ فترۃ میں شامل ہو کر شرک و کفر پر قابلِ مؤاخذہ اور توحید کے مکلّف نہیں۔

---

[1] وقولـه أم جـاءَ هـم كذلك توبيخ أيضا والمعنى أأبدع لهم أمر لم يكن فى الناس قبلهم بل قد جاء الرسل قبل كنوح وإبراهيم وإسماعيل وفى هذا التأويل من التجوز أن جعل سالف الأمم آباء إذ الناس فى الجملة آخرهم من أولهم، ويحتمل اللفظ معنى آخر على أن يراد ب آباء هم الأولين من فرط من سلفهم فى العرب فكأنه قال :أفلم يدبروا القول أم جاء هم أمر غريب من عند الله لم يأت آباءَ هُمُ فبهر عقولهم ونبت أذهانهم عن أمر من أمور الله غريب فى سلفهم والمعنى الأول أبين(المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز، ج۴، ص ۱۵۰ ،سورة المومنون)

لیکن یہ بات مذکورہ آیت سے ثابت نہیں ہوتی، اور دیگر نصوص کے بھی خلاف ہے۔

چنانچہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابنِ عطیہ اندلسی فرماتے ہیں:

وهذه الآية كقوله تعالى :وما أرسلنا إليهم قبلک من نذير ، وهذه النذارة المنفية هى نذارة المباشرة والأمر والنهى، وإلا فدعوة الله تعالى من الأرض لم تنقطع قط (المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز، ج۴، ص۴۴۶، تحت رقم الآية ۶ من سورة يس)

ترجمہ: اور یہ آیت، اللہ تعالیٰ کے سورہ سبا میں مذکور اس قول کی طرح ہے کہ ''وَمَا أَرْسَلْنا إِلَيْهِمْ قَبْلَکَ مِنْ نَذِيرٍ ''اور یہاں جس نذارت کی نفی کی گئی ہے، وہ نذارۃِ مباشرۃ ہے، اور امر و نہی کے احکام ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کی دعوت، زمین سے کبھی بھی منقطع نہیں ہوئی (المحرر الوجیز)

مطلب یہ ہے کہ دیگر نصوص سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی امت کو بھی رسول، یا اس کے نائب کی دعوت سے محروم نہیں رکھا گیا، لہٰذا سورہ یٰس کی مذکورہ آیت میں آباء کے انذار کی نفی سے مراد یہی ہے کہ براہِ راست ان کو رسول کے ذریعہ انذار نہیں کیا گیا، نیز ان کو فروعِ شریعت کے ذریعہ سے انذار نہیں کیا گیا۔

اور امام رازی نے مذکورہ آیت کے ذیل میں فرمایا کہ:

وقلنا إن المراد أن آباء هم قد أنذروا بعد ضلالهم وبعد إرسال من تقدم فإن الله إذا أرسل رسولا فما دام فى القوم من يبين دين ذلک النبى ويأمر به لا يرسل الرسول فى أكثر الأمر، فإذا لم يبق فيهم من يبين ويضل الكل ويتباعد العهد ويفشو الكفر يبعث رسولا آخر مقررا لدين من كان قبله أو واضعا لشرع آخر، فمعنى قوله تعالى :لتنذر قوما ما أنذر آباؤهم أى ما أنذروا بعد ما ضلوا

عن طريق الرسول المتقدم واليهود والنصارى دخلوا فيه لأنهم لم تنذر آباؤهم الأدنون بعد ما ضلوا، فهذا دليل على كون النبى صلى الله عليه وآله وسلم مبعوثا بالحق إلى الخلق كافة (التفسير الكبير، ج۲۶،ص ۲۵۳،تحت رقم الآية ۶من سورة يس)

ترجمہ: ہم یہ کہتے ہیں کہ مشرکین کے آباء کوان کی گمراہی اور گزشتہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد بھی ڈرایا گیا، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو بھیجتا ہے، تو قوم میں برابر ایسے افراد ہوتے ہیں، جو اس رسول کے دین کو بیان کرتے ہیں، اور اس کا حکم دیتے ہیں، اور اکثر اوقات، براہِ راست رسول کو نہیں بھیجا جاتا، پس جب کسی قوم میں کوئی اس نبی کے دین کو بیان کرنے والا باقی نہیں رہتا، اور تمام گمراہ ہوجاتے ہیں، اور لمبا زمانہ گزر جاتا ہے، اور کفر پھیل جاتا ہے، تو اللہ دوسرے رسول کو مبعوث فرماتا ہے، جو یا تو اپنے سے پہلے کے دین کی ہی تقریر کرتا ہے، یا دوسری شریعت کو قائم کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''**لتنذر قوما ما أنذر آباؤهم**'' کا مطلب یہ ہوگا کہ جن کے آباء کو نہیں ڈرایا گیا، پہلے رسول کے راستے سے بھٹکنے اور گمراہ ہونے کے بعد، جن میں یہود ونصاریٰ بھی داخل ہیں، کیونکہ ان کے قریبی آباء کو بھی گمراہ ہونے کے بعد نہیں ڈرایا گیا، پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حق کے ساتھ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں (التفسیر الکبیر)

معلوم ہوا کہ آباء میں جس طرح قریبی آباءِ کفار وقریش داخل ہیں، اسی طرح قریبی آباءِ اہلِ کتاب بھی داخل ہیں، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور انذار ان کے لیے بھی ہے، بوجہ آپ کے رسالت کے عام ہونے کے، اس لیے ''قوماً'' میں وہ بھی داخل ہیں۔

اور جس طرح اہلِ کتاب کے آباءِ قریبی اس آیت کا مصداق ہونے کے باوجود، توحید و

ایمان کے مکلّف تھے، اسی طرح قریبی آباءِ قریش وکفار بھی مکلّف شمار ہوں گے۔

تفسیر معارف القرآن عثمانی میں مذکورہ آیت کے ذیل میں ہے کہ:

''لتنذر قوماً ما انذر اٰبآؤهم ''مراد اس سے عرب ہیں، معنیٰ یہ ہیں کہ ان کے آباء واجداد میں کوئی نذیر یعنی پیغمبر عرصۂ دراز سے نہیں آیا، اور آباء واجداد سے مراد قریبی آباء واجداد ہیں، ان کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بعد کتنی صدیوں سے عرب میں کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا، اگرچہ دعوت وتبلیغ اور انذار وتبشیر کا سلسلہ برابر جاری رہا، جس کا ذکر قرآن کریم کی آیت میں بھی ہے، جو خلاصۂ تفسیر میں آچکی ہے، اور آیت'' ان من امة الا خلا فیها نذیر '' کا بھی یہی مقتضیٰ ہے کہ رحمتِ خداوندی نے کسی قوم وملت کو دعوت وانذار سے کسی زمانے اور کسی خطہ میں محروم نہیں رکھا، مگر یہ ظاہر ہے کہ انبیاء کی تعلیمات ان کے نائبوں کے ذریعہ پہنچنا، وہ اثر نہیں رکھتا، جو خود نبی یا پیغمبر کی دعوت وتعلیم کا ہوتا ہے، اس لئے آیتِ مذکورہ میں عربوں کے متعلق یہ فرمایا گیا کہ ان میں کوئی نذیر نہیں آیا، اسی کا یہ اثر تھا کہ عرب میں عام طور پر پڑھنے پڑھانے اور تعلیم کا کوئی مستحکم نظام نہیں تھا، اسی وجہ سے ان کا لقب امیّین ہوا (تفسیر معارف القرآن، جلد ۷ ص ۳۶۳، ۳۶۴، سورہ یٰسٓ، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

پس مذکورہ آیت سے بھی عرب کفار اور مشرکینِ مکہ کے توحید کا مکلّف نہ ہونے اور شرک وبت پرستی پر مؤاخذہ نہ ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں۔

سورہ قصص، الٓمٓ سجدہ اور سورہ سبا کا حوالہ

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِّنْ نَذِيْرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (سورة

القصص، رقم الآیۃ ۴۶)

ترجمہ: تاکہ ڈرائیں آپ اس قوم کو کہ نہیں آیا ان کے پاس کوئی نذیر، آپ سے پہلے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (سورہ قصص)

امام رازی مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

أما قوله :لتنذر قوما ما أتاهم من نذير من قبلك فالإنذار هو التخويف بالعقاب على المعصية (التفسير الكبير، للرازی، ج ۲۴،ص ۶۰۴،تحت رقم الآیۃ ۴۶ من سورۃ القصص)

ترجمہ: جہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ:

”لتنذر قوما ما أتاهم من نذير من قبلك“

تو اس میں ”انذار“ سے مراد گناہ پر سزا سے خوف دلانا ہے (تفسیر کبیر)

مطلب یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں فروعِ شریعت کی خلاف ورزی پر ”انذار“ مراد ہے، جہاں تک اصولِ شریعت اور بالخصوص اللہ کی وحدانیت وربوبیت کا تعلق ہے، تو اس کا ان کو پہلے سے ”انذار“ ہو چکا تھا، اور اس کے وہ پہلے سے بھی مکلّف تھے، ارسالِ رسل کے بعد مزید حجت پوری ہو گئی۔

اور مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابنِ عطیہ اندلسی فرماتے ہیں کہ:

وقوله ما أتاهم من نذير أى لم يباشرهم ولا رأوه هم ولا آباؤهم العرب، وقوله تعالى :وإن من أمة إلا خلا فيها نذير، يعم من بوشر من النذر ومن سمع به فالعرب من الأمم التى خلت فيها النذر على هذا الوجه لأنها علمت بإبراهيم وبنيه ودعوتهم وهم ممن لم يأتهم نذير مباشر لهم سوى محمد صلى الله عليه وسلم، وقال ابن عباس ومقاتل :المعنى لم يأتهم نذير فى الفترة بين عيسى

ومحمد علیھما السلام (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، ج۴،ص۲۵۷،تحت رقم الآیۃ ۴۶ من سورۃ القصص)

ترجمہ: اوراللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ''ما أَتاھُمْ مِنْ نَذِیْرٍ'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس براہِ راست نذیر نہیں آیا، اور نہ اس نذیر کوانہوں نے دیکھا، اور نہ ان کے عرب آباء نے دیکھا، اوراللہ تعالیٰ کا سورہ فاطر میں یہ ارشاد کہ:

''وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلا فِيْها نَذِيْرٌ''

یہ عام ہے، اوران لوگوں کو بھی شامل ہے، جو بالمباشر ڈرائے گئے، اوران کو بھی شامل ہے، جنھوں نے اس نذیر کی دعوت کو سنا، پس عرب کا تعلق ان اقوام سے ہے کہ جن میں اسی دوسرے طریقہ پر ڈرانے والے گزرے ہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ وہ (یعنی اہلِ عرب) ابراہیم اوران کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو جانتے تھے، اوران کی دعوت سے بھی واقف تھے، لیکن ان کے پاس ''نذیرِ مباشر'' نہیں آیا، سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے، اورابنِ عباس اور مقاتل کا یہ قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس حضرت عیسیٰ اور محمد علیہما السلام کے مابین فترۃ کے زمانے میں کوئی نذیر نہیں آیا (المحرر الوجیز)

اور تفسیر معارفُ القرآن عثمانی میں ہے کہ:

''لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتَاھُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ'' یہاں اس قوم سے عرب مراد ہیں، جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، اوران کے بعد سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک ان میں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا تھا، یہی مضمون سورہ یٰسٓ میں بھی آنے والا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دوسری جگہ قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ ''وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ'' کہ کوئی امت ایسی نہیں جس میں اللہ کا کوئی پیغمبر نہ آیا، یہ اس آیت کے منافی نہیں، کیونکہ مراد اس

آیت کی یہ ہے کہ زمانۂ دراز سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ان میں کوئی نبی نہیں آیا، مگر نبی و رسول کے آنے سے بالکل خالی یہ امت بھی نہیں رہی (تفسیر معارف القرآن، جلد۶ ص ۶۴۲، ۶۴۳، سورہ قصص، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ سورہ قصص کی مذکورہ آیت میں جس طرح فروعِ شریعت کا ''انذار'' مراد ہونے کا احتمال ہے، اس طرح بالمباشر نبی کا ''انذار'' مراد ہونے کا بھی احتمال ہے، اور اس آیت سے بھی زمانۂ جاہلیت کے مشرکین کو دعوتِ رسل نہ پہنچنا ثابت نہیں ہوتا۔

سورہ الٓم سجدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُمْ مِّنْ نَذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (سورة الم السجدة، رقم الآية ۳)

ترجمہ: کیا کہتے ہیں یہ لوگ کہ گھڑ لیا ہے اس (نبی) نے اس (قرآن) کو، بلکہ یہ (قرآن) حق ہے، آپ کے رب کی طرف سے، تاکہ ڈرائیں آپ اس قوم کو کہ نہیں آیا ان کے پاس کوئی نذیر آپ سے پہلے، تاکہ وہ لوگ ہدایت پائیں (سورہ الم سجدہ)

اس آیت کا مضمون بھی اس سے پہلے سورہ قصص کی آیت کے مضمون کے قریب قریب ہے۔

مذکورہ آیت کے ذیل میں ''تفسیر خازن'' میں ہے کہ:

لتنذر قوما ما أتاهم من نذير من قبلك يعنى العرب كانوا أمة أمية لم يأتهم نذير قبل محمد صلّى الله عليه وسلّم .وقال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وذلك فى الفترة التى كانت بين عيسى ومحمد صلّى الله عليه وسلّم.

فإن قلت إذا لم يأتهم رسول لم تقم عليهم حجة .قلت :أما قيام الحجة بالشرائع التى لا يدرك علمها إلا من جهة الرسل فلا وأما

قیام الحجة بمعرفة الله وتوحيده فنعم لأن معهم أدلة العقل الموصلة إلى ذلك في كل زمان (لباب التأويل فى معانى التنزيل، المعروف بالخازن، ج۳، ص۴۰۲، تحت رقم الآية ۳ من سورة الم السجدة)

ترجمہ: تاکہ ڈرائیں آپ اس قوم کو کہ نہیں آیا ان کے پاس کوئی نذیر آپ سے پہلے، جس سے عرب لوگ مراد ہیں کہ وہ اُمّی لوگ تھے کہ جن کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نذیر نہیں آیا تھا، اور ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس سے وہ فترۃ کا زمانہ مراد ہے، جو حضرت عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا۔

اگر آپ یہ شبہ کریں کہ اگر ان کے پاس کوئی رسول نہ آتا، تو کیا ان پر حجت قائم نہ ہوتی؟

میں جواب میں کہوں گا کہ جہاں تک شریعت کے ان احکام کا تعلق ہے کہ جن کا علم رسول کی طرف سے ہی حاصل ہوسکتا ہے، تو واقعتاً ان پر حجت قائم نہ ہوتی۔

لیکن جہاں تک اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی توحید کی حجت کے قائم ہونے کا تعلق ہے، تو وہ رسول کی آمد سے پہلے بھی قائم ہوتی، کیونکہ ان کے پاس عقلی دلائل تھے، جو ہر زمانے میں اللہ کی معرفت اور توحید کی طرف پہنچانے والے تھے (تفسیر خازن)

علامہ زمخشری نے بھی اپنی تفسیر میں یہی بات بیان فرمائی ہے۔ [1]

---

[1] وأما قولهم: (افتراه) فإما قول متعنت مع علمه أنه من الله لظهور الإعجاز له، أو جاهل يقوله قبل التأمل والنظر لأنه سمع الناس يقولونه: (ما أتاهم من نذير من قبلك) كقوله: (ما أنذر ء اباؤهم) وذلك أن أن قريشاً لم يبعث الله إليهم رسولاً قبل محمد صلى الله عليه وسلم. فإن قلت: فإذا لم يأتهم نذير لم تقم عليهم حجة. قلت: أما قيام الحجة بالشرائع التى لا يدرك علمها إلا بالرسل فلا، وأما قيامها بمعرفة الله وتوحيده وحكمته فنعم؛ لأن أدلة العقل الموصلة إلى ذلك معهم فى كل زمان (تفسير الزمخشرى، ج۳، ص۵۰۷، سورة السجدة)

اور ابوحیان اندلسی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں یہ بات واضح فرمادی کہ ان (کفارِ قریش) اور ان کے آباء کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خصوصیت کے ساتھ کوئی رسول مبعوث نہیں کیا گیا۔

لیکن وہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے مذہب کے مطابق عبادت کرتے تھے، اور وہ اسی حالت پر قائم رہے، یہاں تک کہ ان کے بعض بڑوں نے اس میں تغیّر پیدا کردیا، اور انہوں نے بتوں کی عبادت شروع کردی، اور یہ سلسلہ پھر عام ہوگیا، تو یہ اہلِ عرب، اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ضمن میں داخل ہوں گے کہ:

''وإن من أمة إلا خلا فيها نذير''

یعنی ہر امت کے لیے شریعت اور دین ہوا ہے۔

اور نذیر، براہِ راست نبی و رسول کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ نذیر اس کو بھی شامل ہے، جو براہِ راست نبی یا رسول کی شکل میں نذیر ہو، اور اس کے علاوہ اس کو بھی شامل ہے، جس نے اس نبی یا رسول کی دعوت کو (کسی سے) سنا ہو، اور ان اہلِ عرب کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ براہِ راست کوئی نذیر رسول کی شکل میں نہیں آیا، اور ابنِ عباس اور مقاتل نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور محمد علیہما السلام کے مابین فترۃ کے زمانے میں کوئی رسول نہیں آیا۔

اور علامہ زمخشری نے فرمایا کہ ''ما أتاهم من نذير من قبلك'' یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے کہ ''ما أنذر آباؤهم'' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش کی طرف اللہ نے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا۔

اور اگر آپ یہ شبہ کریں کہ اگر ان کے پاس کوئی نذیر نہ آتا، تو کیا ان پر حجت قائم

نہ ہوتی؟

میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ شریعت کے جن احکام کا علم رسولوں کے ذریعہ سے ہی ہوسکتا ہے، تو ان کے متعلق تو واقعی حجت قائم نہ ہوتی، لیکن اللہ کی معرفت اوراس کی توحید کی حجت، نذیر کی آمد سے پہلے بھی قائم ہوجاتی، کیونکہ عقل اس چیز تک پہنچانے والی تھی۔ ۱؎

اور مذکورہ آیت کی تفسیر میں امام رازی نے فرمایا کہ:

یعنی أتعترفون به أم تقولون هو مفترى، ثم أجاب وبين أن الحق أنه

۱؎ أخبر تعالى أنه لم يبعث إليهم رسولا بخصوصيتهم قبل محمد صلى الله عليه وسلم، لا لهم ولا لآبائهم، لكنهم كانوا متعبدين بملة إبراهيم وإسماعيل، وما زالوا على ذلك إلى أن غير ذلك بعض رؤسائهم، وعبدوا الأصنام وعم ذلك، فهم مندرجون تحت قوله :وإن من أمة إلا خلا فيها نذير ، أى شريعته ودينه والنذير ليس مخصوصا بمن باشر، بل يكون نذيرا لمن باشره، ولغير من باشره بالقرب ممن سبق لها نذير، ولم يباشرهم نذير غير محمد صلى الله عليه وسلم .وقال ابن عباس، ومقاتل :المعنى لم يأتهم فى الفترة بين عيسى ومحمد، عليهما السلام.

وقال الزمخشرى :ما أتاهم من نذير من قبلك، كقوله :ما أنذر آباؤهم، وذلك أن قريشا لم يبعث الله إليهم رسولا قبل محمد صلى الله عليه وسلم.

فإن قلت :فإذا لم يأتهم نذير، لم تقم عليهم حجة .قلت :أما قيام الحجة بالشرائع التى لا يدرك علمها إلا بالرسل فلا.

وأما قيامها بمعرفة الله وتوحيده وحكمته فنعم، لأن أدلة العقل الموصلة إلى ذلك معهم فى كل زمان .انتهى .والذى ذهب إليه غير ما ذهب إليه المفسرون، وذلك أنهم فهموا من قوله :ما أتاهم، وما أنذر آباؤهم، أن ما نافية، وعندى أن ما موصولة، والمعنى :لتنذر قوما العقاب الذى أتاهم .من نذير :متعلق بأتاهم، أى أتاهم على لسان نذير من قبلك .وكذلك لتنذر قوما ما أنذر آباؤهم :أى العقاب الذى أنذره آباؤهم، فما مفعولة فى الموضعين، وأنذر يتعدى إلى اثنين .قال تعالى :فإن أعرضوا فقل أنذرتكم صاعقة ، وهذا القول جار على ظواهر القرآن .قال تعالى :وإن من أمة إلا خلا فيها نذير ، وأن تقولوا ما جاء نا من بشير ولا نذير فقد جاء كم بشير ونذير، وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا، وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث فى أمها رسولا .

ولما حكى تعالى عنهم أنهم يقولون :أن محمدا صلى الله عليه وسلم افتراه ورد عليهم، اقتصر فى ذكر ما جاء به القرآن على الإنذار، وإن كان قد جاء له وللتبشير ليكون ذلك ردعا لهم، ولأنه إذا ذكر الإنذار، صار عند العاقل فكر فيما أنذر به، فلعل ذلك الفكر يكون سببا لهدايته(تفسير البحر المحيط، ج۸،ص ۴۲۹، ۴۳۰،سورة السجدة)

حق من ربه ثم بين فائدة التنزيل وهو الإنذار.

وفيه مسائل:

المسألة الأولى :كيف قال لتنذر قوما ما أتاهم من نذير مع أن النذر سبقوه.

الجواب :من وجهين أحدهما :معقول والآخر منقول.

أما المنقول فهو أن قريشا كانت أمة أمية لم يأتيهم نذير قبل محمد صلى الله عليه وآله وسلم وهو بعيد، فإنهم كانوا من أولاد إبراهيم وجميع أنبياء بنى إسرائيل من أولاد أعمامهم وكيف كان الله يترك قوما من وقت آدم إلى زمان محمد بلا دين ولا شرع؟ وإن كنت تقول بأنهم ما جاء هم رسول بخصوصهم يعنى ذلك القرن فلم يكن ذلك مختصا بالعرب بل أهل الكتاب أيضا لم يكن ذلك القرن قد أتاهم رسول وإنما أتى الرسل آباء هم، وكذلك العرب أتى الرسل آباء هم كيف والذى عليه الأكثرون أن آباء محمد عليه الصلاة والسلام كانوا كفارا ولأن النبى أوعدهم وأوعد آباء هم بالعذاب، وقال تعالى :وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا.

وأما المعقول وهو أن الله تعالى أجرى عادته على أن أهل عصر إذا ضلوا بالكلية ولم يبق فيهم من يهديهم يلطف بعباده ويرسل رسولا، ثم إنه إذا أراد طهرهم بإزالة الشرك والكفر من قلوبهم. وإن أراد طهر وجه الأرض بإهلاكهم.

ثم أهل العصر ضلوا بعد الرسل حتى لم يبق على وجه الأرض

عـالـم هـاد يـنتفع بهدايته قوم وبقوا على ذلک سنين متطاولة فلم يأتهم رسول قبل محمد عليه الصلاة والسلام فقال :لتنذر قوما ما أتاهم أى بعد الضلال الذى كان بعد الهداية لم يأتهم نذير.

المسألة الثانية :لـو قـال قائل التخصيص بالذكر يدل على نفى ما عداه فقوله :لتـنـذر قـوما ما أتاهم يوجب أن يكون إنذاره مختصا بـمـن لـم يـأتـه نـذيـر .لـكن أهل الكتاب قد أتاهم نذير فلا يكون الـكتـاب مـنـزلا إلـى الرسول لينذر أهل الكتاب فلا يكون رسولا إليهم.

نقول هذا فاسد من وجوه.

أحدها :أن التخصيص لا يوجب نفى ما عداه .

والثانى :أنـه وإن قال به قائل لكنه وافق غيره فى أن التخصيص إن كان له سبب غير نفى ما عداه لا يوجب نفى ما عداه، وهاهنا وجد ذلک لأن إنـذارهـم كـان أولـى، ألا تـرى أنــه تعالى قال :وأنذر عشيـرتک الأقـربيـن،ولـم يفهم منه أنه لا ينذر غيرهم أو لم يؤمر بإنذار غيرهم.

وإنـذار الـمشــركيـن كـان أولـى، لأن إنذارهم كـان بـالتوحيد والـحشـر .وأهـل الـكتـاب لـم ينذروا إلا بسبب إنكارهم الرسالة .فكانوا أولى بالذكر فوقع التخصيص لأجل ذلک .

الثـالث :هـو أن عـلـى مـا ذكـرنـا لا يـرد ما ذكره أصلا، لأن أهل الكتاب كانوا قد ضلوا ولم يأتهم نذير من قبل محمد بعد ضلالهم فـلـزم أن يـكـون مـرسـلا إلى الكل على درجة سواء ، وبهذا يتبين

حسن ما اخترناه (تفسیر الرازی، ج۲۵، ص۱۳۵، و۱۳۶، تحت رقم الآیة ۳ من سورة السجدة)

ترجمہ: (مذکورہ آیت کا) مطلب یہ ہے کہ کیا تم اس کا اعتراف کرتے ہو، یا تم یہ کہتے ہو کہ یہ قرآن گھڑا ہوا ہے، پھر اللہ نے اس کا جواب دیا، اور یہ بات واضح فرمائی کہ حق بات یہ ہے کہ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے حق ہے، پھر اس کو نازل کرنے کا فائدہ بیان فرمایا، جو کہ ''انذار'' ہے۔

اوراس آیت میں چند مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ: عرب کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی ''نذیر'' آئے تھے، پھر یہ کیوں فرمایا کہ'' **لتنذر قوما ما أتاهم من نذير** ''

اس کے دو جواب ہیں، ایک تو عقلی ہے، اور دوسرا نقلی ہے۔

نقلی جواب تو یہ ہے کہ قریش کے لوگ اُمّی تھے، جن کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی ''نذیر'' نہیں آیا، مگر یہ جواب بہت بعید ہے، کیونکہ قریش دراصل ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، اور بنی اسرائیل کے تمام نبی ان کے چچا کی اولاد میں سے تھے، اور اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک کسی قوم کو بغیر دین اور شریعت کے کیسے چھوڑ سکتا ہے؟

اور اگر آپ یہ کہیں کہ قریش کے پاس خاص اس زمانے میں کوئی رسول نہیں آیا، تو یہ چیز عرب کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ اس میں اہلِ کتاب بھی شامل ہیں، کیونکہ اس زمانے میں ان کے پاس بھی کوئی رسول نہیں آیا تھا، بلکہ ان کے بھی آباء کے پاس ہی رسول آئے تھے، اور اسی طریقہ سے عرب کے آباء کے پاس بھی رسول آئے تھے، اور اکثر اہلِ علم حضرات کا قول یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کفار تھے، اور نبی نے ان کو اور ان کے آباء کو عذاب سے ڈرایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا سورہ

اسراء میں ارشاد ہے کہ ''**وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا**''

اور عقلی جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاری رہی ہے کہ جب کسی زمانے کے لوگ بالکل گمراہ ہوگئے، اور ان میں ان کو ہدایت دینے والا کوئی باقی نہیں رہا، تو اپنے بندوں پر فضل وکرم فرمایا، اور رسول کو بھیجا، پھر یا تو ان کے دلوں سے کفر اور شرک کو زائل کر کے پاک فرمادیا، یا ان کو ہلاک کر کے زمین کو پاک فرمادیا۔

پھر جب کسی زمانے کے لوگ رسول کے بعد گمراہ ہوگئے، اور روئے زمین پر کوئی عالم، ہادی باقی نہیں رہا، جس کی ہدایت سے وہ قوم فائدہ اٹھاتی، اور وہ لمبے عرصے تک اسی حالت پر باقی رہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا، تو یہ فرمایا کہ ''**لتنذر قوما ما أتاھم**'' یعنی اس گمراہی کے بعد جو ہدایت کے بعد تھی، ان کے پاس کوئی نذیر نہیں آیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ کسی چیز کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا، اس کے علاوہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ''**لتنذر قوما ما أتاھم** '' یہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ''انذار'' ان لوگوں کے ساتھ مختص ہو، جن کے پاس کوئی ''نذیر'' نہیں آیا، لیکن اہلِ کتاب کے پاس تو ''نذیر'' آچکا تھا، تو کیا اس صورت میں وہ کتاب جو رسول کی طرف نازل کی گئی، اہلِ کتاب کو ڈرانے کے لیے نہیں ہوگی، تو وہ اہلِ کتاب کی طرف رسول بھی نہیں ہوں گے (یعنی اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطورِ خاص قریشِ عرب کا ''نذیر'' مانا جائے، جن کی طرف آپ سے پہلے کوئی ''نذیر'' نہیں آیا، تو آپ کی نذارت ورسالت اہلِ کتاب کے لیے نہیں ہوگی، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ہے)

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ قائل کی یہ بات چند وجوہ سے فاسد ہے۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ کسی چیز کی تخصیص، اس کے علاوہ کی نفی کو واجب نہیں کرتی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قائل نے اگرچہ یہ بات کہی ہے، لیکن اس کی یہ بات دوسرے کی اس چیز میں موافق ہے کہ اگر اس کے علاوہ کی نفی کی تخصیص کا کوئی سبب نہ ہو، تو وہ اس کے علاوہ کی نفی کو ثابت نہیں کرتا، اور یہاں یہ سبب موجود ہے، کیونکہ قریش کا انذار زیادہ اولیٰ ہے، جیسا کہ سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''وأنذر عشیرتک الأقربین'' اور اس سے یہ بات نہیں سمجھی جاتی کہ نبی اپنے قریبی رشتہ داروں کے علاوہ کو انذار نہیں کرے گا، یا ان کے علاوہ کے انذار کا اس کو حکم نہیں۔

اور مشرکین کا انذار زیادہ اولیٰ تھا، کیونکہ ان کا انذار توحید اور حشر کے لیے تھا، اور اہلِ کتاب کا انذار، صرف رسالت کے انکار کے سبب سے تھا، تو کفارِ قریش ذکر کرنے کے زیادہ مستحق تھے، اس وجہ سے ان کی تخصیص کی گئی۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے جو کچھ ذکر کیا، اس پر یہ شبہ بالکل بھی وارد نہیں ہوتا، کیونکہ اہلِ کتاب بھی گمراہ ہو چکے تھے، اور ان کی گمراہی کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے، ان کے پاس کوئی نذیر نہیں آیا تھا، پس ضروری ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں کی طرف برابر طریقہ پر ارسال کیے گئے ہوں، اور ہم نے جو کچھ اختیار کیا (یعنی اے محمد! تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں، جس قوم کے پاس بالمباشر کوئی ڈرانے والا رسول نہیں آیا، خواہ وہ مشرکینِ مکہ ہوں، یا اہلِ کتاب ہوں، یا کوئی اور) اس سے اس کی خوبی ظاہر ہوتی ہے (التفسیر الکبیر)

امام رازی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ مذکوہ آیت میں ''قوما'' کا مصداق، جس طرح کفار ومشرکینِ عرب وقریش ہیں، اسی طرح اہلِ کتاب بھی ہیں۔

اور تفسیر معارفُ القرآن عثمانی میں مذکورہ آیت کے ذیل میں ہے کہ:

''ما اتاھم من نذیر'' نذیر سے مراد اس جگہ رسول ہے، مطلب یہ ہے کہ قریشِ

مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا تھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انبیاء کی دعوت بھی ان کو اب تک نہ پہنچی تھی، کیونکہ دوسری آیتِ قرآن میں واضح طور پر ارشاد ہے ’’و ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر ‘‘یعنی کوئی امت اور جماعت دنیا میں ایسی نہیں، جس میں کوئی اللہ سے ڈرانے والا اور اس کی طرف دعوت دینے والا نہ آیا ہو۔

اس آیت میں لفظ ’’نذیر ‘‘ اپنے عام لغوی معنیٰ میں ہے، یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والا، وہ خواہ رسول اور پیغمبر ہو، یا ان کا کوئی نائب، خلیفہ یا عالمِ دین، تو اس آیت سے تمام امتوں اور جماعتوں تک توحید کی دعوت پہنچ جانا معلوم ہوتا ہے، وہ اپنی جگہ صحیح درست اور حق تعالیٰ کی رحمتِ عامہ کا مقتضا ہے، جیسا کہ ابوحیان نے فرمایا کہ توحید اور ایمان کی دعوت کسی زمانے اور کسی مکان اور کسی قوم میں کبھی منقطع نہیں ہوئی، اور جب کہیں نبوت پر زمانۂ دراز گزر جانے کے بعد اس نبوت کا علم رکھنے والے علماء بہت کم رہ گئے، تو کوئی دوسرا نبی ورسول مبعوث ہوگیا، اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اقوامِ عرب میں بھی بقدرِ ضرورت توحید کی دعوت پہلے سے ضرور پہنچی ہوگی، مگر اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ یہ دعوت خود کوئی نبی ورسول لے کر آیا ہو، ہوسکتا ہے کہ ان کے نائبین علماء کے ذریعہ پہنچ گئی ہو۔

اس لئے اس سورت اور سورہ یٰس وغیرہ کی وہ آیتیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قریشِ عرب میں آپ سے پہلے کوئی ’’نذیر‘‘ نہیں آیا تھا، ضروری ہے کہ اس میں ’’نذیر‘‘ سے مراد اصطلاحی معنیٰ کے اعتبار سے رسول و نبی ہو، اور مراد یہ ہو کہ اس قوم کے اندر آپ سے پہلے کوئی نبی ورسول نہیں آیا تھا، اگرچہ دعوتِ ایمان وتوحید دوسرے ذرائع سے یہاں بھی پہنچ چکی ہو۔

زمانۂ فترۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بہت سے حضرات کے

متعلق یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ دینِ ابراہیم واسماعیل علیہما السلام پر قائم تھے، توحید پر ان کا ایمان تھا، بت پرستی اور بتوں کے لئے قربانی دینے سے متنفر تھے۔

روح المعانی میں موسیٰ بن عقبہ کی مغازی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ''زید بن عمرو بن نفیل'' جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نبوت سے پہلے آپ سے ملے بھی تھے، مگر نبوت سے پہلے ان کا انتقال اس سال میں ہوگیا، جس میں قریش نے بیتُ اللہ کی تعمیر کی تھی، اور یہ واقعہ آپ کی نبوت سے پانچ سال پہلے کا ہے، ان کا حال موسیٰ بن عقبہ نے یہ نقل کیا ہے کہ قریش کو بت پرستی سے روکتے تھے، اور بتوں کے نام پر قربانی دینے کو بہت برا کہتے تھے، اور مشرکین کے ذبائح کا گوشت نہ کھاتے تھے۔

اور ابو داؤد طیالسی نے ''زید بن عمرو بن نفیل'' کے صاحبزادے ''حضرت سعید بن زید بن عمرو'' سے جو صحابہ میں ''عشرہ مبشرہ'' میں داخل ہیں، یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے والد کا جو کچھ حال تھا، وہ آپ کو معلوم ہے کہ توحید پر قائم، بت پرستی کے منکر تھے، تو کیا میں ان کے لئے دعائے مغفرت کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے، وہ قیامت کے روز ایک مستقل امت ہو کر اٹھیں گے (روح)

اسی طرح ''ورقہ بن نوفل'' جو آپ کے زمانۂ نبوت شروع ہونے اور نزولِ قرآن کی ابتداء کے وقت موجود تھے، توحید پر قائم تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کا اپنا عزم ظاہر کیا تھا، مگر فوراً بعد ہی ان کی وفات ہوگئی۔

یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ اقوامِ عرب بھی دعوتِ الٰہیہ اور دعوتِ ایمان وتوحید سے محروم تو نہیں تھیں، مگر خود ان کے اندر کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ **واللّٰہ اعلم۔**

ان تینوں آیتوں میں قرآن کی حقانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کا اثبات ہے (تفسیر معارف القرآن، جلد۷ص ۵۸، ۵۹، سورہ الم سجدہ، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ سورہ سجدہ کی مذکورہ آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کفار ومشرکینِ قریش وعرب کا توحید وایمان سے معذور ہونا لازم نہیں آتا، ورنہ اس سے اہلِ کتاب بالخصوص نصاریٰ کا بھی تثلیث کے شرک سے معذور ہونا لازم آئے گا۔

سورہ سبا میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ

(سورۃ سباء، رقم الآیۃ ۴۴)

ترجمہ: اور نہیں دی ہم نے ان کو کتابیں کہ پڑھتے وہ ان کتابوں کو، اور نہیں بھیجا ہم نے ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی نذیر (سورہ سبا)

مذکورہ آیت کا مضمون بھی اس سے پہلی آیات کی طرح ہے۔

ابوحیان اندلسی نے مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابنِ عطیہ سے نقل کیا ہے کہ:

''ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ایسا نذیر نہیں بھیجا، جو اِن کو بالمشافہ ڈراتا، اور نہ ان کے زمانے والوں کے لیے بالمشافہ ڈرانے والا بھیجا، اور نہ ان کے قریبی آباء کے لیے بالمشافہ ڈرانے والا بھیجا، البتہ عالم میں نذارت کا وجود تھا، اور عرب میں شعیب اور صالح اور ھود کے ساتھ نذارت کی گئی تھی، اور اللہ کی دعوت اور اس کی توحید ہمیشہ قائم رہی، اس کی طرف دعوت دینے والے سے زمین خالی نہیں رہی، اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نذیر ایسا نہیں آیا کہ جو ان لوگوں کے ساتھ مختص ہو کہ جن کی طرف ہم نے آپ کو بھیجا ہے، اور عرب کے پاس اسماعیل علیہ السلام کی کثرت سے نذارت تھی'' (اسی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا ہونے کے

باوجود اسماعیل علیہ السلام کی بہت سی باقیات پر عمل پیرا تھے) [1]

ابن عطیہ اندلسی کی تفسیر میں بھی اسی طرح سے ہے۔ [2]

اور تفسیر معارف القرآن عثمانی میں مذکورہ آیت کے ذیل میں ہے کہ:

اور (ان کو تو قرآن کی اور نبی کی بڑی قدر کرنا چاہئے تھی، کیونکہ ان کے لئے تو یہ محض غیر مترقبہ نعمتیں تھیں، اس سبب سے کہ) ہم نے (اس قرآن سے پہلے) ان کو (کبھی آسمانی) کتابیں نہیں دی تھیں کہ ان کو پڑھتے پڑھاتے ہوں (جیسے بنی اسرائیل کے پاس کتابیں تھیں، تو ان کے حق میں تو قرآن بالکل ایک نئی چیز تھی، اس لئے اس کی قدر کرنا چاہئے تھا) اور (اسی طرح) ہم نے آپ سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا (یعنی پیغمبر) نہیں بھیجا تھا (تو ان کے حق میں نبی بھی ایک نئی دولت تھی، اس لئے ان کی بھی قدر کرنا چاہئے تھی، خصوصاً جبکہ علاوہ نعمتِ جدیدہ ہونے کے خود ان کی تمنا بھی تھی کہ ان کے پاس کوئی نبی آئے، تو یہ اس کا اتباع کریں، جیسا اس آیت میں ہے ”**واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لئن جاء ھم نذیر لیکونن اھدیٰ من احدی الامم**“ مگر ان لوگوں نے پھر بھی

---

[1] ومعنى قبلك، قال ابن عطية :أى وما أرسلنا من نذير يشافههم بشىء ، ولا يباشر أهل عصرهم، ولا من قرب من آبائهم .وقد كانت النذارة فى العالم، وفى العرب مع شعيب وصالح وهود .ودعوة الله وتوحيده قائم لم تخل الأرض من داع إليه، وإنما المعنى :من نذير يختص بهؤلاء الذين بقيت إليهم، وقد كان عند العرب كثير من نذارة إسماعيل، والله تعالى يقول :إنه كان صادق الوعد وكان رسولا نبيا ، ولكن لم يتجرد للنذارة، وقاتل عليها، إلا محمد صلى الله عليه وسلم(تفسير البحر المحيط، ج۸، ص ۵۵۹،سورة سبإ)

[2] يدّرسونها بفتح الدال وشدها وكسر الراء -والمعنى وما أرسلنا من نذير يشافههم بشىء ولا يباشر أهل عصرهم ولا من قرب من آبائهم، وإلا فقد كانت النذارة فى العالم وفى العرب مع شعيب وصالح وهود ودعوة الله وتوحيده قائم لم تخل الأرض من داع إليه، فإنما معنى هذه الآية مِنْ نَذِيرٍ يختص بهؤلاء الذين بعثناك إليهم، وقد كان عند العرب كثير من نذارة إسماعيل،والله تعالى يقول: إنه كان صادق الوعد وكان رسولا نبيّا ولكن لم يتجرد للنذارة وقاتل عليها إلا محمد صلى الله عليه وسلم، ثم مثل لهم بالأمم المكذبة قبلهم(المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز، ج۴، ص ۴۲۴،سورة سبإ)

قدر نہ کی "کماقال تعالیٰ: فلما جاء ھم نذیر مازادھم الا نفوراً الخ"
بلکہ تکذیب کی) (تفسیر معارف القرآن، جلد ۷ ص ۳۰۷، سورہ سبا، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ سورہ سبا کی مذکورہ آیت سے بھی یہ مدعا ثابت نہیں ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل فوت ہونے والے کفار ومشرکینِ مکہ کو دعوتِ توحید نہ پہنچنے کی وجہ سے معذور قرار دیا جائے، البتہ فروعِ شریعت سے معذور قرار دیا جانا ایک الگ مسئلہ ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکینِ مکہ کو اللہ کے خالق ہونے کا اعتراف تھا، لیکن اس کے باوجود وہ شرک میں مبتلا تھے، اوران کو یہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے نہ ہوا تھا، بلکہ پہلے سے یہ علم تھا، ورنہ اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا علم حاصل کر کے قبول کرتے، تو توحید کو بھی قبول کرتے۔ [1]

اسی وجہ سے وہ مخصوص حالات میں شرک سے بچ کر خاص اللہ کو پکارا کرتے تھے۔ [2]

---

[1] وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ . اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ . وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (سورة العنكبوت، رقم الآيات ٦١ الىٰ ٦٣)

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (سورة لقمان، رقم الآية ٢٥)

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ (سورة الزمر، رقم الآية ٣٨)

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ (سورة الزخرف، رقم الآية ٨٧)

[2] فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (سورة العنكبوت، رقم الآية ٦٥)

وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ (سورة لقمان، رقم الآية ٣٢)

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا یہ کہنا کہ ان کو اللہ کی معرفت حاصل نہیں تھی، اور وہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مکلّف نہیں تھے، یہ درست نہیں، اور کسی آیت سے بھی صریح طور پر یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

اس فصل کا خلاصہ

اس فصل میں شروع سے اب تک جو بحث کی گئی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے جو یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی مختلف نصوص سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب تک توحید ومعرفتِ الٰہی کی دعوتِ انسانی نہ پہنچے، اس وقت تک انسان کو توحید وایمانیات کا مکلّف قرار نہیں دیا جاسکتا، اور اسی طرح یہ جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مشرکینِ عرب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی تھی، اس لیے وہ توحید وایمان کے مکلّف نہ تھے، بلکہ معذور تھے، اور نصوصِ قرآنی کی رُو سے توحید وایمانیات کا مکلّف ہونے کے لیے دعوتِ عقل کافی نہیں۔

تو مذکورہ دعوے کا نصوصِ قرآنی کی رُو سے صراحت کے ساتھ راجح ہونا ثابت نہ ہوسکا، بلکہ ایک طرف تو نصوص سے ''عھدِ الستُ'' کے موقع پر دعوتِ توحید وربوبیت کا پہنچنا، اور متعدد نصوص سے دعوتِ عقلی کا حجت ہونا ثابت ہوا، اور دوسری طرف یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر زمانے اور ہر قوم میں دعوتِ عقلی کے ساتھ ساتھ دعوتِ انسانی کا بھی انتظام فرمایا، تاکہ انسانوں کی طرف سے کسی قسم کا کوئی عذر باقی نہ رہے، نیز توحید وایمان کے ساتھ ساتھ فروعِ شریعت کے احکام کا بھی صحیح صحیح علم ہوتا رہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ . فَلَمَّآ اَنْجَاهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (سورة يونس، رقم الآيات ٢٢، ٢٣)

اور جوں ہی کسی زمانے یا علاقے میں سابق فروعِ شریعت میں قابلِ ذکر تحریف ہوئی، اسی کے ساتھ اگلے نبی یا نبیوں کو مبعوث فرمایا، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر انبیائے کرام کی نبوت کے سلسلہ کی تکمیل فرمادی، اور آپ کی شریعت کو اصولی وفروعی اعتبار سے تاقیامت ہمہ جہتی تحریف سے محفوظ فرمادیا، جس کے لیے ہر صدی کے شروع میں مجدّدین کی آمد کا بھی انتظام فرمادیا، جو جزوی نوعیت کے گرد وغبار اور دُھول کو شریعت کے چہرہ سے صاف کرکے، شریعت کا اصل چہرہ، تاقیامت دکھلاتے رہیں گے، اور اس طرح ہر قسم کی تحریف سے شریعت، محفوظ رہے گی۔ [1]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

---

[1] عن أبى هريرة -فيما أعلم -عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال" :إن الله عز وجل يبعث لهذه الأمة على رأس كل مئة سنة من يجدد لها دينها(سنن أبى داود،رقم الحديث، ۴۲۹۱،أول كتاب الملاحم،باب ما يُذكَرُ فى قَرْنِ المِئَة)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح، وقد احتج بهذا الحديث أحمد بن حنبل، فقال :إن الله يُقيِّض للناس فى رأس كل مئة من يُعلِّمهم السنن وينفى عن رسول الله -صلَّى الله عليه وسلم- الكذب(حاشية سنن أبى داود)

إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مئة سنة) أى انتهائه أو ابتدائه إذا قل العلم والسنة، وكثر الجهل والبدعة (من يجدد لها) أى لهذه الأمة (دينها) أى بين السنة من البدعة، ويكثر العلم، ويعز أهله، ويقمع البدعه، ويكسر أهلها(بذل المجهود فى حل سنن أبى داود، ج۱۲،ص۳۳۶،أول كتاب الملاحم،باب ما يذكر فى قرنِ المئة)

(فصل نمبر 7)

اہلِ فترۃ سے متعلق احادیث وروایات پر کلام

چند احادیث وروایات میں اہلِ فترۃ کے متعلق آخرت میں امتحان کا ذکر آیا ہے، ان احادیث وروایات کے معنیٰ ومطلب کی توضیح وتشریح اوران کی اسناد کی تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے مختلف قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، اور جن لوگوں کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی، ان کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کی طرف سے ایمان وتوحید کا مکلّف قرار دینے میں اس قسم کی احادیث وروایات کی مخالفت سمجھی جاتی ہے، اوراس سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جاہلیت کے سب مشرکوں وکافروں کواس طرح کی احادیث وروایات میں مذکور اہلِ فترۃ کا مصداق قرار دے کر سب کو ایمان وتوحید سے معذور قرار دیا جاتا ہے، اوراس کے نتیجے میں کئی دوسری نصوص کی مخالفت کو گوارا کیا جاتا ہے، اوران احادیث وروایات کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس مشہور قول اور ساتھ ہی ماتریدیہ اوراکثر مشائخِ حنفیہ کے اختیار کردہ قول کو، جس کی رُو سے عقل کی وجہ سے توحید ومعرفتِ الٰہی کا مکلّف ہونا ثابت ہوتا ہے، باطل قرار دیا جاتا ہے۔

اس لیے وہ احادیث وروایات، ان کی اسناداوران کی بقدرِ ضرورت تشریح وتوضیح ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلٰى

قَوۡمٍ، فَقَبَضَهُ إِلَّا جَعَلَ بَعۡدَهُ فَتۡرَةً، يَمۡلَأُ مِنۡ تِلۡكَ الۡفَتۡرَةِ جَهَنَّمَ

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۹۸۰، ج۵ص ۱۷۱، باب القاف)[1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ، جس نبی کو بھی کسی قوم کی طرف بھیجتا ہے، پھر اس نبی کو وفات دے دیتا ہے، تو اس کے بعد ''فترۃ'' کا زمانہ پیدا فرما دیتا ہے، اللہ، اس ''فترۃ'' (کے زمانہ کے لوگوں) سے جہنم کو بھر دے گا (طبرانی)

اس حدیث میں صاف طور پر ''فترۃ'' کا لفظ ہے، جس سے معلوم ہوا کہ کسی نبی کے بعد جو ''فترۃ'' کا زمانہ ہوتا ہے، اس زمانے کے لوگوں سے جہنم کو بھر دیا جائے گا، اور اس کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ ''فترۃ'' کے زمانے کے لوگ اگر فروعِ شریعت کے مکلّف نہ ہوں، تو کم از کم اصولِ شریعت یا توحید کے مکلّف تو ضرور ہوں، جن کی کثرت سے خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے وہ جہنم کے مستحق ہوں، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی شرک و بت پرستی کا دور دورہ تھا۔

اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرۡبَعَةٌ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ، رَجُلٌ أَصَمُّ لَا يَسۡمَعُ شَيۡئًا، وَرَجُلٌ أَحۡمَقُ، وَرَجُلٌ هَرَمٌ، وَرَجُلٌ مَاتَ فِيۡ فَتۡرَةٍ، فَأَمَّا الۡأَصَمُّ فَيَقُوۡلُ: رَبِّ! لَقَدۡ جَاءَ الۡإِسۡلَامُ وَمَا أَسۡمَعُ شَيۡئًا، وَأَمَّا الۡأَحۡمَقُ فَيَقُوۡلُ: رَبِّ! لَقَدۡ جَاءَ الۡإِسۡلَامُ وَالصِّبۡيَانُ يَحۡذِفُوۡنِيۡ بِالۡبَعۡرِ، وَأَمَّا الۡهَرَمُ فَيَقُوۡلُ: رَبِّ! لَقَدۡ جَاءَ الۡإِسۡلَامُ وَمَا أَعۡقِلُ شَيۡئًا، وَأَمَّا الَّذِيۡ مَاتَ فِي الۡفَتۡرَةِ، فَيَقُوۡلُ: رَبِّ! مَا أَتَانِيۡ لَكَ رَسُوۡلٌ، فَيَأۡخُذُ مَوَاثِيۡقَهُمۡ

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح غير صدقة بن سابق، وهو ثقة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۸۶۲۰)

لَيُطِيعُنَّهُ، فَيُرْسِلُ إِلَيْهِمْ أَنِ ادْخُلُوا النَّارَ، قَالَ: فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْ دَخَلُوهَا لَكَانَتْ عَلَيْهِمْ بَرْدًا وَّسَلَامًا (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٣٠١)

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن چار قسم کے لوگ ہوں گے، ایک بہرا آدمی جو کچھ سن نہ سکے، دوسرا احمق آدمی، تیسرا بوڑھا آدمی، چوتھا فترۃ کے زمانے میں مرنے والا آدمی، پس بہرا آدمی عرض کرے گا کہ اے میرے رب! اسلام تو آیا تھا، لیکن میں کچھ سن ہی نہ سکا، اور احمق عرض کرے گا کہ اے میرے رب! اسلام تو آیا تھا، لیکن بچے مجھ پر مینگنیاں برساتے تھے، بوڑھا عرض کرے گا کہ اے میرے رب! اسلام تو آیا تھا، لیکن اس وقت میری عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا، اور فترۃ کے زمانے میں مرنے والا عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میرے پاس تیرا کوئی رسول ہی نہیں آیا۔

اللہ ان سے یہ وعدہ لے گا کہ وہ اس کی اطاعت کریں گے اور پھر انہیں پیغام بھیجے گا کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائیں، اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر وہ جہنم میں داخل ہوگئے، تو وہ ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی (مسند احمد)

اس روایت میں جن چار آدمیوں کا ذکر ہے، ان میں ایک تو بہرا آدمی ہے، دوسرا احمق ہے، تیسرا بوڑھا آدمی ہے، اور چوتھا فترۃ کے زمانہ میں مرنے والا ہے، بچے کا اس حدیث میں ذکر نہیں۔ ممکن ہے کہ مذکورہ روایت میں ''احمق'' سے مراد ''معتوہ و مجنون'' اور ''بوڑھے'' سے مراد ''شیخِ فانی'' ہو، کیونکہ اس روایت میں بچوں کے مینگنیاں برسانے اور عقل کے کام کرنے کے چھوڑنے کا ذکر آیا ہے، اور بعض روایات میں ''معتوہ'' اور ''شیخِ فانی'' کی تصریح بھی آئی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور اگر کوئی عام احمق یعنی کم عقل اور عام بوڑھا مراد لے، تو ان کے اصولِ شریعت وفروعِ شریعت کے مکلّف نہ ہونے کا ثبوت بھی اسی کے ذمے ہوگا۔

نیز مذکورہ حدیث میں صاف تصریح ہے کہ ''فترة'' میں فوت ہونے والا عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میرے پاس تیرا کوئی رسول نہیں آیا تھا، لہٰذا اس حکم کو اس دعوتِ رسل نہ پہنچنے والے شخص کے ساتھ خاص رکھا جائے گا، اور اس حدیث کا مصداق زمانۂ جاہلیت وغیرہ کے ان لوگوں کو قرار دینا درست نہ ہوگا، جن کو پے درپے مختلف نبیوں کی دعوت پہنچ چکی تھی، جس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس حدیث میں افراد کا ذکر ہے، نہ کہ اس زمانے میں فوت ہونے والی پوری قوم یا امت کا۔

اور پھر اس حدیث میں مذکور افراد کے جہنم میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اللہ کے حکم سے جہنم میں داخل ہوگئے، یعنی اس حکم میں اللہ کی اطاعت کی، تو وہ جہنم کے عذاب سے محفوظ ہوجائیں گے، اور اگر اللہ کے حکم سے جہنم میں داخل نہ ہوئے، اور اس سلسلہ میں اللہ کی نافرمانی کی، تو جہنم کے عذاب سے محفوظ نہ ہوں گے۔

چنانچہ آنے والی روایات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ لوگ اللہ کے حکم سے جہنم میں داخل نہ ہوئے، تو پھر وہ جہنم کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی کا جہنم میں داخل ہونے کو گوارا کرنا آسان نہ ہوگا، جس کی وجہ سے اس امتحان میں کامیاب ہونا بھی آسان نہ ہوگا، اور ایسا کڑوا امتحان اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ عذر ومعذرت کرنے والے بعض لوگوں کا عذر قابلِ اعتبار نہ ہوگا۔

اس کے بعد عرض ہے کہ حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی سند میں ایک تو ''قتادة'' راوی پائے جاتے ہیں، جو ''مدلس'' ہیں، اور انہوں نے اس روایت کو ''عنعنة'' سے روایت کیا ہے، دوسرے ان کی ''احنف بن قیس'' سے سماعت مشکل ہے، اور اس روایت کے ایک راوی ''معاذ بن هشام'' مختلف فیہ ہیں۔

ان وجوہات کی بنا پر بعض اہلِ علم کی طرف سے مذکورہ حدیث پر فی نفسہٖ ضعیف ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی اگلی آنے والی روایات کی تائید کی وجہ سے اس کو ''حسن'' قرار دیا گیا ہے۔ [1]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام احمد نے اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث کے بعد ابورافع سے روایت کیا ہے کہ:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، مِثْلَ هٰذَا غَیْرَ أَنَّهُ قَالَ فِیْ آخِرِهٖ:فَمَنْ دَخَلَهَا كَانَتْ عَلَیْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا، وَمَنْ لَّمْ یَدْخُلْهَا یُسْحَبُ إِلَیْهَا (مسند احمد،رقم الحدیث ۱۶۳۰۲) [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:حدیث حسن،وهذا إسناد ضعیف لانقطاعه، قتادة :وهو ابن دعامة السدوسی مدلس وقد عنعن، ثم إن سماعه من الأحنف بن قیس مستبعد، لأنه ولد فی البصرة سنة (60هـ) علی أحد الأقوال، وتوفی الأحنف سنة (67هـ) علی أصح الأقوال .ومعاذ بن هشام :وهو الدستوائی، مختلف فیه، حسن الحدیث، فقد وثقه ابن معین مرة، وقال مرة :صدوق، لیس بحجة، وقال مرة :لم یكن بالثقة، وتوقف فیه أبو داود، ووثقه ابن قانع، واحتج به الشیخان، وقال ابن عدیٍ: ربما یغلط فی الشیء بعد الشیء ، وأرجو أنه صدوق، وذكره ابن حبان فی "الثقات."

وقد اختلف عنه فیه .فرواه هنا علی ابن المدینی، عنه، عن أبیه هشام،عن قتادة، عن الأحنف، عن الأسود، به مرفوعاً.

ورواه أبو نعیم فی "أخبار أصبهان 2/255 "من طریق عبید الله بن عمر، عنه، عن أبیه هشام، عن قتادة، عن الأسود بن سریع، به، مرفوعاً، فأسقط من الإسناد الأحنف بن قیس.

ورواه البزار (2174) (زوائد) من طریق محمد بن المثنی، عنه، عن أبیه هشام، عن قتادة، عن الحسن، عن الأسود بن سریع، به .فأدخل الحسن فی الإسناد بدل الأحنف، والحسن لم یسمع من الأسود(حاشیة مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط:

إسناده حسن، من أجل معاذ بن هشام :وهو الدستوائی، وقد سلف الكلام علیه فی الروایة السالفة برقم (16301) ، وقتادة :وهو ابن دعامة السدوسی، سماعه من الحسن -وهو البصری -ثابت، وبقیة رجاله ثقات رجال الشیخین .أبو رافع :هو نُفَیعُ الصائغ(حاشیة مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کی طرح کی حدیث مروی ہے، لیکن اس حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ (ان چاروں اشخاص میں سے) جو (اللہ کے فرمانے پر) جہنم میں داخل ہوگیا، تو جہنم اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجائے گی، اور جو جہنم میں داخل نہیں ہوا، اس کو جہنم کا عذاب دیا جائے گا (مسند احمد)

امام بزار نے بھی اپنی ''مسند'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [1]

اور اسحاق بن راہویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اس حدیث کو درجِ ذیل الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ كُلُّهُمْ يُدْلِيْ عَلَى اللّٰهِ بِحُجَّةٍ وَعُذْرٍ: رَجُلٌ مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ، وَرَجُلٌ مَاتَ هَرِمًا، وَرَجُلٌ مَعْتُوْهٌ، وَرَجُلٌ أَصَمُّ أَبْكَمُ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ: إِنِّيْ أُرْسِلُ إِلَيْكُمْ رَسُوْلًا فَأَطِيْعُوْهُ، فَيَأْتِيْهِمْ فَيَتَأَجَّجُ لَهُمْ نَارًا فَيَقُوْلُ: اِقْتَحِمُوْهَا مَنْ دَخَلَهَا كَانَتْ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا، وَمَنْ لَّمْ يَقْتَحِمْهَا حَقَّتْ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ (مسند إسحاق بن راهويه، رقم الحديث ۵۱۴، ج ۱ ص ۴۴۵، ما يروى عن محمد بن قيس وغيره عن أبي هريرة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) چار لوگ اللہ کے سامنے حجت اور عذر پیش کریں گے، ایک وہ آدمی جو فتــرۃ میں فوت ہوگیا،

---

[1] حدثناه محمد بن المثنى حدثنا معاذ بن هشام ,عن أبيه ,عن قتادة ,عن الحسن عَنْ أبي رافع ,عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ,بمثل هذا الحديث غير أنه قال في آخره فمن دخلها كانت عليه بردا وسلاما ومن لم يدخلها دخل النار (مسند البزار، رقم الحديث ۹۵۹۸)

دوسرا وہ آدمی جو بوڑھا ہو کر فوت ہوا، تیسرا وہ جو معتوہ ہو، چوتھا وہ جو گونگا بہرا ہو، ان کو اللہ فرمائے گا کہ میں تمہاری طرف اپنے رسول کو بھیجتا ہوں، تم اس کی اطاعت کرو، پھر اللہ کا رسول ان کے پاس آئے گا، جو اُن کو آگ کے پاس لے جا کر کہے گا کہ تم اس میں داخل ہو جاؤ، جو اس میں داخل ہو گیا، تو وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی، اور جو اس میں داخل نہیں ہوا، تو اس کے حق میں عذاب کا فیصلہ ہو جائے گا (مسند اسحاق بن راھویہ)

مذکورہ حدیث میں ''معتوہ'' اور گونگے اور بوڑھے اور صاحبِ فترة کی صراحت ہے، بچے کا اس روایت میں ذکر نہیں، لیکن اس روایت کی سند میں ''ضعف'' پایا جاتا ہے۔ [1]

تاہم بعض حضرات نے دوسری روایات کی تائید کی وجہ سے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] قال نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة الكويتي:
وإسناده ضعيف لضعف علي بن زيد بن جُدْعان.
لكنه لم ينفرد به بل تابعه الحسن البصري عن أبي رافع عن أبي هريرة به.
أخرجه إسحاق في "مسند أبي هريرة "(42) وأحمد (24 /4) والبزار (كشف 2175) وأبو نعيم في "أخبار أصبهان "(555 /2) والبيهقي في "الاعتقاد "(ص 203) وفي "القضاء والقدر "(645) وعبد الغني المقدسي في "ذكر النار "(ص 87) من طريق معاذ بن هشام الدَّسْتُوائي عن أبيه عن قتادة عن الحسن به.
قال البزار :لا نعلمه يُروى عن أبي هريرة إلا بهذا الإسناد"
وقال البيهقي :هذا إسناد صحيح"
قلت :قتادة والحسن مدلسان وقد عنعنا.
واختلف عن قتادة، فرواه مَعْمر بن راشد عن قتادة عن أبي هريرة قوله.
أخرجه الطبري(أنِيسُ السَّاري تخريج احاديث فتح الباري ،ج١٠ ،ص٥٨٦-٥٨٧، تحت رقم الحديث ٤٢١ ،كتاب الجنائز ،باب ما قيل في أولاد المشركين)

[2] حدثنا محمد بن عبد الأعلى، قال: ثنا محمد بن ثور، عن معمر، عن قتادة، عن أبي هريرة، قال: إذا كان يوم القيامة، جمع الله تبارك وتعالى نسم الذين ماتوا في الفترة والمعتوه والأصم والأبكم، والشيوخ الذين جاء الإسلام وقد خرفوا، ثم أرسل رسولا، أن ادخلوا النار، فيقولون: كيف ولم يأتنا رسول، وايم الله لو دخلوها لكانت عليهم بردا وسلاما، ثم يرسل إليهم، فيطيعه من كان يريد أن يطيعه قبل، قال أبو هريرة:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اس حدیث میں ان عذر کرنے والے تمام افراد پر ناجی ہونے کا حکم نہیں لگایا گیا، بلکہ اللہ کے حکم کی تعمیل کرنے نہ کرنے پر نجات کا مدار رکھا گیا ہے۔

اور ہمارا گمان یہی ہے کہ جن کا عذر عنداللہ قابلِ قبول ہوا، وہ تو ناجی ہوں گے، اور جن کا قابلِ قبول نہ ہوا، وہ ناجی ہرگز نہ ہوں گے، اور دیگر معتبر نصوص سے جن کا غیر ناجی ہونا ظاہر ہوتا ہے، ان کو مذکورہ احادیث کی رُو سے ناجی یا ان احادیث کا مصداق قرار دینا، درست نہ ہوگا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

''ابویعلٰی'' نے ابوخیثمہ سے، انہوں نے جریر سے، انہوں نے لیث سے، انہوں نے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اقرئوا إن شئتم (وما كنا معذبين حتى نبعث رسول)حدثنا القاسم، قال: ثنا الحسين، قال: ثنا أبو سفيان، عن معمر، عن همام، عن أبى هريرة نحوه .(تفسير الطبرى، ج۱۴ ص ۵۲۶، سورة الاسراء، القول فى تأويل قوله تعالى:من اهتدى فإنما يهتدى لنفسه ، الخ)

حدثنا أبو بكر بن أبى شيبة حدثنا الحسن بن موسى حدثنا حماد بن سلمة عن على ين زيد عن أبى رافع عن أبى هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ":أربعة كلهم يدلى على الله يوم القيامة بحجة وعذر رجل مات فى الفترة ورجل أدركه الإسلام هرما ورجل أصم أبكم ورجل معتوه فيبعث الله إليهم ملكا رسولا فيقول اتبعوه فيأتيهم الرسول فيؤجج لهم نارا ثم يقول اقتحموها فمن اقتحمها كانت عليه بردا وسلاما ومن لا حقت عليه كلمة العذاب."

حديث صحيح ورجاله ثقات غير على بن زيد وهو ابن جدعان ضعيف لكنه قد توبع فقال الإمام أحمد 4/24ثنا على ثنا معاذ بن هشام قال :حدثنى أبى عن الحسن عن أبى رافع به.

قلت :وهذا إسناد صحيح رجاله ثقات كلهم والحسن هو البصرى وإنما يخشى من تدليسه إذا عنعن عن الصحابة وأما إذا عنعن عن أقرانه من التابعين كما هنا فلما علمت أنهم يخشون هذه العنعنة .والله أعلم.

وللحديث شاهد قوى من حديث الأسود بن سريع وهو مخرج فى "الصحيحة" 1434.(كتاب السنة ومعه ظلال الجنة فى تخريج السنة، رقم الحديث ۴۰۴،باب " حديث" :أربعة كلهم يدلى على الله القيامة بحجة وعذر رجل مات فى الفترة)

عبدالوارث سے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یُؤْتٰی بِأَرْبَعَۃٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، بِالْمَوْلُوْدِ، وَبِالْمَعْتُوْہِ، وَبِمَنْ مَاتَ فِی الْفَتْرَۃِ، وَالشَّیْخِ الْفَانِیِ، کُلُّھُمْ یَتَکَلَّمُ بِحُجَّتِہٖ، فَیَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لِعُنُقٍ مِّنَ النَّارِ: اُبْرُزْ، فَیَقُوْلُ لَھُمْ: إِنِّیْ کُنْتُ أَبْعَثُ إِلٰی عِبَادِیْ رُسُلًا مِّنْ أَنْفُسِھِمْ، وَإِنِّیْ رَسُوْلُ نَفْسِیْ إِلَیْکُمْ، اُدْخُلُوْا ھٰذِہٖ، فَیَقُوْلُ مَنْ کُتِبَ عَلَیْہِ الشَّقَاءُ: یَا رَبِّ، أَیْنَ نَدْخُلُھَا، وَمِنْھَا کُنَّا نَفِرُّ؟ قَالَ: وَمَنْ کُتِبَتْ عَلَیْہِ السَّعَادَۃُ یَمْضِیْ، فَیَتَقَحَّمُ فِیْھَا مُسْرِعًا، قَالَ: فَیَقُوْلُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: أَنْتُمْ لِرُسُلِیْ أَشَدُّ تَکْذِیْبًا وَمَعْصِیَۃً، فَیُدْخِلُ ھٰؤُلَاءِ الْجَنَّۃَ، وَھٰؤُلَاءِ النَّارَ

(مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۴۲۲۴، ج۷ص۲۲۵، مسند أنس بن مالک)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن چار افراد کو لایا جائے گا، ایک نومولود کو، دوسرے معتوہ کو، تیسرے فترۃ میں فوت ہونے والے کو، چوتھے شیخِ فانی کو، یہ سب اللہ کے سامنے اپنے معذور ہونے کا ذکر کریں گے، تو رب تبارک وتعالیٰ، جہنم کی گردن کو حکم فرمائے گا کہ ظاہر ہوجا، پھر اللہ ان لوگوں کو فرمائے گا کہ میں نے اپنے بندوں کی طرف ان میں سے اپنے رسول بھیجے تھے، اور میں تمہاری طرف اپنے آپ ہی رسول ہوں، پس تم اس میں داخل ہوجاؤ (مطلب یہ ہے کہ آج میں تمہارے سامنے خود اپنے رسولوں کی رسالت کا مقصد پورا کررہا ہوں) پس جس کے لیے بدبختی مقدر ہوگی، وہ کہے گا کہ اے میرے رب! ہم اس جہنم میں کیسے داخل ہوں گے، اسی سے تو ہم راہِ فرار اختیار کرتے تھے (اور اس انکار وطرزِ عمل کی وجہ سے وہ جہنم کے مستحق ٹھہریں گے) اور جس کے

لیے نیک بختی مقدر ہوگی، وہ آگے بڑھ جائے گا، اور اس سے جلد گزر کر نکل آئے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ (تعمیل نہ کرنے والوں سے) فرمائے گا کہ تم میرے رسولوں کی زیادہ شدید تکذیب اور معصیت کا ارتکاب کرنے والے ہوتے (اگر تمہیں موقع ملتا) پس ان لوگوں کو تو (جو اللہ کے حکم سے جہنم میں داخل ہوگئے) جنت میں داخل فرمادے گا، اور ان لوگوں کو (جو اللہ کے حکم سے جہنم میں داخل نہ ہوئے) جہنم میں داخل فرمادے گا (مسند ابی یعلیٰ)

مذکورہ حدیث کی سند ''لیث'' اور ''عبدالوارث'' راویوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [1]

اور مذکورہ روایت میں ''معتوہ'' اور ''شیخِ فانی'' کی صراحت ہے، لیکن اس روایت میں گونگے کا ذکر نہیں، البتہ اس کے بجائے، نومولود بچے کا ذکر ہے۔

لیکن ساتھ ہی اس روایت میں اللہ کی طرف سے یہ جواب مذکور ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کی طرف رسول بھیجنے میں کوتاہی نہیں کی، کما فی قولہٖ تعالی:

''ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً، الآیۃ''.

اور خود ان کی طرف رسول ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جس کی طرف بالفرض کوئی رسول یا اس کی دعوت نہیں پہنچی (جو کہ بہت کم اور نادر لوگ ہوں گے) تو اب ان کے اس عذر کو دور کردیا جائے گا کہ اللہ کی وحدانیت اور اس کی تمام صفات لوگوں کے سامنے ہوں گی، اور بعض لوگ اس مشاہدے کے بعد بھی انکار کریں گے، جو اس بات کی دلیل ہوگی کہ اگر دنیا میں ان کو

---

[1] قال الھیثمی:

رواہ أبو یعلی والبزار بنحوہ، وفیہ لیث بن أبی سلیم وھو مدلس، وبقیۃ رجال أبی یعلی رجال الصحیح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۱۹۳۷،باب فیمن لم تبلغہ الدعوۃ ممن مات فی فترۃ وغیر ذلک)

وقال نبیل بن منصور بن یعقوب بن سلطان البصارۃ:

وإسنادہ ضعیف لضعف لیث وعبد الوارث الأنصاری(أنِیسُ السَّاری تخریج احادیث فتح الباری، ج۱۰،ص۵۸۵، تحت رقم الحدیث ۴۲۱، کتاب الجنائز،باب ما قیل فی أولاد المشرکین)

دعوت پہنچتی، تو بھی بدرجۂ اولیٰ وہ انکار ہی کرتے۔

پس اس روایت کا تقاضا یہ ہوگا کہ ان لوگوں کے عذر کو تو سنا جائے گا، لیکن ان کا عذر قابلِ قبول نہ ہوگا، اور یہ امتحان میں ناکام ہوں گے، اور پھر اس کا حاصل ومآل قابلِ مواخذہ ہونا ہی ٹھہرے گا، جیسا کہ پہلی روایت میں بھی گزرا۔ واللہ اعلم۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام بزار نے ''عطیۃ'' کی سند سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی درجِ ذیل حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسِبُهُ قَالَ: يُؤْتٰى بِالْهَالِكِ فِي الْفَتْرَةِ ، وَالْمَعْتُوْهِ، وَالْمَوْلُوْدِ، فَيَقُوْلُ الْهَالِكُ فِي الْفَتْرَةِ: لَمْ يَأْتِنِيْ كِتَابٌ وَلَا رَسُوْلٌ، وَيَقُوْلُ الْمَعْتُوْهُ: أَيْ رَبِّ لَمْ تَجْعَلْ لِيْ عَقْلًا أَعْقِلُ بِهٖ خَيْرًا وَّلَا شَرًّا، وَيَقُوْلُ الْمَوْلُوْدُ: لَمْ أُدْرِكِ الْعَمَلَ، قَالَ: فَتُرْفَعُ لَهُمْ نَارٌ ، فَيُقَالُ لَهُمْ: رُدُّوْهَا، أَوْ قَالَ: اُدْخُلُوْهَا ،فَيَدْخُلُهَا مَنْ كَانَ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ سَعِيْدًا، إِنْ لَوْ أَدْرَكَ الْعَمَلَ.

قَالَ: وَيُمْسِكُ عَنْهَا مَنْ كَانَ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ شَقِيًّا إِنْ لَوْ أَدْرَكَ الْعَمَلَ، فَيَقُوْلُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: إِيَّايَ عَصَيْتُمْ، فَكَيْفَ بِرُسُلِيْ بِالْغَيْبِ.

قَالَ الْبَزَّارُ: لَا نَعْلَمُهُ يُرْوَى عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ فُضَيْلٍ

(کشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٢١٧٦، ج٣ص٣٤، كتاب القدر، باب فيمن لم يبلغه الدعوة وغير ذلک)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فترۃ کی حالت میں فوت ہونے والے

اور معتوہ اور نومولود کو قیامت کے دن لایا جائے گا، فترۃ کی حالت میں فوت ہونے والا تو یہ کہے گا کہ میرے پاس نہ تو کتاب آئی تھی، اور نہ رسول آیا تھا، اور معتوہ کہے گا کہ اے میرے رب! آپ نے مجھے عقل نہیں دی تھی، جس سے میں خیر اور شر کو پہچان پاتا، اور نومولود کہے گا کہ میں نے عمل کے زمانے کو نہیں پایا، پھر ان کے سامنے آگ کو ظاہر کیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ تم اس میں داخل ہو جاؤ، پس اس میں وہ شخص تو داخل ہو جائے گا، جو اللہ کے علم میں نیک بخت ہوگا، اگر وہ عمل کو پالے، اور وہ شخص اس جہنم میں جانے سے رک جائے گا، جو اللہ کے علم میں بدبخت ہوگا، اگر وہ عمل کو پالے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ تم اب میرے سامنے میری نافرمانی کر رہے ہو، پس میرے رسول غیب کی خبر دیتے، تو تم کیسے نافرمانی نہ کرتے۔

بزار نے فرمایا کہ اس حدیث کا ابوسعید سے، سوائے فضیل کی حدیث کے مروی ہونا ہمارے علم میں نہیں (بزار)

مذکورہ حدیث میں بوڑھے اور بہرے کا ذکر نہیں، البتہ ''معتوہ'' اور ''نومولود'' کا ذکر ہے۔

''**مجمعُ الزوائد**'' میں علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس روایت میں ''عطیۃ'' راوی ''ضعیف'' ہیں۔ [1]

نیز اس روایت میں بھی صراحت ہے کہ عذر ومعذرت کرنے والے سب لوگ بری نہ ہوں گے، بلکہ بعض بری اور بعض قابلِ مواخذہ ہوں گے، لہٰذا اس روایت سے بھی زمانہ فترۃ میں فوت ہونے والے تمام لوگوں کا مکلّف نہ ہونا لازم نہیں آتا، بلکہ بظاہر یہ عذر اللہ کی طرف سے حجت پوری کرنے کے لیے سنا تو جائے گا، لیکن یہ عذرِ لنگ کرنے والوں کے لیے قابلِ

---

[1] قال الھیثمی:

رواہ البزار، وفیہ عطیۃ وھو ضعیف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۱۹۳۸، باب فیمن لم تبلغہ الدعوۃ ممن مات فی فترۃ وغیر ذلک)

قبول ہونا مشکل ہوگا، کیونکہ اللہ کے علم میں ان کا نیک بخت ہونا نہیں ہوگا، جیسا کہ گزشتہ حدیث میں اللہ کی طرف سے رسولوں کا بھیجنا اور خود رسول ہونا گزر چکا۔

اور گویا کہ یہ عذر ایسا ہی ہوگیا، جیسا کہ مختلف آیات میں اللہ نے فرمایا کہ تمہارے پاس رسول اس لیے بھیجا، تاکہ تم بعد میں عذر نہ کرنے بیٹھ جاؤ، اس طرح کی آیات فصل نمبر 6 میں ذکر کی جاچکی ہیں۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام طبرانی نے اس طرح کی حدیث کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی روایت کیا ہے، جس میں فترة میں فوت ہونے والے ''ممسوخ العقل'' اور بچپن میں فوت ہونے والے کا ذکر ہے، اور گونگے کا ذکر نہیں۔ [1]

لیکن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس روایت کی سند میں ''عمرو بن واقد'' راوی پائے جاتے ہیں، جن کو بعض حضرات نے ''متروکُ الحدیث'' اور بعض

---

[1] حدثنا موسى، ثنا محمد بن المبارک، ثنا عمرو بن واقد، ثنا يونس، عن أبي إدريس، عن معاذ بن جبل، عن نبي الله صلى الله عليه وسلم قال: يؤتى يوم القيامة بالممسوخ عقلا، وبهالک في الفترة، وبالهالک صغيرا، فيقول الممسوخ عقلا: يا رب، لو آتيتني عقلا ما كان من آتيته عقلا بأسعد بعقله مني، ويقول الهالک في الفترة: يا رب، لو أتاني منک عهد ما كان من أتاه منک عهد بأسعد بعهده مني، ويقول الهالک صغيرا: لو آتيتني عمرا ما كان من آتيته عمرا بأسعد بعمره مني .فيقول الرب تبارک وتعالى: إني آمركم بأمر فتطيعوني؟ فيقولون: نعم وعزتک، فيقول: اذهبوا فادخلوا النار، ولو دخلوها ما ضرتهم .قال: فتخرج عليهم قوابص يظنون أنها قد أهلكت ما خلق الله من شيء، فيرجعون سراعا .قال: يقولون: خرجنا يا رب، وعزتک نريد دخولها فخرجت علينا قوابص ظننا أنها قد أهلكت ما خلق الله من شيء، فيأمرهم الثانية فيرجعون كذلک يقولون مثل قولهم، فيقول الله تبارک وتعالى: قبل أن تخلقوا علمت ما أنتم عاملون، وعلى علمي خلقتكم وإلى علمي تصيرون، فتأخذهم النار .
لم يرو هذا الحديث عن يونس بن ميسرة إلا عمرو بن واقد، ولا يروى عن معاذ إلا بهذا الإسناد "(المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ٧٩٥٥)

نے "متھم بالکذب" قرار دیا ہے۔ [1]

اس لیے مذکورہ روایت بظاہر "شدید ضعیف" ہے، جس کی وجہ سے اس میں دوسری روایات کا شاہد ومؤید بننے کی صلاحیت بھی مشکل معلوم ہوتی ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام بزار نے ابراہیم بن سعید جوہری سے، انہوں نے ریحان بن سعید سے، انہوں نے عباد بن منصور سے، انہوں نے ایوب سے، انہوں نے ابو قلابہ سے، انہوں نے ابو اسماء سے، انہوں نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم عَظَّمَ شَأْنَ الْمَسْأَلَةِ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَاءَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَحْمِلُوْنَ أَوْثَانَهُمْ عَلٰى ظُهُورِهِمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ تَبارَكَ وَتَعَالٰى فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ تُرْسِلْ إِلَيْنَا رَسُوْلًا وَلَمْ يَأْتِنَا لَكَ أَمْرٌ، وَلَوْ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُوْلًا لَكُنَّا أَطْوَعَ عِبَادِكَ فَيَقُوْلُ لَهُمْ رَبُّهُمْ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ تُطِيْعُوْنِيْ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ

---

[1] قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الأوسط والكبير، وفيه عمرو بن واقد، وهو متروك عند البخاري وغيره، ورمي بالكذب، وقال محمد بن المبارك الصوري: كان يتبع السلطان وكان صدوقا، وبقية رجال الكبير رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١١٩٣٩ ،باب فيمن لم تبلغه الدعوة ممن مات في فترة وغير ذلك)

وقال نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة:

قال الطبراني :لم يَرو هذا الحديث عن يونس بن ميسرة إلا عمرو بن واقد، ولا يُروى عن معاذ إلا بهذا الإسناد"

وقال أبو نعيم :لا يعرف هذا الحديث مسنداً متصلاً عن النبي -صلى الله عليه وسلم- من حديث أبي إدريس عن معاذ إلا من حديث يونس بن ميسرة، تفرد به عنه عمرو بن واقد"قلت :وهو متروك الحديث كما قال النسائي وغيره(أَنِيسُ السَّاري تخريج احاديث فتح الباري، ج١٠ ،ص٥٨٦، تحت رقم الحديث ٤٢١٢،كتاب الجنائز،باب ما قيل في أولاد المشركين)

فَيَأْمُرُهُمْ أَنْ يَّعْمِدُوْا جَهَنَّمَ فَيَدْخُلُوْنَهَا فَيَنْطَلِقُوْنَ حَتّٰى إِذَا دَنَوْ مِنهَا وَجَدُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا فَرَجَعُوْا إِلٰى رَبِّهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا، أَوْ أَجِرْنَا مِنْهَا فَيَقُوْلُ لَهُمْ أَلَمْ تَزْعَمُوْنَ أَنِّيْ إِنْ أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ تُطِيْعُوْنِيْ فَيَأْخُذُ عَلٰى ذٰلِكَ مَوَاثِيْقَهُمْ فَيَقُوْلُ: اِعْمِدُوْا لَهَا فَادْخُلُوْهَا فَيَنْطَلِقُوْنَ حَتّٰى إِذَا رَأَوْهَا فَرِقُوْا فَرَجَعُوْا فَقَالُوْا: رَبَّنَا فَرِقْنَا مِنهَا، وَلَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَّدْخُلَهَا فَيَقُوْلُ: اُدْخُلُوْهَا دَاخِرِيْنَ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ دَخَلُوْهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ كَانَتْ عَلَيْهِمْ بَرْدًا وَّسَلَامًا (مسند البزار، رقم الحديث ۴۱۶۹، ج۱۰ ص۱۰۷، مسند ثوبان رضی الله عنه)

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت میں حساب وکتاب کے مسئلہ کی بڑی اہمیت بیان فرمائی، اور فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا، تو اہلِ جاہلیت، اپنی پشتوں پر اپنے بت لاد کر لائیں گے، پھر ان سے ان کا رب تبارک وتعالیٰ سوال کرے گا، تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! آپ نے ہماری طرف رسول نہیں بھیجا تھا، اور نہ ہی ہمارے پاس آپ کا کوئی حکم آیا تھا، اور اگر آپ ہماری طرف کوئی رسول بھیجتے، تو ہم آپ کے بندوں میں سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے ہوتے، تو ان سے ان کا رب فرمائے گا کہ کیا اگر میں تمہیں کسی چیز کا حکم کروں، تو تم میری اطاعت کروگے، وہ جواب میں کہیں گے کہ بے شک۔

اس کے بعد رب تعالیٰ ان کو جہنم داخل ہونے کا حکم فرمائے گا کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائیں، وہ جائیں گے، جب وہ جہنم کے قریب پہنچیں گے، تو جہنم کی چیخ وپکار کو سن کر اپنے رب کی طرف لوٹیں گے، اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! آپ ہمیں اس آگ سے نجات وحفاظت عطا فرما دیجیے، تو رب تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ کیا تم نے یہ گمان نہیں کیا تھا کہ میں اگر تمہیں کوئی حکم کروں گا، تو تم اس کی اطاعت کرو

گے، اس پر رب تعالیٰ ان سے عہد و پیمان کو لے گا، پھر فرمائے گا کہ تم جہنم میں داخل ہو جاؤ، وہ جائیں گے، لیکن جب جہنم کو دیکھیں گے، تو سخت ڈر جائیں گے، پھر واپس لوٹ کر آئیں گے، اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس سے سخت ڈر لگ رہا ہے، ہمیں اس سے محفوظ فرما دیجیے، ہمیں اس میں داخل ہونے کی استطاعت نہیں، جس پر رب تعالیٰ فرمائے گا کہ تم جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہو جاؤ، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ جہنم میں پہلی مرتبہ داخل ہو جاتے، تو جہنم ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جاتی (بزار)

مذکورہ روایت میں نہ تو اہلِ فترۃ کا ذکر ہے، اور نہ ہی دوسرے ان افراد کا ذکر ہے، جن کا اس سے پہلی روایات میں ذکر ہے، بلکہ ان سب کے بجائے، زمانۂ جاہلیت کے بت پرست مشرکین کا ذکر ہے، جبکہ یہ بات دلائلِ صحیحہ وصریحہ کے ساتھ پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے بت پرست تمام مشرکین کے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ وہ ان اصحابِ فترۃ میں سے ہیں، جن کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی، یا وہ ایمان و توحید کے مکلّف نہیں تھے، البتہ اگر ان بت پرست مشرکین سے صرف ایسے افراد مراد لیے جائیں، جن کو واقعی دعوت نہیں پہنچی، تو الگ بات ہے، اور مذکورہ روایت میں ان کی طرف سے عذر کرتے وقت اس کی صراحت موجود ہے، اگرچہ نصوصِ کثیرہ سے اس کی بھی مخالفت لازم آتی ہے، جیسا کہ پیچھے مختلف فصلوں میں گزرا کہ جاہلیت کے بت پرستوں کو نبیوں کی دعوت پہنچ چکی تھی، اور شرک و بت پرستی کسی دور اور کسی زمانہ میں عقل و نقل کی رُو سے قابلِ معافی وقابلِ عذر جرم شمار نہیں ہوئی، نیز اللہ تعالیٰ نے کسی امت کو ارسالِ رسل ونذیر سے محروم نہیں فرمایا، پھر اس روایت میں بت پرست مشرکین کے ناجی ہونے کا بھی ذکر نہیں، بلکہ قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذر ومعذرت کریں گے، اور اللہ ان کے عذر کی شنوائی بھی فرمائے گا، لیکن ایک امتحان لے کر ان کا یہ عذر بھی دور کر دیا جائے گا، اور بالآخر وہ جہنم کے مستحق ٹھہریں گے، جیسا کہ اس حدیث

کے مضمون سے ظاہر ہے کہ وہ پہلی مرتبہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے، اور اس طرح امتحان میں ناکام ہوکر اپنے شرک کی وجہ سے دائمی عذابِ جہنم کے مستحق ہوں گے۔

چنانچہ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ''وہ کہیں گے کہ اگر آپ ہماری طرف رسول بھیجتے، تو ہم آپ کے بندوں میں سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے ہوتے''۔

اور یہی بات پُرزور قسم کھا کر اہلِ جاہلیت بھی کہا کرتے تھے، **کما فی قولہٖ تعالیٰ:**

''وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَ هُمْ نَذِيْرٌ لَيَكُوْنُنَّ أَهْدٰى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ فَلَمَّا جَاءَ هُمْ نَذِيْرٌ مَا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُوْرًا''

جیسا کہ تفصیلاً فصل نمبر 6 میں گزرا۔

پس جس طرح اہلِ جاہلیت، بت پرست دنیا میں دعویٰ کیا کرتے تھے، لیکن وہ اس دعوے میں سچے ثابت نہ ہوئے، اسی طرح جو اہلِ جاہلیت آخرت میں دعویٰ کریں گے، وہ وہاں بھی سچے ثابت نہ ہوں گے، اور امتحان میں ناکام ہوکر جھوٹے ثابت ہوں گے، اور ان کے اس عذرِ لنگ کا پول کھل جائے گا۔

لیکن اس روایت کے متعلق قابلِ توجہ ایک بات یہ ہے کہ مذکورہ روایت کی سند میں موجود ''**ریحان بن سعید**'' اور ''**عباد بن منصور**'' راویوں پر محدثین نے جرح کی ہے، بطورِ خاص ''**ریحان بن سعید**'' کی ''عباد'' سے مروی روایات کو محدثین نے ''**منکر**'' قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] ریحان "بن سعيد بن المثنى بن معدان بن زيد بن كزمان السامى الناجى أبو عصمة البصرى. روى عن عباد بن منصور وشعبة وروح بن القاسم وعرعرة بن البرند وعنه أحمد وإسحاق الحنظلى وعلى وأبو بكر بن أبى شيبة وإبراهيم بن سعيد الجوهرى وأحمد بن إبراهيم الدورقى وعبد الرحمن بن محمد بن سلام الطرسوسى وغيرهم .قال يحيى بن معين ما أرى به بأسا وقال أبو حاتم شيخ لا بأس به يكتب حديثه ولا يحتج به وقال الآجرى سألت أبا داود عنه فكأنه لم يرضه وقال النسائى ليس به بأس وذكره ابن حبان فى الثقات وقال ابن سعد توفى بالبصرة سنة "3"أو "204".

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام بزار نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے، جس کے بعد امام بزار نے فرمایا کہ اس حدیث کا متن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف نہیں ہے، نیز اس میں ایک راوی ''اسحاق بن ادریس'' پائے جاتے ہیں، جن پر کلام آگے آتا ہے۔ [1]

علامہ ہیثمی نے امام بزار کی مذکورہ دونوں سندوں کو ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ انہوں نے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت بقية كلام بن حبان في الثقات يعتبر حديثه من غير روايته عن عباد انتهى وقد علق البخارى لعباد هذا في الطب لهذا السند حديثا في الكي من ذات الجنب ووصله أبو يعلى في مسنده عن إبراهيم بن سعيد الجوهرى عن ريحان عنه بهذا السند فهو من شرط المزى لذكره عبد الرحمن بن فروخ الآتي في حرف العين وقال العجلي ريحان الذى يروى عن عباد منكر الحديث وقال البرديجي فأما حديث ريحان عن عباد عن أيوب عن أبى قلابة فهى مناكير وقال ابن قانع ضعيف وقال البرقاني عن الدارقطني (تهذيب التهذيب، ج٣، ص ٣٠١، تحت رقم الترجمة ٥٦٣، من اسمه ريحان)

عباد بن منصور أبو سلمة الناجي البصرى.

الإمام، القاضى، أبو سلمة الناجي، البصرى.

عن: عكرمة، والقاسم، وعطاء، وأبى الضحى، وعدة.

وعنه: يحيى القطان، ويزيد بن هارون، والنضر بن شميل، وروح، وأبو عاصم، وآخرون.

قال أبو داود: ولى قضاء البصرة خمس سنين، وكان يأخذ دقيق الأرز فى إزاره كل عشية.

وقال أبو حاتم: ضعيف، يكتب حديثه.

وقال ابن معين: هو، وعباد بن كثير، وعباد بن راشد، ليس حديثهم بالقوى.

وقال ابن حبان: قدرى، داعية، كل ما روى عن عكرمة سمعه من إبراهيم بن أبى يحيى، عن داود بن الحصين، عنه، فدلسها عن عكرمة .

مات عباد: على بطن أهله، سنة اثنتين وخمسين ومائة (سير اعلام النبلاء، ج٧، ص ١٠٥ و ١٠٦، تحت ترجمة: عباد بن منصور، رقم الترجمة ٤٥)

[1] حدثنا يحيى بن محمد بن السكن، قال: حدثنا إسحاق بن إدريس، قال: حدثنا أبان بن يزيد، عن يحيى بن أبى كثير، عن أبى قلابة، عن أبى أسماء عن ثوبان بنحوه.

وهذا الحديث عن ثوبان لا نحفظه إلا من هذا الطريق الذى ذكرناه، ولا نعلم رواه عن أيوب، عن أبى قلابة، عن أبى أسماء عن ثوبان إلا عباد بن منصور، ولا عن عباد إلا ريحان بن سعيد، ولا نعلم حدث بحديث أبان إلا إسحاق بن إدريس، وهو غريب عن أيوب، وعن يحيى بن أبى كثير وهذا الحديث فمتنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم غير معروف إلا من هذا الوجه(مسند البزار، رقم الحديث ٤١٧٠)

''مجمع الزوائد''میں فرمایا کہ حضرت ثوبان کی اس حدیث کو، بزار نے دوضعیف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [1]

اس کے علاوہ امام حاکم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث کو روایت کیا ہے، جس میں دوسری باتوں کے ساتھ ساتھ مذکورہ مضمون بھی مروی ہے، اور اس میں بھی صاف تصریح ہے کہ وہ لوگ، اللہ کے حکم کی تعمیل کر کے جہنم میں داخل نہیں ہوں گے، اور اس طرح امتحان میں ناکام ہوکر بالآخر دائمی عذابِ جہنم ہی کے مستحق ٹھہریں گے۔

مستدرک حاکم کی اس روایت میں ''محمد بن سنان القزار''اور''اسحاق بن ادریس''راوی موجود ہیں۔ [2]

---

[1] قال الهيثمي: رواه البزار بإسنادين ضعيفين (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٣٧٧)

[2] حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا محمد بن سنان القزاز، ثنا إسحاق بن إدريس، ثنا أبان بن يزيد، ثنا يحيى بن أبي كثير، ثنا أبو قلابة عبد الله بن زيد الجرمي، حدثني أبو أسماء الرحبي، أن ثوبان حدثه، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول " :إن ربي زوى لي الأرض حتى رأيت مشارقها ومغاربها، وأعطاني الكنزين الأحمر والأبيض، وإن أمتي سيبلغ ملكها ما زوى لي منها، وإني سألت ربي لأمتي أن لا يهلكها بسنة عامة فأعطانيها، وسألته أن لا يسلط عليهم عدوا من غيرهم فأعطانيها، وسألته أن لا يذيق بعضهم بأس بعض فمنعنيها، وقال :يا محمد إني إذا قضيت قضاء لم يرد إني أعطيتك لأمتك أن لا أهلكها بسنة عامة، ولا أظهر عليهم عدوا من غيرهم فيستبيحهم بعامة، ولو اجتمع من بأقطارها حتى يكون بعضهم هو يهلك بعضا هو يسبي بعضا.

وإني لا أخاف على أمتي إلا الأئمة المضلين، ولن تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين، وحتى تعبد قبائل من أمتي الأوثان، وإذا وضع السيف في أمتي لم يرفع عنها إلى يوم القيامة "، وأنه قال :كل ما يوجد في مائة سنة، وسيخرج في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي، وأنا خاتم الأنبياء ، لا نبي بعدي، ولكن لا تزال في أمتي طائفة يقاتلون على الحق ظاهرين لا يضرهم من خذلهم حتى يأتي أمر الله ، قال :وزعم أنه لا ينزع رجل من أهل الجنة من ثمرها شيئا إلا أخلف الله مكانها مثلها ، وأنه قال: ليس دينار ينفقه رجل بأعظم أجرا من دينار ينفقه على عياله، ثم دينار ينفقه على فرسه في سبيل الله، ثم دينار ينفقه على أصحابه في سبيل الله.قال :وزعم "أن نبي الله صلى الله عليه وسلم عظم شأن المسألة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، اور علامہ ذہبی نے بھی ’’التلخیص‘‘ میں اس کی موافقت کی ہے۔ [1]

لیکن واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ حدیث کی سند میں ایک راوی ’’محمد بن سنان القزاز‘‘ پائے جاتے ہیں، جن پر محدثین نے جرح کی ہے، بعض نے ان کو ’’کذاب‘‘ بھی قرار دیا ہے، اور یہ بخاری ومسلم کے رجال میں سے بھی نہیں ہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأنه إذا كان يوم القيامة جاء أهل الجاهلية يحملون أوثانهم على ظهورهم، فيسألهم ربهم عز وجل :ما كنتم تعبدون؟ فيقولون :ربنا لم ترسل إلينا رسولا، ولم يأتنا أمر. ولو أرسلت إلينا رسولا لكنا أطوع عبادك لك، فيقول لهم ربهم :أرأيتم إن أمرتكم بأمر أتطيعونى؟ قال :فيقولون :نعم .قال :فيأخذ مواثيقهم على ذلك، فيأمرهم أن يعمدوا لجهنم فيدخلونها، قال :فينطلقون حتى إذا جاء وها رأوا لها تغيظا وزفيرا، فهابوا فرجعوا إلى ربهم، فقالوا :ربنا فرقنا منها، فيقول :ألم تعطونى مواثيقكم لتطيعونى، اعمدوا لها فادخلوا، فينطلقون حتى إذا رأوها فرقوا فرجعوا، فقالوا :ربنا لا نستطيع أن ندخلها، قال :فيقول :ادخلوها داخرين "قال :فقال نبى الله صلى الله عليه وسلم :لو دخلوها أول مرة كانت عليهم بردا وسلاما(المستدرك على الصحيحين للحاكم، رقم الحديث ۸۳۹۰)

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه بهذه السياقة، وإنما أخرج مسلم حديث معاذ بن هشام، عن قتادة، عن أبى قلابة، عن أبى أسماء الرحبى، عن ثوبان مختصرا "

وقال الذهبى فى التلخيص:على شرط البخارى ومسلم.

[2] قال أبو عبيد الآجرى : وسمعته يعنى أبا داود يتكلم فى محمد بن سنان يطلق فيه الكذب.

وقال عبد الرحمن بن أبى حاتم: كتب عنه أبى بالبصرة، وكان مستورا فى ذلك الوقت، فأتيته أنا ببغداد سألت عنه عبد الرحمن بن خراش فقال: هو كذاب، روى حديث والان عن روح بن عبادة، فذهب حديثه.

قال الحافظ أبو بكر الخطيب :حديث والان رواه النضر ابن شميل، وروح بن عبادة عن أبى نعامة العدوى، عن أبى هنيدة البراء بن نوفل عن والان العدوى، عن حذيفة بن اليمان، عن أبى بكر الصديق، عن النبى صلى الله عليه وسلم، وهو حديث طويل فى الشفاعة وليس يعرف لوالان حديث غيره.

وقال يعقوب بن شيبة :قال لى على بن المدينى: ما سمع هذا الحديث من روح غيرى وغير سهل بن أبى خدويه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز حاکم کی مذکورہ حدیث کو ''محمد بن سنان القزاز'' نے ''اسحاق بن ادریس'' سے روایت کیا ہے، یہ بھی بخاری ومسلم کے رجال میں سے نہیں ہیں، اوران پر بھی محدثین نے جرح کی ہے۔

ابنِ مدینی اور بخاری نے ان کو ''متروک'' قرار دیا۔

اورابوزرعہ نے ''واھی الحدیث'' قرار دیا۔

اورابنِ معین نے فرمایا کہ ''لیس بشیء، یضع الأحادیث''۔

اس لیے امام حاکم اور علامہ ذہبی کی مذکورہ رائے سے اتفاق مشکل ہے، جس میں انہوں نے مندرجہ بالا حدیث کو ''شیخین'' یعنی ''بخاری ومسلم'' کی شرط پر قرار دیا ہے۔واللہ اعلم۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال أبو العباس بن عقدة :فی أمره نظر، سمعت عبد الرحمن بن یوسف یذکره، فقال: لیس عندی بثقة.

وقال الحاکم أبو عبد الله ، عن أبی الحسن الدارقطنی: محمد بن سنان القزاز أصله بصری، سکن بغداد لا بأس به (تهذیب الکمال، ج۲۵، ص ۳۲۴ و ۳۲۵، تحت ترجمة: محمد بن سنان بن یزید بن الذیال بن خالد بن عبد الله بن یزید بن سعید القزاز، رقم الترجمة ۵۲۶۸)

[1] إسحاق بن إدریس الأسواری البصری أبو یعقوب.

عن: هشام، وسوید أبی حاتم، وأبی معاویة، وطائفة.

وعنه: محمد بن المثنی العنزی، وعمر بن شبة.

ترکه علی ابن المدینی.

وقال أبو زرعة: واهی الحدیث.

وقال ابن معین: لیس بشیء، یضع الأحادیث.

وقال البخاری: ترکه الناس.

یکنی أبا یعقوب (تاریخ الاسلام للذهبی، ج۵، ص ۲۷، تحت الترجمة: إسحاق بن إدریس الأسواری)

إسحاق بن إدریس الأسواری البصری روی عن هشام وسوید أبی حاتم وإبراهیم بن جعفر روی عنه محمد بن المثنی سمعت أبی وأبا زرعة یقولان ذلک.

قال أبو محمد روی عنه یزید بن سنان البصری.

سمعت أبی یقول: ترکه علی ابن المدینی.

سألت أبی عنه فقال: ضعیف الحد؟ ث.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ امام مسلم نے ''اسحاق بن ابراھیم'' اور ''ایوب'' اور ''ابو قلابہ'' اور ''ابو اسماء'' اور حضرت ثوبان کی سند سے جو حدیث روایت کی ہے، اس میں امام حاکم کی مذکورہ روایت کا پہلا حصہ موجود ہے، مگر اس میں اہلِ جاہلیت کے بت پرستوں کے واقعہ کا ذکر نہیں۔

اور اس میں مستدرک حاکم کی روایت کے مذکورہ مجروح راوی بھی موجود نہیں۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی مذکورہ حدیث، جس میں اہلِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

سئل أبو زرعة عنه فقال: واهى الحديث ضعيف الحديث روى عن سويد بن إبراهيم وأبى معاوية أحاديث منكرة (الجرح والتعديل لابن ابى حاتم، ج۲، ص ۲۱۳، تحت رقم الترجمة: ۷۲۹)

إسحاق بن إدريس الأسوارى من أهل البصرة كنيته أبو يعقوب يروى عن همام بن يحيى والكوفيين والبصريين روى عنه نصر بن على الجهضمي وأهل البصرة كان يسرق الحديث وكان يحيى بن معين يرميه بالكذب (المجروحين لابن حبان، ج ۱، ص ۱۳۵، باب الالف)

"إسحاق "بن إدريس الأسوارى البصرى أبو يعقوب عن همام وأبان وعنه عمر بن شبة وابن مثنى تركه بن المدينى وقال أبو زرعة واه وقال البخارى تركه الناس وقال الدارقطنى منكر الحديث وقال يحيى بن معين كذاب يضع الحديث انتهى وقال أبو حاتم ضعيف الحديث وقال ابن حبان كان يسرق الحديث وقال البزار قال يحيى بن معين لا يكتب حديثه ولم يبين لنا ما قال يحيى بن معين وقال محمد بن المثنى واهي الحديث وقال النسائى بصرى متروك وقال ابن عدى له أحاديث وهو إلى الضعف أقرب (لسان الميزان، ج ۱، ص ۳۵۲، تحت رقم الترجمة: ۱۰۸۸)

[1] حدثنا أبو الربيع العتكى، وقتيبة بن سعيد، كلاهما عن حماد بن زيد – واللفظ لقتيبة – حدثنا حماد، عن أيوب، عن أبى قلابة، عن أبى أسماء، عن ثوبان، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن الله زوى لى الأرض، فرأيت مشارقها ومغاربها، وإن أمتى سيبلغ ملكها ما زوى لى منها، وأعطيت الكنزين الأحمر والأبيض، وإنى سألت ربى لأمتى أن لا يهلكها بسنة عامة، وأن لا يسلط عليهم عدوا من سوى أنفسهم، فيستبيح بيضتهم، وإن ربى قال: يا محمد إنى إذا قضيت قضاء فإنه لا يرد، وإنى أعطيتك لأمتك أن لا أهلكهم بسنة عامة، وأن لا أسلط عليهم عدوا من سوى أنفسهم، يستبيح بيضتهم، ولو اجتمع عليهم من بأقطارها – أو قال من بين أقطارها – حتى يكون بعضهم يهلك بعضا، ويسبى بعضهم بعضا.

وحدثنى زهير بن حرب، وإسحاق بن إبراهيم، ومحمد بن المثنى، وابن بشار – قال إسحاق: أخبرنا، وقال الآخرون: حدثنا – معاذ بن هشام، حدثنى أبى، عن قتادة، عن أبى قلابة، عن أبى أسماء الرحبى، عن ثوبان، أن نبى الله صلى الله عليه وسلم، قال: إن الله تعالى زوى لى الأرض، حتى رأيت مشارقها ومغاربها، وأعطانى الكنزين الأحمر والأبيض ثم ذكر نحو حديث أيوب، عن أبى قلابة (مسلم، رقم الحديث ۲۸۸۹ "۱۹")

جاہلیت کے مشرکین کے واقعہ کا ذکر ہے، وہ سند کے اعتبار سے ''شدید ضعیف'' یا کم از کم ''ضعیف'' ہے، اور مزید براں اس روایت میں بت پرست مشرکین کے عذر و معذرت کرنے اور اللہ کی طرف سے اس کی شنوائی کا موقع دیے جانے اور بالآخر امتحان میں ناکام ہوکر دائمی عذابِ جہنم کے مستحق ہونے کا ذکر ہے، لہٰذا اس روایت سے زمانۂ جاہلیت کے بت پرستی میں مبتلا لوگوں کے معذور ہونے کے عقیدے پر استدلال درست معلوم نہیں ہوتا، بالخصوص جبکہ اس کا مختلف نصوص سے بھی معارضہ لازم آتا ہے، جن میں اہلِ جاہلیت کو دعوتِ رسل کے پہنچنے کا ذکر ہے، اور خود اس حدیث کا حاصل بھی اس کے خلاف اور شرک کے زمانۂ فترۃ میں بھی قابلِ مواخذہ ہونے کی دلیل ہے۔

جہاں تک اس سے قبل کی ان احادیث و روایات کا تعلق ہے، جن میں زمانۂ فترۃ میں فوت ہونے والے اور دوسرے افراد کا ذکر ہے، تو ان میں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی حدیث تو ''شدید ضعیف'' ہے، البتہ اسود بن سریع، ابو ہریرہ، انس بن مالک اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کی روایات مجموعی طور پر ''حسن'' یا ''صحیح'' قرار دی جاسکتی ہیں، لیکن ایک تو ان روایات میں صاف تصریح ہے کہ ''فترۃ'' کی حالت میں فوت ہونے والا یہ عذر کرے گا کہ اس کے پاس رسول آیا تھا، نہ کتاب آئی تھی، لہٰذا یہ ان اہلِ فترۃ لوگوں کا حکم ہے، جن کے پاس نہ تو رسول کی دعوت پہنچی اور نہ کتاب پہنچی، لیکن ان احادیث سے یہ استدلال پھر بھی درست نہیں ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے تمام اہلِ جاہلیت کو نہ کسی رسول کی دعوت پہنچی، اور نہ کتاب پہنچی، کیونکہ یہ استدلال دیگر کئی معتبر نصوص کے خلاف ہے، جن سے ان کو دعوت کا پہنچ جانا ثابت ہوتا ہے، نیز بہت سے اہلِ جاہلیت کے مبتلائے عذاب ہونے کی معتبر نصوص میں تصریح بھی آئی ہے، جیسا کہ اپنے مقام پر ذکر کیا جاچکا۔

بلکہ یہ حکم ان لوگوں کو شامل ہوگا، جو واقعی ایسے ہوں کہ ان کو کسی رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو، اور

متعدد محققین کی تصریح کے مطابق ایسے افراد کا روئے زمین پر وجود نادر ہے۔

علاوہ ازیں ان احادیث میں اہلِ فتــرۃ کو علی الاطلاق مراد لینے اور ان کو معذور قرار دینے کی صورت میں ان کا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی معارضہ لازم آتا ہے، جس میں نبی کے فوت ہونے کے بعد فتــرۃ کے زمانے کے لوگوں سے جہنم کے بھرنے کا ذکر آیا ہے۔

نیز بعض احادیث میں ''معتوہ'' اور ''صبی'' کے مرفوع القلم ہونے کی بھی تصریح آئی ہے۔ [1]

اور ''صبی'' یعنی بچے کے اسلام اور ''ارتداد'' کے متعلق فقہائے کرام کا اختلاف ہے، جبکہ وہ ''ممیّز'' ہو، اور ''غیر ممیّز'' یعنی نومولود کے ہر طرح سے مرفوعُ القلم ہونے پر اتفاق ہے، کیونکہ صحیح احادیث میں نومولود کے ''فطرتِ توحید'' پر پیدا ہونے کی تصریح آئی ہے۔ [2]

---

[1] عن عائشة، أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قال: " رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن الصغير حتى يكبر، وعن المجنون حتى يعقل، أو يفيق." قال أبو بكر فی حديثه: " وعن المبتلى حتى يبرأ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۲۰۴۱، باب طلاق المعتوه والصغير والنائم)

قال شعيب الارنووط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

عن أبی ظبيان –قال هناد: الجنبی– قال: أتی عمر بامرأة قد فجرت، فأمر برجمها، فمر علی، فأخذها فخلی سبيلها، فأخبر عمر، فقال: ادعوا لی عليا، فجاء علی، فقال: يا أمير المؤمنين، لقد علمت أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قال:" رفع القلم عن ثلاثة: عن الصبی حتى يبلغ وعن النائم حتى يستيقظ، وعن المعتوه حتى يبرأ"، لان هذه معتوهة بنی فلان، لعل الذی أتاها أتاها وهی فی بلائها، قال: فقال عمر: لا أدری، فقال علی: وأنا لا أدری(سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۴۴۰۲)

قال شعيب الارنووط: حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات لكنه منقطع (حاشية سنن ابی داوٗد)

عن أبی الضحى عن علی، عن النبی – صلى الله عليه وسلم – قال: " رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن الصبی حتى يحتلم، وعن المجنون حتى يعقل " (سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۴۴۰۳)

قال شعيب الارنووط: حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات لكنه منقطع (حاشية سنن ابی داوٗد)

[2] ذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والمالكية والحنابلة وبعض الشافعية إلى أن إسلام المميز يصح استقلالا من غير افتقار إلى حكم حاكم، أو تبعيته لأحد أبويه؛ لأن النبی صلى الله عليه وسلم دعا عليا رضی الله عنه إلى الإسلام، وهو ما زال فی صباه فأسلم، وكان أول من أسلم من الصبيان؛

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز بچوں کے آخرت میں حکم سے متعلق، دیگر نصوص کی وجہ سے اختلاف ہے۔
اکثر حضرات کا قول یہ ہے، بلکہ بعض نے اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کے نابالغ فوت شدہ بچے جنتی ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولقوله صلى الله عليه وسلم: كل مولود يولد على الفطرة ؛ ولأن الإسلام عبادة محضة فصحت من الصبى العاقل كالصلاة والصوم والحج وغيرها من العبادات.
ويرى الشافعية فى الراجح عندهم أن إسلام المميز استقلالا لا يصح؛ لأنه غير مكلف بدليل قوله صلى الله عليه وسلم: رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يحتلم وعن المجنون حتى يفيق وفى رواية: وعن الصبى حتى يبلغ .
ولأن نطقه بالشهادتين إما خبر أو إنشاء، فإن كان خبرا فخبره غير مقبول، وإن كان إنشاء فهو كعقوده وهى باطلة، وإلى هذا ذهب الإمام زفر من الحنفية .
وفى قول ثالث للشافعية أن إسلامه يصح استقلالا ظاهرا لا باطنا فإن بلغ واستمر فى إسلامه تبين أنه مسلم من يومئذ، وإن أفصح بالكفر بعد البلوغ تبين أن إسلامه كان لغوا .
أما ردته فذهب الجمهور إلى أنها معتبرة إلا أنه لا يقام عليه الحد حتى يبلغ، فإن تاب وإلا قتل.
وذهب الشافعية فى الراجح عندهم إلى أن ردته غير معتبرة لحديث رفع القلم عن ثلاث وفيه: عن الصبى حتى يبلغ وإلى هذا ذهب الإمام أحمد فى رواية عنه حيث قال: يصح إسلامه ولا تصح ردته؛ لأن الإسلام محض مصلحة، والردة محض مضرة ومفسدة فلا تصح منه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴، ص ۳۲ و ۳۳، مادة "تمييز")
ذهب جمهور الفقهاء إلى أن مناط التكليف فى الإنسان هو البلوغ وليس التمييز، وأن الصبى المميز لا يجب عليه شىء من الواجبات ولا يعاقب بترك شىء منها، أو بفعل شىء من المحرمات فى الآخرة؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يحتلم وعن المجنون حتى يفيق .
وذهب جمهور الحنفية إلى أنه إذا ارتد الصبى العاقل صح كإسلامه، والعاقل هو المميز وهو ابن سبع سنين وقيل: هو الذى يعقل أن الإسلام سبب النجاة ويميز الخبيث من الطيب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴، ص ۳۶، مادة "تمييز")

[1] وفى هذه الأحاديث دليل على كون أطفال المسلمين فى الجنة وقد نقل جماعة فيهم إجماع المسلمين وقال المازرى أما أولاد الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم فالإجماع متحقق على أنهم فى الجنة واما أطفال من سواهم من المؤمنين فجماهير العلماء على القطع لهم بالجنة ونقل جماعة الإجماع فى كونهم من أهل الجنة قطعا لقوله تعالى والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم بإيمان ألحقنا بهم ذريتهم وتوقف بعض المتكلمين فيها وأشار إلى أنه لا يقطع لهم كالمكلفين (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۱۶ ص۱۸۳، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه)

اور مشرکین کے نابالغ بچوں کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، ایک قول جہنمی ہونے کا، اور ایک قول توقف اختیار کرنے کا، اور ایک قول اہلِ جنت میں سے ہونے کا ہے، امام نووی نے فرمایا کہ یہ تیسرا قول ہی صحیح ہے، جس کو محققین نے اختیار کیا ہے۔ [1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف ان کے متعلق ''توقف'' کا قول بھی منسوب ہے۔ [2]

جبکہ دعوت نہ پہنچنے والے صاحبِ عقل کے متعلق امام ابوحنیفہ سے سکوت کے بجائے مکلّف

---

[1] أجمع من يعتد به من علماء المسلمين على أن من مات من أطفال المسلمين فهو من أهل الجنة لأنه ليس مكلفا وتوقف فيه بعض من لا يعتد به لحديث عائشة هذا وأجاب العلماء بأنه لعله نهاها عن المسارعة إلى القطع من غير أن يكون عندها دليل قاطع كما أنكر على سعد بن أبى وقاص فى قوله أعطه إنى لأراه مؤمنا قال أو مسلما الحديث ويحتمل أنه صلى الله عليه وسلم قال هذا قبل أن يعلم أن أطفال المسلمين فى الجنة فلما علم قال ذلک فى قوله صلى الله عليه وسلم مامن مسلم يموت له ثلاثة من الولد لم يبلغوا الحنث إلا أدخله الله الجنة بفضل رحمته إياهم وغير ذلک من الأحاديث والله أعلم.

وأما أطفال المشركين ففيهم ثلاثة مذاهب قال الأكثرون هم فى النار تبعا لآبائهم وتوقفت طائفة فيهم والثالث وهو الصحيح الذى ذهب إليه المحققون أنهم من أهل الجنة(شرح النووى علىٰ مسلم، ج١٦ ص٢٠٧، ٢٠٨، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة)

وفيه: دليل على أن أطفال المسلمين فى الجنة .قال فى (التوضيح) : وهو إجماع، ولا عبرة للمجبرة حيث جعلوهم تحت المشيئة، فلا يعتد بخلافهم ولا بوفاقهم .وفى أطفال المشركين اختلاف بين العلماء، فذهب جماعة إلى التوقف فى أطفال المشركين أن يكونوا فى جنة أو نار، منهم ابن المبارک وحماد وإسحاق(عمدة القارى للعينى، ج٨ص٣٠، كتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب)

[2] مسألة الأطفال خلافية، وقد توقف فيها الإمام الأعظم (مرقاة المفاتيح، ج٣، ص ١١٤٦، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض)

أولاد الكفار حكمهم فى الدنيا كحكم آبائهم، وأما فى الآخرة ففيهم إذا ماتوا قبل البلوغ ثلاث مذاهب .الصحيح أنهم فى الجنة، والثانى فى النار، والثالث لا يجزم عليهم بشىء (مرقاة المفاتيح، ج٦، ص ٢٥٣٧، كتاب الجهاد، باب القتال فى الجهاد)

قال الخطابى: وقول القائل: يا رسول الله! وأولاد المشركين .فإن ظاهر هذا الكلام أنه ألحقهم بأولاد المسلمين فى حكم الآخرة وإن كان قد حكم لهم بحكم آبائهم فى الدنيا، وذلک أنه سئل عن ذرارى المشركين؟ فقال: هم من آبائهم، وللناس فى أطفال المشركين اختلاف، وعامة أهل السنة على أن حكمهم حكم آبائهم فى الكفر، وقد ذهب طائفة منهم إلى أنهم فى الآخرة من أهل الجنة (مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٢٩٣٤، كتاب الرؤيا)

ہونے کی تصریح منقول ہے۔

اور''معتوہ'' کو جمہور فقہائے کرام نے مجنون کی ایک نوع قرار دیا ہے، اور بعض نے ''معتوہ'' کو ''صبی، ممیّز'' کا حکم دیا ہے۔ [1]

اسی طرح ''أصـم ''یعنی بہرے کے لیے بھی ضروری نہیں کہ وہ عقل وادراک کے باوجود بھی مکلّف نہ ہو، کیونکہ وہ دیکھ کر بہت سی چیزیں معلوم کرلیتا ہے، اور دنیا کے بے شمار کام کاج اور معمولاتِ زندگی انجام دیتا ہے، اور قرآن مجید میں اللہ کی توحید ومعرفت کے بیش تر عقلی دلائل کا تعلق دیکھنے سے ہے۔ [2]

نیز''ھرم ''یعنی''شیخِ فانی '' کے روزے کے بدلے میں ''فدیہ'' واجب ہونے نہ ہونے کے متعلق فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

---

[1] اعتبـر جـمهـور الفقهاء أن العته يسلب التكليف من صاحبه، وأنه نوع من الجنون، وينـطبق على المعتوه ما ينطبق على المجنون من أحكام، سواء فى أمور العبادات، أو فى أمـور الـمـال والـمـعـامـلات المتصلة به، أو فى العقود الأخرى كعقود النكاح والطلاق وغير ذلک من التصرفات الأخرى.

واستـدلـوا بـقوله صلى الله عليه وسلم :رفـع القلم عن ثلاثة :عـن النائم حتى يستيقظ، وعـن الـصبـى حتى يحتلم، وعن المجنون حتى يعقل وفى رواية :عـن الصبى حتى يبلغ، وعن النائم حتى يستيقظ، وعن المجنون حتى يبرأ وفى رواية :وعن المعتوه حتى يعقل .

وخـالف فـى ذلک الدبوسى من الحنفية،فقال :تـجـب على المعتوه العبادات احتياطا، قـال ابـن عابدين فى حاشيته :وصرح الأصوليون :بـأن حـكم المعتوه كالصبى المميز الـعـاقـل فى تصرفاته وفى رفع التكليف عنه وذكر الزيلعى مثل ذلک دون أن ينسبه إلى الأصوليين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٩، ص٢٧٦، مادة ''عته'')

العته فى اللغة: نقصان العقل من غير جنون أو دهش .

وفى الاصطلاح: آفة تـوجـب خـلـلا فـى العقل، فيصير صاحبها مختلط الكلام، فيشبه بعض كلامه كلام العقلاء، وبعضه كلام المجانين .

والـمعتوه فى تصرفاته كالصبى المميز(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧ص١٦٢، مادة ''أهلية '')

[2] الأصـم والأخرس والأعمى عاقل وقد إختل بعض حواسه(المنخول من تعليقات الأصـول،لأبـى حـامـد مـحـمـد بـن محمد الغزالى الطوسى، ص١٠٢، باب الكلام فى حقائق العلوم،الفصل الرابع فى ماهية العقل)

حنفیہ، حنابلہ اور شافعیہ، راجح قول کے مطابق اس پر فدیہ واجب ہونے کے قائل ہیں۔ [1]

اس کے علاوہ ''ھرم'' یعنی ''شیخِ فانی'' عمر کا غیر معمولی حصہ گزرنے کے بعد ہی، اس حالت کو پہنچتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ اس کو جوانی کی عمر میں بھی دعوت نہ پہنچی ہو۔

پس جب وہ فی الجملہ فروعِ شریعت کا مکلّف ہے، تو ایمان وتوحید کا مکلّف کیسے نہیں ہوگا۔

لہٰذا جب اہلِ فترۃ سے متعلق احادیث میں مذکور اہلِ فترۃ کے علاوہ، دیگر افراد ''یعنی بوڑھے، احمق یا معتوہ اور صبی یا نومولود اور اصم'' کے متعلق علی الاطلاق یہ حکم نہیں دیا جاتا کہ وہ اصولِ شریعت وفروعِ شریعت کے مکلّف نہیں، بلکہ دوسری نصوص کے پیشِ نظر ان میں تفصیل بیان کی جاتی ہے، اور بعض افراد کے متعلق دیگر نصوص کو ان احادیث پر ترجیح دی جاتی ہے، اسی طرح سے کسی دوسرے مجتہد کو بھی اپنے اجتہاد کی روشنی میں یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان احادیث میں دوسری نصوص کے پیشِ نظر صاحبِ فتـرۃ کو، جبکہ وہ عاقل ہو، دیگر افراد کی طرح ایمان وتوحید کا مکلّف قرار دے، اور ان احادیث کی کوئی تاویل کرے، مثلاً یہ کہ ان احادیث میں بعض اہلِ فترۃ مراد ہوں، جن کو حقیقتاً رسول یا ان کے کسی نائب کی دعوت بھی نہ پہنچی ہو، جن کا وجود نادر ہے، یا بعض فروعِ شریعت کا مکلّف نہ ہونا مراد ہو، اور اصولِ شریعت اس سے خارج ہوں، یا اُن اصولِ شریعت اور ایمانیات کا مکلّف نہ ہونا مراد ہو، جن کو عقل سے معلوم نہ کیا جاسکے، اور جن کو عقل سے معلوم کیا جاسکے، وہ اس سے خارج ہوں، یا پھر وہ افراد مراد ہوں، جنہیں توحیدِ الٰہی ومعرفتِ الٰہی میں تأمل کا وقت حاصل نہ ہوا ہو، اور جن کو تامل کا وقت حاصل ہو، وہ اس سے خارج ہوں، وغیرہ وغیرہ۔

---

[1] اتفق عامة الفقهاء على أن الشيخ الهرم الذى لا يطيق الصوم، أو تلحقه به مشقة شديدة لا صوم عليه، واختلفوا فى وجوب الفدية عليه:

فذهب الحنفية والحنابلة، وهو الأظهر عند الشافعية، وقول غير مشهور عند المالكية: إلى أنه تجب عليه الفدية.

ويرى المالكية فى المشهور من المذهب، وهو غير الأظهر عند الشافعية: أنه لا فدية عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠ ص٢٨٦، مادة "تحول")

اوراسی بنیاد پر مذکورہ احادیث میں آخرت کے اندر، بعض افراد، امتحان میں کامیاب ہوکر ’’ناجی‘‘ اور بعض افراد امتحان میں ناکام ہوکر ’’غیر ناجی‘‘ شمار ہوں۔

جس طرح سے کہ فقہاء ومجتہدین نے مذکورہ احادیث میں اہلِ فتـرۃ کے علاوہ دیگر افراد کے متعلق بھی مذکورہ یا اس جیسی تاویلات کی ہیں، اوران کوان احادیث کا مخالف قرار نہیں دیا جاتا۔

اوراگرکوئی اس تقریر سے اتفاق نہ کرے،تو آخری درجے میں خود اہلِ فترۃ سے متعلق ان احادیث سے اہلِ فترۃ کا، مکلّف ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ مکلّف نہ ہوتے ،تو انہیں قیامت میں مکلّف نہ کیا جاتا، اور نہ ہی قیامت کے دن اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کی صورت میں ان کو معذب قرار دیا جاتا۔

رہا اُن کا، اللہ کے حضور عذر پیش کرنا، اور اللہ کی طرف سے ابتداءً اس کی شنوائی ہونا، تو اس کو حجت پوری کرنے اور بعد میں عذاب دیے جانے پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

اور جو حقیقت میں معذور ہوں گے، ان کو عذاب سے نجات دیے جانے پر محمول کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبر اور آخرت میں کفار ومعذبین سے جو سوال ہوگا، وہ بھی حجت قائم کرنے کے لیے ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

اسی لیے ’’عھدِ ألستُ ‘‘ میں بھی اللہ کی طرف سے اپنے تمام بندوں کو وحدانیت وربوبیت کی تبلیغ ہوچکی ہے، اور عذر ومعذرت نہ کرنے کا عہد ہوچکا ہے۔

اس تفصیل سے یہ لازم نہیں آتا کہ مذکورہ احتمالات میں سے ہر احتمال اور ہر تاویل یا مخصوص احتمال وتاویل سب کے نزدیک قوی وراجح ہو، اور اس میں کسی کی طرف سے کلام کی گنجائش نہ ہو، بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ مذکورہ احادیث میں مختلف قسم کے احتمالات اور تاویلات کی

---

[1] فتعذب كفارهم فى قبورهم بعد سؤالهم وإقامة الحجة عليهم كما يعذبون فى الآخرة بعد السؤال وإقامة الحجة(فتح البارى،لا بن حجر العسقلانى، ج۳،ص ۲۴۰،قوله باب ما جاء فى عذاب القبر)

گنجائش موجود ہے، خواہ وہ قوی درجے میں ہوں یا ضعیف درجے میں ہوں، جو کہ کسی ایک جہت کے استدلال کے قطعی ہونے کے لیے مانع ہیں۔

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ اہلِ فترۃ سے متعلق مذکورہ احادیث کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور قول کے خلاف حجت قرار دینا، اور اُن کو ان احادیث کا مخالف سمجھنا، اور ان احادیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذکورہ قول کو صریح باطل قرار دینا، جبکہ یہ کئی جلیل القدر ائمۂ متکلمین کا بھی قول ہے، درست نہیں۔

پھر ترقی کر کے ان اہلِ فترۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین زمانے کے تمام لوگوں کو شامل کرنا، یہاں تک کہ اس زمانے کے مشرکین و کفار کو بھی اہلِ امتحان میں داخل کرنا بہرحال درست نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں اس موقف کا متعدد نصوص سے معارضہ لازم آتا ہے، بلکہ زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ، جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین فرمائی، ان کا بھی اس زمانے سے تعلق ہونے کی وجہ سے اس حکم میں داخل ہونا لازم آتا ہے، جبکہ اس قسم کی نصوص کا ثبوت اور دلالت مذکورہ احادیث و روایات سے زیادہ قوی ہے، اور مذکورہ احادیث و روایات کو سند کے اعتبار سے قابلِ حجت قرار دینے کی صورت میں خود یہ احادیث و روایات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے خلاف حجت ہونے کے بجائے، آپ کے قول کی حجت بنتی ہیں، جس کی تفصیل ماقبل میں ذکر کی جا چکی ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(ضمیمہ)

اس مسئلہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کا موقف

ماضی قریب اور موجودہ زمانے میں چند حضرات کی طرف سے مسئلہ ھٰذا کے چند پہلوؤں سے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے موقف کو سمجھنے اور سمجھانے میں تسامح ہوا، جس کی وجہ سے کئی قسم کی غلط فہمیاں پھیلیں۔

اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ آخر میں اس مسئلہ کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے موقف کو ان کی چند کتب سے نقل کر دیا جائے، اور ساتھ ہی اس کی بقدرِ ضرورت تشریح و توضیح بھی کر دی جائے، تا کہ معلوم ہو سکے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کا اس سلسلہ میں موقف وہی ہے، جو پیچھے اہلُ السنۃ والجماعۃ، اور بالخصوص امام ابوحنیفہ و ماتریدیہ کا پیش کیا گیا، بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کا موقف بعض امور میں اور بھی زیادہ محتاط ہے، اور موجودہ زمانے کے بعض حضرات نے اس کے برخلاف جس موقف کو ان کی طرف منسوب کیا ہے، وہ درست نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی تالیف ''البدورُ البازغة'' میں فرماتے ہیں:

یہ حقیقت ناقابلِ تردید عقلی دلیلوں سے ثابت ہو چکی ہے کہ اس عالمِ وجود میں ایک واجبُ الوجود ہستی ہے، جو تمام ممکنات اور موجوداتِ عالم کے ظہور و بقا اور حیات و قیام کا اصلی سبب اور علۃُ العلل ہے (البدور البازغۃ، صفحہ ۲۳۹، دوسرا مقالہ، پہلی فصل: معرفتِ باری تعالیٰ کا بیان، اردو ترجمہ: ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن، مطبوعہ: ادارہ مطبوعات، لاہور، سنِ اشاعت: 2000 عیسوی)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ وجودِ الٰہی، توحیدِ الٰہی اور معرفتِ الٰہی کے عقلی دلائل نا قابلِ تردید طریقوں سے ثابت ہیں، اور کسی عاقل کے لیے ان کو رد کرنا جائز و درست نہیں۔

اور چند صفحات کے بعد مذکورہ کتاب میں ہی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب اس طرح انسان نے اپنے علم کا دائرہ وسیع کیا، اور اس نے دیکھا کہ خود اس کی ذات اور اندرونی باطنی اور جسمانی دنیا میں اور اس کی ذات سے خارج تمام کائنات میں ایک منظّم تدبیر اور پُر حکمت نظام موجود ہے، اور یہ بھی معلوم کیا کہ تمام عوالمِ سماویہ اور ارضیہ کا نظام مقررہ قوانین پر چل رہا ہے، جس میں ذرہ برابر بھی خلل نہیں آتا (اور یہ تمام اشیائے کائنات طوعاً و کرھاً ان حکیمانہ قوانین کی اس حد تک پابند ہیں کہ سرِ مُو اس سے انحراف اور اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے) تو وہ اپنی فطرت سے اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس نظام کے لیے وجود میں لانے والا موجد کوئی اور ہے، جو اس عالَم سے خارج ہے، یہ اجمالی معرفت نوعِ انسانی کے تمام افراد کی جبلت میں مرکوز ہے، لہٰذا مشرق و مغرب میں کوئی بھی سلیم الطبع قوم نہیں، جس کا یہ عقیدہ نہ ہو (البدور البازغۃ، صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴، دوسرا مقالہ، پہلی فصل: معرفتِ باری تعالیٰ کا بیان، اردو ترجمہ: ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن، مطبوعہ: ادارہ مطبوعات، لاہور، سنِ اشاعت: 2000 عیسوی)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اجمالی معرفت، نوعِ انسانی کے تمام افراد کی جبلت میں مرکوز ہے، اور اس سے مشرق و مغرب کا کوئی بھی سلیم الطبع انسان محروم نہیں، اس میں وہ لوگ اور وہ افراد بھی داخل ہیں، جو عاقل ہوں اور کسی بیابان جنگل میں پلے بڑھے ہوں اور ان کو کسی نبی و رسول یا اس کے نائب کی دعوت نہ پہنچی ہو۔

اور مزید چند صفحات کے بعد اسی مذکورہ کتاب میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

کارخانۂ ہستی میں جو نظام ہم دیکھ رہے ہیں، یا جس کی صحت پر عقلِ سلیم کے دلائل

قائم ہیں، اس کا کوئی موجِد اور بنانے والا ضرور ہے، جس نے اس کو نیست سے ہست کر دیا ہے (البدور البازغۃ، صفحہ ۲۵۰، دوسرا مقالہ، پہلی فصل: معرفتِ باری تعالیٰ کا بیان، اردو ترجمہ: ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن، مطبوعہ: ادارہ مطبوعات، لاہور، سنِ اشاعت: 2000 عیسوی)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی معرفت پر عقلِ سلیم کے دلائل قائم ہیں، جو کارخانۂ ہستی میں نظر آ رہے ہیں، لہٰذا جو اس کارخانۂ ہستی میں ہوگا اور عاقل بھی ہوگا، وہ اللہ کی معرفت حاصل کرنے کا مکلّف بھی ہوگا، خواہ اس کو کسی نبی و رسول کی دعوت بھی نہ پہنچی ہو۔

اسی کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے قرآن و سنت میں بار بار ذکر شدہ آیات کے الفاظ کی عمدہ توضیح بھی فرمائی ہے۔

چنانچہ مذکورہ کتاب میں ہی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آیات (جمعِ آیۃ) قدرتِ الٰہیہ کی ان کھلی نشانیوں کو کہتے ہیں، جن کو دیکھ کر انسان کی طبیعت و فطرت اور اس کا دل و دماغ مغلوب ہو کر سرِ اطاعت خم کرنے پر مجبور ہو...... آیاتِ الٰہیہ کی کئی قسمیں ہیں، سماویہ، ارضیہ، نفسیہ (یا آیاتِ کونیہ اور آیاتِ نفسیہ) ان شواہدِ کونیہ، براہینِ عقلیہ، حقائقِ تاریخیہ، اور آیاتِ نفسیہ کا اصل فائدہ یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر انسان عالمِ جبروت کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور یا ان کو دیکھنے کے بعد خالق و مالک کی عظمت کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و حقیر سمجھتا ہے

(البدور البازغۃ، صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰، دوسرا مقالہ، پانچویں فصل ”وکأین من آیۃ فی السماوات والارض“، اردو ترجمہ: ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن، مطبوعہ: ادارہ مطبوعات، لاہور، سنِ اشاعت: 2000 عیسوی)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کی کھلی نشانیاں، مختلف قسم کی رکھی ہیں، جن میں سے بعض ارضی ہیں، بعض سماوی اور بعض نفسی، جن کی وجہ سے عاقل، بالغ شخص، اللہ کی معرفت کا مکلّف ہے، خواہ اس کو دعوتِ رسل بھی نہ پہنچے۔

بہرحال مذکورہ عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ، اللہ کے موجود وخالق اور واحد ہونے پر ایمان لانے کو عقلی بنیاد پر ضروری قرار دیتے ہیں، اور جب ایسا ہے، تو اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا ہر عاقل شخص بھی ان کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہوگا، خواہ اس کو دعوتِ رسل بھی نہ پہنچی ہو، اسی وجہ سے خود حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق زمانۂ جاہلیت کے مشرکین بھی اس میں داخل ہیں، بلکہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق ان کو تو دعوتِ رسل بھی پہنچ چکی تھی، اور وہ شرک میں مبتلا ہونے کے باوجود، اللہ کے وجود کے ساتھ ساتھ اللہ کی خالقیت میں وحدانیت کا عقیدہ بھی رکھتے تھے۔

چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مذکورہ کتاب ہی میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مشرکینِ مکہ، اللہ کو واجبُ الوجود اور خالقِ کون ومکان مانتے تھے، مگر تصرف وعبادت میں دوسروں کو اس کے ساتھ شریک کرتے تھے (البدور البازغۃ، صفحہ ۳۲۷، دوسرا مقالہ، بارہویں فصل، اردو ترجمہ: ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن، مطبوعہ: ادارہ مطبوعات، لاہور، سنِ اشاعت: 2000 عیسوی)

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکینِ مکہ، اللہ کی ذات وصفات کو تسلیم وقبول کرتے تھے، خواہ اس کی وجہ دعوتِ عقل کو قرار دیا جائے، یا دعوتِ رسل کو قرار دیا جائے، لیکن اسی کے ساتھ وہ شرکِ جلی میں مبتلا تھے، جبکہ شرکِ جلی تحریف کے زمانے میں بھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی تصریح کے مطابق قابلِ مواخذہ ہے۔

چنانچہ ''حجۃُ اللہ البالغۃ'' میں ایک مقام پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهذا الباطل منه إشراك جلي وتحريف صريح يؤاخذون عليه على كل حال، ومنه إشراك خفي وتحريف مضمر لا يؤاخذ الله

بھا حتی یبعث الرسول فیھم (حجة الله البالغة، ج ۱، ص ۲۱۳، باب أسباب اختلاف دین نبینا صلی الله علیه وسلم ودین الیھود والنصرانیة)

ترجمہ: اور اس (یعنی پہلے رسول کے بعد ناخلف لوگوں کی طرف سے، اس رسول کے دین میں تحریف اور باطل کی آمیزش) کا ایک حصہ تو شرکِ جلی اور تحریفِ صریح کا ہوتا ہے، جس پر ہر حال میں مواخذہ کیا جاتا ہے، اور اس کا ایک حصہ شرکِ خفی اور خفی تحریف کا ہوا کرتا ہے، جس پر، اللہ اس وقت تک مواخذہ نہیں کرتا، جب تک ان میں رسول کو نہیں بھیج دیتا (حجۃُ اللہ البالغۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ شرکِ جلی اور تحریفِ صریح، زمانۂ فترۃ میں جب انبیائے کرام کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کی تعلیمات میں تحریف ہو چکی ہو، اس وقت بھی قابلِ مواخذہ ہے، اس وجہ سے زمانۂ جاہلیت کے لوگ توحید کو ترک کر کے شرک کے اختیار کرنے میں معذور شمار نہیں ہوں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ اس پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ مشرکینِ مکہ کو نہ صرف یہ کہ اللہ کی معرفت اور وحدانیت کا علم واعتراف تھا، بلکہ ان کے پاس پے در پے مختلف انبیائے کرام کی دعوت بھی پہنچی تھی، اور وہ ان انبیائے کرام سے بہت اچھے طریقے پر واقف تھے، اور وہ اُن انبیائے کرام کی بہت سی باقیات پر عمل پیرا بھی تھے، لیکن اس کے باوجود وہ ’’عمرو بن لحی‘‘ کے زمانے کے بعد شرک میں مبتلا ہو گئے تھے، اور شرک سے اس زمانے کے کم افراد ہی بچے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے مشرکینِ مکہ توحید کے مکلّف اور شرک پر قابلِ مواخذہ تھے، اسی وجہ سے اس زمانے کے جو چند ایک افراد شرک سے مجتنب اور توحید پر عمل پیرا تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحسین فرمائی، اور ان کو ناجی قرار دیا۔

چنانچہ ’’حجۃُ اللہ البالغۃ‘‘ میں زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کی حالت کا تفصیلی نقشہ کھینچتے ہوئے

شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد نے نسل درنسل اسماعیل علیہ السلام کے طریقے کو اختیار کیا، اور وہ ’’عمرو بن لحی‘‘ کے زمانے تک اسماعیل علیہ السلام کی شریعت پر ہی قائم رہے، پھر ’’عمرو بن لحی‘‘ نے اسماعیل علیہ السلام کی شریعت میں فاسد چیزوں کو داخل کر دیا، جس سے وہ خود بھی گمراہ ہوا، اور اپنے علاوہ دوسروں کو بھی گمراہ کیا، اور اس نے بتوں کی عبادت شروع کر دی، اور ان کے نام پر جانور وغیرہ مختص کرنا شروع کر دیے، جس کی وجہ سے اسماعیل علیہ السلام کا دین باطل ہو گیا، اور صحیح اور فاسد چیزوں میں اختلاف والتباس ہو گیا، اور جہل اور شرک وکفر کا غلبہ ہو گیا، جس کے بعد مذکورہ خرابیوں کی اصلاح کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔[1]

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اہلِ جاہلیت، انبیاء کی بعثت کے جواز کو تسلیم کیا کرتے تھے، اور نیکی کی بہت ساری اقسام کے اصولوں کا اعتقاد رکھا کرتے تھے۔

البتہ ان میں ایک فرقہ فساق اور زنادقہ کا تھا۔

اور دوسرا فرقہ جاہل غافل لوگوں کا تھا، جو دین کی طرف اپنا سر اٹھا کر نہیں دیکھتے

---

[1] وكان بنو إسماعيل توارثوا منهاج أبيهم إسماعيل، فكانوا على تلك الشريعة إلى أن وجد عمرو بن لحى، فأدخل فيها أشياء برأيه الكاسد، فضل، وأضل، وشرع عبادة الأوثان، وسيب السوائب، وبحر البحائر، فهنالك بطل الدين، واختلط الصحيح بالفاسد، وغلب عليهم الجهل والشرك والكفر، فبعث الله سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم مقيما لعوجهم ومصلحا لفسادهم فنظر صلى الله عليه وسلم فى شريعتهم، فما كان منها موافقا لمنهاج إسماعيل عليه السلام أو من شعائر الله أبقاه، وما كان منها تحريفا أو افسادا أو من شعائر الشرك والكفر أبطله وسجل على إبطاله، وما كان من باب العادات وغيرها فبين آدابها ومكروهاتها مما يحترز به عن غوائل الرسوم، ونهى عن الرسوم الفاسدة، وأمر بالصالحة، وما كان من مسألة أصلية أو عملية تركت فى الفترة أعادها غضة طرية كما كانت، فتمت بذلك نعمة الله، واستقام دينه(حجة الله البالغة، ج ١،ص ٢١٨،باب بيان ما كان عليه حال أهل الجاهلية فاصلحه النبى صلى الله عليه وسلم)

تھے، قریش میں اکثر لوگوں کی یہی حالت تھی۔ [1]

لیکن یہ حجت سے اتنے دور نہیں ہوئے تھے کہ ان پر حجت قائم نہ کی جاسکے، اور ان کو الزام نہ دیا جاسکے۔

چنانچہ وہ اس اصول پر قائم تھے کہ آسمان وزمین اور ان کے مابین مخلوقات کی پیدائش میں اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے، جس کا قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ذکر ہے ''ولئن سألتهم من خلق السمٰوات والأرض ليقولن الله''، لیکن اسی کے ساتھ وہ بعض زندقانہ عقائد بھی رکھتے تھے، مثلاً ملائکہ وارواح میں بعض ایسے اشخاص کا عقیدہ رکھتے تھے، جو بندوں کی حالت کی اصلاح کے نظام کی تدبیر کرتے ہیں، اور ان کی بندگی وعبادت کرنے والوں کی جان، مال اور اولاد میں تصرف کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] وكان أهل الجاهلية فى زمان النبى صلى الله عليه وسلم يسلمون جواز بعثة الأنبياء، ويقولون بالمجازاة، ويعتقدون أصول أنواع البر، ويتعاملون بالارتفاقات الثانى والثالث.

ولا ينافى ما قلناه وجود فرقتين فيهم وظهورهما وشيوعهما:

إحداهما الفساق، والزنادقة، فالفساق يعملون الأعمال البهيمية أو السبعية بخلاف الملة لغلبة نفوسهم وقلة تدينهم، فأولئک إنما يخرجون عن حكم الملة شاهدين على أنفسهم بالفسق، والزنادقة يجبلون على الفهم الأبتر لا يستطيعون التحقيق التام الذى قصده صاحب الملة، ولا يقلدونه، ولا يسلمونه بما أخبر، فهم على ريبهم يترددون على خوف من ملتهم، والناس ينكرون عليهم، ويونهم خارجين عن الدين خالعين ربقة الملة عن أعناقهم، وإذا كان الأمر على ما ذكرنا من الإنكار وقبح الحال فخروجهم لا يضر.

والثانية الجاهلون الغافلون الذين لم يرفعوا رء وسهم إلى الدين رأسا، ولم يلتفتوا لفتة أصلا، وكان هؤلاء أكثر شىء فى قريش وما والاها لبعد عهدهم عن الأنبياء، وهو قوله تبارک وتعالى :(لتنذر قوما ما أتاهم من نذير)(حجة الله البالغة، ج ١، ص ٢١٨، ٢١٩، باب بيان ما كان عليه حال أهل الجاهلية فاصلحه النبى صلى الله عليه وسلم)

[2] غير انهم لم يبعدوا عن المحجة كل البعد بحيث لا تثبت عليهم الحجة، ولا يتوجه عليهم الإلزام، ولا يتحقق فيهم الإقحام.

فمن تلک الأصول القول بأن لا شريک لله فى خلق السموات والأرض وما فيها من الجواهر، ولا شريک له فى تدبير الأمور العظام، وأنه لا راد لحكمه ولا ما نع لقضائه إذا أبرم وجزم وهو قوله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں بھی الحاد کو اختیار کرلیا تھا، اور ان کا زندقہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ انہوں نے اللہ کے لیے فرشتوں کو اولاد قرار دے دیا تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تعالی:(ولئن سألتهم من خلق السموات والأرض ليقون الله).

وقوله:(بل إياه تدعون).

وقوله تعالى:(ضل ما تدعون إلا إياه).

ولكن كان من زندقتهم قولهم :أن هناك أشخاص من الملائكة والأرواح تدبر أهل الأرض فيما دون الأمور العظام من إصلاح حال العابد فيما يرجع إلى خصوصية نفسه وأولاده وأمواله، وشبهوهم بحال الملوك بالنسبة إلى ملك الملوك وبالحال الشفعاء والندماء بالنسبة إلى السلطان المتصرف بالجبروت، ومنشأ ذلك ما نطقت به الشرائع من تفويض الأمور إلى الملائكة واستجابة دعاء المقربين من الناس، فظنوا ذلك تصرفا منهم كتصرف الملوك قياسا للغائب على الشاهد وهو الفساد (حجة الله البالغة، ج ١،ص ٢١٩،باب بيان ما كان عليه حال أهل الجاهلية فاصلحه النبى صلى الله عليه وسلم)

[1] ومنها تنزيهه عما لا يليق بجنابه وتحريم الإلحاد فى أسمائه، لكن كان من زندقتهم زعمهم أن الله اتخذ الملائكة بنات، وأن الملائكة إنما جعلوا واسطة، ليكتسب الحق منهم عالما ليس عنده قياسا على الملوك بالنسبة إلى الجواسيس.

ومنها أن الله تعالى قدر جميع الحوادث قبل أن يخلقها، وهو قول الحسن البصرى :لم يزل أهل الجاهلية يذكرون القدر وخطبهم وأشهارهم، ولم يزده الشرع إلا تأكيدا.

ومنها أن هناك موطنا يتحقق فيه القضاء بالحوادث شيئا فشيئا، وأن هنالك لأدعية الملائكة المقربين وأفاضل الآدميين تأثيرا بوجه من الوجوه، لكن صار ذلك فى أذهانهم متمثلا بشفاعة ندماء الملوك.

ومنها أنه كلف العباد بما شاء ، فأحل وحرم، وأنه مجاز على الأعمال إن خيرا فخير، وإن شرا فشر، وأن لله تعالى ملائكة هم مقربو الحضرة وأكابر المملكة، وأنهم مدبرون فى العالم بأذن الله وبأمره، وأنهم:(لا يعصون الله ما أمرهم ويفعلون ما يؤمرون).

وأنهم لا يأكلون ولا يشربون، ولا يتغوطون ولا ينكحون، وأنهم قد يظهرون لأفاضل الآدميين، فيبشرونهم، وينذرونهم، وأن الله قد يبعث إلى عباده بفضله ولطفه رجلا منهم، فليقى وحيه إليه، وينزل الملك عليه، وأنه يفرض طاعته عليهم، فلا يجدون منها بدا، ولا يستطيعون دونها محيصا، وقد كثر ذكر الملأ الأعلى وحملة العرش فى أشعار الجاهلية .ابن عباس رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم صدق أمية ابن أبى الصامت فى بيتين من شعره فقال:

(رجل وثور تحت رجل يمينه ...والنسر للأخرى وليث مرصد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اہلِ جاہلیت مشرکین کے پاس اتنا علم باقی تھا، جس سے ان پر حجت قائم ہوسکتی تھی، اسی وجہ سے ان میں بعض افراد شرک سے محفوظ اور توحید پر قائم تھے، جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل، نیز بعض اہلِ جاہلیت کے کلام میں توحید کی جھلک نظر آتی ہے، جیسا کہ ''امیہ بن ابی صلت'' [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق فقال:
(والشمس تطلع کل آخر لیلۃ ...حمراء یصبح لونھا یتورد)
(تأبی فما تطلع لنا فی رسلھا ...إلا معذبۃ وإلا تجلد)
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :صدق.
وتحقیق ھذا أن أھل الجاھلیۃ کانوا یزعمون أن حملۃ العرش أربعۃ أملاک، أحدھم فی صورۃ الإنسان، وھو شفیع بنی آدم عند اللہ، والثانی فی صورۃ الثور، وھو شفیع البھائم، والثالث فی صورۃ النسر، وھو شفیع الطیور، والرابع فی صورۃ الأسد، وھو شفیع السباع، فقد ورد الشرع بقریب من ذلک إلا أنہ سماھم جمیعھم وعولا، وذلک بحسب ما یظھر فی عالم المثال من صورھم، فھذا کلہ کان معلوما عندھم مع ما دخل فیہ من قیاس الغائب علی الشاھد وخلط المألوف بالأمور العلمیۃ ...، وإن کنت فی ریب مما ذکرنا، فانظر فیما قص اللہ تعالی فی القرآن العظیم واحتج علیھم بما عندھم من بقیۃ العلم، وکشف ما أدخلوہ فیہ من الشبہ والشکوک لا سیما قولہ تعالی: لما أنکروا نزول القرآن(قل من أنزل الکتاب الذی جاء بہ موسی).
ولما قالوا.(مال ھذا الرسول یأکل الطعام ویمشی فی الأسواق).
أنزل قولہ تعالی :(قل ما کنت بدعا من الرسل) (حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۱، ص ۲۱۹ الیٰ ۲۲۱، باب بیان ما کان علیہ حال أھل الجاھلیۃ فاصلحہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

[1] وما یشابہ ذلک فتعلم من ھنالک أن المشرکین وإن کانوا قد تباعدوا عن المحجۃ المستقیم لکن کانوا بحیث تقوم علیھم الحجۃ ببقیۃ ما عندھم من العلم، وانظر إلی خطب حکمائھم کقس بن ساعدۃ .وزید بن عمرو بن نفیل، وإلی أخبار من کان قبل عمرو بن لحی تجد ذلک مفصلا، بل لو أمعنت فی تصفح أخبارھم غایۃ الأمعان وجدت أفاضلھم وحکماء ھم وکانوا یقولون بالمعاد وبالحفظۃ وغیر ذلک، ویثبتون التوحید علی وجھہ حتی قال زید بن عمرو ابن نفیل فی شعرہ:
(عبادک یخطئون وأنت رب ...بکفیک المنایا والحتوم.
وقال أیضا:(أربا واحدا أم ألف رب ...أدین إذا تقسمت الأمور)
(ترکت اللات والعزی جمیعا ...کذلک یفعل الرجل البصیر(
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی أمیۃ بن أبی الصلت " :آمن شعرہ، ولم یؤمن قلبہ " وذلک مما توارثوہ من منھاج إسمعیل، ودخل فیھم من أھل الکتاب، وکان من المعلوم عندھم أن کمال الإنسان أن یسلم وجھہ لربہ، ویغبدہ أقصی مجھودہ (حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۱، ص ۲۲۱، باب بیان ما کان علیہ حال أھل الجاھلیۃ فاصلحہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اس کے علاوہ زمانۂ جاہلیت کے مشرکین، عبادت اور طہارت کے ابواب میں بھی مختلف خصالِ فطرت کو اختیار کرتے تھے، اور ان میں نماز کا بھی وجود تھا، چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے تین سال پہلے سے نماز پڑھا کرتے تھے، اور ''قس بن ساعدة ایادی'' بھی نماز پڑھا کرتے تھے۔

اور ان میں زکاۃ اور صدقہ اور مہمان نوازی اور صلہ رحمی وغیرہ کا بھی رواج تھا۔

اور ان میں روزے کا بھی رواج تھا، چنانچہ قریش، جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ [1]

اور زمانۂ جاہلیت کے مشرکین میں اعتکاف کا بھی رواج تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت کے زمانے میں ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی، جس کے متعلق بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال بھی کیا تھا۔ [2]

اور جہاں تک بیتُ اللہ کے حج اور شعائر کی تعظیم اور اشہرِ حرم کا تعلق ہے، تو اہلِ

---

[1] وإن من أبواب العبادة الطهارة، وما زال الغسل من الجنابة سنة معمولة عندهم، وكذلك الختان وسائر خصال الفطرة، وفى التوراة إن الله تعالى جعل الختان ميسمة على إبراهيم وذريته، وهذا الوضوء يفعله المجوس واليهود وغيرهم، وكانت تفعله حكماء العرب، وكانت فيهم الصلاة، وكان أبو ذر رضى الله عنه يصلى قبل أن يقدم على النبى صلى الله عليه وسلم بثلاث سنين، وكان قس بن ساعدة الأيادى يصلى، والمحفوظ من الصلاة فى أمم اليهود والمجوس وبقية العرب أفعال تعظيمية لا سيما السجود وأقوال من الدعاء والذكر.

وكانت فيهم الزكاة، وكان المعمول عندهم منها قرى الضيف وابن السبيل وحمل الكل والصدقة على المساكين وصلة الأرحام والإعانة فى نوائب الحق، وكانوا يمدحون بها، ويعرفون أنها كمال الإنسان وسعادته، قالت خديجة فوالله :لا يخزيك الله أبدا إنك لتصل الرحم، وتقرى الضيف، وتحمل الكل، وتعين على نوائب الحق، وقال ابن الدغنة لأبى بكر الصديق رضى الله عنه مثل ذلك(حجة الله البالغة، ج ا ،ص ٢٢١، ٢٢٢ ،باب بيان ما كان عليه حال أهل الجاهلية فاصلحه النبى صلى الله عليه وسلم)

[2] وكان فيهم الصوم من الفجر إلى غروب الشمس، وكانت قريش تصوم عاشوراء فى الجاهلية وكان الجوار فى المسجد، وكان عمر نذر اعتكاف ليلة فى الجاهلية، فاستفتى فى ذلك رسول صلى الله عليه وسلم، وكان عاص ابن وائل أوصى أن يعتق عنه كذا وكذا من العبيد(حجة الله البالغة، ج ا ،ص ٢٢٢ ،باب بيان ما كان عليه حال أهل الجاهلية فاصلحه النبى صلى الله عليه وسلم)

جاہلیت کی طرف سے ان چیزوں کا معاملہ بہت زیادہ واضح ہے، جو مخفی نہیں رہ سکتا۔

اورانہوں نے اپنے دین میں ''کھانت'' اور''استقسام بالازلام'' اور ''بدفالی'' وغیرہ کوداخل کردیا تھا، جس کے بارے میں وہ یہ جانتے تھے کہ یہ چیزیں اصل مذہب میں نہیں تھیں، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی تصاویر کو دیکھا، جن کے ہاتھوں میں ''ازلام'' تھے، تو فرمایا کہ یہ مشرکین یقیناً جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے کبھی ''استقسام بالأزلام'' نہیں کیا۔ [1]

بہرحال بنواسماعیل، اپنے ''باپ'' کے طریقے پراس وقت تک قائم رہے، جب تک ''عمرو بن لحی'' نہیں آ گیا، جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کئی سوسال پہلے ہوا ہے، انتہٰی ۔ [2]

اس کے علاوہ ''حجۃُ الله البالغة'' میں ہی حج کے بیان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

---

[1] وبالجملة كان أهل الجاهلية يتحنثون بأنواع التحنثات، وأما حج بيت الله وتعظيم شعائر والأشهر الحرم، فأمره أظهر من أن يخفى،وكان لهم أنواع من الرقى والتعوذات، وكانوا أدخلوا فيها الاشراک، ولم تزل سنتهم الذبح فى الحق والنحر فى اللبة ما كانوا يخنقون، ولا يبعجون، وكانوا على بقية دين إبراهيم عليه السلام فى ترک النجوم وترک الخوض فى دقائق الطبيعيات غير ما ألجأ إليه البداهة، وكان العمدة عندهم فى تقدمة المعرفة الرؤيا وبشارات الأنبياء من قبلهم، ثم دخل فيه الكهانة والاستقسام بالازلام والطيرة، وكانوا يعرفون أن هذه لم تكن فى أصل الملة، وهو قوله صلى الله عليه وسلم حين رأى صورة إبراهيم وإسمعيل عليهما السلام فى أيديهم الازلام ": لقد علموا أنهما لم يستقسما قط "(حجة الله البالغة، ج ١،ص ٢٢٢،باب بيان ما كان عليه حال أهل الجاهلية فاصلحه النبى صلى الله عليه وسلم)

[2] وكان بنو إسماعيل على منهاج أبيهم إلى أن وجد فيهم عمرو بن لحى -وذلک قبل مبعث النبى صلى الله عليه وسلم قريبا من سبعمائة سنة، وكانت لهم سنن متأكدة يتلاومون على تركها فى مأكلهم ومشربهم ولباسهم وولائمهم وأعيادهم ودفن موتاهم ونكاحهم وطلاقهم وعدتهم وإحدادهم، وبيوعهم ومعاملاتهم، وما زالوا يحرمون المحارم كالبنات والأمهات والأخوات وغيرها(حجة الله البالغة، ج ١،ص ٢٢٢،باب بيان ما كان عليه حال أهل الجاهلية فاصلحه النبى صلى الله عليه وسلم)

نے اہلِ جاہلیت کے حج کرنے اور ان کے دین میں حج کو بنیادی حکم حاصل ہونے کا ذکر کیا ہے، اسی کے ساتھ فرمایا کہ انہوں نے اس میں شرک کی آمیزش کرلی تھی، یہاں تک کہ تلبیہ میں بھی شرک کو شامل کرلیا تھا۔انتھیٰ ۔ [1]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے مذکورہ تفصیلی کلام سے معلوم ہوا کہ زمانۂ جاہلیت کے مشرکین نہ تو دعوتِ عقل سے محروم ہوکر اور نہ ہی دعوتِ رسل سے محروم ہوکر مکلّف بالتوحید ہونے سے معذور ہیں، اور نہ ہی وہ اصحابُ الاعراف میں داخل ہیں، بلکہ وہ شرکِ جلی اور تحریفاتِ جلیہ کا ارتکاب کرنے پر قابلِ مؤاخذہ ہیں۔

جہاں تک ان افراد کا تعلق ہے، جن کو نہ تو دعوتِ عقل پہنچی اور نہ دعوتِ رسل پہنچی یا وہ ناقص

---

[1] ومنها أن أهل الجاهلية كانوا يحجون وكان الحج أصل دينهم ولكنهم خلطوا أعمالا ما هي مأثورة عن إبراهيم عليه السلام، وإنما هي اختلاف منهم وفيها إشراک لغير الله كتعظيم إساف. ونائلة، وكالاهلال لمناة الطاغية، وكقولهم في التلبية :لا شريكا لک إلا شريک هو لک، ومن حق هذه الأعمال أن ينهى عنها ويؤكد في ذلک، وأعمالا انتحلوها فخرا وعجبا كقول حمس : نحن قطان الله، فلا نخرج من حرم الله فنزل:(ثم أفيضوا من حيث أفاض الناس).
وكذكرهم أباء هم ايام منى فنزل:(فاذكروا الله كذكركم آباء كم أو أشد ذكرا).
ولما استشعر الأنصار هذا الأصل تحرجوا في السعي بين الصفا والمروا حتى نزل(إن الصفا والمروة من شعائر الله).
ومنها أنهم كانوا ابتدعوا قياسات فاسدة هي من باب التعمق في الدين، وفيها حرج للناس، ومن حقها أن تنسخ وتهجر كقولهم :يجتنب المحرم دخول البيوت من أبوابها وكانوا يتسورون من ظهورها ظنا منهم أن الدخول من الباب ارتفاق ينافي هيئة الإحرام فنزل:(وليس البر بأن تأتوا البيوت من ظهورها).
وككراهيتهم في التجارة موسم الحج ظنا منهم أنها تخل باخلاص العمل لله، فنزل :(ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم).
وكاستحبابهم أن يحجوا بلا زاد، ويقولوا :نحن المتوكلون وكانوا يضيقون على الناس ويعتدون . فنزل:(وتزودوا فإن خير الزاد التقوى).
وكقولهم من أفجر الفجور العمرة في أيام الحج، وقولهم إذا انسلخ صفر، وبرأ الدبر، وعفا الأثر حلت العمرة لمن اعتمر وفي ذلک حرج للآفاقي حيث يحتاجون إلى تجديد السفر للعمرة، فأمرهم النبي صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع أن يخرجوا من الإحرام بعمرة، ويحجوا بعد ذلک، وشدد الأمر في ذلک ينكلهم على عادتهم وما ركز في قلوبهم(حجة الله البالغة، ج٢،ص٨٨،من أبواب الحج)

العقل وغیر عاقل ہوں، تو ان کا حکم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے الگ مقام پر بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ ''حجةُ الله البالغة'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وبعدهم جماعة تسمى بأصحاب الأعراف وهم جنسان:

قوم صحت أمزجتهم، وزكت فطرتهم، ولم تبلغهم الدعوة الإسلامية أصلا أو بلغتهم، ولكن بنحو لا تقوم به الحجة، ولا تزول به الشبهة فنشأوا غير منهمكين فى الملكات الخسيسة والأعمال المردية ولا ملتفتين إلى جناب الحق لا نفيا، ولا إثباتا، كان أكثر أمرهم الاشتغال بالارتفاقات العاجلة، فأولئك إذا ماتوا رجعوا إلى حالة عمياء لا إلى عذاب، ولا إلى ثواب حتى تنفسخ بهيمتهم، فيبرق عليهم شيء من بوارق الملكية.

وقوم نقصت عقولهم كأكثر الصبيان والمعتوهين والفلاحين والأرقاء ، وكثير يزعمهم الناس أنهم لا بأس بهم، وإذا نقح حالهم عن الرسوم بقوا لا عقل لهم، فأولئك يكتفى من إيمانهم بمثل ما اكتفى رسول الله صلى الله عليه وسلم من الجارية السوداء سألها "أين الله "فأشارت إلى السماء ، إنما يراد منهم أن يتشبهوا بالمسلمين لئلا تتفرق الكلمة.

أما الذين نشأوا منهمكين فى الرذائل والتفتوا إلى جناب الحق على غير الوجه الذى ينبغى أن يكون، فهم أهل الجاهلية يعذبون بأصناف العذاب (حجة الله البالغة، ج ١، ص ٢٠٥، باب طبقات الأمة باعتبار

الخروج إلى الكمال المطلوب أو ضده)

ترجمہ: اور اُن (اصحابُ الیمین) کے بعد ایک جماعت ہے، جس کا نام ''اصحابُ الاعراف'' رکھا جاتا ہے، اور یہ دو جنس کے افراد ہیں۔

ایک جنس تو وہ قوم ہے، جن کے مزاج صحیح ہیں، اور ان کی فطرت پاکیزہ ہے، لیکن ان کو اسلام کی دعوت قطعاً نہیں پہنچی، یا ان کو اسلام کی دعوت پہنچی، لیکن ایسے طریقے پر پہنچی کہ اس سے حجت قائم نہیں ہوسکتی، اور نہ ہی اس کے ذریعے سے شبہ زائل ہوسکتا، پس یہ اس حال میں پلے بڑھے کہ پراگندہ سوچوں اور مردود اعمال میں منہمک نہیں ہوئے، اور نہ ہی حق کی طرف نفیاً اور اثباتاً متوجہ ہوئے، ان کے زیادہ تر کام وکاج دنیا کے دھندوں میں مشغول ہونے سے متعلق ہیں، پس یہ لوگ جب مرجائیں گے، تو یہ اندھی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے، نہ تو عذاب کے مستحق ہوں گے، اور نہ ثواب کے، یہاں تک کہ اُن کی ''بھیمۃ'' ختم ہوجائے، اور ان پر ملکوتی روشنیوں میں سے کوئی روشنی نہ چمک جائے۔

اور دوسری جنس وہ قوم ہے، جن کی عقلیں ناقص ہیں، جیسا کہ اکثر بچے اور معتوہ اور جنگل میں کھیتی باڑی کرنے والے، اور اونچے پہاڑوں والے، اور اکثر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ان پر کوئی حرج (یعنی گرفت) نہیں، اور جب ان کی رسوم (یعنی اُن کے اشغال) سے ان کی حالت کو منقح کیا جاتا ہے، تو وہ بے عقلے ہوکر باقی رہ جاتے ہیں (یعنی کھود وکرید اور تحقیق کرنے کے بعد یہ عقل سے کورے ظاہر ہوتے ہیں) پس ان کے ایمان کے لیے اس کے مثل کافی ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کالی باندی سے اللہ کے کس جگہ ہونے کے سوال کے متعلق اس کے آسمان کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفاء کیا، ان سے صرف اتنا مطلوب ہے کہ یہ مسلمانوں کی مشابہت اختیار کریں (یعنی بظاہر مسلمانوں کی طرح رہیں سہیں)

تاکہ مسلمانوں میں تفریق پیدا نہ ہو۔

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے، جو اس حال میں پلے بڑھے کہ وہ رذائل میں منہمک ہوں، اور حق تعالیٰ کی شایانِ شان طریقے کو چھوڑ کر دوسرے طریقے سے اس کی طرف متوجہ ہوئے، پس یہ اہلِ جاہلیت کہلاتے ہیں، جن کو مختلف قسم کے عذاب دیے جائیں گے (حجةُ الله البالغة)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے مندرجہ بالا عبارت کے آخر میں وضاحت کر دی ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے مشرکین کو مختلف قسم کے عذاب دیے جائیں گے، کیونکہ وہ اس حال میں پلے بڑھے کہ انہوں نے رذائل میں انہماک کیا، اور معلوم ہونے کے باوجود حق تعالیٰ کی شایانِ شان طریقے کو چھوڑ کر دوسرے باطل طریقوں مثلاً شرکِ جلی اور تحریفِ جلی کی طرف متوجہ ہوئے، جس کی مزید توضیح حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حوالہ سے ہی پیچھے گزر چکی ہے۔

رہا اصحابُ الاعراف کا معاملہ، تو اس سلسلہ میں پہلے تو معلوم ہونا چاہئے کہ اصحابُ الاعراف کے بارے میں مفسرین واہلِ علم کا اختلاف ہے، اور اس میں مختلف اقوال ہیں۔

بہت سے اہلِ علم اور مفسر حضرات کا کہنا ہے کہ ''اعراف'' دراصل جنت اور جہنم کے درمیان ایک حجاب وآڑ کا نام ہے، جہاں کچھ لوگ ہوں گے، ان کو ''اصحابُ الأعراف'' کہا جاتا ہے۔

پھر بعض حضرات نے اس کو ترجیح دی ہے کہ ''اصحابُ الاعراف'' دراصل وہ لوگ ہوں گے، جن کے اعمال نہ تو جنت میں داخل کرانے کے قابل ہوں گے اور نہ ہی جہنم میں داخل کرانے کے قابل ہوں گے، بلکہ ان کا معاملہ دونوں قسم کے حضرات کے بین بین ہوگا، وہ الگ بات ہے کہ بعد میں اللہ، اپنے فضل وکرم سے ان کو جنت میں داخل کر دے۔ [1]

---

[1] والأعراف تل بين الجنة والنار، قاله ابن عباس، وقال مجاهد: حجاب بين الجنة والنار. وقيل: هو أحد ممثل بين الجنة والنار روى هذا فى حديث وفى آخر إن أحدا على ركن من أركان الجنة، وقيل: أعالى السور الذى ضرب بين الجنة والنار قاله الزمخشرى، والرجال قوم تساوت حسناتهم وسيئاتهم وقفوا هنالك ما شاء الله، لم تبلغ حسناتهم بهم دخول الجنة ولا سيئاتهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مندرجہ بالاعبارت میں اصحابِ جاہلیت سے پہلے اصحاب الاعراف کی دو اجناس کے لوگوں کا جو حکم بیان کیا ہے، اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ان کے نزدیک اصحابِ فترۃ واصحابِ امتحان افراد مراد ہیں، جس کی تعبیر انہوں نے ''اصحابُ الاعراف'' سے کردی ہے، کیونکہ انہوں نے ''اصحابُ الیمین'' اور اہلِ جاہلیت کے درمیان اس جنس کے لوگوں کو بیان کیا ہے، اور بعض احادیث میں معتوہ اور بچوں کو ''اصحابِ فترة'' کے ساتھ ہی ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ ہم نے الگ مقام پر مستقل فصل میں ذکر کردیا ہے۔

اور اگر کوئی اس سے اتفاق نہ کرے، تو بھی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنے نزدیک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

دخول النار،وروى فى مسند ابن أبى خيثمة عن جابر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث فيه قيل يا رسول الله فمن استوت حسناته وسيئاته قال: أولئک أصحاب الأعراف لم يدخلوها وهم يطمعون ، وقاله ابن مسعود وابن عباس وحذيفة وأبو هريرة ، قال حذيفة بن اليمان أيضا هم قوم أبطأت بهم صغائرهم إلى آخر الناس، وقيل غزاة جاهدوا من غير إذن والديهم فقتلوا فى المعركة وهذا مروى عن الرسول أنهم حبسوا عن الجنة بمعصية آبائهم وأعتقهم الله من النار لأنهم قتلوا فى سبيله ، وقيل: قوم رضى عنهم آباؤهم دون أمهاتهم أو بالعكس، وقيل: هم أولاد الزنا، وقيل: أولاد المشركين، وقيل: الذين كانوا فى الأسر ولم يبدلوا دينهم، وقيل: علماء شكوا فى أرزاقهم، وقال الزمخشرى: رجال من المسلمين من آخرهم دخولا فى الجنة لقصور أعمالهم كأنهم المرجئون لأمر الله يحبسون بين الجنة والنار إلى أن يأذن الله لهم فى دخول الجنة، وقال ابن عطية: واللازم من الآية أن على أعراف ذلک السور أو على مواضع مرتفعة عن الفريقين حيث شاء الله رجالا من أهل الجنة يتأخر دخولهم ويقع لهم ما وصف من الاعتبار فى الفريقين ويعرفون كلا بعلامتهم وهى بياض الوجوه وحسنها فى أهل الجنة وسوادها وقبحها فى أهل النار انتهى.

والأقوال السابقة تحتاج إلى دليل واضح فى التخصيص.

والجيد منها هو الأول لحديث جابر ولتفسير جماعة من الصحابة وهذه الأقوال هى على قول من قال أن الأعراف هو بين الجنة والنار، وفى شعر أمية بن الصلت:

وآخرون على الأعراف قد طمعوا ...فى جنة حفها الرمان والخضر

وقال قوم: إنه الصراط، وقيل: موضع على الصراط، وقال قوم: هو جبل فى وسط الجنة أو أعلاها واختلف هؤلاء فى تفسير رجال(البحر المحيط فى التفسير لابى حيان الاندلسى، ج۵ص۵۶،۵۷، سورة الاعراف)

''اصحابُ الاعراف'' کی دونوں اجناس کی تشریح میں کفر وشرک کا ذکر نہیں کیا، بلکہ پہلی جنس کے افراد کے متعلق تو فرمایا کہ جن کو اسلام کی دعوت قطعاً نہیں پہنچی، یا ایسے طریقہ پر نہیں پہنچی کہ جس کی وجہ سے اسلام پر ان کو اذعان وایقان حاصل ہو، لیکن ساتھ ہی حضرت شاہ صاحب نے ان کی فطرت کے پاکیزہ ہونے اور پراگندہ سوچوں اور مردود اعمال میں منہمک نہ ہونے اور حق کے متعلق نفیاً واثباتاً تعرض نہ کرنے کی صراحت فرمائی ہے، جس سے مراد حق یا باطل کا عدمِ احداث ہے، اور پاکیزہ فطرت، دراصل فطرتِ اسلام ہی کہلاتی ہے، لیکن ان سے اس کا ظہور نہ ہوا، جس کی وجہ سے ان کی حالت کا منکشف ہونا باقی ہے، اور دوسری جنس کے جن افراد کا انہوں نے ذکر کیا ہے، ان کے متعلق بھی ناقص العقل ہونے اور تنقیح کے بعد بے عقل ہونے کی تصریح کر دی ہے، اور ساتھ ساتھ ان سے اجمالی ایمان کو اور مسلمانوں کے ساتھ ظاہری مشابہت کو کافی قرار دے دیا ہے، یعنی حضرت شاہ صاحب نے اس جنس کے افراد کے لیے شرک کے بجائے اجمالی توحید کو اور کفر کے بجائے اجمالی اسلام کو ضروری قرار دیا۔

اور جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اہلِ جاہلیت کو بھی مختلف قسم کے عذابوں کا مستحق قرار دیا، اور بچوں اور معتوہ اور ناقص العقل، بلکہ بے عقل لوگوں کو ایک درجہ میں رکھ کر ان سے اجمالی طور پر اللہ پر ایمان لانے کو کافی قرار دیا، اور ان لوگوں کو جن کو دعوت نہیں پہنچی ،فطرت کے پاکیزہ ہونے اور پراگندہ سوچوں سے پاک اور حق یا باطل کا احداث نہ ہونے کی صورت میں نہ تو معذب قرار دیا اور نہ ہی ثواب کا مستحق قرار دیا، تاآنکہ ان کا معاملہ فوت ہونے کے بعد منقح نہ ہو جائے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا موقف، اشاعرہ وشافعیہ کے بجائے حنفیہ وماتریدیہ اور اکثر مشائخِ حنفیہ کی طرف، یا ان کے قریب تر، بلکہ ان سے بھی زیادہ محتاط یا سخت ہے، کیونکہ وہ بچوں، معتوہ اور ناقص العقل یا بے عقلوں وغیرہ کے لیے بھی

بوجہ فطرت پر پیدا ہونے کے اجمالی ایمان کو ضروری قرار دیتے ہیں اور جن کو دعوت نہیں پہنچی، اوران سے حق و باطل کا احداث نہیں ہوا، ان کی فطرت کے پاکیزہ ہونے کے باوجود ان کو نہ معذب اور نہ ثواب کا مستحق سمجھتے، بلکہ ان کے معاملہ کو آخرت میں اللہ کے حوالے کرتے ہیں، اوران کی طرف سے حق و باطل کے عدمِ احداث کی شرط اشاعرہ وشافعیہ کے برخلاف ہے، کیونکہ وہ دعوت پہنچنے سے پہلے شرک و باطل کے احداث کو عذر قرار دیتے ہیں۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اہلِ جاہلیت کو دعوتِ عقل ورسل پہنچ جانے کی وجہ سے کم از کم توحید کا مکلّف سمجھتے ہیں، اوران اصحابِ فترۃ میں داخل نہیں مانتے، جو اشاعرہ وشافعیہ کے نزدیک بھی توحید ومعرفتِ الٰہی کے مکلّف نہ ہوں۔

اب رہا یہ سوال کہ جس کو کسی رسول اور بطورِ خاص نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجمالی دعوت پہنچ گئی، تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک اس کو رسول پر ایمان لانا ضروری ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی ''حجةُ الله البالغة'' ہی کی ایک اور عبارت سے ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ ''حجةُ الله البالغة'' میں فرماتے ہیں:

قال النبی صلی الله علیه وسلم ": والذی نفس محمد بیده لا یسمع بی أحد من هذه الأمة یهودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی أرسلت به إلا کان من أصحاب النار ."

أقول :یعنی من بلغته الدعوة، ثم أصر علی الکفر حتی مات دخل النار، لأنه ناقض تدبیر الله تعالی لعباده، ومکن من نفسه لعنة الله والملائکة المقربین، وأخطأ الطریق الکاسب للنجاة (حجة الله البالغة، ج ا، ص ۲۸۰، القسم الثانی، فی بیان أسرار ما جاء عن النبی صلی الله علیه وسلم تفصیلا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، اس امت کا جو شخص بھی، خواہ یہودی ہو یا نصرانی، جو مجھے سن لے گا، اور پھر وہ اس حال میں فوت ہو جائے گا کہ وہ اس چیز پر ایمان نہیں لائے گا، جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے، تو وہ صرف اور صرف اہلِ جہنم میں سے ہی ہوگا۔

میں کہتا ہوں، یعنی جس کو (نبی کی) دعوت پہنچ گئی، پھر اس نے کفر پر اصرار کیا، اور اسی حال میں فوت ہو گیا، تو وہ جہنم میں داخل ہوگا، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے مقرر کردہ تدبیر و نظام کا مقابلہ کیا، اور اپنی طرف سے اللہ، اور مقرب فرشتوں کی لعنت کو اختیار کیا، اور نجات دلانے والے راستے سے ہٹ گیا (حجۃُ اللہ البالغۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سن کر آپ پر ایمان لانے کی احادیث اور ان کی باحوالہ محدثین واصحابِ علم سے ضروری تشریح، ہم نے مستقل فصل میں بیان کر دی ہے، وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا عبارت بھی اس سلسلہ میں واضح ہے، جس میں کوئی ابہام نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجمالی دعوت پہنچنے کے بعد اصولی انداز میں ''**کل ماجاء به النبی صلی الله علیه وسلم** '' پر ایمان لانا ضروری ہے، خواہ اس کی تفصیلات اس کو ابھی تک معلوم نہ ہوں، اور اس کے بغیر وہ دائمی جہنم کے عذاب سے نجات کا مستحق نہیں، کیونکہ وہ کافروں کی فہرست میں داخل ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی شریعت کے نظام و تدبیر کو جو مقرر فرمایا ہے، اس نے اس کا انکار کیا اور نظام و تدبیر کے الفاظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ ایسی صورت میں صرف توحید یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق نجات کے لیے کافی نہیں، تا آنکہ اس مکمل نظامِ تدبیر کو قابلِ قبول اور واجب العمل نہ سمجھے، جس کو شریعتِ محمدی یا دینِ محمدی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور اسی کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ وغیرہ کی طرح اس کے بھی قائل ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سب اطراف واکنافِ عالم میں پھیل چکی ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ ''**البدور البازغۃ**'' میں فرماتے ہیں:

رسالتِ مآب کی دعوتِ رسالت، سب اطراف واکنافِ عالم میں پھیل گئی (البدور البازغۃ، صفحہ ۳۷۴، تیسرا مقالہ، تیسری فصل، اردو ترجمہ: ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن، مطبوعہ: ادارہ مطبوعات، لاہور، سنِ اشاعت: 2000 عیسوی)

اور جب رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ رسالت سب اطراف واکنافِ عالم میں پھیل گئی، تو اس سے پہلی عبارت کے پیشِ نظر تمام اطراف واکنافِ عالم کے عاقل بالغ افراد پر یہ بھی لازم ہوگیا کہ وہ توحید ومعرفتِ الٰہی پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ شریعتِ محمدی پر بھی ایمان لائیں، اور اس کو نجات کے لیے واجب الاتباع سمجھیں، اور دینِ حق کے مقابلہ میں کسی دوسرے دین پر عمل کو نجات کا باعث نہ سمجھیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ، توحید کے ساتھ ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دینِ محمدی پر ایمان لانے اور اس کی اتباع کرنے میں ہی نجات کو منحصر سمجھتے ہیں، جس کی انہوں نے دوسرے مقام پر مزید صراحت اور وضاحت بھی فرمائی ہے۔

چنانچہ ''**البدورُ البازغۃ**'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا انحصار اسی میں ہے کہ ملتِ حنیفیہ ہی کی پابندی کی جائے (جس کا دوسرا نام اسلام ہے ''**ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا**'') (البدور البازغۃ، صفحہ ۳۷۹، تیسرا مقالہ، چوتھی فصل، اردو ترجمہ: ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن، مطبوعہ: ادارہ مطبوعات، لاہور، سنِ اشاعت: 2000 عیسوی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد، اللہ کی خوشنودی اور نجات کو پانے کے لیے، ملتِ حنیفیہ یعنی دینِ محمدی ہی کی پابندی کو ضروری قرار دیتے ہیں، اسی بات کا ذکر آنے والی عبارت میں بھی ہے۔

چنانچہ ''البدورُ البازغة'' میں ہی ایک اور مقام پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضامندی چاہتا ہو، اس کو اسی دین (یعنی دینِ محمدی) کا پابند ہونا پڑے گا۔

اور اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں سے کوئی شخص دینِ ابراہیمی پر اب تک قائم ہے، اور اس نے دینِ ابراہیمی میں عقیدتاً یا عملاً کسی قسم کی تخلیط و آمیزش نہیں کی ہے، تو اگرچہ قرب اور کمال حاصل کرنے کی حیثیت سے اس کے لیے یہ ضروری قرار نہیں پاتا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو، اس کے احکام کی پابندی کرے اور اس کی رسالت کا اقرار کرے، لیکن اس کے لیے شریعتِ محمدی پر ایمان وایقان لانا اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ چوں کہ اللہ تعالیٰ کو دینِ حنفی کا اس (دینِ محمدی کے) طریقہ پر ظہور میں لانا مقصود ہے، اس لیے خوشنودیٔ الٰہی، اسی دینِ محمدی کی پیروی اور پابندی میں ہے۔

اور اس (شریعتِ محمدی) سے اعراض کرنے والا شخص خدائے پاک کی رحمت سے محروم رہ کر لعنت کا مستحق ہوگا۔

علاوہ ازیں یہ صورت جو فرض کی گئی ہے (کہ اب بھی کوئی شخص ملتِ ابراہیمی حنفی پر قائم پایا جائے گا) محض ایک احتمالِ عقلی ہے، واقعہ میں ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ ملتوں میں اور ان کی روایات میں فساد واقع ہوا ہے (اور توراۃ، انجیل اور دیگر مقدس کتابوں کا وجودِ اصلی مفقود ہے، اور موجود ہی نہیں ہے، تو دینِ ابراہیمی

یا حنفی پر قائم رہنے کا دعویٰ باطل اور خیالِ غلط ہے) اور حق اور (غیر حق) روایات ایک دوسرے کے ساتھ ایسے مخلوط ہو چکے ہیں کہ ان میں سے ایک کو دوسرے سے جدا کر کے پیش ہی نہیں کیا جاسکتا (اور انسانی آمیزش اور خدائی کلام میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے) اس لیے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی کو دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی رسالت پر اقرارِ جلی میں منحصر سمجھا گیا ہے (**قل ان کنتم تحبون الله ،فاتبعونی، یحببکم الله ، الخ**) (البدور البازغۃ، صفحہ ۳۹۵، ۳۹۶، تیسرا مقالہ، چھٹی فصل، اردو ترجمہ: ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن، مطبوعہ: ادارہ مطبوعات، لاہور، سنِ اشاعت: 2000 عیسوی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی مذکورہ عبارت کو سمجھنے میں بعض حضرات کو مغالطہ لگا، اس لیے مذکورہ عبارت کا اچھی طرح جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے بالترتیب مندرجہ ذیل چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... اللہ کی خوشنودی اور رضا مندی کا حصول، دینِ محمدی پر عمل پیرا ہونے میں منحصر ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ دینِ محمدی کے علاوہ کسی اور دین پر خواہ وہ موحد اور اس مذہب کے مطابق عبادات کی ادائیگی کا پابند کیوں نہ ہو، وہ اللہ کی ناراضگی اور کفر سے نجات نہیں پاسکتا۔

(2)...... اگر بالفرض یہودیوں اور عیسائیوں میں سے کوئی شخص دینِ ابراہیمی پر قائم ہو، اور اس نے عقیدے وعمل کے اعتبار سے اس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں کی، جس میں دینِ ابراہیمی کے اصول وفروع سب داخل ہیں، تو فی نفسہٖ قرب اور کمال حاصل کرنے کی حیثیت سے اس کے لیے دینِ محمدی میں داخل ہونا اور

اس کے احکام کی پابندی کرنا ضروری نہ ہونا چاہیے تھا، لیکن اسی کے ساتھ اس کو شریعتِ محمدی پر ایمان وایقان لانا ضروری ہوتا، کیونکہ اللہ کی خوشنودی اور رضامندی کا حصول، دینِ محمدی پر عمل پیرا ہونے میں منحصر ہے، جیسا کہ پہلے نمبر میں گزرا۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شریعتِ محمدی پر ایمان وایقان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جو چیزیں شریعتِ محمدی میں فرض اور حرام وغیرہ ہیں، ان پر بھی ایمان وایقان لایا جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور شریعت پر ایمان لانے میں ''**کل ماجاء به النبی صلی الله علیه وسلم** '' پر ایمان لانا بھی داخل ہے، **کما هو ظاهر** ۔

(3)...... شریعتِ محمدی سے اعراض کرنے والا شخص اللہ کی رحمت سے محروم اور لعنت کا مستحق ہے۔

اور اللہ کی رحمت سے محروم اور لعنت کا مستحق ہونے والے سے یہاں مراد کافر ہونا ہی ہے، نہ کہ کچھ اور ''**کما هو ظاهر ایضاً**''

(4)...... دوسری صورت جس کا پہلے ذکر کیا گیا، اور حکم بیان کیا گیا، وہ ایک فرضی صورت اور عقلی احتمال ہے، کیونکہ اس میں یہ قید مذکور ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں سے کوئی شخص دینِ ابراہیمی پر قائم ہو، اور اس نے عقیدے وعمل کے اعتبار سے اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ کی ہو، جبکہ حقیقت اور خارج میں اس کا وجود اور ایسا ہونا ممکن نہیں، کیونکہ دینِ محمدی کے علاوہ تمام پہلے ادیانِ سماوی میں تحریف وتغییر واقع ہوگئی، جس سے کوئی بھی سابق دینِ سماوی محفوظ نہیں۔

لہٰذا دینِ محمدی وشریعتِ محمدی کو ترک کرکے کسی دوسرے دینِ حنفی پر عمل پیرا ہوکر قرب اور کمال حاصل کرنا بھی ممکن نہیں۔

(5)...... بالآخر اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی، دینِ محمدی اور رسالتِ محمدی میں منحصر ہے، اور رسالتِ محمدی و دینِ محمدی کے اقرار میں ''کل ماجاء به النبی صلی الله علیه وسلم '' بھی داخل ہے، لہٰذا جو شخص توحید پر قائم ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتا، تو وہ نجات کا مستحق نہیں، اور اگر رسالتِ محمدی کو تسلیم کرتا ہے، لیکن ''کل ماجاء به النبی صلی الله علیه وسلم '' کو نجات کے لیے ضروری قرار نہیں دیتا، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرنے والوں میں داخل نہیں، اس لیے وہ بھی نجات کا مستحق نہیں، جیسا کہ ''حجةُ الله البالغة'' کے حوالہ سے ہی پہلے گزرا۔

پس نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جو شخص توحید کے ساتھ ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کے لائے ہوئے دینِ اسلام کو حق و سچ اور واجبُ الاتباع نہیں جانتا، اس کو نجات کا مستحق سمجھنا، اور اس پر مزید یہ کہ اس بات کی نسبت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی طرف کرنا سنگین غلطی ہے، جس میں قرآن وسنت کی نصوص کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔

چنانچہ سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِآيَاتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (سورة آل عمران، رقم الآية: ۱۹)

ترجمہ: بے شک دین، اللہ کے نزدیک ''اسلام'' ہے، اور نہیں اختلاف کیا، ان لوگوں نے، جن کو دی گئی کتاب، مگر اس کے بعد کہ آ گیا ان کے پاس علم، سرکشی کی وجہ سے، اپنے درمیان، اور جو کفر کرے گا اللہ کی آیات کے ساتھ، تو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے (سورہ آلِ عمران)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی آمد کے بعد، اللہ کے نزدیک قابلِ قبول دین ''اسلام'' ہی ہے، اور اسی پر عمل پیرا ہونے سے آخرت میں نجات حاصل ہوگی، اور اس کی خلاف ورزی پر خسارے کا سامنا کرنا ہوگا، اور ایسا کرنے والے پر کفر کا حکم عائد ہوگا، جس کی دلیل مذکورہ آیت میں ''وَمَنْ یَّکْفُرْ بِآیَاتِ اللّٰہِ'' کے الفاظ میں موجود ہے۔

اور جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی رسالت اس میں داخل ہے، اسی طرح شریعتِ محمدی کے دوسرے احکام بھی داخل ہیں، کیونکہ ان کا بھی اصولی انداز میں آیاتِ الٰہی میں ذکر موجود ہے۔ [1]

سورہ آلِ عمران ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ(سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ : ۸۵)

ترجمہ: اور جو تلاش کرے گا، اسلام کے علاوہ کو دین کی حیثیت سے، تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اُس کی طرف سے، اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا (سورہ آلِ عمران)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے علاوہ کسی بھی دوسرے دین کو اللہ کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا، اور اسلام کو چھوڑ کر کسی دین کو اختیار کرنے والا آخرت میں کفر کی وجہ سے خسارا پانے والوں میں شمار ہوگا، جس کی تائید گزشتہ آیت سے ہوتی ہے۔

اور ''وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا ''میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو کوئی بھی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کو دین تصور کرے گا، جس میں اس دین پر عمل کرنا بھی داخل ہے، وہ

---

[1] قوله عز وجل :ومن یبتغ غیر الإسلام دینا فلن یقبل منه یعنی أن الدین المقبول عند الله هو دین الإسلام وأن کل دین سواه غیر مقبول عنده لأن الدین الصحیح ما یأمر الله به ویرضی عن فاعله ویثیبه علیه وهو فی الآخرة من الخاسرین یعنی الذین وقعوا فی الخسارة وهو حرمان الثواب وحصول العقاب(لباب التأویل فی معانی التنزیل، المعروف بالخازن، ج ۱،ص ۲۶۶،سورة آل عمران)

اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

پس توحید کو اختیار کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرنے کے باوجود کسی دوسرے دین پر عمل کرنا، نجات کے لیے کیسے کافی ہوسکتا ہے؟ [1]

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ (سورة المائدة، رقم الآية : ٣)

ترجمہ: آج کے دن مکمل کردیا میں نے تمہارے لیے، تمہارے دین کو، اور تمام کردیا میں نے تمہارے اوپر اپنی نعمت کو، اور راضی ہوگیا میں تمہارے لیے اسلام سے (سورہ مائدہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ، اپنے بندوں سے صرف دینِ اسلام ہی سے راضی ہے، اور اسی اسلام کے ذریعے سے اللہ نے اپنی نعمت کو اپنے بندوں پر تمام کیا ہے، لہٰذا اسلام کے علاوہ دوسرے دین کو اختیار کرنے پر اللہ راضی نہیں ہوگا، اسی کا ذکر گزشتہ آیت میں گزرا کہ اللہ اسلام کے علاوہ کسی دین کو ہرگز قبول نہیں فرمائے گا۔ [2]

سورہ صف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰى إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ. يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ

---

[1] وقوله تعالى :إن الدين عند الله الإسلام إخبار منه تعالى بأنه لا دين عنده يقبله من أحد سوى الإسلام، وهو اتباع الرسل فيما بعثهم الله به فى كل حين حتى ختموا بمحمد صلى الله عليه وسلم الذى سد جميع الطرق إليه إلا من جهة محمد صلى الله عليه وسلم، فمن لقى الله بعد بعثة محمد صلى الله عليه وسلم بدين على غير شريعته فليس بمتقبل، كما قال تعالى :ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه ، وقال فى هذه الآية مخبرا بانحصار الدين المتقبل عنده فى الإسلام إن الدين عند الله الإسلام(تفسير ابن كثير، ج٢، ص ٢١، سورة آل عمران)

[2] ثم قال تعالى: ورضيت لكم الإسلام دينا والمعنى أن هذا هو الدين المرضى عند الله تعالى ويؤكده قوله تعالى: ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه(التفسير الكبير للرازى، ج١١ ص ٢٨٩، سورة المائدة)

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ . هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورة الصف، رقم الآيات : ۷ الىٰ ۹)

ترجمہ: اور کون ہوگا بڑا ظالم اُس سے، جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ کو، حالانکہ اس کو دعوت دی جاتی ہے اسلام کی طرف، اور اللہ نہیں ہدایت دیتا، اس قوم کو جو ظالم ہو۔ چاہتے ہیں یہ لوگ کہ بجھادیں اللہ کے نور کو، اپنے منہ کی پھونکوں سے، اور اللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو، اگرچہ ناپسند کریں کافر لوگ۔ وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دینِ حق کے ساتھ، تاکہ غالب کردے وہ اس (دینِ حق) کو، ہر ایک دین پر، اگرچہ ناپسند کریں مشرک لوگ (سورہ صف)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جس کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے، اور وہ اس کو قبول نہ کرے، اور اس کے بجائے کسی دوسرے دین کو نجات کے لیے کافی سمجھے، اس کو بہت بڑا ظالم اور افترا پرداز اور غیر ہدایت یافتہ قرار دیا، اور اسی کے ساتھ نبی آخر الزمان کے ذریعے بھیجی ہوئی شریعت کو ہدایت اور دینِ حق قرار دیا، تاکہ اس دینِ حق کو دوسرے ہر دین پر غالب کردے، کیونکہ اس دینِ حق کے بعد کوئی بھی دوسرا دین حق شمار نہیں ہوتا، بلکہ باطل شمار ہوتا ہے، کیونکہ اولاً تو اس دین کا انکار کر کے دوسرے دین کو حق سمجھنا ہی باطل ہے، دوسرے دینِ حق و دینِ اسلام کے علاوہ کوئی بھی دوسرا دینِ سماوی اپنی اصل شکل میں محفوظ نہیں، اور دینِ غیر سماوی ویسے ہی حق نہیں، لہٰذا ہر ایک کے لیے اس دینِ حق و دینِ اسلام کو قبول کرنا ہی ضروری ہوا، اور اس کو ترک کرنا باعثِ کفر ہوا۔ [1]

---

[1] ومن أظلم ممن افترى على الله الكذب أى ومن أقبح ظلما ممن بلغ افتراؤه أن يكذب على الله وذلك أنهم علموا أن ما نالوه من نعمة فمن الله ثم كفروا به وهو يدعى إلى الإسلام معنى الآية أى الناس أشد ظلما ممن يدعوه ربه على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم إلى الإسلام الذى له فيه سعادة الدارين فيجعل مكان إجابته افتراء الكذب على الله بقوله هذا سحر مبين والله لا يهدى القوم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہمارے نزدیک حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا جو موقف ان کی عبارات کی روشنی میں ذکر کیا گیا، وہ قرآن مجید کی مذکورہ اوراس جیسی بہت سی نصوص اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے موقف کے موافق ہے، اوران کے موقف کو مذکورہ اوراس جیسی نصوص یا اہلُ السنۃ والجماعۃ کے خلاف سمجھنا یا قرار دینا، ان کی شان سے بعید تر ہے۔

اور اگر ایسا ممکن ہوتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ کے خود مخاطب اہلِ کتاب تھے، ان کے لیے اس بات کو اس وقت بھی گوارا کیا جاسکتا تھا، اور وحی کے ذریعے سے تحریف شدہ امور کی نشان دہی کر کے اصل دینِ حنیفی پر قائم رہنے کی اجازت دے دی جاتی، لیکن اس کے برعکس ان کو دینِ محمدی پر ہی ایمان لانے اور اس کی اتباع کا مکلّف کیا گیا، اور اس کی خلاف ورزی کی گنجائش نہیں دی گئی، جس کے متعلق بکثرت نصوص ہیں، پھر اب ہزارہا سال بعد، جب اہلِ کتاب کی تعلیمات میں تحریفات والتباسات کی کثرت ہوگئی، اور وحی کا سلسلہ موجود نہ ہونے سے تحریفات وتلبیسات کو معلوم کرنا ممکن نہ رہا، تو اس کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے، ایسا سمجھنا نصوص سے ناواقفیت بلکہ انکارِ حقیقت کے مترادف ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی مذکورہ عبارات میں دعوتِ محمدی اور دینِ محمدی کے متعلق جو موقف اختیار کیا ہے، وہی موقف علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

چنانچہ علامہ کشمیری رحمہ اللہ، صحیح بخاری کی شرح ''فیضُ الباری'' فرماتے ہیں:

وهـذا كـلـه قبـل هـذه الشريعة الآخرة، وأما بعدها فلا يسعُ لأحدٍ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الظالمين أى لا يوفقهم للهداية علم من حالهم عقوبة لهم يريدون ليطفؤا نور الله بأفواههم يعنى إرادتهم إبطال الإسلام بقولهم فى القرآن هذا سحر والله متم نوره يعنى متم للحق ومظهره ومبلغه غايته وقال ابن عباس مظهر دينه ولو كره الكافرون هو الذى أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله أى ليعليه على الأديان المخالفة له ولقد فعل ذلک فلم يبق دين من الأديان إلا وهو مغلوب ومقهور بدين الإسلام(تفسير الخازن، ج۴ص۲۸۸، سورة الصف)

الانحراف عنها بحال: (ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه) وبالجملةِ دعوةُ التوحيد لا تختصُ بنبي دون نبي، بل هي عامة مطلقًا .وأما الدعوة إلى شريعته فخاصة بالنبي صلى الله عليه وسلّم بمعنى أنه يجب أن يدعوَ إليها جميع من في الأرض، وقد تمت على أيدي الخلفاء الراشدين .وأما سائر الأنبياء عليهم الصَّلاة والسَّلام فكانت دعوتهم إلى شرائعهم مقصورة على أقوامهم وتبليغُ من سواهم كان في اختيارهم، ولم يكن فريضة عليهم (فيض الباری، ج ۱ ص ۲۸۱، کتاب العلم، باب تعليم الرجل أمته وأهله)

ترجمہ: اور یہ تمام حکم (جس میں کسی نبی کی دعوتِ توحید وشریعت پر ایمان کا ذکر کیا گیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری شریعت کی آمد سے پہلے کا ہے، لیکن اس آخری شریعت کے بعد کسی کے لیے اس آخری شریعت سے انحراف کسی حال میں بھی جائز نہیں، اللہ تعالیٰ کے (سورہ آلِ عمران میں) اس قول کی وجہ سے کہ:

"وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ"

کہ جو بھی اسلام کے علاوہ کسی دین کو اختیار کرے گا، تو اس سے ہرگز اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور خلاصہ تمام بحث کا یہ ہے کہ توحید کی دعوت کسی نبی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اس میں تمام انبیاء شریک ہیں اور یہ عام مطلق ہے اور شریعت کی طرف دعوت نبی آخر الزمان کے ساتھ اس اعتبار سے خاص ہے کہ اس کی طرف تمام روئے زمین کو دعوت دینا واجب ہے اور یہ خلفائے راشدین کے ہاتھوں پوری ہو چکی ہے، جہاں تک دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا تعلق ہے تو ان کی شریعت کی دعوت اپنی اپنی اقوام کے ساتھ خاص تھی، اور ان کا دوسری اقوام کو دعوت دینا

امرِ اختیاری تھا، ان پر فرض نہیں تھا“ (فیض الباری)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں جو خلفائے راشدین کے ہاتھوں تمام روئے زمین پر ”بعثۃُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کی دعوت کے پہنچ جانے کا حکم لگایا ہے، اس کی تائید متعدد فقہائے کرام کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ”کتابُ الامّ“ میں فرمایا کہ:

”میرے علم میں نہیں کہ آج کے دن کوئی ایسا فرد ہو، جس کو دعوت نہ پہنچی ہو، مگر یہ کہ کوئی ہم سے قتال کرنے والے دشمنوں کے پیچھے ہو، شاید ان کو دعوت نہ پہنچی ہو، یا وہ روم یا ترک وغیرہ کے پیچھے ہو، جس کو ہم نہ پہچانتے ہوں۔“ [1]

اور امام احمد سے بھی یہی مروی ہے کہ دعوت کا ”ابلاغ وانتشار“ ہو چکا ہے، اگرچہ روم اور ترک وغیرہ کے پیچھے ایسی قوم کا ہونا ممکن ہے، جس کو دعوت نہ پہنچی ہو۔ [2]

اسی طرح مالکیہ کی کتبِ فقہ میں ”طرطوشی“ سے منقول ہے کہ جس کو دعوت نہیں پہنچی، وہ کسی جزیرے وغیرہ میں ہی ہوسکتا ہے۔ [3]

---

[1] ولا أعلم أحدا لم تبلغه الدعوة اليوم إلا أن يكون من وراء عدونا الذين يقاتلونا أمة من المشركين فلعل أولئک أن لا تكون الدعوة بلغتهم وذلک مثل أن يكونوا خلف الروم أو الترک أو الخزر أمة لا نعرفهم(الأم،للشافعی، ج۴،ص ۲۵۳، کتاب الحكم فی قتال المشركين ومسألة مال الحربی)

[2] مسألة قال ويقاتل أهل الكتاب والمجوس، ولا يدعون، لأن الدعوة قد بلغتهم ويدعى عبدة الأوثان قبل أن يحاربوا أما قوله فی أهل الكتاب والمجوس :لا يدعون قبل القتال .فهو علی عمومه؛ لأن الدعوة قد انتشرت وعمت، فلم يبق منهم من لم تبلغه الدعوة إلا نادر بعيد.وأما قوله: يدعى عبدة الأوثان قبل أن يحاربوا .فليس بعام، فإن من بلغته الدعوة منهم لا يدعون، وإن وجد منهم من لم تبلغه الدعوة، دعی قبل القتال، وكذلک إن وجد من أهل الكتاب من لم تبلغه الدعوة، دعوا قبل القتال.

قال أحمد إن الدعوة قد بلغت وانتشرت، ولكن إن جاز أن يكون قوم خلف الروم وخلف الترک، علی هذه الصفة، لم يجز قتالهم قبل الدعوة(المغنی لابن قدامة، ج۹،ص ۲۱۰، کتاب الجهاد،مسألة يقاتل أهل الكتاب والمجوس ولا يدعون إلی الإسلام)

[3] وفی تعليقة الطرطوشی من لم تبلغه الدعوة بحال كمن فی جزيرة(منح الجليل شرح مختصر خليل، ج۱۹،ص۱۴۷،باب فی بيان أحكام الدماء والقصاص وما يتعلق بذلک)

اورحنفیہ کی کئی کتبِ فقہ میں بھی یہ بات مذکور ہے کہ ابتدائے اسلام میں دعوتِ اسلام مستفیض اورمشتہر نہیں ہوئی تھی، اور بعد کے زمانے میں مستفیض ومشتہر ہوگئی، اوراب کوئی علاقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی تبلیغ سے بچاہوانہیں رہا۔[1]

اور مذکورہ حکم اس زمانے کا ہے، جبکہ موجودہ دور کے ابلاغ اور نقل وحمل کے تیز اور وسیع ترین ہمہ جہتی ذرائع ایجادنہیں ہوئے تھے، جبکہ موجودہ دور میں ان ذرائع سے دنیا کے اکناف واطراف میں مزیدانتشار ہوگیا۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ، ایک طرف تواللہ کی وحدانیت ومعرفت کے لیےعقل کو حجت سمجھتے ہیں، اوردوسری طرف وہ زمانۂ فترۃ اور بالخصوص زمانۂ جاہلیت کے مشرکین کوتوحیدوشرک سے معذورنہیں سمجھتے، اورتیسرے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کا سن کر ایمان لانے کوضروری قرار دیتے ہیں، اور چوتھے وہ مذکورہ صورت میں مومن ہونے کے لیے، دینِ محمدی پر ایمان لانے اوراس کی اتباع وپیروی کوضروری، بلکہ اللہ کی رضا کواس میں منحصر سمجھتے ہیں۔

لہٰذامذکورہ تفصیل کے مطابق ان کا یہ موقف جمہوراہل السنۃ والجماعۃ اور بالخصوص امام ابوحنیفہ اور ماتریدیہ واکثر مشائخِ حنفیہ کے مطابق ہوا، اورحضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے موقف کو جن حضرات نے اس کے برعکس سمجھا یا قرار دیا، یہاں تک کہ حضرت شاہ صاحب کی طرف اس بات کوبھی منسوب کردیا کہ وہ زمانۂ فتـــرۃ کے تمام لوگوں کو، بلکہ تمام اہلِ جاہلیت کوناجی یا اصحابُ الاعراف میں داخل مانتے ہیں، خواہ وہ شرکِ جلی وتحریفِ جلی میں مبتلا کیوں نہ ہوں، یا

---

[1] إنـما لا يجوز أن يقاتل من لم تبلغه الدعوة فی ابتداء الإسلام أما فی زماننا فلا حاجة إلى الدعوة لأن الإسـلام قد فاض واشتهر فما من زمان أو مكان إلا وقد بلغه بعثة النبی -صلى الله عليه وسلم - ودعاؤه إلى الإسلام(الجوهرة النيرة، ج٢،ص٢٥٨، كتاب السير)

قالوا : كـان هـذا فی ابتداء الإسلام حين لم ينتشر الإسلام ولم يستفض وأما بعد ما استفاض وعرف كـل مشتـرک إلـى مـاذا يـدعـى يـحـل الـقتال قبلها ويقام ظهورها مقامها، كذا فی (المحيط) قال الشارح :وهذا صحيح ظاهر(النهر الفائق شرح كنز الدقائق،ج٣،ص٢٠٣، كتاب الجهاد)

یہ کہ حضرت شاہ صاحب، تمام کفار ومشرکین کو تبلیغِ تام سے پہلے اصحاب الاعراف میں شمار کرتے ہیں، یا یہ کہ وہ بعثۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی رسالت یا اس کے مقتضیات پر ایمان یا عمل کو واجب قرار نہیں دیتے وغیرہ وغیرہ۔

تو ہمیں یہ موقف حضرت شاہ صاحب کی اصل عبارات میں دستیاب نہیں ہوا۔

اسی طرح سے بعض حضرات جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں جمہور اہلِ دیوبند حضرات اور بالخصوص علامہ انور شاہ کشمیری صاحب کا موقف، جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ یا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خلاف تھا، اور اس سلسلہ میں بعض دوسرے حضرات، مثلاً مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا ابوالکلام آزاد صاحبان کا موقف درست یا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے موافق تھا۔

تو ہمیں اس سے اتفاق نہ ہوسکا، جس کی تفصیل ہم نے اپنے بعض دوسرے مضامین ورسائل میں بیان کردی ہے۔ [1]

پیچھے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا جو موقف ذکر کیا گیا، اس کی تائید جمہور کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، جس کی رُو سے کفار کا مخاطب بالفروع ہونا ثابت ہوتا ہے، یعنی کفار کو آخرت میں اوامر کے ترک اور نواہی کے ارتکاب کی وجہ سے بھی عذاب دیا جائے گا، اور یہ عذاب ترکِ عقیدہ اور ترکِ ایمان سے اضافی ہوگا۔

وہ الگ بات ہے کہ کفر کی حالت میں عبادات کی ادائیگی درست نہیں ہوتی، اور جب کوئی کافر اسلام لے آئے، تو اس پر حالتِ کفر کے زمانہ کی عبادات کو ادا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔

کفار کے مکلّف بالفروع ہونے کی تفصیل بھی ہم نے اپنے ایک مستقل رسالہ میں بیان کردی ہے، جو بحمداللہ تعالیٰ شائع ہوچکا ہے۔

اس موقع پر ایک مسئلہ کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ بعض حضرات نے فروعِ

---

[1] ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ: ''مولانا ابوالکلام آزاد، چند سوالات کے جوابات''۔ محمد رضوان

شریعت اور اجتہادی مسائل سے جہالت کے عذر نہ ہونے کی بحث کو بھی گزشتہ مسئلہ کے ساتھ خلط کر کے ذکر کر دیا ہے، جس کی وجہ سے وہ اصولِ شریعت وفروعِ شریعت اور اجتہادی مسائل کی دعوت پہنچنے میں فرق کر کے اس مسئلہ کو منقح نہیں کر پائے، اور مختلف الجھنوں اور غلط فہمیوں کا شکار ہوئے۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کے لیے اسلام کے مشہور اور اہم فروعِ شریعت، مثلاً نماز، روزے زکاۃ اور حج وغیرہ کی فرضیت کے لیے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان چیزوں کی فرضیت کا علم ہونا ضروری نہیں۔

اور مسلمان ہونے کے بعد، یا بالغ مسلمان پر ان چیزوں کا علم حاصل کرنا بہرحال ضروری ہے، اور اس سلسلہ میں جہالت عذر نہیں۔ [1]

البتہ حنفیہ کے نزدیک ان چیزوں کی فرضیت کا علم بالفعل یا بالقوۃ ضروری ہے۔ [2]

چنانچہ اگر کوئی غیر مسلم دارُالحرب یعنی غیر مسلموں کے ملک میں اسلام لایا، تو جب تک اس کو نماز، روزہ وغیرہ کی فرضیت کا بالفعل یا بالقوۃ علم نہ ہوگا، اس وقت تک اس پر یہ چیزیں فرض نہ ہوں گی، اور مسلمانوں کے ملک میں اسلام لانے پر فرض ہو جائیں گی، کیونکہ وہاں فرضیت کا علم حاصل کرنے پر بالفعل یا بالقوۃ قدرت حاصل ہوتی ہے، جس کی تفصیل فقہائے کرام نے

---

[1] ذهب المالكية، والشافعية، والحنابلة، وابن المنذر، وزفر من الحنفية إلى أن العلم بكون الزكاة مفروضة ليس شرطا لوجوبها، فتجب الزكاة على الحربى إذا أسلم فى دار الحرب وله سوائم ومكث هناك سنين ولا علم له بالشريعة الإسلامية، ويخاطب بأدائها إذا خرج إلى دار الإسلام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳، ص ۲۳۴، مادة "زكاة")

[2] وذهب أبو حنيفة وصاحباه إلى أن العلم بكون الزكاة فريضة شرط لوجوب الزكاة فلا تجب الزكاة على الحربى فى الصورة المذكورة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳، ص ۲۳۴، مادة "زكاة")

(قوله والعلم به) أى وبالافتراض ح وإنما لم يذكره المصنف لأنه شرط لكل عبادة .وقد يقال :إنه ذكر الشروط العامة هنا كالإسلام والتكليف فينبغى ذكره أيضا بحر (قوله ولو حكما إلخ) فلو أسلم الحربى ثم مكث سنين وله سوائم ولا علم له بالشرائع لا تجب عليه زكاتها، فلا يخاطب بأدائها إذا خرج إلى دارنا خلافا لزفر بدائع(ردالمحتار، ج ۲ ص ۲۵۹، كتاب الزكاة)

اپنے اپنے مقام پر ذکر کر دی ہے۔ [1]

یہ حکم تو مسلمان کے حق میں ان فروعِ شریعت کے متعلق تھا، جو اسلام کے اہم اور مشہور احکام ہیں۔

جہاں تک ان فروعی احکامِ شریعت کا تعلق ہے، جو اس درجے کے مشہور نہیں، بطورِ خاص جو مسائل مجتہَد فیہا ہیں، اور ان میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، تو بعض فقہی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں کسی درجے میں دارُ الاسلام میں بھی جہالت کو عذر قرار دیا جا سکتا ہے۔ [2]

---

[1] (قوله :أو عالم بالوجوب) أى أو كائن فى غير دارنا عالم بالوجوب فالكون بدار الإسلام موجب للصوم، وإن لم يعلم بوجوبه إذ لا يعذر بالجهل فى دار الإسلام(رد المحتار ج٢ص ٣٧١، كتاب الصوم)

(قوله أو دليله) أى دليل العلم وهو الكون فى دار الإسلام لاشتهار الفرائض فيها، فمن أسلم فيها لزمه قضاء ما ترك (رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص ٧٥، كتاب الصلاة)

والعلم المذكور يثبت لمن فى دار الإسلام بمجرد الوجود فيها سواء علم بالفرضية، أو لم يعلم ولا فرق فى ذلك بين أن يكون نشأ على الإسلام فيها، أو لا فيكون ذلك علما حكميا(البحر الرائق، ج٢، ص ٣٣١، كتاب الحج)

والعلم المذكور يثبت لمن فى دار الإسلام بمجرد الوجود فيها سواء علم بالفرضية أو لم يعلم، ولا فرق فى ذلك بين أن يكون نشأ على الإسلام أو لا فيكون علما حكميا(الفتاوى الهندية، ج ١ ص٢١٨، كتاب المناسك، الباب الاول)

[2] وأما العلم بالخيار، فليس بشرط، والجهل به ليس بعذر؛ لأن دار الإسلام دار العلم بالشرائع، فيمكن الوصول إليها بالتعلم، فكان الجهل بالخيار فى غير موضعه، فلا يعتبر، ولهذا لا يعذر العوام فى دار الإسلام بجهلهم بالشرائع بخلاف خيار العتق، فإن العلم بالخيار هناك شرط، والجهل به عذر، وإن كان دار الإسلام دار العلم بالشرائع، والأحكام؛ لأن الوصول إليها ليس من طريق الضرورة بل بواسطة التعلم، والأمة لا تتمكن من التعلم؛ لأنها لا تتفرغ لذلك لاشتغالها بخدمة مولاها بخلاف الحرة(بدائع الصنائع، ج٢ص ٣١٦، كتاب النكاح، فصل شرائط اللزوم)

الجهل فى موضع الاشتهار ليس بعذر(حاشية الشلبى على التبيين، ج٣ص ٢٢٦، كتاب السرقة،فصل فى كيفية القطع واثباته)

والعوام لا علم لهم بأحكام المسائل المجتهد فيها فيلزم تفريق الصفقة على قولهما(العناية شرح الهداية، ج٦ص ٢٦٩، كتاب البيوع)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذه المسئلة مجتهد فيهالايعرف حكمهٔ كل فقيه فكيف العامى (الكفاية مع فتح القدير، ج۵ص ۴۷۴)

ما جهل حكمه:

قد يكون الجهل مع وجود الدليل، ولكن المكلف -مجتهدا أو غير مجتهد -لم يطلع عليه، أو اطلع عليه المجتهد ولم يستطع استنباط الحكم.

والقاعدة فى ذلک أن الجهل بالأحكام الشرعية إنما يكون عذرا إذا تعذر على المكلف الاطلاع على الدليل، وكل من كان فى إمكانه الاطلاع على الدليل وقصر فى تحصيله لا يكون معذورا. ويفصل الفقهاء أحكام هذه المسألة فى مواطنها.

ومن عذر بجهله فهو غير مخاطب بحكم الفعل، فلا يوصف فعله بالإباحة بالمعنى الاصطلاحى الذى فيه خطاب بالتخيير .وإن كان الإثم مرفوعا عنه بعذر الجهل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١، ص ١٣٠، مادة "اباحة")

الجهل الذى يصلح أن يكون عذرا هو الجهل الذى يكون فى موضع الاجتهاد الصحيح، بأن لا يكون مخالفا للكتاب أو السنة أو الإجماع، وذلک كالمحتجم إذا أفطر على ظن أن الحجامة مفطرة لا تلزمه الكفارة؛ لأن جهله فى موضع الاجتهاد الصحيح .وتفصيله فى مصطلح :(حجامة)

ومن الجهل الذى يصلح عذرا، الجهل بالشرائع فى دار الحرب يكون عذرا من مسلم أسلم فيها ولم يهاجر، حتى لو مكث فيها ولم يعلم أن عليه الصلاة والزكاة وغيرهما ولم يؤدها لا يلزمه قضاؤها خلافا لزفر لخفاء الدليل فى حقه، وهو الخطاب لعدم بلوغه إليه حقيقة بالسماع وتقديرا بالشهرة، فيصير جهله بالخطاب عذرا .بخلاف الذمى إذا أسلم فى دار الإسلام لشيوع الأحكام والتمكن من السؤال.

قال السيوطى :كل من جهل تحريم شىء مما يشترک فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الجهل إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام، أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلک، كتحريم الزنى، والقتل، والسرقة، والخمر، والكلام فى الصلاة، والأكل فى الصوم.

وقال الزركشى :لو شهدا بقتل ثم رجعا وقالا تعمدنا، لكن ما عرفنا أنه يقتل بشهادتنا فلا يجب القصاص فى الأصح، إذ لم يظهر تعمدهما للقتل؛ لأن ذلک مما يخفى على العوام.

ومن هذا القبيل أعنى الذى يقبل فيه دعوى الجهل مطلقا لخفائه كون التنحنح مبطلا للصلاة، أو كون القدر الذى أتى به من الكلام محرما، أو النوع الذى تناوله مفطرا، فالأصح فى الصور الثلاث عدم البطلان.

ولا تقبل دعوى الجهل فى الأمور المشتهرة بين الناس كثبوت الرد بالعيب، والأخذ بالشفعة من رجل قديم الإسلام، بخلاف ما لا يعرفه إلا الخواص (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٦، ص ١٩٩ و ٢٠٠، مادة "جهل")

(خاتمہ)

پوری بحث کا خلاصہ

اس رسالہ یا مضمون میں شروع سے اب تک مختلف فصلوں میں جو تفصیل ذکر کی گئی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بات پر اہلُ السنۃ والجماعۃ حنفیہ، شافعیہ، ماتریدیہ واشاعرہ سب کا اتفاق ہے کہ فروعِ شریعت کا مکلّف ہونے کے لیے ان کی دعوت پہنچنا ضروری ہے، اوراس میں بعض معتزلہ کا ہی اختلاف ہے، لیکن اللہ کی وحدانیت وربوبیت اور فی الجملہ معرفت کے لیے امام ابوحنیفہ، ماتریدیہ اور اکثر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک عقلِ محض حجت ہے، جبکہ شافعیہ و اشاعرہ کے نزدیک اللہ کی وحدانیت و ربوبیت اور جملہ اصولِ شریعت وفروعِ شریعت کا مکلّف ہونے کے لیے عقلِ محض حجت نہیں، بلکہ ان سب امور کا مکلّف ہونے کے لیے دعوتِ رسل یا دعوتِ نائب رسل وغیرہ ضروری ہے۔ اور ہمیں دلائل کی رو سے شافعیہ واشاعرہ کے بجائے، حنفیہ وماتریدیہ کا قول راجح معلوم ہوا۔

تاہم یہ اختلاف ایک اصولی یا فرضی درجہ کا ہے، اس کی مراد یا اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام اہلِ فترۃ یا اہلِ جاہلیت کو دعوتِ رسل نہ پہنچنے کا حکم لگا کر، زمانۂ جاہلیت کے مشرکین کو شافعیہ و اشاعرہ کے نزدیک توحید کا مکلّف قرار نہ دیا جائے اور شرک سے معذور قرار دیا جائے، کیونکہ دلائل بلکہ نصوصِ کثیرہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے مشرکین کو ایک سے زیادہ نبیوں کی دعوت پہنچ چکی تھی، بلکہ وہ بعض جہات سے اللہ کی وحدانیت کا اعتراف کرنے کے باوجود شرک میں مبتلا تھے، اور زمانۂ جاہلیت تو درکنار اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کبھی اور کسی زمانے میں ایسی امت نہیں چھوڑی، جس کی طرف رسول کو مبعوث نہ فرمایا ہو۔

اور اہلِ فترۃ سے متعلق بعض احادیث وروایات کی بنیاد پر، جن میں سے مختلف احادیث و

روایات سند کے اعتبار سے ضعیف یا شدید ضعیف بھی ہیں، دونبیوں کے درمیانی زمانے میں پیدا ہونے والے تمام افراد کو اصحابِ امتحان میں داخل ماننا صحیح نہیں، بلکہ اولاً تو خود ان احادیث وروایات میں دعوت نہ پہنچنے کی قید مذکور ہے، اور دونبیوں کے درمیانی زمانے میں پیدا اور فوت ہونے والے تمام لوگوں کے متعلق یہ حکم لگانا کہ ان کو نبیوں کی بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی طرح دعوت نہیں پہنچی یہ درست نہیں، دوسرے اصحابِ امتحان پر غیر مکلّف بالاصول والفروع ہونے کا حکم لگانا درست نہیں، کیونکہ ان کے امتحان کے نتیجہ میں جس طرح بعض کے کامیاب ہونے کے بعد ناجی ہونے کا احتمال ہے، اسی طرح بعض کے ناکام ہونے کے بعد غیر ناجی ہونے کا بھی احتمال ہے، لہٰذا ان کے متعلق کسی یک طرفہ حتمی فیصلے سے سکوت ثابت ہوگا، اور ان میں مزید بھی احتمالات ہیں، ان احتمالات کے ہوتے ہوئے، ان سے کوئی یکطرفہ موقف اختیار کر کے نصوصِ کثیرہ معتبرہ وصریحہ کی خلاف ورزی درست نہیں۔

اور اس سلسلہ میں جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ بالخصوص متقدمین کا موقف بالکل واضح اور دوٹوک ہے، البتہ بعض متاخرین و معاصرین اس سلسلہ میں مختلف غلط فہمیوں یا تسامحات کا شکار ہوئے، جن کے تسامحات سے صرفِ نظر کر کے جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ اور بالخصوص متقدمین کے قول اور نصوص کی خلاف ورزی کو گوارا نہیں کیا جاسکتا۔

فقط.

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان خان

22/ جمادی الاولیٰ/ 1440ھ 29/ جنوری/ 2019ء بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان